وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم
خدا نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جو اپنی قوم کی بولی میں اسے نہ سمجھاتا ہو
(ابراھیم: ۴)

سیرت قرآنیہ

سیدنا رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لتنذر قوما ما انذر اباؤهم فهم غافلون
تاکہ تو خبردار کرے ایسی قوم کو جس کے بزرگوں نے ایسی باتیں نہیں سنیں وہ خبر نہیں رکھتے
(یٰس: ۵-۶)

محمد اجمل خاں

الفیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com

۲۹۷.۴۹۲۱
م ۲۸ ء
۳۶۱۲۱

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

بار اول مارچ ۱۹۹۵ء

محمد فیصل نے
زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

قیمت -/250روپے

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ
مقدمہ سیرت قرآنیہ	
پہلی کتاب: پس منظر اسلام	
پہلی فصل: اسلام	۳۱
مسلم کون ہے؟	۳۲
معروف و منکر خیر و شر	۳۳
دین اللہ ایک ہی ہے	۳۴
صرف اسلام ہی دین فطرت ہے	۳۴
قانونی مجازات	۳۵
ترتیب تنزیل قرآن کے مطابق اسلام و مسلم کفر و کافر کے مترادفات	۳۵
ھدی اللہ ملنے کے طریقے	۳۸
مسلم کیلئے کل انبیاء کا ماننا ضروری ہے	۳۸
کتب الھیہ	۳۹
اسلام یا خدا بندگی مقصود ہے یا ذریعہ مقصود	۳۹
قیام اسلام کے ذرائع کیسے ہوں	۳۹
امیر و شوریٰ	۴۰
مقصود و طالبان مقصود	۴۰
کفر و کافر، خوف و خائف	۴۰
ذرائع مقصود: قیام حزب اللہ اور دولت کتابیہ شورائیہ	۴۱
اسلام کی پہلی دعوت میں آخری اعلان شامل ہے	۴۲
وحی اول	۴۲
اسلام کی آخری دعوت	۴۳
الاسلام	۴۳
اہل کتاب سے دوستی پیدا کرو	۴۳
نصاریٰ یہود سے بہتر ہیں	۴۴
آخری فرمان نبوی (درحجتہ الوداع)	۴۴
جان و مال و عزت کی حرمت	۴۵
نخوت جاہلیہ اور افتخار رنگ و نسل کا خاتمہ	۴۵
بے محنت کے کھانا حرام ہے	۴۵
عدالت	۴۵
غلاموں کی آزادی یا مساوات ضروری ہے	۴۶
عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں	۴۶
جہاد برائے ترقی حزب اللہ	۴۶
دوسری فصل: دین دینہ دھرم	۴۸
دین	۴۹
ادیان کی ابتدا	۵۰
پجاریوں اور کاہنوں کی گروہ بندی	۵۲
پجاری بادشاہ	۵۳
دو برائیاں نسلی و خاندانی تفوق اور قومی دیوتا	۵۴
تیسری فصل: مختلف اقوام کے ادیان	
سمیریہ خالدیہ بابل	۵۵
مصر	۵۶
صحف ابراہیم	۵۷
عبری قوم کی تاریخ	۵۸
حقیقی دین ابراہیم و موسیٰ	۵۹
مشرکین مکہ اور بعث	۶۰
ظہور اسلام تک یہودی پستی	۶۰
حضرت مسیح بن مریم ناصری	۶۲
آرین ادیان	۶۳
مزد یسنائیت (خدا پرستی)	۶۳
زرداشتر	۶۳
اوستا یا دین کی تعلیم	۶۴
تحریف اوستا	۶۵
اسلام اور مزد یسنائیت	۶۵
مانی ۲۴۲ تا ۲۷۷ء	۶۵
مزدک ۴۷۰ تا ۵۳۵ ق م	۶۶
ہند کے خدا پرست آرین مصلح	۶۶
خدا اور بعث بعد الموت	۶۷

Marfat.com

رسالت	۶۷
تجدید احیائے اسلام کا ہندی تصور	۶۸
ظہور اسلام تک سچے دھرم میں	
تحریفیں	۶۸
رام اور کرشن	۷۰
مہابیر	۷۰
گوتم بدھ	۷۱
ذات پات ختم	۷۱
بحثوں سے زیادہ عمل صالح ضروری ہے	۷۱
اعتدال کا راستہ	۷۲
تحریف ست دھرم	۷۲
چوتھی فصل: تمدن عالم پر ایک نظر	۷۴
باپائیت	۷۷
عورت اور غلام	۷۸
پانچویں فصل: عرب جاہلیہ	
جہل و جاہلیہ	۸۲
امی و کتابی	۸۲
سیاست عرب جاہلیہ	۸۳
معین- سبا- حمیر	۸۳
حیرہ- غسان- کندہ	۸۴
اوس خزرج	۸۵
چھٹی فصل: مکہ	۸۶
سکندریہ	۸۶
کاشی یا مکہ	۸۸
مکہ	۸۹
مکہ اور خالدیہ	۹۱
مکہ کے موسمی میلے حج اکبر و	
حج اصغر	۹۳
مکہ اور ویدک دھرم	۹۴
یہود اور مکہ	۹۵
یہودی شمس پرستی	۹۷
مکہ اور جین و بدھ مذاہب	۹۷
چار مقدس مہینے	۹۹
مکہ اور مسیحیت	۹۹
کعبہ کے بت	۱۰۱
مجوس اور مکہ	۱۰۲
سیاست مکہ	۱۰۴
مکہ کا پنچایتی نظام حکومت	۱۰۶
فوجی نظام عدالت یا حکومت	۱۰۷
دوسری کتاب: قرآن	۱۰۸
اسلام کا حقیقی ماخذ قرآن ہے	۱۰۸
منکرین حدیث	۱۰۹
قرآن کا مقصد	۱۱۰
نصب العین	۱۱۰
نبی کا کام	۱۱۱
رسول عربی کی بعثت کی غرض	۱۱۱
قرآن کریم کا انقلابی طرز خطاب	۱۱۱
کتابی انقلاب	۱۱۲
عالمی انقلاب (فرد اور قوم)	۱۱۲
حزب اللہ یا مرکزی پارٹی	۱۱۳
حزب اللہ کا پارٹی پروگرام	۱۱۳
انقلابی سوسائٹی	۱۱۴
قرآنی جبر یا ڈکٹیٹرشپ	۱۱۴
جمہوریت یا کتابی شورائیت	۱۱۴
عوامی شورائیت	۱۱۵
اسلام کی نئی ترجمانی	۱۱۵
دوسری فصل: جمع قرآن	۱۱۵
تاریخ قرآن	۱۱۸
تیسری فصل: قرآن کا طبعی نظام	
یعنی ترتیب نزول	۱۲۰
ترتیب سور	۱۲۳
خدائی ترتیب قرآن	۱۲۴
رسولی ترتیب قرآن	۱۲۵
عثمانی ترتیب سور	۱۲۵

مصحف علی ۱۴۶

چوتھی فصل:

ترتیب نزول قرآن کا نقشہ ۱۴۷

تیسری کتاب: سیرت الامین ۱۴۹

قربانی ۱۵۰

عبداللہ کی شادی اور سفر تجارت ۱۵۱

ابرہہ کا حملہ ۱۵۲

بی بی آمنہ کی نفسیاتی کیفیات ۱۵۳

صبح ولادت ۱۵۴

رضاعت وابتدائی تعلیم ۱۵۶

سوق عکاظ شرح صدر ۱۵۷

خود اعتمادی یا خوف و حزن سے جنگ ۱۵۸

زبان وبیان کی تعلیم ۱۵۸

نقد شعر و خطابت ۱۵۹

سفر مدینہ کے تجربات ۱۶۱

کفالت عبدالمطلب ۱۶۲

ولایت' ابو طالب اور سفر شام ۱۶۳

حج کے میلے ۱۶۶

حرب فجار ۱۶۸

حلف الفضول ۱۶۹

تعمیر کعبہ ۱۷۰

نوروز- تجارت- حج ۱۷۱

بی بی خدیجہ سے نکاح ۱۷۲

خوف اور بھوک کے منظر ۱۷۲

متلاشیان حق ۱۷۳

سیرت قرآنیہ ۱۷۶

پہلی فصل: محمد الامام دعوت سرا ۱۷۶

خوف' جہل اور بھوک
کو ختم کرنے کا پروگرام ۱۷۸

الامام کی خانگی زندگی ۱۷۹

دنیا سے خوف و جوع دور کرنے کیلئے
غار حرا پر بحث ۱۸۳

پہلی خدائی آواز ۱۸۵

وحی اول یعنی سورے العلق ۱۸۵

پس منظر: ۱۸۵

فکر انسانی کے نظریے ۱۸۶

فلسفہ کے دو بنیادی مسئلے ۱۸۷

فلسفہ ہستی یا نظریہ وجود ۱۸۸

(الف) روحانیت اختیار ۱۸۸

روح اعظم ۱۸۹

(ب) مادیت جبر اتحاد ۱۹۰

(ج) امتزاج مادیت و روحانیت ۱۹۰

امتزاج جبر و اختیار ۱۹۰

خالق کا تصور ۱۹۱

فلسفہ علم یا نظریہ معرفت ۱۹۱

امتزاج الہام و مشاہدہ ۱۹۳

نظریات ہستی و علم اور پہلی وحی ۱۹۴

مختصر تحقیق الفاظ ۱۹۶

سورۃ العلق کا حقیقی مفہوم ۱۹۷

سیاسی اتحاد و ثقافتی یک رنگی ۱۹۸

مقصد ال الہ کی بندگی ہے ۲۰۰

رب کی بندگی کی غایت ۲۰۱

ابتدائی مصدقین ۲۰۲

خفیہ جماعت مصدقین ۲۰۴

جو پیغامات صرف الامام کے لئے تھے ۲۰۸

خدائے اکرم و رحم کا انوکھا تصور ۲۰۹

دوسری فصل: محمد المنذر والمزکی

دعوت جہرا ۲۱۰

اولی النعمۃ کی کنجوسی اور
پروہتوں پر ضرب شدید ۲۱۰

یا الہ - یا اللہ - الملک ۲۱۲

Marfat.com

پہلی پکار اور جلسہ ۲۱۳
تباہی بخیلوں کی وجہ سے آتی ہے ۲۱۳
ظالم دولتمندوں کے لئے جہنم ۲۱۵
الزلزال: بعث بعد الموت ۲۱۵
جبر و اختیار امید وبیم ۲۱۶
دوسری پکار ۲۱۶
والعصر تاریخ اقوام گواہی ۲۱۷
القارعہ تاسیس دین حق کا عملی پروگرام ۲۱۷
چند نیک کاموں کی تفصیل ۲۱۸
مکذبین سے خطاب ۲۱۸
بامارگی یا اصحاب الشمال ۲۱۹
مکذبین کا پہلا وفد ابو طالب کے پاس ۲۱۹
۵ نبوی وفد قریش کی واپسی کے بعد ۲۲۱
غیراللہ کی پرستش تباہی لاتی ہے ۲۲۱
البروج مصدقوں کی ہمت افزائی کے
لئے نصرانی حق پرستوں کا ذکر ۲۲۲
کتب اولین ۲۲۳
سورۃ المدثر قول من عند اللہ ۲۲۳
سورۃ التطفیف دنون' آیات
یعنی دلائل ۲۲۳
سورۃ التکویر ۲۲۴
قریش کا دوسرا وفد ابو طالب
کے پاس ۲۲۴
کفار مکہ سے اعراض کا حکم ۲۲۵
الحاقہ' مکذبوں کو جواب ۲۲۶
سورۃ القمر: دلیل بعث بعد الموت ۲۲۶
کلام اللہ اور القائے شیطانی کا فرق ۲۲۶

تیسری فصل: محمد المذکر والمبشر
والہادی یا قرآن نصاری ۲۲۸
اسم ارحمان ۲۳۰
کشمکش حق و باطل ۲۳۳
نصرانیت کی مجمل حالت ۲۳۵
یسوع کے متعلق قرآن کا نقطہ نظر ۲۳۶
توراۃ و انجیل وغیرہ روشنی دینے والی
کتابیں ہیں ۲۳۷
کیا توراۃ و انجیل محرف ہیں؟ ۲۳۸
نصرانیت کی تعلیم ۲۴۰
نصرانیت کی شکست ۲۴۲
نصرانیت اور یہودیت میں فرق ۲۴۴
مسیحیوں اور مجوسیوں کی
عصری حالت ۲۴۷
شہادت مسیح ۲۵۰
المبشر اور عالمی معلومات ۲۵۰
مصدقین یوم الدین پر مشرکوں کا نرغہ ۲۵۱
خود المبشر کا استہزا اور تعذیب ۲۵۲
مسئلہ شفاعت اور کفارہ ۲۵۳
الغاشیہ عدل و احسان ۲۵۳
النباء: بڑی خبر ۲۵۳
الدھر ۲۵۳
جبر و اختیار ۲۵۴
الرحمان 'جنت' حوریں' شراب ۲۵۴
سورہ ق بعث ویوم جزا ۲۵۴
خدا ہمارے نہایت قریب ہے ۲۵۵
موذیوں کی جماعت ۲۵۵
دنیوی لالچ عتبہ کی پیش کش ۲۵۶
ملک حبشہ کے نصرانی اور بنو المطلب ۲۵۸
ملک حبشہ کا نوروز ۲۵۹
رحمان سے مکہ والوں کی نفرت ۲۵۹
رحمان اور اللہ ۲۵۹
ہجرت حبشہ اولیٰ ۲۶۰
اسم رحمان اور استہزاء ۲۶۱
علم غیب' عدل واحسان اور رحمان ۲۶۲
صبر و ثبات کے معنی ۲۶۲

Marfat.com

تعذیب و استہزاء	۲۶۲
والنجم اس دور کا اہم ترین واقعہ' لات و عزیٰ کی شفاعت پر مکذبین کا اصرار	۲۶۳
القائے شیطانی یا نفس امارہ	۲۶۴
سمجھوتہ کی خبر ۵ نبوی	۲۶۴
والنجم جیسی کرنی ویسی بھرنی' معلول کا لزوم	۲۶۵
عمل سے زندگی کا بناؤ	۲۶۵
نصرانی تعلیم کا اسلامی تصور متشابہات	۲۶۵
الملک' غیب کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں	۲۶۶
یہ دیویاں کسی چیز خالق نہیں	۲۶۷
حم الاحقاف تحدی برائے تورات قرآن	۲۶۷
غیب کی خبریں لانے والے جن اور فرشتے	۲۶۷
حم الدخان تا السجدہ	۲۷۰
ہجرت حبشہ ثانیہ	۲۷۱
مصدقوں کے خلاف مکذبوں کی سفارت	۲۷۱
حضرت ابوبکر کی ہجرت اور واپسی	۲۷۳
۶ نبوی علانیہ تبلیغ کا تیسرا سال	۲۷۳
الطور تحدی اللہ کی سب کتابیں معجزہ ہیں' صرف قرآن ہی نہیں	۲۷۴
یوم الدین' وحی و رسالت	۲۷۵
سورہ ص عصمت انبیاء	۲۷۶
الحجر واجزائے اعمال سے کوئی نہیں بچ سکتا	۲۷۷
عصمت و حفاظت مخلصین	۲۷۷
الکہف' نصاریٰ سے خطاب	۲۷۸
اللہ ہر طرح خلق پر قادر ہے	۲۷۸
ابلیس جن تھا	۲۷۸
عمل صالح اور شرک سے اجتناب	۲۷۸
اسلام' حمزہ بن عبدالمطلب ۶ نبوی	۲۷۸
مشرکین کا عذاب الٰہی طلب کرنا	۲۷۹
خدا کے وجود کے آیات سے دلائل	۲۷۹
خدا کے رسول ہونے کا ثبوت دو	۲۸۰
نفاق و توہم پرستی نشہ ہے	۲۸۰
قرآنی وحی بولنے میں جلدی نہ کرو	۲۸۰
اسلام اور کل دینوں کا پیام	۲۸۰
المومنون' یاسین	۲۸۱
الشعراء المبشر کی خواہش کہ معجزہ ملے	۲۸۲
شعرا شیطنیت سکھاتے ہیں	۲۸۲
اپنے خاندان پر توجہ	۲۸۲
قریش کی آنحضرت سے براہ راست گفتگو	۲۸۲
اسلام' عمر بن الخطاب ۶ نبوی	۲۸۳
اسلام عمر کی شہرت اور ابو جہل	۲۸۴
اسلام عمر کے بعد کی قرآنی تعلیم	۲۸۴
الفرقان- مشرک جانوروں سے بھی بدتر ہیں	۲۸۵
الشوریٰ	۲۸۵
دولت مند عموماً مکذب ہوتے ہیں	۲۸۶
حم المومن ربنا اللہ	۲۸۷
نصاریٰ سے خطاب	۲۸۷
مسلمانوں ہجرت کرو	۲۸۸
کتاباً متشابہا مثانی	۲۸۸
تعذیب المسلمین کی انتہا	۲۸۸
گنہگاروں پر اللہ کی رحمت	۲۸۹
دیویوں کی شفاعت سے انکار	۲۸۹
مکذبین سے اعراض	۲۸۹
الکافرون	۲۹۱

Marfat.com

چوتھی فصل محمد الرسل	
یا قرآن مظلوموں	۲۹۲
دین اور سیاست	۲۹۴
ترقی وقدامت پرستی	۲۹۵
قومی اور عالمی سیاست	۲۹۵
زبان اور سوسائٹی	۲۹۶
غلامی	۲۹۷
لادینی سیاست	۲۹۸
اسلام اور دوسرے فکری نظریے	۳۰۰
اخلاقی سیاست ہی نبوت کا مقصد ہے	۳۰۰
قرآن اور یہود	۳۰۱
بنی عبداللہ اور بنی ہاشم	۳۰۲
مقاطعہ نامہ کی شرطیں	۳۰۳
قرآن اور مقاطعہ	۳۰۳
شعب کے زمانہ کے قرآن کی خصوصیات	۳۰۴
تیاری رسالت فی العالمین	۳۰۵
تین سال کے مقاطعہ کے مصائب	۳۰۵
نصاری کے بعد بنو اسرائیل اور مجوس پر توجہ	۳۰۶
توراۃ اور عبری قوم	۳۰۶
قرآن اور توراۃ	۳۰۸
آدم و نوح، ایوب و ابراہیم علیہ السلام	۳۰۹
اسماعیل، اسحاق، یوسف و علیہ السلام	۳۱۰
موسیٰ علیہ السلام	۳۱۱
حکومت اور دین جڑواں بچے	۳۱۲
کتابی سیاست کی تمہید	۳۱۳
اخلاقیات و پارٹی فنڈ	۳۱۳
خلاصہ سورہ ۳۱ لقمان	۳۱۴
معجزات الہیہ صبرو استقامت، کتابی سیاست	۳۱۴
سورۃ البقر رکوع ۳۵	۳۱۵
اللہ ہی مارتا اور جلاتا ہے	۳۱۶
مکہ دارالسلام بنے گا	۳۱۶
ابراہیم قرآن و توراۃ کا کام	۳۱۶
سلطان یا ثبوت	۳۱۷
مکہ سے اخراج کا اشارہ	۳۱۷
بیت اللہ دعائے ابراہیم	
نوعیت علم غیب بذریعہ وحی	۳۱۷
القصص	۳۱۸
توراۃ اور قرآن کے لئے تحدی	۳۱۸
اہل کتاب قرآن کو مانتے ہیں	۳۱۹
صبرو استقامت فتح کی کنجی ہے	۳۱۹
دور ہذا کے قرآن کی تعلیم کا خلاصہ	۳۲۰
پانچویں فصل: رسول اللہ الی لعالمین	۳۲۲
حصہ اول شعب سے رہائی	۳۲۴
نصرانیوں کی شکست پر قریش کی مسرت	۳۲۵
کتابی سلطنت	۳۲۵
فرقہ بندی فطری دین نہیں	۳۲۷
الروم! قوموں کے زوال کے وجوہ	۳۲۷
قرآن اور یہود	۳۲۸
بنو اسرائیل پر خصوص توجہ	۳۲۸
الاعراف میں بھی نذیر ہوں	۳۳۰
میں عالم غیب نہیں ہوں	۳۳۰
نفع و ضرر میرے اختیار میں نہیں	۳۳۱
نرمی و حلم اختیار کرو	۳۳۱
رسول کو معجزہ نہیں دیا گیا	۳۳۲
مسلمانوں پر مظالم	۳۳۲
العنکبوت ایمان کا امتحان	۳۳۳

Marfat.com

اہل کتاب سے دوستی کرو	۳۳۳
معجزہ نہ آنے کی وجہ	۳۳۴
نصرانیوں کفارہ بے معنی چیز ہے	۳۳۴
حزن و خوف دور کرنے والے فرشتے	۳۳۵
مجوس کی مثنویت	۳۳۵
دشمن سے بھی نیکی کرو	۳۳۵
عربی زبان میں قرآن کیوں ہے	۳۳۵
جیسا کرو گے ویسا بھرو گے	۳۳۵
وفات سیدہ خدیجہ	۳۳۶
زینب بنت رسول	۳۳۶
بنات رسول	۳۳۷
ابو طالب کی وفات	۳۳۸
رسول اللہ کے ظالم ہموطن	۳۳۹
حصہ دوم: وفات ابو طالب	
جوار مطعم تک	۳۴۲
جلاوطنی یا موت	۳۴۲
طائف	۳۴۴
سورہ جن اور علم غیب	۳۴۷
سورۃ الحمد	۳۴۷
سبع مثانی	۳۴۸
سور الحمد اور سورہ یوسف	۳۴۹
سورۃ الجن اور سورۃ الحمد	۳۵۱
حم الجاثیہ	۳۵۶
خواہش نفسانی کو معبود بنانا	۳۵۷
حصہ سوم: مطعم کی حمایت	
اور ہجرت مدینہ	۳۵۹
قبائل میں دورہ	۳۶۱
چھے خزرجیوں کا اسلام	۳۶۱
حم الزخرف علم کا سرچشمہ اللہ کے پاس ہے	۳۶۱
سرداران طائف کو جواب	۳۶۲

صراط مستقیم عبودیت رب ہے	۳۶۳
النمل آخرت	۳۶۳
شمس پرست قوم	۳۶۳
بنو اسرائیل سے خطاب	۳۶۴
بی بی سودہ بنت زمعہ سے نکاح	۳۶۴
حضرت عائشہ سے آپ کی نسبت	۳۶۵
نکاحوں پر اعتراضات	۳۶۵
بیعت عقبہ اولیٰ نبوی	۳۶۷
معاہدہ یا بیعت کی خصوصیت	۳۶۸
بنو اسرائیل کو شریک کرنے کا خواب	۳۶۹
اسراء (یا معراج)	۳۶۹
دل کی پاکیزگی	۳۷۱
انکار معجزات تحدی	۳۷۱
ایک ایران کے حلیف سے گفتگو	۳۷۲
صلاۃ یا نماز	۳۷۲
سورہ ہود کل کتب الٰہیہ کافروں کے لئے معجز ہیں	۳۷۳
بیعت عقبہ ثانیہ	۳۷۳
جنگ کا ذکر	۳۷۵
جاسوسوں کی شیطنت	۳۷۶
یونس	۳۷۷
ہجرت مدینہ برائے جنگ	۳۷۸
سورہ النحل اور سورہ الانعام	۳۷۸
ہجرت کی مشکلات	۳۷۹
جبریل	۳۸۰
ملت ابراہیمی	۳۸۱
مالداروں کی وجہ سے تباہی آتی ہے	۳۸۱
مجوس سے پھر خطاب	۳۸۲
خدا کے وجود کا ثبوت	۳۸۲
عذاب کے معجزہ کا انکار	۳۸۲
میں غیب داں نہیں	۳۸۳
عربوں کے لئے قرآن کی ضرورت	۳۸۳

Marfat.com

مکی تعلیم کا خلاصہ	۳۸۴
آخری دور مکیہ کے چند اہم واقعات	۳۸۵
رسول اللہ کے قتل کے مشورے	۳۸۶
آنحضرت پر حملہ اور ہجرت	۳۸۷
رسول اللہ کی تبلیغی زندگی کے تیرہ سال	۳۸۸
چھٹی فصل : امیر العالمین	۳۹۱
سیرت مدینہ قرآنیہ	
عربی جنتری	۳۹۲
جناب امیر العالمین قباء میں	۳۹۵
اوس اور خزرج کا ملاپ	۳۹۷
فتح مدینہ	۳۹۷
پہلا خطبہ مواخات	۳۹۹
مواخات	۴۰۰
اصحاب صفہ	۴۰۰
تشکیل جماعت اسلامی' اور مساوات	۴۰۱
کتابی جمہوریت کی پہلی جھلک	۴۰۳
آئین اسلام کے اصول اساسی	۴۰۳
یہود مدینہ سے امیر العالمین کا معاہدہ	۴۰۵
البقر 4 ع یہود سے خطاب کی تمہید	۴۰۶
بقرہ 5 ع تورات	۴۰۶
بقرہ اسلام کی عالمی تعلیم	۴۰۷
یہود سے امارات محمدی کا میثاق	۴۰۸
مشرک قبائل سے دفاعی معاہدے	۴۰۹
صوم عاشورہ	۴۰۹
قریش کی منافقوں سے ساز باز	۴۱۱
اللہ اور یوم آخر' منافقین	۴۱۱
امیر العالمین کی خطابت اور منافق	۴۱۲
ابوجہل کی چالاکی	۴۱۲
رسول اللہ کا امیر العالمین منتخب ہونا	۴۱۳
حکم قتال	۴۱۴
صبر و استقامت میں فتح ہوتی ہے	۴۱۴
جنگی مشق	۴۱۵
طرز جنگ	۴۱۵
دس سال کے مقتول	۴۱۷
سریہ حمزہ	۴۱۷
سریہ عبیدہ سریہ سعد	۴۱۸
سورہ جمعہ ع ۲	۴۱۸
قریش کا دوسرا چیلنج	۴۱۹
غزوہ ودان	۴۲۰
جنگی چندہ (انفاق)	۴۲۱
بقرہ ۳۴ دنیا کو ظلم سے بچاؤ	۴۲۱
بقرہ ۳۰ خدا کا قانون اٹل ہے	۴۲۱
مسئلہ شفاعت	۴۲۱
بنو مدلج سے دوستانہ معاہدہ	۴۲۳
غزوہ ذو العشیرہ	۴۲۳
المائدہ ع ۴ قوم موسی کی کہانی سے ہمت افزائی	۴۲۳
المائدہ ع ۵ ایک شخص کا قتل کل عالم کا قتل ہے	۴۲۳
ساتویں فصل: فتح بدر تا احد	۴۲۴
سید المجاہدین	۴۲۵
روم کی فتح	۴۲۶
۲ ھ : ابتدائے قتال سریہ نخلہ	۴۲۶
بقرہ ع ۲۷ فتنہ قتل سے بھی برا ہے	۴۲۸
آزادی رائے کے لئے قتال	۴۲۸
بقرہ ع ۱۷ یہود کی آزمائش	
تحویل قبلہ	۴۲۹
بقرہ ۱۹۱۸ مقصود نیکو کاری ہے	۴۳۰

بقرہ 22 نیکی کیا ہے ۴۳۰
بقرہ ۲۱ یہودی حق کو چھپاتے ہیں ۴۳۰
بقرہ ۹ع ۱۴ع بعض یہود تحریف احکام کرتے ہیں قیامت کا انکار ۴۳۱
یہود و نصاریٰ متحد ہو جاو ۴۳۲
قرآن کل کتب الٰہیہ کا مصدق ہے ۴۳۳
قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں ۴۳۳
مومنوں کی تحریف لفظی کی ممانعت ۴۳۵
توراۃ محرف نہیں ہے ۴۳۵
جبرئل اور وحی معنوی ۴۳۶
کتاب اللہ کا ترجمہ اور حدیث ۴۳۷
رویائے صادقہ ۴۳۷
سورۃ الجمعہ ع ۴۳۷
یوم آزادی اسرائیل کا روزہ ۴۳۷
بقرہ ع ۲۳ رمضان کا روزہ ۴۳۸
بدر کی لڑائی یوم الفرقان ۴۳۹
رحمان ذکر ۴۴۱
الرحمان اور امیہ بن خلف ۴۴۳
بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورہ ۴۴۵
غلاموں کی آزادی کا پہلا قانون ۴۴۶
ابو العاص کو کیوں چھوڑا ۴۴۶
سورہ انفال تم نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکا ملائکہ کا ذکر ۴۴۷
محض خوش خبری تھا نشان (یا معجزہ) عذاب ۴۴۹
خفیہ عہد شکنی نا جائز ہے ۴۴۹
دشمن صلح چاہے تو فوراً کر لو ۴۴۹
عورتوں کی عزت افزائی ۴۵۰
تیموں سے انصاف ۴۵۱
صرف ایک عورت سے نکاح ۴۵۲
نساء ۳ زنا کی ابتدائی سزائیں ۴۵۲

بیوہ عورت آزاد ہے ۴۵۳
محرمات ۴۵۳
نساء ۵: قدیم معاشرت اختیار کرو ۴۵۴
عام رواداری کا حکم ۴۵۴
نساء ۲۲ع قرآنی نقطہ نظر ۴۵۶
مسیح قتل نہیں ہوئے بلکہ شہید ہوئے ۴۵۷
یہود کی نافرمانی کی سزائیں ۴۵۸
الراسخون فی العلم ۴۵۹
یہود نے علانیہ جھگڑا شروع کر دیا ۴۵۹
بنو قینقاع پر حملہ اور جان بخشی ۴۶۰
نساء ۸ عام بات چیت میں یہود کی تحریف ۴۶۱
کتاب اللہ کی جگہ طاغوت کی پیروی ۴۶۱
یہودی اور غزوہ سویق ۴۶۲
قتال کی خوبیاں ۴۶۲
قریش کی عراقی تجارت کا انقطاع ۴۶۳
کعب یہودی کا قتل ۴۶۳
سریہ زید بن محمد ۴۶۴
نساء ۱۲ منافقین ۴۶۴
نساء ۳ مالی و جانی جہاد ۴۶۵
نساء ۱۴ ہجرت کی ترغیب ۴۶۵
نساء ۲۱ حقیقی کافر کون ہے ۴۶۵
نساء ۱۸ دین ابراہیم بہترین دین ہے ۴۶۵
نساء ۱۹ عدل کی تعریف ۴۶۵
محمد ۱ع غلامی منسوخ ۴۶۶
محمد ۳ ع حکم قتال پر ۴۶۷
محمد ۴ ع صلح کی باتیں کمزوری کی دلیل ہیں ۴۶۷
الصف وفائے عہد کرو ۴۶۷

Marfat.com

بشارت نبی و توراۃ و انجیل ۴۶۷
دینِ حق غالب ہو گا ۴۶۷
مائدہ ۶ع منافق یہودی
تحریف کلمات ۴۶۸
مائدہ ۷ع توراۃ سچی ہے ۴۶۸
۸ع ۹ع یہود نصاری سے
نا امیدی ۴۶۸
مائدہ ۱۰ سب کو اتحاد کلمہ
کی دعوت ۴۶۸
نجات کیا ہے ۴۶۹
دین میں غلو نہ کرو ۴۶۹
انفال ۳ع گیہوں کے ساتھ گھن
بھی پس جاتا ہے ۴۷۰
انفال ۴ مشرکین مکہ کو جواب ۴۷۱
وعدہ پورا ہو ۴۷۰
انفال ۱۰ مشرک قیدیوں
کو نصیحت ۴۷۱

آٹھویں فصل خاتم النبین یعنی
مصدق النبین ۴۷۳
عزم استقلال سے سیلاب بلا کا تین
سال تک مقابلہ ۴۷۳
تقسیم دولت کی غرض ۴۷۶
تقویم فصل ہذا ۴۷۷
مصدق النبین ۴۷۸
معرکہ احد قریش کا دوسرا حملہ ۴۷۹
قریش کا فرار پھر فتح ۴۸۱
ملائکہ یا فرشتے ۴۸۵
مسلمانوں کا جوابی حملہ ۴۸۶
احد کا ذکر قرآن ۴۸۸
سکینہ و جنود اللہ ۴۸۸
لالچ بزدل بناتی ہے ۴۸۹

شہید زندہ ہیں ۴۸۹
خدا پرست بزدل نہیں ہوتا ۴۸۹
وجود باری کا علمی ثبوت ۴۹۰
کل مومن اور بعض اہل کتاب
جنتی ہیں ۴۹۰
یتیموں اور عورتوں کے حقوق ۴۹۱
کئی عورتوں سے برابر کی محبت
مشکل ہے ۴۹۱
ستر قاریوں کا قتل ۴۹۲
دعائے قنوت ۴۹۲
دس مسلمانوں کا دھوکہ سے قتل ۴۹۲
خاتم النبین اور سورہ بینہ ۴۹۳
بنو نضیر کی جلاوطنی ۴۹۴
سورہ آل عمران ۱۲ع مسلمان
کون ہیں ۴۹۵
غزوہ بدر ثانی ۴۹۵
عام الزلزلہ ۴۹۶
غزوہ ذات الرقاع عراقی شاہراہ
پر حملہ ۴۹۷
صلاۃ خوف ۴۹۷
غزوہ دومۃ الجندل ۴۹۷
طاغوت یعنی یہودی جبر ۴۹۷
غزوہ مریسیع ۴۹۷
حضرت جویریہ سے نکاح اور غلاموں
کی آزادی ۴۹۸
زنا اور سورہ نور ۴۹۹
حیا، حجاب پردہ ۵۰۰
مکاتبت یعنی غلاموں کو آزادی کا حق ۵۰۰
زینب اور زید بن محمد کی لڑائی ۵۰۱
ظہار کی سزا ۵۰۱
چغل خوری ۵۰۱
حملہ احزاب پورے عرب کا

Marfat.com

مدینہ پر حملہ	۵۰۳	محسن المفتوحین	۵۲۲
حضرت سلمان فارسی نے		مکہ کو روانگی	۵۲۳
مسلمانوں کو بچالیا	۵۰۴	مرنے کا معاہدہ	۵۲۵
جنود اللہ یعنی خوف اور آندھی	۵۰۵	سکینہ و جنود السماوات والارض	۵۲۶
غزوہ بنو قریظہ	۵۰۵	قریش کی درخواست صلح	۵۲۶
آزادی جنت ہے (بقرہ 26ع)	۵۰۶	ظلم و عدل	۵۲۸
متبنی کی مطلقہ سے خاتم النبین		تحریر معاہدہ ذکر رحمان	۵۲۹
کا نکاح	۵۰۷	التوائے جنگ	۵۲۹
خاتم تا مصدق النبین (احزاب ع ۵)	۵۰۹	صلح کے فوائد	۵۳۱
بی بی زینب سے نکاح	۵۱۰	فتح حدیبیہ کے بعد کتابی جمہوریت	
نوٹ : خاتم	۵۱۱	کا قیام	۵۳۱
عورتوں کے حقوق (البقرہ ع ۲۸)	۵۱۳	غزوہ خیبر	۵۳۲
حرامہ نہ کہ حلالہ	۵۱۳	خیبر کو سفارت عبداللہ بن رواحہ	۵۳۲
ازواج نبوی کی یورش	۵۱۴	صرف رضوانی ساتھ لے گئے	۵۳۳
قتل سلام یہودی	۵۱۵	خراج	۵۳۳
حوالی مدینہ کے قبائل کی سرکوبی	۵۱۵	مہاجرین حبشہ کی واپسی	۵۳۴
صحف ابراہیم و موسیٰ (آل		سودی بیوپار	۵۳۵
ابراہیم آل عمران کے قوانین)	۵۱۶	رسول اللہ کا خواب سچا کر دیا گیا	۵۳۵
بعض یہودی توراتی احکام کو چھپاتے ہیں		غزوہ وادی القریٰ ' اطاعت فدک	۵۳۶
اور صرف متشابہات کو مانتے ہیں	۵۱۷	اسلام ابو ہریرہ	۵۳۶
عہد نامہ عتیق کیا تھا؟	۵۱۷	دنیا کو اطاعت الٰہی کی دعوت	۵۳۶
بہترین عمل انفاق ہے	۵۱۷	نصرانی بادشاہوں کو دعوت	۵۳۷
نصاریٰ کے پاس عبدالرحمن بن عوف کی		مجوسیوں کو توحید کی دعوت	۵۳۸
رسالت اسلام	۵۱۸	میں کل انسانوں کے لئے رسول	
زینب بنت رسول کی حلالہ کے بغیر		اللہ ہوں	۵۳۹
واپسی شوہر کو	۵۱۸	آل موسیٰ کی تعریف	۵۳۹
حکم رجعت کی تشریح مزید	۵۱۹	جزیہ کی ابتدا	۵۴۰
صلاۃ وسطیٰ	۵۱۹	مجبور مسلمان ڈاکو بن گئے	۵۴۰
		مدافعانہ قتل نیکی ہے	۵۴۱
نویں فصل : محسن المفتوحین : دولت		ولادت ابراہیم بن محمد	۵۴۲
کتابیہ کا عربی پروگرام	۵۲۰	عمرۃ القضا	۵۴۲
بیعت رضوان ہی فتح مبین ہے	۵۲۱	آخری نکاح	۵۴۳

عام المساوات کے اہم واقعات	۵۴۳
عام الفتح	۵۴۳
ام ولد کی آزادی	۵۴۵
بی بی ماریہ کا پردہ	۵۴۵
زوجات نبوی	۵۴۵
الاحزاب تاریکی سے نور کی طرف	۵۴۹
احزاب مردوں کو پردہ سے مانگنے کا حکم	۵۴۹
احزابمومنات کو گھونگھٹ کا حکم	۵۵۰
سریہ موتہ ۸ ھ	۵۵۰
مکہ میں پر امن داخلہ	۵۵۱
نہ لڑنے والے دشمن سے نیکی کرو	۵۵۲
الرحمان اور فتح مکہ	۵۵۲
اطاعت الٰہی پر بیعت	۵۵۴
واجب القتل اشخاص کی معافی	۵۵۴
خطبہ نبوی	۵۵۵
مدنی دور کا مکی قرآن	۵۵۸
البقرہ وجود باری کا ثبوت (ع ۲۰)	۵۵۸
سب کتابوں پر ایمان لاؤ	۵۵۹
آخرت کو مانو	۵۵۹
اعجاز کتب الٰہیہ نہ کہ اعجاز قرآن	۵۵۹
مکی تعلیم کی مکی انتہا	۵۶۰
کلام من عنداللہ اور القائے شیطان	۵۶۱
کل کتب الٰہیہ منکروں کے لئے معجز ہیں	۵۶۲
سورۃ العصر	۵۶۲
مہاجروں کی جائداد	۵۶۳
تالیف قلوب	۵۶۳
مشرکوں کو مذہبی آزادی	۵۶۳
الحدید ع ۳ دنیوی زندگی محض فریب ہے	۵۶۴
رہبانیت مشکل چیز ہے	۵۶۴
اللہ بادشاہ ہے اسی پر بھروسہ کرو	۵۶۵
غزوہ حنین عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو	۵۶۶
سریہ اوطاس	۵۶۷
سکینہ و جنود اللہ	۵۶۷
غزوہ طائف	۵۶۷
غلاموں کی رہائی	۵۶۷
عمرہ جعرانہ	۵۶۸
مؤلفہ قلوب	۵۶۸
احکام حج	۵۶۸
اللہ کے سوا کوئی غفار نہیں	۵۷۰
شہید مردہ نہیں زندہ ہیں	۵۶۹
حج	۵۷۰
قربانی سورۃ الحج	۵۷۱
مسجد حرام	۵۷۲
کفار مکہ کو لات و منات کے متعلق جواب	۵۷۴
مناسک اقوام	۵۷۵
وجود باری کا ثبوت	۵۷۵
حج مخلوط ۸ ھ	۵۷۶
ابراہیم بن محمدؐ سے نفرت	۵۷۶
اصلی کافر اور اصلی مومن	۵۷۷
سب نبی برابر	۵۷۷
وحی کی نوعیت	۵۷۷
نصرانیوں کی دعوت توحید	۵۷۷
متشابہات	۵۷۸
دسویں فصل: رحمتہ للعالمین	
دولت کتابیہ کا عالمی پروگرام	۵۸۰
حمد الٰہی	۵۸۲
عدل و تقویٰ	۵۸۳
توکل علی اللہ	۵۸۳

Marfat.com

اللہ والوں کو دعوت اتحاد ۵۸۴
تقویم فصل دہم ۵۸۵
عام البرات ۵۸۶
نصارائے نجران و اصحاب الاخدود ۵۸۷
وفد نجران محکمات متشابہات ۵۸۸
قرآن کی کل آیتیں محکم بھی ہیں
اور متشابہ بھی ۵۹۰
اہل کتاب کی تعریف ۵۹۲
دعوت مباہلہ ۵۹۲
مسیح کا باپ خدا نہیں ۵۹۳
آدم کی مثال ۵۹۴
الا اللہ کے معنی ۵۹۵
اہل ذبح کی ہٹ دھری ۵۹۶
تصوراتی الدرحام ۵۹۸
راسخین فی العلم ۵۹۹
سورہ آل عمران ۵۹۹
اہل کتاب کو اتحاد کلمہ
کی دعوت ۶۰۱
ارسال الصدقین ۶۰۲
شرح زکوۃ منصوص نہیں ۶۰۲
مصارف زکوۃ ۶۰۳
الحجرات ادب آموزی ۶۰۳
زوجات نبوی کا احتجاج ۶۰۳
ولی عہدی نبوی کا معاملہ ۶۰۵
سورہ تحریم حلال کو حرام نہ بناؤ ۶۰۶
رومی سامراج سے مقابلہ کی تیاری ۶۰۷
سکینہ و جنود اللہ ۶۰۷
حاتم کی بیٹی کا احترام ۶۰۸
سورۃ الطلاق ۶۰۸
غزوہ تبوک ۶۰۸
طمع مال پر تنبیہ ۶۰۹
منافقوں پر سختی کا حکم ۶۰۹
جماعتی انقلاب ۶۱۰
سورۃ توبہ ۔ قاعدین پر عتاب ۶۱۱
مسجد ضرار ۶۱۱
وفد ثقیف ۶۱۲
حجۃ الاسلام ۶۱۳
صلاۃ مع زکوۃ ۶۱۴
سکینہ و جنود اللہ ۶۱۴
اہل کتاب کے متعلق ۶۱۵
تدوین قرآن ۶۱۵
وفات ابراہیم بن محمد ۶۱۶
فاتح اور نبی کا فرق ۶۱۷
وفائے عہد الاسلام ۶۱۹
دشمن سے بھی انصاف کرو ۶۱۹
یہود و نصاری کی معافی ۶۱۹
اسمہ احمد ۶۲۰
نصاری کی تعریف ۶۲۰
عیسیٰ کی تعلیم توحید ۶۲۱
وفات مسیح کے بعد ۶۲۱
حجۃ الوداع یا حج محمدی ۶۲۱
خطبہ حج دنیا کو خوف اور
بھوک سے بچانے کا پیغام ۶۲۲
نبی ۶۲۵
خطبہ غدیر خم ۶۲۸
سریہ اسامہ بن زید ۶۲۹
وفات نبوی ۶۳۰
آخری وصیت نماز اور غلام ۶۳۰
آخری کلمہ ۶۳۰
پیام محبت و رحمت ۶۳۲
قرآنی انقلاب کی منزلیں ۶۳۳
پہلی منزل دعوت سرا ۶۳۴
دوسری منزل دعوت سرا ۶۳۵
تیسری منزل رجحان پرستوں

Marfat.com

سے دوستی	۶۳۶
قرآن کی تعلیم خدائی تعلیم ہے	۶۳۷
چوتھی منزل مقاطعہ اور یہود پر توجہ	۶۳۸
پانچویں منزل تبلیغ قانون	۶۳۸
تحدی، رحمانی تعلیم	۶۴۰
خلاصہ تعلیم مکیہ	۶۴۱
رحمت والا خدا بعث بعد الموت اوریاس	۶۴۱
آزادی فکر	۶۴۲
چھٹی منزل امارت اقوام	۶۴۳
ساتویں منزل قتال اتحاد	۶۴۳
اقوام نصاری کی طرف دوبارہ توجہ	۶۴۴
آٹھویں منزل شکست احد اور مصائب کے تین سال	۶۴۴
نویں منزل موت پر بیعت کرنے والوں کی جماعت	۶۴۵
کتابی جمہوریت کا قیام	۶۴۷
دسویں منزل اقوام عالم کیلئے پیام رحمت	۶۴۸
خلاف الٰہیہ خلاصہ الکلام	۶۵۰
نتیجہ	۶۵۱
پیام محمدی کی مشکلات پر نظر ثانی	۶۵۳
پہلی قسم لسانی	۶۵۳
توراۃ و انجیل محرف نہیں ہیں	۶۵۶
دوسری قسم فلسفیانہ	۶۵۸
سوشل فلاسفی	۶۵۹
اللہ	۶۶۱
فلسفہ غیب	۶۶۱
الرحمان	۶۶۶
ملک (فرشتہ)	۶۶۷
شیطان (جن)	۶۶۸
بعث بعد الموت	۶۶۹
جبر و اختیار	۶۶۹
رسول اللہ کا معترضین کو جواب	۶۷۵
کلام اللہ حادث نہیں ہو سکتا	۶۷۷
تاریخی مشکلات	۶۸۰
رسول عربی کو کوئی معجزہ نہیں دیا گیا	۶۸۱
شق القمر	۶۸۲
اعجاز قرآن	۶۸۲
قرآن اور توراۃ کی کوئی آیت منسوخ نہیں	۶۸۳
قرآن صرف عربی بولنے والے عربوں کے لئے ہے	۶۸۴
قرآن جملہ کتاب الٰہیہ کا مصدق و مہیمن ہے	۶۸۵
مسلک و منہاج کے اختلاف کے باوجود اللہ کو ماننے والے سب دین سچے ہیں	۶۸۶
رب	۶۸۸
سورہ تحریم اور سیاست	۶۸۹
خاتم النبین	۶۸۹
شہادت مسیح ایک تاریخی واقعہ ہے	۶۸۹
جملہ کتب الٰہیہ کو ماننا ہر مومن کے لئے ضروری ہے	۶۸۹
اسلامی تقویم شمسی تھی	۶۹۰
جسمانی و دماغی غلامی ختم ہونا چاہئے	۶۹۰

باسمہ سبحانہ

حرف اول

بڑے آدمیوں کی زندگی کے حالات جاننا بالکل بے سود ہے، اگر ہم ان کی زندگی کو نمونہ بنا کر اپنی زندگی کو اس سانچے میں نہ ڈھالیں اور اپنی زندگی بھی ویسی ہی شاندار نہ بنا سکیں۔ رسول عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جن رہبروں کے حالات ہمارے سامنے آتے ہیں ان میں سے اکثر دیوتا بنا دیئے گئے ہیں، اسی لئے ان کی تقلید ناممکن ہے۔ ہم آئندہ صفحات میں ایک ایسے انسان کی زندگی پیش کرتے ہیں جو ہماری ہی طرح بشر تھے، جو دیوتا یا فرشتہ نہ تھے کہ کوئی ان کی پیروی نہ کر سکے، وہ ایسی عدیم المثال شخصیت تھے جنہوں نے مسلسل تیئیس سال تک اپنے عہد کے توہمات کے خلاف جہاد کیا، تکلیفیں اٹھائیں، مقاطعہ اور قید کی مصیبتیں جھیلیں، پتھر کھائے، قاتلوں کی تلواروں کا نشانہ بنے، جلاوطنی پر مجبور ہوئے۔ لیکن جس کام کو شروع کیا تھا اس کو کسی لالچ یا خوف سے چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے۔ تاریخ میں ہمیں صرف ایک ہی ذات نظر آتی ہے جس نے بے غرضی سے دنیا والوں کو تاریکی سے نکالنے کے لئے اتنی مصیبتیں اٹھائی ہوں اور آخر کار اس میں کامیابی حاصل کی۔ یہ ذات گرامی جناب محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی تھی۔

یاد رکھئے کہ دنیا غم و رنج سے نجات کی تلاش میں تھی اور آج بھی ہے۔ پہلے زمانہ میں گناہ سے نجات کا تصور غالب تھا لیکن اس کی تہہ میں وہی تلاش مسرت و راحت تھی، جو آج ہے، اس دنیا کی بھوک اور دکھ سے نجات یا فراغت کاملہ دونوں کے متعلق رسول عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے ذاتی تجربات کی بناء پر اور تاریخ کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ نکالا تھا کہ شاہی اور پروہتی ختم کی جائے اور عقل کی شہنشاہی قائم ہو یہ تصور خدا کے فضل و کرم سے ان کے دل و دماغ پر بچپن سے چھا گیا تھا۔ اور آخر

Marfat.com

کار چالیس سال کی عمر میں پہنچ کر وہ پاکیزہ افکار اُبل پڑے جو قرآن کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان افکار کے مطابق آپ نے جو عمل کیا وہ آپؐ کی سیرت سے نمایاں ہے۔ ہم نے اس کتاب میں فکر و عمل نبوی دونوں کو جمع کر دیا ہے۔

قدامت پرستوں کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جس کسی نے اپنے زمانے کے توہمات کے خلاف آواز اٹھائی تو اسے قتل کر دیا۔ یا اگر کسی وجہ سے وہ بچ گیا تو خود اس کے پیغام کو مسخ کر دیا اور مصلح یا داعی کی تعلیم کے وہ معنی پہناتے جو خود ان کے دلوں میں رچے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں بدھ مذہب کا یہی حشر ہوا، مسیحیت کے متعلق اس کے سینکڑوں فرقے گواہ ہیں کہ وہ حقیقت سے کتنی دور ہو گئے ہیں۔ یہی حال اسلام کا ہوا۔ اسلامی تعلیم کے ساتھ سب سے بڑی مشکل کی بنیاد ۳۰ھ سے پڑی، جبکہ سرکاری حکم سے قرآن کی ترتیب ایک خاص انداز پر متعین کر دی گئی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کی مخالفت کے باوجود یہی ترتیب مفسروں کے لئے باقی رہ گئی۔ اگر قرآن کی خدائی ترتیب باقی رہتی تو کوئی یہ نہ کہتا کہ قرآن تفسیر بالرائے کرنے والوں کی منطق کا محتاج ہے اور انسانی سوسائٹی کو عقل و شوریٰ یعنی جمہوریت سے محروم کر کے پھر پروہتوں یا فقیہوں کے رحم و کرم پر چھوڑا گیا ہے۔ رسول عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے فکر انسانی کو حبروں، پوپوں اور پروہتوں کی اجارہ داری سے آزاد کیا۔ اور فتنہ (یعنی جبراً کسی کی رائے کو بدلوانا) اور فساد (یعنی زبردستی پر امن شہریوں کو خوف یا جنگ کی حالت میں ڈالنے) کو کفر و شیطنت قرار دیا۔

سیدنا محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی بے شمار سیرتیں لکھی جا چکی ہیں۔ ان سب کا ماخذ احادیث و اخبار نبوی کے علاوہ مغازی و سیر کی کتابیں بھی ہیں۔ جہاں تک احادیث کا تعلق ہے، ان کی روایت و درایت کے سلسلے میں عظیم الشان کام ہو چکا ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں صرف ایک کام باقی ہے یعنی اس کی تدوین تاریخی تسلسل کے ساتھ ہو جائے تاکہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی کی ایک مربوط و مفصل کہانی بن جائے۔

۳۶۱۲۱

خود قرآن کریم آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی کے مختلف ادوار میں جو تعلیم دیتا رہا وہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیرت کا اہم ترین اور بنیادی ماخذ ہے۔ محدثین اور محققین نے اس امر کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی کے زمانے میں محسوس کر لیا تھا کہ مکی اور مدنی قرآن مختلف زمانوں اور مختلف حالات میں اپنی تعلیم کے انداز کو مخاطب کے عقائد کے مطابق بدلتا رہا ہے۔ اگر مخاطب مشرک ہے تو اس کو جو تعلیم دی گئی وہ اہل کتاب سے مختلف ہے اور جو تعلیم مومنوں کو دی گئی وہ دونوں سے الگ ہے چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کو ترتیب تاریخی کے مطابق سمجھ لیا تھا اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خلق کو اس کے ذریعے سے لوگوں تک پہنچایا تھا۔ لیکن یہ احتیاط کی تھی کہ قرآن کے ساتھ ساتھ اخبار و احادیث نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو نہیں لکھا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ قرآن و حدیث مخلوط نہ ہوں اور لاتکتبوا عنی سوی القران (سوائے قرآن کے کوئی اور چیز نہ لکھو) کا مطلب یہی تھا کہ قرآن و حدیث ایک ساتھ نہ لکھی جائیں۔ ورنہ کتابت حدیث تو فتح حدیبیہ سے بہت پہلے اس وقت شروع ہو چکی تھی جبکہ ۱ھ میں آنحضرتؐ نے یہود اور دوسرے قبائل سے دوستانہ معاہدے کیے تھے۔

بہر حال جمع قرآن کے بعد قرآن کی موجودہ ترتیب میں نہ صرف مکی اور مدنی آیتیں، بلکہ سورتیں بھی تاریخی ترتیب کے مطابق نہیں ہیں۔ اس لئے جب قرآن کی تفسیریں لکھی جانے لگیں تو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی کے حالات میں تاریخی تسلسل باقی نہ رہا۔ تفسیر کے سلسلے میں کہیں مکی حالات ہیں کہیں مدنی کہیں پہلے سال نبوت کا ذکر سورۃ العلق میں بیان ہوتا ہے۔ کہیں سورہ بقرہ کے چالیس رکوعوں کو، جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دس سالہ مہاجرانہ مدنی زندگی میں پھیلے ہوتے ہیں ایک ساتھ بیان کرنا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والوں کو قرآنی تعلیم اور سیرت نبوی کا غیر تاریخی مطالعہ پریشان کر دیتا ہے۔ اور وہ اکتا کر قرآن کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، یا بے معنی شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ قرآن کے بغیر سیرت اور سیرت کے بغیر قرآن کا سمجھنا بہت ہی

Marfat.com

دشوار کام ہے۔ ان دونوں کے جمع کرنے کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ مکی اور مدنی سورتوں کو الگ الگ مدون کر کے اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی زندگی کے مختلف ادوار قائم کر کے دونوں کو ایک ساتھ تاریخی ترتیب سے بیان کیا جاتے۔ یہ ایک عظیم الشان کام ہے۔ اگر توفیق الٰہی شامل نہ ہوتی تو شاید مجھے اس کام کی مہلت نہ ملتی۔ مجھے ۱۹۲۰ء کی تحریک ترک موالات نے سیاست و فلسفہ کی علاوہ ادیان عالم کے تقابلی مقابلہ کرنے کا موقع دیا۔ اور اسی زمانے میں یوروپین محققوں اور مشنریوں کے معقول اور نامعقول اعتراضات بھی نظر سے گزرے۔ پھر نوئل دیکیے اور ہرش فلڈ کی بے لوث تحقیق قرآن نے اور لین پول کی "احادیث و خطبات محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ" نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اور سالہا سال کی محنت کے بعد ۱۹۴۰ء میں قران کی تنزیلی ترتیب پر ایک رسالہ تیار ہو گیا۔ اس کے بعد کام بہت مشکل نہ تھا۔ چند سال کے اندر ایسی کتاب تیار ہو گئی جس میں ترتیب نزول کے مطابق پوری قرآنی تعلیمات سیرت کے ساتھ ساتھ بیان کر دی گئیں۔

قرآنی تعلیم کے ظاہر و باطن، صورت و معنی کو عام فہم زبان میں پس منظر اسلام اور ترتیب و نظم و قرآن سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اصلی نظم قرآن وہی ہے جس طرح اور جس ترتیب سے وہ مختلف مکی اور مدنی ادوار میں خدا کی طرف سے قلب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ رسول پر نازل ہوا ہے اور پھر انہوں نے اپنے الفاظ میں انسانوں کو سنایا ہے (دیکھئے سورہ شعراء)

کسی فنی شاہکار کو سمجھنے اور اس کے لطیف اثرات سے فیض حاصل کرنے کے لئے پس منظر کا ہونا ضروری ہے۔ شعر ہو یا تصویر، نغمہ ہو یا تعمیر، جب تک فنی تخلیق کے ساتھ ساتھ اس کا پس منظر بھی سامنے نہ ہو اس کی صورت نظر کے لئے جنت نگاہ نہیں بن سکتی۔ اسی لئے غالب نے کہا ہے کہ:-

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

Marfat.com

اس سلسلہ میں دو باتیں سمجھ لینا چاہئیں۔

(۱) اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ ابتدائے تمدن سے ہر ملک و قوم میں ایسے مصلح پیدا ہوتے رہے ہیں جو کہتے رہے ہیں کہ اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم خدا کو آقا ماننا۔ اسی کی بندگی کرنا ہی دین فطرت ہے۔ کسی دیوتا، انسان یا درخت کے آگے جھکنا شرف و علو انسانیت کو غارت کرنا ہے۔ اسلام یعنی اطاعت الٰہی کے مقابلہ میں کفر و شرک و الحاد ہمیشہ اطاعت شیطان کی تعلیم دیتے رہے اور عقل انسانی کو اندھیرے (کفر = انگریزی کور۔ جرمن کفر یعنی ڈھکنے) اور ظلمت میں رکھ کر جاہل انسانوں کو لوٹتے رہے۔ اسی لئے اسلام کی تعلیم تھی لیخرجھم من الظلمات الی النور یعنی رحمان و شیطان کی پوری تاریخ اسلام کے پس منظر میں پہلی جگہ کی مستحق ہے۔

(۲) ہادیان عالم و ادیان جاہلیہ کو جاننے کے بعد خود اہل عرب کی سوشل حالت کو اور ان کی مادی و ذہنی تاریخ کو پس منظر اسلام کا جزو سمجھنا ضروری ہے۔ پھر یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اہل کتاب کی کیا حالت تھی اور ان کی وہ حالت کیوں تھی۔

پس منظر اور ترتیب نزول قرآن پر ہم دو کتابیں ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۶ء میں لکھ چکے ہیں۔ سیرۃ قرآنیہ بھی ۱۹۴۶ء میں مکمل ہو چکی تھی۔ لیکن بعض وجوہ سے شائع نہ ہو سکی۔ اس سیرت کا خلاصہ ۱۹۵۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اب یہ سیرت شائع کی جا رہی ہے تاکہ تفصیلات میں کاوش کرنے کی جن حضرات کو فرصت نہیں وہ ایک جامع کتاب کا مطالعہ کر سکیں۔ ضرورت ہوئی تو سیرت کبیر بھی شائع کر دی جائے گی جس میں سیرت کے ساتھ ساتھ پورا قرآن درج کیا جا چکا ہے۔ کام اگرچہ نہایت دشوار تھا۔ لیکن توفیق الٰہی نے وہ لگن پیدا کر دی کہ چند سال کی مسلسل محنت سے یہ کام پورا ہو گیا۔ بقول عاقل خاں۔

عشق چہ آساں نمود، آہ چہ دشوار بود
ہجر چہ دشوار بود، یار چہ آسان گرفت

اب مسلمانوں پر واضح ہو جائے گا کہ خوش عقیدہ مورخوں اور تفسیر بالرائے کرنے

Marfat.com

والے مفسروں نے اسلام کے روشن چہرے پر پس منظر اسلام (یعنی تاریخ تمدن انسانی) کی کج فہمی، اور ترتیب نزول قرآن پر عدم توجہ کی وجہ سے کتنے پردے ڈال دیئے تھے! اس میں "من قال" کی بحث میں نہیں پڑنا چاہیئے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ فکر و عمل محمد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر کیا کیا حجابات ڈالے گئے اور خود قرآن و سیرت سے ان غیر عقلی و غیر تاریخی عقائد و واقعات پر کیا روشنی پڑتی ہے۔ ان باتوں کی ایک مختصر فہرست اس کتاب کے آخر میں درج کر دی گئی ہے۔

نا مسلمانوں کو بھی معلوم ہو جاتے گا اسلام صرف ایک اخلاق و کردار کی اصلاح کا پیغام نہیں ہے بلکہ وہ ایسی انقلابی سوسائٹی کا قیام ہے جس میں سماج یا معاشرہ ذہنی اور مادی ترقی پر مجبور ہے۔ یعنی اسلام ایک ایسا ذہنی انقلاب پیدا کرتا ہے جو دین و دنیا، روح و مادہ، فکر و عمل کے تضاد کو مٹا دیتا ہے۔ علم و عمل کے دروازے ہر مرد و زن کے لئے یکساں طور پر جبراً کھول دیتا ہے۔ اور دنیوی یا معاشی ترقی کے لئے ایسی کتابی آمریت قائم کر دیتا ہے کہ ساحر و کاہن کے فریب، عقل و فراست مومن کے سامنے گرد ہو جاتے ہیں اب نہ تو پروہت ذہنی غلام بنا سکتا ہے نہ سود خور جسمانی اسیری میں مبتلا کر سکتا ہے۔ گویا علم و عقل کی عالمگیری سائنٹک و عمل کی صراط مستقیم پیدا کر کے فرد و جماعت کی کھینچا تانی کو ختم کر دیتی ہے۔ پھر ہر شخص سب کے بھلے کو اپنا مقصد بنا لیتا ہے اور سوسائٹی اپنے بھلے کے لئے بھوک اور خوف، رنج و غم، یاس و کم ہمتی کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیتی ہے۔

جناب رسول عربی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کس طرح دنیا کو افراط و تفریط سے نکال کر اعتدال پر ڈالا اور کس طرح سماجی و معاشی ناہمواریوں کو دور کر کے ایک صالح معاشرہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ سب باتیں آئندہ صفحوں میں قرآن و سیرت کی تاریخی ترتیب سے بیان کی گئی ہیں۔ فہرست عنوانات سے آپ کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی زندگی اور خود قرآن کریم کے مختلف ادوار معلوم ہو جائیں گے اور یہ سمجھنے میں آسانی ہو گی کہ انسانی اصلاح و ترقی کی تعمیر میں کونسی خشت اول ہو اور اسے کس قسم کی مادی و روحانی زمین میں رکھا جاتے۔

فکر و عمل نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی روشنی میں دو گروہوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ قرآن انہیں اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمہ کہتا ہے۔ ان ہی کو اصحاب الیمین یا ایماندار اور اصحاب الشمال یعنی پیروان باطل بھی کہا ہے۔ پھر یہ بتایا ہے کہ دنیا بھر کے حق پرست، خواہ وہ یہودی ہوں یا نصرانی یا ان کا کوئی اور نام ہو اگر اللہ کو مانتے ہیں اور جملہ رسولوں کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں وہ سب ناجی ہیں۔ سب رسولوں کی ایک ہی تعلیم ہے اور قرآن اس پر گواہ ہی نہیں بلکہ اس کی تعلیم کا محافظ بھی ہے۔ اس صورت میں اہل حق کا فریضہ ہے کہ خدا پرستی کو دنیا میں پھیلائیں خواہ اہل باطل (مشرک) کتنی ہی کراہت کیوں نہ کریں۔

اہل حق کا یہ بھی فرض ہے کہ جہاں تک ان کا بس چلے علم اور دولت پر جبراً بے علموں اور مفلسوں کا قبضہ دلائیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ جملہ حق پرستوں یعنی اہل اللہ یا اہل کتاب کے ساتھ کامل رواداری برتیں۔ وہ سب مسلم ہیں بشرطیکہ کل نبیوں کو مانیں۔ اور صرف اپنے نبی کو دوسری قوموں کے رسولوں سے بڑا نہ سمجھیں۔ یعنی مساوات قائم کریں اور محبت سے نسلی تفوق اور غلامی کا خاتمہ کردیں۔

ہمیں امید ہے کہ سیرت کا یہ تاریخی مطالعہ عام انسانیت کو ترقی دینے میں مدد دیگا۔ اور جو لوگ اسلام کی ذہنی و معاشی و روحانی ترقی کی حقیقت تک پہنچنا چاہیں گے انہیں قرآن کی تاریخی ترتیب سے مکمل روشنی حاصل ہو جائے گی۔

نئی دہلی

دو شنبہ۔ ۲۰ جون ۱۹۵۵ء۔
یوم الاثنین۔ ۲۷ شوال ۱۳۷۴ھ

محمد اجمل خان

Marfat.com

Marfat.com

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (۸۰ عبس-۱۱-۱۲)
(قرآن ایک نصیحت ہے، لہذا جو چاہے نصیحت لے)

رویائے صادقہ میں ارشاد نبویؐ کے مطابق
قرآن و سیرت کے اس تاریخی مطالعے کو میں اسے

اسلام

پر نذر کرتا ہوں جس نے بلال حبشیؓ کو مکہ میں، ابوذر غفاریؓ کو قبائل میں، اور شاہ نجاشی کو سمندر پار، چند لمحوں میں وہ گر سکھا دیا کہ وہ رنگ، نسل و قوم سے بلند ہو کر راس الکفر امیہ بن خلف، اولی النعمہ سدنہ قریش اور مدلسین کلیسا کے بندھنوں سے چھوٹ کر جہاد محبت و انسانیت کے حرم میں داخل ہو گئے۔

ہر کہ شد محرم دل، در حرم یار بماند
وانکہ ایں کار ندانست در انکار بماند

محمد اجمل خان

Marfat.com

سیرت قرآنیہ سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی کتاب: مقدمہ یا پس منظر اسلام

پہلی فصل۔ اسلام

"اگر ہم یورپ کو دین اسلام کی طرف بلانا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ سب سے پہلے ہم یورپ کو یہ یقین دلائیں کہ خود ہم (سچے) مسلمان نہیں ہیں۔ یورپ والے ہمیں قرآن کی روشنی میں اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر سے کوئی چہرہ دیکھا جاتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ قرآن کے نام لیوا جہل و نفاق اور کاہلی میں مبتلا ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ واقعی اگر یہ کتاب ایک اصلاح کرنے والی کتاب ہے تو اس کے ماننے والے اس قدر ابتر و پراگندہ کیوں ہیں؟

(وحی محمدی صفحہ ۱۱۳ از علامہ رشید رضا۔ ترجمہ عبدالرزاق ملیح آبادی)

اسلام کے لغوی معنی انقیاد و اطاعت کے ہیں۔ اس کا مادہ سَلِمَ یَسْلَمُ یا سلام ہے۔ اس کے معنی امن و سلامتی و صلح کے بھی ہیں۔ امن کے مقابلہ میں عربی کا لفظ خوف (حالت جنگ) ہے۔ سکینہ۔ سلامہ، سلیم و سالم (بمعنی صحیح و تندرست) اور مسلم وغیرہ سَلِمَ ہی سے مشتق ہیں۔ اگرچہ اطاعت و پیروی خدا کی بھی ہوتی ہے اور شیطان کی بھی، دوست کی بھی ہوتی ہے اور دشمن کی بھی۔ لیکن اصطلاحاً اسلام کے معنی خدا کی اطاعت و عبودیت

Marfat.com

کے لئے مخصوص ہو گئے ہیں۔ لہذا جو شخص اللہ کا بندہ ہونا تسلیم کرتا ہے وہ مومن و مسلم وغیرہ کہا جاتا ہے۔ اور اس کی راہ کو اسلام یا دین اللہ کہتے ہیں۔ جو شخص شیطان یا نفس امارہ کی اطاعت کرتا ہے اسے قرآنی اصطلاح میں منکر بے دین اللہ یا صرف منکر کا فروغاوی وغیرہ کہتے ہیں۔ غرض کہ یہ قرآنی محاورہ ہے کہ جو شخص خدا کو لاشریک مان کر اپنے آپ کو اس کا غلام اور مطیع قرار دے وہ دین اللہ یعنی اسلام پر ہے اور مسلم ہے۔

مسلم کون ہے؟

مشکل یہ ہے کہ یہ قرآنی اصطلاح صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہو گئی ہے جو اُس اسلام کے پیرو ہیں جس کا احیاء رسول عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذریعے سے دنیا میں ہوا۔ اس لئے اگر ہم کسی خدا پرست یہودی یا نصرانی یا جینی کو مسلم کہیں تو وہ اس اصطلاح کے حقیقی مفہوم سے نابلد ہونے کی وجہ سے فوراً یہ بول اٹھے گا کہ میں مسلم نہیں ہوں بلکہ کچھ اور ہوں۔ لیکن اگر اس لفظ کا ترجمہ کر کے اس سے پوچھا جائے کہ تم خدا پرست ہو یا شیطان پرست، تو وہ فوراً یزداں پرستی کا اقرار اور شیطان پرستی کا انکار کر دے گا۔ اسی اقرار کو ایمان باللہ یا اسلام کہتے اور اس کے انکار کو کفر کہا جاتا ہے۔

بہر حال قرآنی اصطلاح کے مطابق ہر وہ شخص مسلم ہے۔ جو خدائے واحد کو اپنا معبود مانتا ہو اور شیطان پرستی سے گریز کرتا ہو۔ اسی لئے قرانی تعلیم بار بار یہی ہے۔ اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (اللہ کی بندگی کرو اور شیطان سے گھن کھاؤ) مندرجہ ذیل آیتیں اس پر دال ہیں۔ یہی دین قدیم یعنی سناتن دھرم یا آریں مارگ ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے جاری ہے۔

۱۔ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ○

یہی بابا ابراہیم کی ملت ہے، اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔

۲۔ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ○

اللہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے اس کی غلامی کرو، یہی اسلام ہے۔

Marfat.com

۳۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللہِ الاِسْلَام
یقیناً اللہ کو دین اسلام ہی پسند ہے۔

۴۔ فِطْرَۃَ اللہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا ط لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللہ ذٰالِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّم ط وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○
یہ اللہ کی وہ تراش ہے جس پر اس نے انسان کو تراشا ہے، اس میں تبدیلی نہیں یہی دین قیم ہے۔

۵۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الاِسْلَام دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○
اگر سوائے اسلام کے کوئی دین اختیار کرو گے تو قبول نہ ہو گا اور آخرت میں گھاٹے میں رہو گے۔

اسلام کو قرآن کوئی نیا مذہب نہیں بتاتا وہ کہتا ہے کہ دنیا میں ہمیشہ سے اسلام رہا ہے اور میں (رسول عربی) بھی کوئی نیا رسول (بِدْعاً مِنَ الرُّسُلِ) نہیں ہوں۔ بلکہ اسلام کے پیامبر ہر ملک و قوم میں ہمیشہ آتے رہے ہیں (لِکُلِّ قَوْمٍ ھَاد ○ اِنْ مِنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر) ظاہر ہے کہ اگر اسلام ہر ملک میں آچکا ہے تو ہر زمانے میں جو نبی، رسول، مصلح اور ہادی آتے رہے ہیں وہ سوائے اس کے کچھ نہیں کر سکتے تھے کہ سب سے پہلے جس نبی نے اسلام کی تعلیم دی اس تعلیم کو دوبارہ زندہ کریں۔ گویا جتنے نبی گزرے ہیں وہ دین قدیم کے زندہ کرنے والے۔ یعنی محی الدین القدیم تھے۔ اس دین قدیم کو قرآن دین انسانی کہتا ہے (فِطْرَۃَ اللہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا) اور بتاتا ہے اللہ کی بنائی ہوئی صاف اور پاکیزہ فطرت انسانی پر عمل کرنا اللہ کا دین ہے۔ یہی دین، دین حنیف ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام نے عمل کیا یعنی سحر و تنجیم کے توہم سے کنارہ کشی کر کے، خالق شمس و قمر و النجوم کو اللہ مانا اور یہی دین فطرت یعنی غیر اللہ سے بغاوت اور صرف اللہ کی اطاعت دین اسلام ہے۔ مختصر لفظوں میں اللہ پرستی فطری طریقہ انسانیت ہے، اور غیر اللہ پرستی، غیر فطری ہے۔

معروف و منکر۔ خیر و شر: یزدانی و اہرمنی کام

Marfat.com

ہر ملک و قوم میں جہاں بھی انسانی عقل پر شیطانی قوتوں نے پردے نہیں ڈالے یہ بات ہر امی و فطری انسان جانتا ہے کہ ہر عمل کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ اگر اس کا استعمال کسی اچھے مقصد کے لئے کیا جاتے تو وہ فعل اچھا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں اچھے کام کو یزدانی اور برے کو شیطانی کہا ہے۔ ایک خیر، دوسرا شر۔ ایک معروف یعنی خلق پسند ہے دوسرا منکر یا گھناؤنا کام ہے۔ اللہ کے بندے خلق پسند کام کرتے ہیں۔ یعنی ایسے کام جن میں سب کا بھلا۔ شیطان کے بندے برے کام کرتے ہیں، جن سے اپنا یا اپنی جماعت کا بھلا ہو اور دوسروں کا نقصان ہو گویا ایک جماعت حزب اللہ ہے اور دوسری حزب الشیطٰن۔ ایک ایثار پیشہ ہے اور دوسری خود غرض۔

آیئے اس معیار پر ہم مختلف یزدانی و شیطانی دینوں اور طریقوں کو جانچیں اور پھر دیکھیں کہ قرآن نے دنیا کو کیا دیا۔

دین اللہ ایک ہی ہے۔

بعض تحزب پسند فرقہ پرست، جیسے کہ یہود تھے، یہ سمجھتے تھے کہ صرف ان کا دین حق ہے اور وہی خدا کے برگزیدہ بندے ہیں اور ان کا خدا (یہوا یا الوہہ) ان کا مخصوص خدا ہے۔ اس تحزب کو قرآن نے ختم کر دیا اور بتایا کہ مختلف اقوام کو جو دین (قانون زندگی) خدانے عالمیان کے قانون پر چلنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ دین اللہ ہے۔ یہ الہٰی قانون قسط و عدل و امن ہر ملک اور ہر زمانے میں ایک ہی رہا ہے۔ یعنی خدا بندگی کے ساتھ ساتھ عمل صالح کرنا، دین اللہ یا صراط اللہ یا اسلام ہے۔ آدم علیہ السلام و نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا بتایا ہوا راستہ بھی اسلام یا دین اللہ ہے اور محمد عربی صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بتایا ہوا راستہ بھی وہی راستہ ہے جو دین اللہ بتانے والے قدیم انبیاء بتا چکے ہیں غرض کہ دین اللہ ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔

صرف اسلام ہی دین فطرت ہے

خالق انسان و کائنات نے نہ صرف انسان و کائنات کو پیدا کیا۔ بلکہ ان کے لئے

Marfat.com

طبعی و اخلاقی قانون (دین) بھی پیدا کر دیا اور یہ بھی جتا دیا کہ ان قوانین کو توڑنا سزا کا اور ان پر چلنا جزا کا مستحق بناتا ہے۔

اسلام یعنی خدا بندگی (بخلاف شیطان پرستی کے) فطری دین یا فطری قانون ہے۔ اللہ نے نہ صرف انسان کو بلکہ حیوانات، نباتات و جمادات تک کو اپنے قانون کے مطابق پیدا کیا یا تراشا ہے۔ خالق اللہ ہی ہے۔ اور کائنات کی کوئی مخلوق قوانین الٰہیہ (دین فطرت) سے باہر نہیں ہو سکتی۔ نہ شیطان خالق ہے نہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا خلق و امر میں اللہ کا شریک ہے۔ لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ دنیا میں اللہ کے قانون (یا دین) کے علاوہ کوئی دوسرا دین یا قانون چل سکے۔

قانون مجازات

جہاں تک طبعی قوانین کا تعلق ہے ان کے صحیح یا غلط استعمال کی جزا یا سزا اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔ لیکن جہاں تک اخلاقی قوانین کا تعلق ہے وہ چونکہ صرف ذی عقل انسان پر منطبق ہوتے ہیں، اس لئے ان کی مجموعی اور آخری جزا و سزا مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر کے دی جائے گی۔ عقل و شعور دیئے جانے ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ انسان کو اعمال اخلاق میں اختیار بھی دیا جائے۔ ورنہ اگر جبر محض ہو تو کسی کو جزا یا سزا دینا قانون خداوندی یعنی قانون عدل و رحمت کے خلاف ہو جائے گا۔ اس فطرۃ اللہ کو بعض گروہ راہ فطرت سے منحرف کر کے یہودی یا نصرانی بھی بنا سکتے ہیں۔

بہر حال دین فطرت سے یہ مراد ہے کہ فطری طور پر ہر صاحب شعور انسان خدا بندگی اختیار کرے اور یہ پسند نہ کرے کہ کوئی ایسا شیطانی کام کرے جسے وہ خود نہیں چاہتا کہ دوسرے اس شیطانی طریقے سے اس کے ساتھ پیش آئیں۔

ترتیب تنزیل قرآن کے مطابق اسلام و مسلم، کفر و کافر کے مترادفات

Marfat.com

اگر ہم قرآنی تعلیم پر ابتداء سے آخر تک نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عبودیت الہیٰ اور عباد اللہ دونوں کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ چونکہ اسلام کے معنی ہی اطاعت امن و اعتدال پسندی کے ہیں لہذا مسلم یا مومن یا متقی صرف وہی ہو گا جو احکام الہیہ پر عمل کرے اور احکام نفس و شیطان سے اجتناب کرے۔

ان نیک اور بد بندوں نے جن اچھے یا برے اعمال کی پیروی کو اپنا دین (قانون زندگی) بنا رکھا ہے ان کا بھی ذکر بطور اضداد کے موجود ہے یعنی دین اللہ کیا ہے اور "غیر الاسلام" یا دین الشیطن کیا ہے۔

آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ابتداء میں نذیر و منذر و مذکر تھے اور گزشتہ قوموں کی تاریخ سے سبق لینے کی تعلیم دیتے تھے مثلاً قوم نوح و لوط، عاد و ثمود، قوم فرعون وغیر اللہ کی غلامی کی وجہ سے تباہ ہوئی تھیں۔ پھر آپ نصاریٰ کے سلسلہ میں بشیر و مبشر قرار پائے اور عام طور پر المرسل یا رسول اللہ کہلائے۔

رب کی نسبت سے عبد کا تصور ہر قوم میں عام تھا۔ اسی لئے اللہ کے لئے آقائے جہانیاں (رب العالمین) کا لفظ ایک جاہل غلام بھی سمجھ لیتا تھا اسی طرح ملک یا بادشاہ کا لفظ بھی روزمرہ کے مشاہدہ سے سب پر روشن تھا۔ وہی آخری فیصلہ کنندہ یا قاضی القضاۃ ہوتا تھا۔ لہذا خدا کے لئے احکم الحاکمین، ملک اور خیر الفاصلین کا محاورہ لوگوں کی سمجھ سے باہر نہ تھا۔

لقب رسول اللہ	اسم معبود حقیقی	اسم معبود غیراللہ	دین الشیطان	اسم عبداللہ	اسم عبدالشیطان	
نیکی کا پیامبر	آقائے بزرگ	ہوائے نفس	عزت و ترقی	ذلت و پستی	اللہ والے	بدکار
ضمیر مخاطب أنت	رب خالق المعلم الاکرم	الشیطان شیطان جن الخناس	کی راہ عبودیت رب الخالق ہدی	کی راہ (عبودیت ارباب من دون اللہ) ضلال	عبدالرب عبدالخالق	کاہن۔ ساحر شاعر۔ طامع عبدالملال
نذیر	رب	(طمع) مال	تصدیق یوم الدین	تکذیب یوم الدین	اصحاب الیمین	المکذب بیوم الدین

Marfat.com

	خالق	تکبر (نفس پرستی)	اطعام مسکین	تکبر۔ ادبار	مصلی۔ مطعم	مجرم
	الٰہ۔ اللہ		ہدیٰ	طمع مال ضلال	مصدق یوم الدین	عابس مدبر
مزکی	الٰہ العالم	ہوائے نفس	فک رقبہ	تکاثر اموال	محسن	عبدالخناس
مذکر	رب العالمین	وسواس الخناس	اطعام مسکین	منع خیر	مشیع مخیر	مناع للخیر
مبشر بشیر	رحمان۔ حی	شیطان	تزکیہ نفس عمل صالح	شرک	موحد	مشرک
ہادی	عالم الغیب والشہادہ	جن	صبر۔ خلوص	خسران	صابر۔ مخلص	مجرم
آدم	شفیع	کاہن و ساحر	تقویٰ۔ ایمان	اسراف۔ فساد	متقی۔ مومن	غاوی
خلیفۃ اللہ	ربّ العالمین	شمس و کواکب	اسلام۔ عدل	حب مال۔ ظلم	مسلم۔ بصیر	امی
مرسل	رب العرش	ابلیس	انفاق۔ اصلاح	بخل۔ فساد	شکور۔ موقن	سفیہ۔ مفسد
نبی	علیم و خبیر	ہمزات الشیطان	شکر	ظلم۔ کفر۔ شقاق	شاکر	کافر۔ شقی
رسول اللہ	ملک الملک	شیاطین و کاہن	احسان۔ ایقان	اسراف۔ بغی	احیاء	اموات
بشیر	خالق	..	صراط مستقیم	ضلال۔ عدوان	عادل	ظالم
شہید	سمیع و بصیر	کاہن و ساحر	انفاق۔ اتحاد و عفت	نفاق و بخل	محسن۔ صالح	منافق و فاسق
امیر	حافظ	شیطان				
مجاہد	نصیر	لات۔ منات	دفاع۔ صبر	کتمان بینات	اہل کتاب و علم	جاہل۔ متکبر
		عزیٰ	امن	خوف (جنگ)	مومن	مفسد
خاتم النبیین	وارث	×	شجاعت و ثبات	نقض عہد	صابر	خائن
محسن	غفار	×	رحم و تالیف قلوب	قصاص و ظلم	صالح	قاتل

Marfat.com

رحمۃ اللعالمین	رحیم	×	عدالت و رحمت اقامت کتب الہیہ سواء السبیل اقتصاد	قعود عن الجہاد عبودیت غیر اللہ	مقتصد مومن باللہ و یوم الآخر	ظالم۔ جاہل عبد المال و منکر یوم البعث

ھدی اللہ ملنے کے طریقے

اسلام یا ہدایت پانے کے دو ہی ذریعے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا ایسی فطرت عطاء فرمائے کہ انسان خود بخود راہ راست، اسلام یا خدا بندگی کو پالے۔ اس طرح سے بہت سے منکروں کو ہدایت ملی ہے ان میں سے چند صالحین کا ذکر سیرت کے سلسلہ میں کیا جائے گا۔ اسی زمرے میں جملہ انبیاء و اولیاء اللہ داخل ہیں (اللہ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) اللہ جسے چاہے اسلام پر ڈال دے۔

دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ کسی شخص کو کوئی بتانے والا معلم ہو اور وہ اس سے ہدایت پائے اور خدا بندگی یا اسلام اختیار کر لے (ان من قریۃ قد خلت فیہا نذیر) کوئی قوم ایسی نہیں جہاں برائیوں سے ڈرانے والا نہ آیا ہو (اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى) اللہ کی راہ یعنی اسلام ہی اصلی ہدایت ہے۔

مسلم کے لئے کل انبیاء اللہ کا ماننا ضروری ہے۔

لہٰذا ہر مسلم کے لئے خدا کا یہ حکم ہے کہ وہ اس بات کو بھی تسلیم کرے کہ ہر قوم میں خدا کا راستہ بتانے والے نبی و مرسل آتے رہے ہیں۔ اور خواہ ان کے نام معلوم ہوں یا نہ ہوں لیکن ان سب نبیوں، رسولوں اور ہادیوں کا ماننا ضروری ہے۔ انہی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ماننا ضروری ہے کہ ان سب کی بنیادی تعلیم یہی تھی کہ اللہ کو اپنا آقا مانو اور شیطان سے بچو۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ تعلیم کے اعتبار سے سب کی تعلیم ایک ہی تھی (لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ) البتہ بعض رسولوں کو ان کے کاموں کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فضیلت ہے (تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ)

Marfat.com

کتب الٰہیہ

جس طرح ہر مسلم فوراً یہ تسلیم کرلے گا کہ ہر قوم میں اللہ کی راہ بتانے والے آتے ہیں اسی طرح یہ بھی مان لے گا کہ ان رسولوں کی تعلیمات میں ہدایت و نور (ھُدًی وَّنُوْرٌ) ہے۔ قرآن جملہ کتب الٰہیہ کی تصدیق کرتا ہے اور جس طرح اس میں سب رسولوں کے نام نہیں ہیں۔ اسی طرح سب کتابوں کے نام بھی نہیں ہیں۔ ان کتابوں کی تعلیمات پر نظر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ نیک عملی سکھاتی ہیں یا شیطنت اور بدراہی۔ یہاں یہ نوٹ کرلیجئے کہ عربی زبان میں کتاب کے معنی قانون یا علم کے ہیں جو زبانی بھی ہو سکتا ہے۔ تحریری صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ لوگوں نے کتاب کے معنی کاغذ سے بنی ہوئی کتاب کے کرلئے ہیں۔ یہ درست نہیں۔

اسلام یا خداپرستی مقصود ہے یا ذریعہ مقصود؟

اسلام کا مقصد فلاح دارین ہے۔ یعنی کل نوع انسانی کا خوف، حزن اور جوع دور کر کے امن و مسرت و ترقی کی راہ پر لگانا۔ اس کے یہ معنی ہوتے کہ دنیوی فارغ البالی مہیا کر کے انسان کو ذہنی و روحانی ترقی کی راہ پر ڈالنا مقصد اسلام ہے۔ گویا اسلام مقصود بھی ہے اور ذریعہ مقصود بھی۔

عشق ہم راہست و ہم خود منزلست

قیام اسلام کے ذرائع کیسے ہوں؟

سوال یہ ہے کہ کیا قیام اسلام کے لئے اچھے برے ہر طرح کے ذریعے استعمال کئے جا سکتے ہیں؟ اس کا نفسیاتی جواب صاف ہے کہ مقصود اور ذریعہ مقصود کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ذریعہ کا ردِ عمل خود مقصود پر ہوتا ہے۔ اور اگر برے ذرائع اختیار کئے جائیں گے تو ان کا اختیار کرنے والا دوسروں کو اور اکثر خود اپنے آپ کو ان کی برائی سے محفوظ نہ رکھ سکے گا۔ لہٰذا اس فیصلہ میں ذرا بھی شک نہیں کہ اچھے ہی ذریعے اختیار کئے

Marfat.com

جائیں۔ قرآن کہتا ہے۔ (اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ) یعنی کسی شخص سے لڑ جھگڑ کر اسے اللہ کا راستہ نہیں بتایا جا سکتا۔ نرمی و اخلاقی پاکیزگی ہی سے دوسرے کا دل موہا جا سکتا ہے۔

امیر و شوریٰ

البتہ بعض موقعے ایسے آ سکتے ہیں کہ نیک و بد ذریعے کا جانچنا عام آدمی کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ اس صورت میں مجلس شوریٰ یا امیر جماعت کو اختیار ہے کہ کتاب اللہ (قانون الہیہ) کی روشنی میں فیصلہ کر دے کہ فلاں ذریعہ اختیار کیا جائے یعنی ڈاکٹر ہی یہ بتا سکتا ہے کہ مریض کا زخمی ہاتھ کاٹا جائے یا مریض کو بالجبر دوا دی جائے۔

ذرائع مقصود اور طالبان مقصود

گذشتہ بیان سے ظاہر ہے کہ اسلام کے سامنے ذرائع مقصود سے زیادہ طالبان مقصود کے اچھے ہونے اور اچھے بننے کا مسئلہ درپیش ہے یعنی اگر کوئی شخص واحد اطاعت الہیٰ (اسلام) کے لئے کوشاں ہوتا ہے اور براہ راست خدا سے ہدایت حاصل کرتا ہے۔ اس مفہم کے لئے قرآن نے متعدد لقب استعمال کئے ہیں مثلاً نذیر، بشیر، ہادی، نبی، امام، مرسل، موید بروح القدس، خلیفتہ اللہ وغیرہ۔ اس کا فکر و عمل کتب الہیہ کے مقصود کو ظاہر کرتا ہے۔

اگر کوئی جماعت انسانیت کو کفر (تاریکی) سے نکال کر نور (ایمان باللہ) کی طرف لانا چاہتی ہے تو کتبِ الہیہ پر خود عمل کرے گی اور اپنی جماعت کو حزب الشیطٰن پر غالب کر کے دنیا سے خوف و جوع، حزن و ذلت کو دور کر دیگی۔ یہ جماعت، حق کے قیام اور باطل کی شکست کے لئے جبراً علم و دولت کو عام کر دے گی۔ اور جہل و افلاس کا قلع قمع کر دے گی اسے قرآن نے حزب اللہ کہا ہے۔

کفر و کافر، خوف و خائف

Marfat.com

آپ نے دیکھا کہ اسلام یا خدا بندگی کا مقصد اللہ والوں (اولیاء اللہ) کی جماعت کو ترقی دینا اور نفس پرستوں (اولیاء الشیطٰن) کی شیطنیت کو ختم کرنا ہے۔ یاد رکھیے کہ اولیاء اللہ بنانے میں نفس پرستی ختم کی جاتی ہے، نفس پرست یا کافر و خائف کو ختم نہیں کیا جاتا اس پر جو کفر (تاریکی) کی ذلت چھائی ہوتی ہے اسے نور (روشنی و علم) کی عزت سے بدلا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نڈر، معزز اور مومن بن جاتا ہے۔ پھر نہ تو اسے اس صراط یا دین پر جان و مال کے لٹنے کا ڈر (خوف) رہ جاتا ہے، نہ اسے بادشاہوں، ساحروں اور کاہنوں سے اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ وہ اس کی جسمانی و ذہنی آزادی و شرف کو چھین کر اپنی غلامی" کے حزن و ذلت میں ڈالیں گے۔ یاد رکھیے کہ عربی زبان میں حالت خوف، حالت جنگ کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ حالت جس میں جان، مال، عزت و آبرو، ایمان و آزادی کے لٹنے کا ہر وقت خطرہ ہو، اور حزن اس کیفیت دماغی کو کہتے ہیں جو ضیاع جان و مال، عزت و ایمان کے صدمے سے پیدا ہو۔ اس کی ضد فرحت یا سرور ہے۔ سواء السبیل (یا ہموار راستے) کے لحاظ سے اگر ایمان کو فرحت بخش کہا جائے، تو حَزْنٌ (بمعنی أَرضٌ غَلِيظَةٌ (ناہموار زمین) کفر و ضلال کا راستہ بن جاتا ہے۔ جو لوگ اللہ والے ہو جاتے ہیں انہیں خوف و حزن نہیں ہوتا (أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ) عربی میں " حُزَانَةٌ " (یا بال بچوں) کو بھی اس لئے وجہ غم سمجھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان رنج و غم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اللہ والوں کی منظم سوسائٹی ایک شورائی آمریت کی شکل میں قائم کر دی جاتی ہے تو اہل و عیال کا غم بھی ختم ہو جاتا ہے اور دولت کتابیہ کا بیت المال سب کی آسائش و ترقی کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔

ذرائع مقصود : قیام حزب اللہ اور دولت کتابیہ شورائیہ

Marfat.com

رسول عربی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے دنیا سے خوف و جوع، کفر و حزن دور کر کے سب کو کتابی (مہذب اور قانون خداوندی پر عامل) بنانے کے لئے مکہ میں خدا بندوں کی ایک جماعت بنائی جسے "حزب اللہ" بھی کہتے ہیں۔ اسی جماعت نے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی قیادت میں آخر کار قدیم مرکز خدا بندگی کو پھر اللہ کی مسجد بنایا اور دین قدیم یعنی دین ابراہیم علیہ السلام حنیف کو زندہ قائم کیا۔ بیعت رضوان کے بعد پوری پارٹی انقلابی روح سے بھر گئی اور عالمی انقلاب کی علمبردار بن گئی۔ وفات نبوی کے بعد سابقون الاولون کی یہی جماعت متمم رسالت قرار پائی۔ اس جماعت کا یہ کام تھا کہ دنیا میں دولت کتابیہ شورائیہ قائم کرے۔

احیائے اسلام یعنی خدا بندگی کے سلسلہ میں آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے طریق کار کو جو لوگ معلوم کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کا سیرت کے ساتھ ساتھ مطالعہ کریں۔

اسلام کی پہلی دعوت میں آخری اعلان شامل ہے۔

وحی اول

اگر آپ سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیتوں کا نظر غائر سے مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دنیا کے فلسفے کی حقیقت کو ان پانچ آیتوں میں نمایاں کر دیا گیا ہے۔ یہ پہلی وحی ہے اور پورے قرآن میں اسی وحی کی تفصیلات ہیں اسی میں بتایا ہے کہ

وجود

خالق کائنات ہی خالق انسان یا آدم ہے۔ وہی آقا (رب) ہے یعنی اس خالق کو آقا مان کر اس کے احکام پر چلنا چاہئے۔ (اسی لئے ہم نے خدا پرستی کی جگہ اکثر "خدا بندگی" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی آقا کی عبادت نہیں بلکہ عبودیت کی جاتی ہے اور

Marfat.com

عبودیت سے مراد اپنے رب یا آقا کے احکام کی تعمیل بحیثیت ایک ادنیٰ غلام کے ہے) وہ آقا جس نے خلق کیا ہے، اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللہ کی طرح ظلم نہیں۔ وہ کریم ہی نہیں بلکہ اکرم ہے۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ)

علم

سمع و بصر یعنی ہمارے حواس ہمارے علم کا ذریعہ ہیں۔ چونکہ ہم کو اور ہمارے جملہ حواس کو خالق انسان نے خلق کیا ہے، لہذا وہی ہمارا حقیقی معلم ہے جو ہمیں قلم یعنی کلام و نطق و تجربہ کے ذریعے سے علم دیتا ہے غیر اللہ خود مخلوق ہیں، لہذا وہ ہمیں علم نہیں دے سکتے۔ لہذا یہ سمجھنا کہ شیطانوں کے ذریعے کاہنوں اور ساحروں وغیرہ کو علم حاصل ہوتا ہے۔ قطعی غلط ہے۔ حقیقی علم دینے والا رب اکرم ہے (عَلَّمَ الْاِنْسَانَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ)

وحی اول کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آقا کی غلامی کرو جو اکرم ہے اور خالق و معلم ہے۔ یہی اسلام ہے اب دیکھئے کہ اس پہلی دعوت کا ذکر آخری دعوت میں کس طرح ہے۔

اسلام کی آخری دعوت

اگر سورہ توبہ کو مسلمانوں کی قومی سیاست کا منشور کہا جا سکتا ہے تو سورہ المائدہ ان کی عالمی (بین الملی) سیاست کا سنگ میل ہے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی روانگی حج کے زمانے میں یہ سورت نازل ہو رہی تھی۔ خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ الاسلام

سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرو۔ اس کے بندے ہونے کا اعلان کرو۔ یہی اسلام ہے۔

۲۔ اہل کتاب سے دوستی پیدا کرو

Marfat.com

اہل کتاب (یہود۔ نصاریٰ، مجوس، صابی وغیرہ) میں بہت سے اچھے دیندار خدا پرست لوگ ہیں اور اپنے مذہب کی سچی تعلیم (توحید و بعث بعد الموت) کو مانتے ہیں۔ ان سے دوستانہ تعلقات پیدا کرو۔ ان کے ساتھ کھاؤ پیو۔ ان کی عورتوں سے نکاح کرو (یعنی چھوت چھات نہ برتو، نہ انہیں ذلیل سمجھو) دشمن کے ساتھ بھی (خواہ وہ یہود و مشرک ہی کیوں نہ ہوں) انصاف کو ہاتھ سے نہ دو۔ بلکہ ان کی پچھلی حرکتوں کو معاف کر دو۔ اللہ کو معاف کرنا اور احسان کرنا بہت پسند ہے۔

نصاریٰ یہود سے بہتر ہیں

یہود، خدا کے احکام میں تحریف کرتے ہیں اور ایک احبار کی جماعت بن گئی ہے جو فرقہ پرستی پر زندہ ہے۔ نصاریٰ اتنے بے وقوف ہیں کہ عیسیٰ کو ابن اللہ سمجھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری بھی سادہ لوح تھے۔ وہ ان سے کہتے تھے خدا سے دعا کرو کہ آسمان سے ہمارے کھانے کا خوان آجایا کرے (بھلا ایسے لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو جو نہ سمجھیں وہ تھوڑا ہے)۔ بہر حال یہود سود خور، خود غرض ہونے کی وجہ سے کنجوس ہو گئے ہیں اس لئے ان کے مقابلے میں نصاریٰ زیادہ محبتی ہیں۔

یہ ہے قرآن کی آخری تعلیم یعنی خدا بندگی، خدا پرستوں سے دوستی اور دشمنان خدا یعنی مشرکین تک سے عدل و وفائے عہد۔ مقصد یہ تھا کہ دنیا میں امن و اتحاد قائم ہو اور سب خوف و جوع سے نجات پا کر فلاح دارین حاصل کر سکیں۔

آخری فرمان نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (در حجۃ الوداع)

اب آپ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس آخری اعلان کو پڑھیے جو قرآن اور دیگر کتب الہیہ کی تعلیم کا نچوڑ ہے اور جسے آپ نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ حجۃ الوداع میں بیان فرمایا۔ اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ خدا بندگی کا جو پیغام وحی اول میں دیا گیا تھا اس کا کیا مطلب ہے اور وہ کون سے بنیادی اعمال ہیں جن سے انسان کی مادی و روحانی ترقی ہو سکتی ہے اور ایسی کتابی سوسائٹی بن سکتی ہے

Marfat.com

جس میں افلاس و جہل، ظلم و بد عملی ناممکن ہو جاتے۔ یعنی اصلی اسلام یا طاعت الہی مندرجہ ذیل احکام پر عمل کرنے کا نام ہے۔

۱۔ جان و مال و عزت کی حرمت

لوگو قصاص، سرقہ اور تہمت وغیرہ اسی طرح حرام کی جاتی ہیں جس طرح اس امن و امان کی سرزمین میں ہمیشہ سے یہ باتیں حرام تھیں۔ آج سب پرانے جھگڑے ختم کئے جاتے ہیں اور تم سب بھائی بھائی بنائے جاتے ہو۔

۲۔ نخوت جاہلیہ اور افتخار رنگ و نسل کا خاتمہ

تم سب ایک ہی شخص کی اولاد ہو۔ آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے تم سب برابر ہو۔ کسی کو کسی پر فوقیت نہیں۔ وہ معمولی کیچڑ سے پیدا کئے گئے تھے اس میں غرور کی کیا بات ہے۔

لہذا آج تک جتنی مقدس ذاتیں بنی ہیں اور کاہن و ساحر و شاعر تمہارے ذہنی آقا بنے ہوئے تھے اور بیچ کے سفارشی یا شفیع تھے وہ ختم کئے جاتے ہیں۔ تم براہ راست بغیر کسی شفیع کے خدابندگی کر سکتے ہو۔ نخوت جاہلیہ (یعنی نسلی افتخار) آج سے ختم کیا جاتا ہے۔ یہ بات شیطانی ہے۔

۳۔ بے محنت کے کھانا حرام ہے

سود، جوا، اور لوٹ مار سے دولت کمانا (اکل مال بالباطل) حرام قرار دیا جاتا ہے۔ اور سب سود منسوخ کیا جاتا ہے۔

۴۔ عدالت

آج سے وحشی اقوام کا طریقہ عدل یعنی انتقام و قصاص کا طریقہ ختم کیا جاتا ہے۔ قصاص لینے کا حق بجائے افراد کے اب دولت کتابیہ کا فریضہ ہو گا۔ اس کی نظر میں ہر کمزور مظلوم قوی سمجھا جائے گا۔ خطا کار ہی کو سزا ملے گی۔ یہ نہیں ہو گا کہ ایک قوم

Marfat.com

دوسری قوم کے چند قاتلوں کی وجہ سے پوری قوم کو قتل کر ڈالے یا کسی کے گناہ کے عوض میں دوسرے شخص کو بطور کفارہ کے پیش کیا جا سکے۔ یہ باتیں عقل کے خلاف ہیں۔ (حضرت مسیح علیہ السلام کسی دوسرے کا گناہ اپنے اوپر اٹھا کر اسے جرم سے پاک نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر کسی نے خطا کی ہو تو وہی سزا کا مستحق ہے)

۵۔ غلاموں کی آزادی یا مساوات ضروری ہے

مسلمانو! اَرِقَّاءَ کُمْ اَرِقَّاءَ کُمْ اپنے غلاموں کو وقت دو کہ وہ دوسری جگہ کام کر کے اپنی قیمت تمہیں ادا کر دیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو اپنی خطاؤں اور گناہوں کو خدا سے معاف کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ غلاموں کو آزاد کرو۔ اس کے علاوہ جو تم کھاؤ انہیں کھلاؤ۔ جو تم پہنو انہیں پہناؤ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لو۔ باندیوں کے بچے ہوتے ہی وہ آزاد سمجھی جائیں گی اس لئے کہ کوئی بچہ غلام پیدا ہی نہیں ہوتا (اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کا بدترین ظلم بند ہو گیا۔ یعنی اب آقا یہ نہیں کر سکتے تھے کہ بچے کو کسی ایک کے ہاتھ فروخت کریں اور ماں کو کسی دوسرے ملک والے کے ہاتھ بیچ ڈالیں اور بیچاری ماستا کی ماری ماں اف بھی نہ کر سکے) آج سے ہر بچے والی باندی، بچے سمیت آزاد ہے۔

مسلمانو! جب کوئی غلام تم پر امیر بنایا جاتے تو یاد رکھو کہ خدا کے سامنے آزاد و غلام سب برابر ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ جب تک وہ کتاب اللہ پر چلے تم اس کی اطاعت کرو۔

۶۔ عورتوں کے مردوں پر حقوق

ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ لیکن عورت کا مزید حق یہ ہے کہ وہ مہر لے اور دستور کے مطابق کھانا کپڑا اور ضروری اخراجات بھی شوہر سے لے۔

۷۔ جہاد برائے ترقی حزب اللہ

Marfat.com

"اللہ والوں کے گروہ کو ترقی دینے کی کوشش کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یہ تمام دولتوں سے بہتر ہے"۔ (حزب الشیطٰن کو نیچا دکھانا ہر اللہ والے کا فرض ہے۔

آخر میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ہر حاضر کا فرض ہے کہ وہ غائب کو میرا یہ پیغام پہنچا دے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ ان کے مطالب کو بہتر طریقہ پر سمجھ کر عملی جامہ پہنا سکے۔

دوسری فصل۔ دین، دینہ، دھرم

ھُوَالْاَوَّلُ ھُوَالْاٰخِرُ ھُوَالظَّاھِرُ ھُوَالْبَاطِنُ : وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ○
وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ : وہی ہر شے پر چھایا ہوا ہے۔

(قرآن)

وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ ج اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (النحل)
خدا نے فرمایا ہے کہ یزداں واہرمن دونوں کو معبود نہ مانو اللہ تو ایک ہی ہے۔
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

فرق است ز آب خضر کہ ظلمات جائے اوست
تا آب ماکہ منبعش اللہ اکبر است
حافظ

اوم : وشوانی دیو، سوترا دری تانی
جامیم اے خدائے کائنات سب برائیوں کو
پراسوید بھدرم تنتہ آسو
پرے کر دے جو کچھ بھی بھلائیاں ہیں وہ ہم پر نازل کر
وید

Marfat.com

پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم آسودہ در آمدیم و غمناک شدیم
بودیم ز آب دیدہ در آتش دل دادیم بباد عمر و درخاک شدیم

اہرمن دور باش۔ اہورامزدا نزدیک شو
اے شیطان دور ہو۔ اے ہرمز قریب آ

دن دیودات (وندیدا)

دین

دین، مذہب، طریق، صراط، سبیل، ریت، راہ، مارگ، دستور، آئین، دینہ، دھرم وغیرہ جتنے الفاظ ہیں۔ سب راستہ یا "قانون" کو بتاتے ہیں۔ عربی لفظ دین (قانون) ہی کی مانند اوستا زبان کا قدیم آرین لفظ دینہ ہے۔ اس کے معنی بھی دین یا آئین کے ہیں۔ قرآن میں بھی دین بمعنی آئین و قانون استعمال ہوا ہے (مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللهُ : (سورہ یوسف ع ۹) یہاں دین الملک کے معنی ہیں "شاہی قانون" کے۔ سنسکرت میں یہ لفظ دھرم اور پالی زبان میں دَھم ہے۔ ان کے معنی بھی قانون یا قانون زندگی کے ہیں۔

ادیان کی دو بڑی قسمیں کی جا سکتی ہیں ایک تو وہ قانون زندگی جو انسان کو خدا بندگی سکھاتے۔ اسے دین اللہ۔ دین قیم۔ صراط مستقیم، سواء السبیل یعنی اعتدال و قصد کی راہ بھی کہتے ہیں۔ یہ طاعت الہی یا عبودیت الہی کا دوسرا نام ہے۔ اوستا میں زرداشتر نے اسے "مزدہ یسنا" یا یزدان بندگی (دین اللہ) کہا ہے۔ سنسکرت میں اسی دین اللہ کو "سناتن دھرم" (دین قدیم) اور پالی میں "آرین مارگ" (پرانا راستہ) بتایا ہے۔ اسی دین قیم کو قرآن نے حضرت ابراہیم کی زبان سے اسلام یا خدا بندگی کہا ہے۔ اسی کے ماننے والے اصحاب میمنہ یا دست راستی اصحاب یمین یا مسلم کہلاتے ہیں۔

دوسری بڑی قسم وہ ہے جو بجائے خدا بندگی کے نفس امارہ یا شیطان کی غلامی سکھاتے اور خود غرضی و نفس پرستی میں پھنساتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان یا نفس پرست عزت کی جگہ ذلت، امن کی جگہ خوف اور خوشحالی کی بجائے بھوک و افلاس،

Marfat.com

میں مبتلا ہو جاتے۔ اسی دین کو قرآن نے کفر و الحاد و شرک سے تعبیر کیا ہے۔ اس دین کے پیرو اصحاب المشئمہ ۔ اصحاب الشمال۔ دست چپی یا منکر و کافر کہلاتے ہیں۔ بد عملی طمع اور تکبر سے صرف دین اللہ بچا سکتا ہے۔ اور خدا چونکہ رحیم ہے۔ اس لئے بغیر کفارہ کے توبہ قبول کر لیتا ہے۔

این درگہ مادرگہ نو میدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ادیان کی ابتداء

مذہب، فلسفہ اور سائنس انسانی تمدن کی تاریخ بتاتے ہیں اور سب کی غرض و غایت ایک ہی ہے کہ انسان حیوانیت سے ترقی کر کے انسانیت کی طرف جاتے یعنی شر کو چھوڑ کر خیر کی طرف، منکر کو چھوڑ کر معروف کی طرف، اور کفر و ظلمت کو چھوڑ کر ایمان و روشنی کی طرف بڑھے اور توہمات کے جہنم سے نکل کر علم و عقل کی جنت میں داخل ہو جائے۔

یہ کرہ ارض سورج سے نکلا تھا یا سورج سے الگ پیدا ہوا تھا۔ اس مسئلہ پر اہل سائنس میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ دوسرے اجرام فلکی کی طرح پہلے یہ گیس کی شکل میں تھا، اس کی حرارت لاکھوں درجہ کی تھی۔ لاکھوں برس میں ٹھنڈا ہوا۔ آگ اور برف کے طوفان آتے جاتے رہے۔ اور پھر لاکھوں برس کے بعد اس قابل ہوا کہ اس پر نباتات و حیوانات زندہ رہ سکیں۔ لاکھوں برس پہلے انسان کا ظہور ہوا۔ اور اس کی معلومات میں اضافہ شروع ہو۔ معلوم نہیں کب اور کہاں اسے آگ کا علم ہوا لیکن جب آگ جلانے کا فن معلوم ہو گیا تو مذہب اور تمدن کی بنیاد مستحکم ہو گئی۔ پہلے سورج کو سب سے بڑا دیوتا سمجھا گیا اور چاند اس کی بیوی اور ستارے ان کے بچے مانے گئے ۔ لیکن آگ کا علم ہوتے ہی لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اس دنیا میں صرف تاریکی کے بھوت اور اہرمن کے دیو ہی نہیں رہتے بلکہ آسمان کے علاوہ زمین پر بھی ایک سورج کی

Marfat.com

بیٹی رہتی ہے۔ بھوت اور جنگلی جانور (جو اس زمانے میں اہرمنی ہستیاں مانے جاتے تھے) اگنی دیوی کی روشنی میں دور بھاگ گئے تھے۔ اور اس کے پجاریوں (اگنی ہوتری یا مجوس) کے ذریعے سے وہ دیوی سوختنی قربانی قبول کر لیتی تھی اور پوجا کرنے والوں کی منتیں بھی پوری کرتی تھی۔

ہزار ہا برس کے بعد انسان کو لوہے کا علم ہوا، اور پتھر کے ہتھیاروں کی جگہ لوہے کے ہتھیار اور آلات بننے لگے۔ جانوروں کو سدھا کر خوراک کے زندہ گودام بھی مہیا ہو گئے اور چند رسمیں بھی متعین ہو گئیں۔ مثلاً اپنے قبیلے کے آدمی کو قتل کرنا درست نہیں، دوسرے قبیلوں کے مردوں کو قتل کر کے کھا جانا جائز ہے۔ اگر وہ بولتے چالتے جانوروں کی طرح کام کر سکیں تو ان کو غلام بنا لینا بھی مفید ہے۔ مفتوحہ عورتوں کو غلام بنا لیا جائے اور اپنے قبیلہ کے آدمی بڑھانے کے لئے کام میں لایا جائے۔ اس کے ہزار ہا سال بعد بعض بہادر قوموں (جیسے ہند میں راجپوتوں) میں یہ رسم پڑ گئی کہ شکست کی صورت میں عورتیں چتا پر بیٹھ کر خود جل مریں اور بعض قوموں میں یہ رسم بھی قائم کر دی گئی کہ سردار یا بادشاہ کے بعد اس کی بیبیاں، لونڈی، غلام جانور سب قتل کر کے اس کے ساتھ دفن کر دیئے جائیں تاکہ آئندہ زندگی میں اس کے کام آ سکیں۔ ہند کی اونچی ذاتوں میں بیوہ کے لئے یہ رسم ہو گئی کہ وہ شوہر کی لاش کے ساتھ جل مرے۔

پھر مردوں نے یہ قانون بنایا کہ عورت زنا کرے تو وہ سزا پائے۔ مرد کو کوئی سزا نہ دی جائے۔ بابل میں یہ رسم مقرر ہوئی کہ شادی سے پہلے ہر عورت کسی اجنبی سے ضرور زنا کرائے۔ لیکن اس کے بعد پھر نہ کرے۔

مردوں کی بھی دو جماعتیں بن گئیں یعنی پروہت اور سپاہی۔ یعنی وہ جو دیوتاؤں کو خوش کرنے یا شریر دیووں کو دشمنوں پر بھیجنے کے طریقے جانتے ہوں یا ان میں جسمانی طاقت ہو کہ دوسرے قبیلوں کو لوٹ سکیں اور اپنے قبیلوں کے پروہتوں کو مالا مال کر سکیں اور اتنے غلاموں اور جانوروں کو اگنی دیوی پر بھینٹ چڑھا سکیں کہ ہر قوم ان سے ڈرنے لگے۔

مختلف مذاہب والے ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے رہتے یہ سمجھنے لگ گئے

Marfat.com

کہ سوائے ہمارے دین کے ہر دین جھوٹا ہے۔ ارباب سیاست و مذہب نے اپنی اپنی ٹولیاں بنالیں اور ایک دوسرے کو تباہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مسئلہ اقتصادی تھا۔ لیکن اس کا حل ہر سیاسی و مذہبی گروہ یہ بتاتا تھا کہ دوسری جماعت یا قوم کو ناپاک اور ملیچھ یعنی بیگانہ (PAGAN) سمجھا جائے اور ان کو ذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ دیا جائے۔

پجاریوں اور کاہنوں کی گروہ بندی

مختلف دینوں کے ماننے والوں کی نفرت کی بنیاد ان پجاریوں اور کاہنوں وغیرہ نے ڈالی تھی جنہوں نے انسان کے جہل سے فائدہ اٹھا کر دولت کمانا اور دھوکے میں رکھنا اپنا پیشہ بنالیا تھا۔ قدیم زمانے میں سادہ لوح انسان نے اپنے آپ کو توہمات میں گھیر رکھا تھا۔ مثلاً ہر بیماری کو کسی شریر روح کا سایہ، ہر مصیبت کو کسی فتنہ پرداز شیطان کی شرارت، اور ہر منفعت کو کسی اچھے دیوتا یا روح کا کرشمہ سمجھتا تھا۔ مرور زمانہ نے ایسے پجاری بھی پیدا کر دیئے تھے جو ان دیوتاؤں اور شیطانوں کو خوش کرنے کے طریقے بھی جانتے تھے۔ ان میں سے کوئی جانوروں کی قربانی سے خوش ہوتا تھا، کوئی انسانی قربانی پسند کرتا تھا اور اکثر ایسے تھے جو دوسری قوموں کے غلاموں کے خون سے خوش ہوتے تھے نتیجہ یہ تھا کہ پجاریوں نے دیوتاؤں اور شیطانوں کے نام پر مذہب کو توہمات کا ایک مجموعہ بنا دیا تھا اور جو کچھ نذر نیاز ملتی تھی اس پر بسر کرنے کا آسان طریقہ سیکھ لیا تھا۔

پجاریوں کے علاوہ ایسے کاہن یا جوتشی بھی تھے جو ستاروں کو دیکھ کر یا ہاتھ اور چہرے کی بناوٹ پر نظر ڈال کر ہر شخص کی قسمت کا حال بتایا کرتے تھے، وہ سفر کے دن مقرر کرتے تھے اور ہر دن کو ایک سیارے سے منسوب کرتے تھے۔ وہ کام کے شروع کرنے کا وقت بتاتے تھے وہ دشمن سے لڑنے کی تاریخوں کا تعین کرتے تھے۔ وہ عورتوں اور حاملہ جانوروں کو دیکھ کر بتاتے تھے کہ ان کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ۔ وہ بارش ہونے کے اوقات بھی اپنے جنوں یا شیطانوں اور دیوتاؤں سے پوچھ کر بتاتے تھے وہ اپنے منتروں کے ذریعے دشمن کی فوجوں اور مویشیوں کو تباہ کرنے کے مدعی تھے۔ وہ

Marfat.com

اپنے ججمانوں کو خوشحال بنانے کے لئے تعویذ گنڈے بھی دیتے تھے۔ اور چھپے ہوتے خزانوں کو معلوم کرنے یا تانبے کو سونا بنا دینے کے گر بھی جانتے کے مدعی تھے۔ غرضیکہ وہ اپنے نفع کے لئے پوری دنیا کو اپنا غلام بناتے ہوتے تھے۔ انسان کا دماغ غلام تھا اور وہ کوئی بات اپنے بھلے کی سوچتا تو اس کو لامذہب قرار دے کر پروہتوں اور کاہنوں یا ساحروں کی جماعت واجب القتل قرار دیتی تھی۔

پجاری بادشاہ

ان چالاک پجاریوں نے رفتہ رفتہ اتنا اقتدار حاصل کر لیا کہ وہ مختلف ملکوں کے بادشاہ بن بیٹھے۔ فرعون مصر میں، پجاریوں کا سردار تھا۔ یہی حال بابل، پیرو، میکسیکو، تبت میں تھا۔ اور عرصہ دراز کے بعد جو رومی سامراج بنا تو شہنشاہ ہی سردار کاہن یا سردار پجاری (Pontifix Maximus) ہوتا تھا۔ مگر ایران و ہند میں دستوروں اور برہمنوں نے اپنے آپ کو بادشاہ اور راجہ سے بھی اونچا قرار دے دیا۔ اور راجہ ان کے مشورہ کے بغیر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ بعد کے زمانے میں۔یہودی حبر اور مسیحی کلیسا سلطنت کے ہر کام میں بالادستی رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ اس جماعت نے اپنی متوازی حکومت قائم کر لی تھی۔ اور ہر شہری پر دوگونہ ٹیکسوں کا بار پڑنے لگا تھا۔ دین کے نام پر پجاری ٹیکس جمع کرتے اور مزے اڑاتے تھے۔ دنیا کے نام پر راجہ اور بادشاہ، امرا اور فوج اپنا الگ نظام رکھتے تھے۔ اور اپنے اداروں کے چلانے کے لئے علیحدہ ٹیکس وصول کرتے تھے۔ غرضکہ دنیا بھر میں لوٹ مچی ہوئی تھی۔ ایک طرف عبادت، سحر، علاج اور علم پر دینی جماعت نے قبضہ کر کے دنیا کو علم و عقل سے محروم کر دیا تھا اور اسے اپنا ذریعہ معاش بنا لیا تھا۔ دوسری طرف مذہبی گروہ کی حفاظت اور ان کو اجنبی قوموں سے ممتاز رکھنے کے لئے اپنا ذریعہ معاش بنا لیا تھا۔ دوسری طرف مذہبی گروہ کی حفاظت اور ان کو اجنبی قوموں سے ممتاز رکھنے کے لئے بادشاہ اور امرا کی جماعت نہ صرف اپنی قوم کو لوٹتی تھی؛ بلکہ دوسری قوموں پر جنگ کر کے ان کو پامال اور غلام بناتی رہتی تھی۔ اور دنیا میں ہر جگہ مذہب کے نام پر ذہنی غلامی اور قومی مذہب کے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے جسمانی غلامی رائج تھی۔ مذہب نے علم و عقل سے محروم کرنے کے بعد سیاست کو اپنا آلہ کار

بنالیا تھا اور جسمانی غلامی، عورتوں کی پستی اور اقتصادی لوٹ عام کر دی تھی۔ عقل سے محروم ہو کر انسانی ذہن کی تخلیقی قوتیں مردہ ہو رہی تھیں، اور آزاد عمل سے محروم ہو کر ایک کے بعد دوسری قوم تباہی کے غار میں گرتی جاتی تھی۔

دو برائیاں: نسلی و خاندانی تفوق اور قومی دیوتا

غرضکہ دیوتاؤں کے نام پر ہر ملک میں جو جماعتیں بن گئی تھیں۔ انہوں نے ذاتی لوٹ کھسوٹ اور خود غرضی کی بنا۔ پر دنیا میں دو مستقل خرابیاں پیدا کر دی تھیں جو ہر سچے مذہب کو خدا پرستی اور محبت خلائق کے مسلک سے ہٹا کر شیطان پرستی یعنی خود غرضی، اور خود پرستی کو ترقی دے رہی تھیں۔

ایک خرابی یہ تھی کہ رفتہ رفتہ انہوں نے اپنے ناقص علم کو صرف اپنی اولاد تک محدود کر دیا تھا اور سوائے ان کے پروہتی یا کہانت کا کام کوئی دوسرا نہ کر سکتا تھا۔ اس جماعت نے لکھنا پڑھنا بھی ایجاد کر لیا تھا۔ مگر وہ بھی عرصہ دراز تک ایک قسم کا خفیہ رسم الخط یا راز کے اشارے تھے جنہیں کوئی دوسرا نہ تو سیکھ سکتا تھا نہ پڑھ سکتا تھا۔ اس کا یہ مقصد تھا کہ کل دنیا علم اور تنقید علم سے محروم رہے۔

دوسری برائی یہ تھی کہ اس جماعت نے نہ صرف اپنی قوم کے دیوتاؤں اور شیطانوں کو اپنا مخصوص سردار بنالیا تھا بلکہ ان کا دعویٰ تھا کہ دوسری قوموں کے دیوتا اور شیطان ہمارے دیوتاؤں اور شیطانوں کے مقابلہ میں کمزور اور مجبور ہیں۔ حتیٰ کہ ایک زمانے میں جب آریہ قوم آپس میں لڑ گئی تو انہوں نے ایک دوسرے کے دیوتاؤں کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور قدیم آرین دیوتا آسر کو ہندی آرین شاخ نے شیطان (دیو) کہنا شروع کر دیا۔ اور اسی طرح ان لوگوں نے ہندیوں کے آسر دیوتا کو شیطان (دیو) قرار دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب یہ لفظ یونانی آریوں کے ساتھ یورپ گئے تو وہاں خدا اور شیطان دونوں کے لئے دیو یا دیوس (DIEU) اور دیول (DEVIL) کے لفظ رائج ہو گئے۔ اور آخر کار ایک قوم دوسری قوم ہی کو نہیں بلکہ ان کے دیوتاؤں کو ذلیل اور کمزور سمجھنے لگی اور اپنی قوم اور اپنے دیوتاؤں کو زیادہ طاقتور اور عزیز ماننے لگی اس طرح انسان انسان اور قوم قوم میں نفرت اور حقارت ترقی کرنے لگی۔

Marfat.com

تیسری فصل۔ مختلف اقوام کے ادیان

ہم نے اوپر دیکھا کہ دین اللہ یا یزدانی مذہب اسے کہتے ہیں جو اللہ کو خالق کائنات اور علام الغیوب اور معلم جانتا ہو اور اچھے کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہو۔

بخلاف اس کے شیطانی مذہب وہ ہے جو کئی دیوتاؤں کو خالق اور علیم مانتا ہے۔ اور پروہتوں یا کاہنوں کی ایسی جماعت پیدا کر دیتا ہے جو لوگوں کو علم و عقل سے محروم کر کے توہمات میں اس لئے مبتلا رکھتا ہے کہ ان غیبی طاقتوں کے درمیان اپنے آپ کو یا اپنی جماعت کو ایک واسطہ قرار دے اور لوگوں سے ایسے اعمال کراتے جن میں اس کا یا اس کی جماعت کا فائدہ ہو۔

اس معیار پر مختلف مذاہب کو جانچا جا سکتا ہے اور معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کون کون فلاح انسانیت کے حامی ہیں اور کون کون صرف اپنی غرض سے غرض رکھتے ہیں۔

سمیریہ: خالدیہ۔ بابل

مسیح علیہ السلام سے چھ سات ہزار سال پہلے قدرت کی مختلف قوتوں کو دیوتا تسلیم کیا گیا تھا اور اچھے برے دیوتا پیدا ہو گئے تھے۔ یہ سب دیوتا خونی قربانی سے خوش ہوتے تھے۔ ایک پروہتوں کی جماعت پیدا ہو گئی تھی جو جادو منتر، جوتش، قربانی سے ہر دیوتا کو خوش کرتی تھی۔ ہزارہا زندہ انسان بعل کے آتش کدہ میں نذر آتش کر دیئے جاتے تھے اور بعل یعنی سورج دیوتا کا بت ان کی سوختنی قربانی سونگھ کر خوش ہوتا

Marfat.com

اور لوگوں پر اپنی عنایتیں نازل کیا کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس مذہب میں شیطنت کے سوا کچھ نہ تھا۔ انسانی قربانی کے لئے مختلف قوموں کے آزاد انسان غلام بنائے جاتے تھے اور ان کا خون بہا کر دیوتاؤں سے مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ سمیریہ میں سال نوماہ نیسان (اعتدال ربیعی) سے شروع ہوتا تھا اور گیارہ دن میلہ رہتا تھا۔ جس میں بعل مردوک (سورج) کا ڈراما دکھایا جاتا تھا، کہ اس نے کس طرح کائنات کو پیدا کیا۔ غالباً عرب میں حج اکبر کی رسم اسی زمانے سے قائم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی جوتشی قوم سے تھے۔ انہوں نے ۱۹۲۱ ق م میں (بقول توراۃ) نجوم پرستی اور سحر سے توبہ کی اور کنعان ہجرت کر گئے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہی دین اللہ ہے کہ سحرو تنجیم اور خونی قربانی کو ترک کرکے ایسے خدا کی پرستش کی جائے جو گوشت اور خون نہیں مانگتا، نہ یہ چاہتا ہے کہ لوگ غلام بنائے جائیں اور پروہتوں اور ساحروں کا شکار بنیں۔

بابل میں دیوتاؤں کی کثرت کی وجہ سے پجاریوں کی بھی کثرت تھی اور ہر مندر میں ایک ایک سردار پجاری ہوتا تھا اور بادشاہ سب کا سردار پجاری تھا۔ وہی بعل کے قانون بنوا کے لوگوں کو دیتا تھا۔ سمیری اور بابلی ضابطے اسی طرح بنے تھے اور ان میں انسان کی پیدائش اور طوفان آبی کے قصے موجود تھے جن سے بعد میں یہودیوں نے یہ قصے اپنا لیئے۔

ان لوگوں کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد سب روحیں زمین کے نیچے اَرِلو میں چلی جاتی ہیں اور وہیں انہیں اپنے اعمال کی جزا ملتی ہے۔

مصر

مسیح علیہ السلام سے چھ سات ہزار سال پہلے مصر کے ہر شہر میں دیوتاؤں کی کثرت تھی اور ان کی پرستش پجاریوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ ان پجاریوں کا سردار فرعون ہوتا تھا اور وہ خدا (را: سورج) کا اوتار مانا جاتا تھا۔ اس دیوتا کا نام عزیرس (عزیر) (OSIRIS) تھا۔ اس کا نام اے پس (بیل) بھی تھا۔ اس بیل دیوتا کی بیوی آئسس یا عزیزس (ISIS) یا گائے دیوی تھی۔ اسے ہلال شب یا ستارہ بحر بھی کہتے

تھے۔ عزیزس کے مرتے ہی گائے دیوی حاملہ ہو جاتی اور اس کا بچہ حورس (عقاب یا صبح صادق) پیدا ہو جاتا اور پھر یہی حورس اپنی ماں کا شوہر بن جاتا اور یہ تثلیث ہمیشہ قائم رہتی۔ یہ آسمانی دیوتا تھے۔ ان کے علاوہ ظلماتی دیوتا، شب تاریک، غول بیاباں اور بھوت وغیرہ تھے۔ راعمونؔ ایک پوشیدہ خدا بھی تھا۔ اس کے علاوہ چاند، وقت کی پیمائش کا اور شیط (شیطان) بھی ایک شریر دیوتا تھا۔ غرضکہ اصل دیوتا فرعون تھا اور پجاریوں کی ذریعے سے انسانوں کے دماغ اور جسموں کو غلام بنائے ہوئے تھا۔

سحر ہر شخص کے لئے ضروری تھا اس کے ذریعے سے روحیں ایک برج آفتاب سے دوسرے تک پہنچتی تھیں اور اگر کوئی روح جادو نہ جانتی تھی تو کسی برج کی تاریکی مین پھنس کر رہ جاتی تھی۔ بہرحال وہ بقائے روح کے قائل تھے اور سحر و فرعون پرستی بھی کرتے تھے اور انسان قربانی کے ذریعے دیوتاؤں کو خوش بھی کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک ان میں یہ رسم جاری تھی کہ ایک دوشیزہ کو نیل میں غرق کر کے سیلاب کی دعا مانگتے تھے۔ یہ رسم حضرت عمر کے حکم سے بند کی گئی۔ اس سے بہت پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سحر و ساحری اور فرعون پرستی کے خلاف بغاوت کی اور اپنی قوم کو اس دوگونہ ذہنی اور جسمانی غلامی سے آزاد کرایا جس میں وہ دو سو برس سے مبتلا تھی۔

صحف ابراہیم

یہ صحف یعنی قوانین ابراہیم علیہ السلام، صحف موسیٰ علیہ السلام سے قدیم تر ہیں (صحیفہ، کتاب و کلام سب کے معنی قانون کے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحف کا قرآن مجید میں ذکر موجود ہے۔ ان صحف یا قوانین الہیہ میں سے بعض عرصہ دراز تک رائج تھے۔ اور امثال سلیمان علیہ السلام کی طرح موعظت و حکمت سکھاتے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ ان میں خدا پرستی کی تعلیم تھی۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی تعلیم تھی کہ انسان کو اس کے اعمال کی جزا یقینی ملے گی اس دنیا میں ملے یا نہ ملے لیکن مرنے کے بعد جو زندگی ہوگی اس میں ضرور جزا ملے گی۔ نتیجہ اس تعلیم کا یہ ہے کہ معصیت اور جہنم سے

Marfat.com

بچنے کے لئے موجودہ زندگی میں غیر اللہ کی پرستش نہ کرو۔ نہ انہیں خوش کرنے کے لئے غلاموں اور جانوروں کا خون بہاؤ۔

عبری قوم کی تاریخ

اس قوم کی طویل تاریخ ہے بقول توراۃ ۴۰۰۴ ق م میں طوفان نوح آیا اس سال خدا نے نوع انسانی سے وعدہ کیا کہ طوفان آبی سے نوع انسانی کو غارت نہ کروں گا اور قوس و قزح گویا اس معاہدے پر خدا کے دستخط ہیں۔ جب تک یہ نکلتی رہے گی معاہدہ قائم رہے گا۔

۱۹۲۱ ق م سے بطریق ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ شروع ہوا۔ اشمع ایل ۱۹۱۱ ق م میں اور اضحاک ۱۸۹۲ ق م میں پیدا ہوتے اور خدا ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر ہوا۔ یہ عہد نامہ موسوی سے قدیم تر ہے اس کے بعض قوانین کو مثلاً اونٹ کے گوشت وغیرہ کو یہود نے حرام کر لیا تھا جسے قران نے بعد میں مثل قبلۂ ابراہیمی کے قائم کیا۔ خدا نے انہیں اطمینان دلایا کہ تیری اولاد بڑھے گی اور سرزمین موعود کی حاکم ہو گی۔ اس وعدے کی خوشی میں ابراہیم علیہ السلام اور اس کی اولاد سے یہ وعدہ لے لیا کہ بجائے کسی لڑکے کی قربانی کے صرف ختنہ کرانا ہو گا اور تھوڑا سا خون اور اپنے جسم کا گوشت اپنے قومی خدا (یا دیوتا) پر چڑھانا ہو گا۔

قرآن اس معاہدہ کا ذکر نہیں کرتا بلکہ ختنہ کی رسم ہی کا ذکر نہیں کرتا۔ ہاں یہ کہتا ہے کہ انسانی قربانی ناجائز ہے۔ اور خود جانوروں کی قربانی کے مقابلے میں تقویٰ یا خدا پرستی کا حکم دیتا ہے۔ (لَن يَنَالَ اللهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ)

اس کے بعد یعقوب بن اسحاق علیہ السلام کی خدا سے کشتی کا ذکر ہے اور یعقوب کا نام اسرائیل (شہزادہ خدا) قرار پاتا ہے۔ یوسف مصر میں ۱۷۱۶ ق م میں فروخت ہو جاتے ہیں ۱۷۰۷ ق م میں وزیر فرعون بن جاتے ہیں اور ۱۴۹۱ ق م تک جتنی اسرائیل کی اولاد (بنو اسرائیل) ہے مصر میں بد ترین غلامی کی حالت میں زندگی بسر کرتی ہی۔

آخر بابل کی قید میں یہ قوم اپنی تاریخ اور توراۃ مرتب کرتی ہے اور رفتہ رفتہ ایک

Marfat.com

جامد مذہب بنا لیتی ہے اور پھر ۴۴۴ ق م میں اردشیر کے حکم سے دوبارہ بیت المقدس (دارالسلام) کی تعمیر ہوتی ہے۔ اور جو شمعیں اور تابوت سکینہ (توراۃ کا صندوق) بخت نصر لے گیا تھا اور داریوش کے حکم سے واپس ملا تھا وہ مقدس میں آتا ہے پھر نحمیاہ ایرانی دربار میں ۴۳۲ ق م میں واپس جاتا ہے لیکن بعض اصلاحات کر جاتا ہے۔ اس کے بعد توراۃ میں مزید کسی تاریخ یا حکم کا اضافہ نہیں ہوتا اس کی تفسیریں اور تشریحیں ہونے لگتی ہیں۔ نحمیہ نے جو اصلاحیں کیں، وہ درحقیقت قدیم جاگیرداری اور پروہتی اجارہ داری کو زندہ کرنے والی چیزیں تھیں۔ اس کے بعد کئی دفعہ یہودی تباہ ہوتے لیکن نحمیہ کی اصلاحیں انہیں یاد رہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) زیادہ سود نہ لیا جائے (۲) مشرکوں سے شادی نہ کی جائے نہ اونچی ذات کا یہودی نیچے ذات کے یہودی سے شادی کرے (۳) ہر شخص مقدس کے لئے چندہ دے اور (۴) سبت کے دن کام بند رہے۔

حقیقی دین ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام

قرآن کہتا ہے کہ ابراہیم سے موسیٰ علیہ السلام تک اور موسیٰ علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے نبی و مصلح آتے ہیں سب دو باتوں کی تعلیم دیتے ہیں کہ (۱) اللہ سب قوموں کا اللہ ہے کسی قوم کا مخصوص خدا نہیں (۲) جو شخص بھی بد عملی کرے وہ دوسرے کی قربانی سے بچ نہ سکے گا بلکہ خود سزا پائے گا۔ اور اگر اس دنیا میں بچ گیا تو مرنے کے بعد جو زندگی ہوگی اس میں سزا کا ملنا ناگزیر ہے۔ اسی طرح نیک عملی کی جزا موجودہ دنیا اور آئندہ زندگی میں ملے گی۔

تعجب ہے کہ مصر و بابل دونوں قوموں میں بعث بعد الموت اور جزا و سزا بعد الموت کا تصور موجود تھا لیکن موجودہ توراۃ اس ذکر سے یکسر خالی ہے۔ بار بار کی غلامی نے اتنا یاس پیدا کیا کہ یہودی اس تعلیم کو بھول گئے اسی لئے قرآن کہتا ہے جو باتیں خدا پرستی اور قانون مکافات (بعث بعد الموت) کے خلاف یہودی حبروں نے اپنی فقہ اور تفسیر میں خود لکھ لی ہیں۔ یہ باتیں سب تحریفیں ہیں۔ اصل توراۃ و انجیل کتاب اللہ ہے

Marfat.com

اور دنیا کے لئے نور و ہدایت ہے قرآن کوئی نئی بات نہیں بتاتا۔ البتہ جن باتوں میں اہل کتاب نے تحریفیں کی ہیں اور اختلاف پیدا کر دیا انہیں بتا دیتا ہے۔ یہودیوں کے صدوقی اور فریسی ۱۴۰ ق م کے قتل کے بعد یعنی آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے سے چھ سات سو برس پہلے یہ جھگڑا پیدا کر چکے تھے کہ بعث بعد الموت ہے بھی یا نہیں؟ صدوقی کہتا تھا کہ توراۃ میں اس کا ذکر نہیں دوسرا فریق کہتا تھا کہ مرنے کے بعد یقینی زندگی ہے۔ یہ گروہ چھوٹے چھوٹے نبیوں کا تھا جو ہمیشہ مفلس۔ یہودیوں کے طرفدار اور حمایتی بن کر ان کو آئندہ زندگی کی امید افزا حالت پر بھروسہ کرنا سکھاتے تھے، اور اپنی طرف سے بہت سے مسائل بتا کر انہیں کتاب اللہ یا توراۃ کہتے تھے۔

مشرکین مکہ اور بعث

بالکل یہی حالت مشرکین مکہ کی تھی۔ جب آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کو بتایا کہ مرنے کے بعد موجودہ دنیا کے مظالم کا نتیجہ جہنم ہو گا تو وہ کہنے لگے کہ یہ جھوٹ ہے۔ نہ کوئی آئندہ زندگی ہے اور نہ جزائے اعمال۔ یہ جماعت بھی یہودی دولت مندوں کی طرح مکہ اور طائف کے دولتمندوں اور سود خوروں کی تھی۔

ظہور اسلام تک یہودی پستی

(۱) دنیا میں صرف تھوڑے سے خدا کے بندے یعنی یہودی اس کے منتخب بندے ہیں۔ باقی جتنے ہیں وہ جانور ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ نسل و رنگ پر کسی انسان کی بزرگی کا انحصار نہیں، نہ کوئی خدا کا برگزیدہ (اور بقول ابناء اللہ) ہے بلکہ جو شخص زیادہ متقی ہے وہی خدا کا پیارا ہے۔

(۲) یہواہ (الوہہ) صرف اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا خدا ہے اور دوسری قوموں کے خداؤں سے زیادہ قوی ہے اور یہودیوں کی طرف سے دوسرے خداؤں کو لڑ کر شکست دیتا رہتا ہے (قرآن نے بتایا کہ جو یہواہ یا الہ یہودیوں کا خدا ہے وہی سب کا خدا ہے۔ یہودی اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور جب آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

Marfat.com

وَسَلَّم نے فرمایا کہ آؤ ہم سب مل کر اسی خدا کی بندگی کا اعلان کریں جو ہمارا اور تمہارا دونوں کا خدا ہے (اِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُم اِلٰہٌ وَّاحِد) توانہوں نے انکار کر دیا۔ بات یہ ہے کہ جو شخص یہ مان لے کہ سب کا ایک ہی خدا ہے تو پھر وہ مجبور ہے کہ سب انسانوں کو بندہ ہونے کی حیثیت سے برابر سمجھے اونچ نیچ کا فرق مٹا دے اور خدا تک پہنچنے کے لئے پروہتوں کی درمیانی کڑی (شفعاء) کو بھی نہ مانے۔ اس تعلیم مساوات و توحید انسانیت کو کوئی سود خور اور غلام ساز قوم پسند نہیں کر سکتی)

(۳)۔یہودیوں کی مذہبی جماعت ہی توراۃ کی تفسیر کر سکتی ہے اور وہی پروہتی کا پیشہ نسلاً بعد نسل کرتی رہے گی (ظاہر ہے کہ یہ چیز اسلام کے بنیادی اصول مساوات کے خلاف تھی۔ اور مدینہ میں۔یہودی اس پر تیار نہیں ہوتے کہ خود آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے توراۃ کے مطابق فیصلے حاصل کریں۔ حالانکہ ان سے پہلے ہی سال اس بات کا معاہدہ ہو چکا تھا کہ متنازعہ امور میں آخری فیصہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہو گا۔ جو توراۃ یعنی کتاب اللہ کے مطابق کیا جائے گا۔ چند دن تو وہ اس معاہدہ پر قائم رہے لیکن ان کے احبار نے جلد اس معاہدہ کو ختم کر دیا۔ لیکن آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہایت فراخدلی سے کام لیا اور انہیں قتل کی جگہ جلاوطن کر دیا)

(۴)۔یہودیوں نے غلام رہتے رہتے یہ تصور پیدا کر لیا تھا اور عہد نامہ قدیم میں بھی اسے داخل کر دیا تھا کہ غلام ۔یہودیوں کو عزت دلانے اور کنعان میں دوبارہ ان کی سلطنت قائم کرنے کے لئے ایک بادشاہ (مسیح) پیدا ہو گا۔

(۵)۔یہوا نے کل کائنات کو چھے دن میں بنایا اور اس کے بعد وہ تھک گیا اور ساتویں دن آرام کیا۔ لہذا ہر۔یہودی کو سبت کے دن کوئی کام نہ کرنا چاہیئے (قرآن نے بتایا کہ خدا خالق کائنات ہے مگر وہ حیی و قیوم ہے نہ وہ تھکتا ہے نہ آرام کی اسے ضرورت ہے اور سبت وغیرہ کے متعلق جو باتیں تالود میں پائی جاتی ہیں وہ کتاب اللہ توراۃ میں نہیں ہیں۔۔یہودیوں کی بناوٹی باتیں ہیں)

(۶) غیر قوموں میں شادی بیاہ، یا اونچ نیچ میں ازدواجی تعلقات کو نحمیہ نے روکا (قرآن چونکہ مساوات انسانی کا قانون ہے۔ اس نے صرف شیطان پرستوں سے شادی

Marfat.com

پیاہ سے رو کا ہے)

حضرت مسیح علیہ السلام بن مریم ناصری (۴ ق م تا ۳۰ء)

حضرت مسیح علیہ السلام بن مریم دراصل یہودی تھے اور دین ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام یعنی اسلام کی تعلیم کو زندہ کرنے آئے تھے۔ یہودیوں کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ خدائی سلطنت (KINGDOM OF HEAVEN) دنیا میں محبت و رواداری سے قائم ہو سکتی ہے۔ یہ دنیوی سلطنت نہیں بلکہ رحم و انسانیت کی سلطنت ہو گی اور میں وہ مسیح یا بادشاہ ہوں جس کے تم منتظر ہو۔ نفرت و عداوت کو چھوڑو۔ پاکیزگی، محبت و انسانیت کو ترقی دو اور اس خدائے واحد کی بندگی کرو جس کا نام "رحمان" یا رحیم ہے۔ وہ دلوں کی پاکیزگی کو دیکھتا ہے اور مردہ دلوں کو زندگی بخشتا ہے۔

یہودیوں کو یہ انجیل (بمعنیٰ خوشخبری) پسند نہ آئی اور انہوں نے رومی گورنر سے شکایت کی کہ عیسیٰ بن مریم رومی شہنشاہیت کا باغی ہے وہ خود اپنے آپ کو بادشاہ (مسیح) کہتا ہے لہٰذا اسے سولی دی جائے۔ اور آخر کار انہیں صلیب دلوا کر چھوڑی یہ واقعہ ہائلہ (شہادت کبریٰ) ۳۰ء کا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام بن مریم کی تعلیم یعنی خوشخبری کو دوسرے قصوں کے ساتھ ملا کر ان کے ماننے والوں نے جمع کر لیا تھا۔ یہ قصے (یعنی انجیلیں) سینکڑوں کی تعداد میں تھیں۔ جن میں سے صرف چار انجیلوں کو کلیسا نے مستند مانا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی شہادت کے بعد نصرانیوں کے سینکڑوں فرقے بن گئے اور ان کا بنیادی مسئلہ کفارہ قرار پایا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے جو گناہ کیا تھا اس کا کفارہ صرف اس طرح ہو سکتا تھا کہ ایک معصوم شخص بطور کفارے کے قربان کیا جائے اور پھر خدا اس قربانی کے بعد لوگوں کو پشینی اور پیدائشی گناہ کی آلائش سے پاک کرے۔ اس نظریہ کے بنانے کے لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا جائے تاکہ وہ معصوم ثابت ہوں۔

ہم آگے بتائیں گے کہ ابن اللہ کا ترجمہ خدا کا بیٹا کرنا محاورہ کی عدم فہمی کی دلیل

ہے۔ ابن اللہ اچھے آدمی یا اللہ والے آدمی کو کہتے ہیں۔ اسی طرح ابن الشیطان برے آدمی کو کہتے ہیں۔ قرآن حضرت مسیح علیہ السلام کو عبداللہ اور انسان بتاتا ہے۔ ایسا انسان جسے موت آنا یقینی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کو موت آتے وہ اللہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تو حی و قیوم ہے وہ نہ بوڑھا ہوتا ہے نہ اسے نیند آتی ہے۔

قرآن یہ نہیں مانتا کہ ایک شخص کے گناہ کے لئے دوسرا شخص بطور کفارہ کے قتل کیا جاسکتا ہے۔ (لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی) بلکہ قرآنی تعلیم یہ ہے کہ بغیر کسی شفیع یا کفارہ کے جو شخص گناہ کرنے کے بعد توبہ کرے وہ خدا قبول کر لیتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔ نصرانیت کی تاریخ طویل ہے۔ اس میں سینکڑوں فرقے پیدا ہو گئے ہیں جو موحد بھی ہیں اور تثلیث کے بھی قائل ہیں۔ یعنی خدا، مسیح اور مریم یا باپ بیٹے اور روح القدس کی تثلیث کے قائل ہیں۔

بہر حال یہودیت اور نصرانیت کے سلسلے میں ہم سیرت نبویہ میں مختلف باتوں کو اپنے اپنے موقع پر درج کرتے رہیں گے اس لئے یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔

آرین ادیان

مزدیسنائیت (خدا پرستی)

دجلہ کے کنارے میدیوں نے ۶۱۲ ق م میں اپنا مرکز بنا لیا تھا۔ اس قوم کے پجاری مغ یا مگوش (مجوس)، بمعنی عقلمند یا مددگار کہلاتے تھے۔ انہوں نے اپنی الگ ذات بنالی تھی۔ وہ بری روحوں، شیطانوں اور مرض کے بھوتوں کو جادو منتر سے اتارتے تھے یہ لوگ "نبو" کے مندر سے نبوت یا کہانت کرتے تھے۔ اور یہ جماعت میدیوں کی فتح سے بہت پہلے قائم تھی۔ اسی مجوسی پروہتوں میں سے ایک زرداشتر کا باپ تھا اور اہورا مزدا (اچھی روح)، کی پرستش اور اہرمن (بری روح)، سے نفرت کرتا تھا۔

زرداشتر (۶۶۰ تا ۵۸۳ ق م)

Marfat.com

زرداشتر بڑے پروہت یا سردار پجاری کو کہتے ہیں۔ یہ ایک بلند پہاڑی پر مراقبے میں تھے کہ اہور مزدا برق ورعد کے درمیان ظاہر ہوا اور انہیں "اوستا" (یعنی قانون زندگی) عطا کیا: (اسی خیال کو یہودیوں نے تورات سازی کے وقت سامنے رکھا اور ظاہر کیا کہ خدا برق ورعد میں ظاہر ہوا اور یہودیوں کے لئے توراۃ (قانون زندگی) عطا کیا۔ پھر ہرمز نے زرداشتر سے کہا کہ "جا اور لوگوں کی اصلاح کر" اور زرداشتر نے لوگوں کو خدا پرستی (مزدیسنائیت) سکھائی اور مختلف دیوتاؤں مثلاً مہر، ناہید اور ہوم (شراب) کی پرستش سے روکا اور بتایا کہ کئی خدا نہیں بلکہ صرف ایک قادر و توانا ہرمز ہی خدا ہے۔ داریوش اول نے اس مذہب کو مان کر بت پرستی اور متعدد دیوتاؤں کی پرستش ختم کرنے کا عہد کر لیا۔

بعد کے زمانے میں قدیم مجوسی ثنویت پھر ابھر آئی اور ہرمز کو خالق خیر و فرشتگاں اور اہرمن کو خالق شر و دیوان مان لیا گیا۔ ہرمز نور ہے اور آسمان پر ہے اہرمن ظلمت ہے اور زمین پر ہے لیکن قرآن نے بتایا کہ اصلی خدا پرستی (مزدیسنائی) دین یہ ہے کہ خدا ہی کو خالق خیر و شر مانا جائے۔ اگر دو خدا مانے جائیں تو عالم میں فساد برپا ہو جائے گا۔

اوستا، یا دین کی تعلیم (قانون)

خدا ایک ہے وہ اچھی روح (آہورا مزدا) ہے سب کو خدا پرستی کرنا چاہیے اور ہرمز کے انصار (یعنی حزب اللہ یا انصار اللہ) بن کر بری روح، شیطان (دیوں) کو شکست دے کر دنیا سے تاریکی کو دور اور روشنی کو لانا چاہیے۔ افکار نیک۔ گفتار نیک اور کردار نیک کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ دشمن کو دوست بنانا، بد کو نیک بنانا۔ جاہل کو علم دینا ہر خدا پرست کا دین (فرض) ہے۔ سب سے بڑی نیکی تقویٰ ہے اس کے بعد دیانت داری ہے۔

بعث بعد الموت یقینی ہے۔ اس لئے کہ روح لافانی ہے۔ ہرمز کی فتح اور اہرمن کی شکست کے بعد یہ دنیا جنت بن جائے گی اور کل مردے زندہ کر دیئے جائیں گے اور ایسا دور شروع ہو گا جس میں بیماری بڑھاپا اور موت کا وجود نہ ہو گا۔ دائمی مسرت ہو گی اور

Marfat.com

انصار اللہ جنت میں اور انصار الشیطان جہنم میں رہیں گے اور اپنے اعمال کی سزا پانے کے بعد اس قابل ہو سکیں گے کہ جنت کو جانے والے پل سے گزر جائیں اور سرزمین نغمہ میں پہنچ جائیں۔

تحریف اوستا

قانون خدا پرستی میں تحریف کرنے والی جماعت ان زردشتیوں میں بھی پیدا ہو گئی اور برہمنوں اور یہودیوں کی طرح انہوں نے پروہتی اور قربانی کرنے کے طریقوں کو صرف دستوروں تک محدود کر لیا۔ حتیٰ کہ یہ ایک ایسی ذات بن گئی کہ سوائے ان کی اولاد کے کوئی دوسرا مزدیسنائی پروہتی نہ کر سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ ہرمز پرستی نے نور پرستی، مہر خورشید و آتش پرستی کی شکل اختیار کر لی، اور عوام نے دیوتاؤں کو قربانی اور نذرانوں کے ذریعے سے خوش کرنا سیکھ لیا اور سحر و ساحری بھی رائج ہو گئی۔ حالانکہ خود زرداشتر نے دیون، دیو پرستوں اور سحر و ساحری پر لعنت بھیجی ہے (لیسنا ۱۲ ۔ ۴) اور وندیداد (دیوں کو دور کرنے کی کتاب) کی تعلیم ہی یہ ہے کہ "دیو دور ہو اور خدا قریب ہو" گویا یہ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیم ہے۔

اسلام اور مزدیسنائیت

سوائے پروہتی کے اسلام اور مزدیسنائی تعلیم میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں میں نماز پنجگانہ، خیرات اور عمل صالح کی یکساں تعلیم ہے۔ بعث بعد الموت اور جنت و دوزخ۔ فرشتے اور شیطان کے یکساں تصورات ہیں اگر کسی مذہب کا نام نہ لکھا جائے اور صرف تعلیمات کا نقشہ کھینچا جائے تو کوئی نہیں بتا سکتا کہ دونوں دینوں میں کوئی اختلاف ہے۔ البتہ مزدیت میں روزہ رکھنے کا حکم نہیں۔ شاید یہ اس لئے کہ اس مذہب میں سنیاس نہیں ہے۔

مانی (۲۴۲ ۔ تا ۲۷۷ ۔)

Marfat.com

برون کا قول ہے کہ مانویت دراصل زردشتیت ہے جو نصرانی ہو گئی ہے مانی نے نصرانی اور بدھ مذاہب کی تعلیم سے اثر لے کر روزہ رکھنا جزو مذہب قرار دیا۔ وہ تینوں مذہبوں کو سچا سمجھتا تھا۔ مسیح کے متعلق وہ کہتا تھا کہ اصلی مسیح علیہ السلام صرف روح ہی روح تھے۔ اس لئے صلیب پر مر نہیں سکتے تھے۔ البتہ جسے سولی دی گئی وہ ایک بیوہ کا لڑکا تھا اور جس مسیح یا فارقلیط کا ذکر توراۃ میں ہے وہ میں ہوں۔ افسوس ہے لوگوں نے ان کی بات نہ سنی اور وہ سلطنت قائم کر کے مسیح علیہ السلام (بادشاہ) نہ بن سکا بلکہ شاپور نے اسے جلاوطن کر دیا۔ اور جب وہ ہرمز کے زمانہ میں واپس آیا تو پروہتوں کی سازش سے اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کا مذہب عام مذہبی رواداری اور روحانیت کی تعلیم دیتا تھا۔

مزدک (۴۷۰ء تا ۵۳۵ء)

مانی کے بعد افلاطون کا معنوی شاگرد مزدک ایران میں پیدا ہوا۔ وہ افلاطون کی ملکیت مشترک کا قائل تھا اور زر، زمین اور زن سب کو مشترک بنا کر ان کی محبت سے لوگوں کو بچانا چاہتا تھا۔ وہ ترک لذات اور زہد و سنیاس کا قائل تھا۔ وہ مانی کے فلسفہ ثنویت (نور و ظلمت) کو درست سمجھتا تھا۔ یہ ایک صوفی تھا جو روحانیت کی سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا۔ افسوس ہے کہ اس کی تعلیمات پورے طور پر واضح نہیں ہوئیں اور وہ نوشیرواں کے حکم سے قبل از وقت مع اپنے ساتھیوں کے زندہ دفن کر دیا گیا۔

ہند کے خدا پرست آرین مصلح اور ہادی

ہند کے آریہ وسط ایشیا سے ہند میں آئے تھے اور اپنے ساتھ وسط ایشیا کے دیوتاؤں اور شیطانوں کے تصور کو بھی لائے تھے۔ ان میں پہلے ذاتیں نہیں تھیں جو شخص جو پیشہ کرتا تھا اس نام سے پکارا جاتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہودیوں کی طرح ان میں برہمن یا پروہتوں کی ذات پیدائش پر منحصر ہو گئی اور لڑنے والی یا محافظت کرنے والی ذات چھتری کہلاتی۔ تجارت پیشہ اور مزدوروں کی بھی ذاتیں بن گئیں اور ہندی آریوں کی

Marfat.com

سوسائٹی کی ترقی محدود اور جامد ہو کر رہ گئی۔

خدا اور بعث بعد الموت

دو ہزار سال قبل مسیح میں ہندی آریوں نے خدا کے متعلق بلند ترین تصورات قائم کر لیے تھے۔ وہ روح کو غیر فانی مانتے تھے اور روح اعظم (پرماتما) کو خالق کائنات مانتے تھے۔ لیکن اس ملک میں قدرت کی بخششیں عام تھیں۔ اس لیے مفکروں کی بھی کثرت ہو گئی تھی۔ اور روح اور روح اعظم کے متعلق وہ وہ بحثیں چھڑ گئی تھیں کہ کسی ملک کا فلسفی یہاں کے ایک عامی کا مشکل سے مقابلہ کر سکتا تھا۔

بعث بعد الموت کے تصور کو انہوں نے منطقی طور پر تناسخ کے خیال سے ظاہر کیا تھا۔ یعنی ہر عمل کا کوئی نہ کوئی نتیجہ ہونا ضروری ہے اور اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے روح کا کسی نہ کسی شکل میں پیدا ہونا بھی ناگزیر ہے اچھے عمل کرنے والا بہتر انسان یا دیوتا کی صورت میں اپنے اعمال کی جزا پاتا ہے۔ بد عمل کو جانوروں کی شکل میں پیدا ہونا پڑتا ہے۔ غرضکہ جس تصور کو وسط ایشیا کے آریوں نے جنت دوزخ کے تصور کے ذریعے لوگوں کو سمجھایا تھا اسے ہندی آریوں نے تناسخ اور کرم پھل (نتائج عمل) کے ذریعے سے سمجھایا۔ مقصد دونوں کا یہ تھا کہ نیک عملی کی زندگی بسر کی جائے (جو بغیر سوشل عدالت یعنی مساوات کے ناممکن ہے۔)

ان خدا پرستوں نے شرک سے اتنا اجتناب کیا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ حقیقی وجود سوائے باری تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہے گویا وہ "لا موجود الا اللہ" کے قائل تھے۔ ان میں سے بعض وحدت وجود کے علاوہ وحدت شہود کے بھی قائل تھے اور کہتے تھے کہ خالق مخلوق سے الگ ہے اور روح اور مادہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

رسالت

رسالت کا تصور قدیم آریوں میں موجود تھا اور جو شخص خدائی باتیں بتاتا تھا اسے وہ خدا کا اوتار یا رسول مانتے تھے۔ ویدوں میں انہیں رشی یا منی کہا گیا ہے۔ یہ بزرگ برہم

Marfat.com

گیان یعنی خدا کی معرفت کا علم لوگوں میں پھیلاتے تھے اور آئندہ زندگی کی سزا سے ڈرا کر موجودہ زندگی میں نیک عملی کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ تعلیم سری کرشن کی بھگوت گیتا (نغمہ خداوندی) میں ایک جگہ جمع کر دی گئی ہے وہ فرماتے ہیں جو لوگ میری پرستش مجھے لاشریک مان کر کرتے ہیں، ان متوازن اشخاص کو میں مکمل سلامتی بخشتا ہوں"
(مکالمہ ۹ : شعر ۲۲)

تجدید یا احیائے اسلام کا ہندی تصور

ہند کے مذاہب اور فلسفوں کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ جب دنیا میں کفر و ظلمت (تاریکی) عام ہو جاتی ہے تو خدا اپنا ایک رسول (اوتار) بھیجتا ہے وہ سچے دین قدیم (آریہ دھرم) کی طرف ہدایت کرتا ہے اور تین راستوں میں سے کسی ایک راستے پر چلنے والا نجات، فراغت کاملہ، جنت یا وصال الہیٰ حاصل کر لیتا ہے ایک راستہ نیک عملی کی زندگی کا ہے دوسرا طریقہ معرفت نفس (آتما) اور معرفت روح اعظم (پرماتما) کا ہے اور تیسرا راستہ عشق و محبت (بھگتی) کا ہے۔ گویا چھتری، برہمن اور عوام تینوں اپنے عمل، علم یا محبت کے راستہ سے خدا تک پہنچ کر جنت دوزخ کے چکر سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

ظہور اسلام کے وقت تک سچے سناتن دھرم میں تحریفیں

اگرچہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعلیم کا واسطہ براہ راست آپ کی زندگی میں ہند کے ادیان سے نہیں پڑا تھا لیکن قرآن یہ بتا چکا تھا کہ ہر ملک میں خدا پرستی کا پیغام پہنچانے والے آتے رہے ہیں۔ لہٰذا جب مسلمان یہاں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ خود غرض اور خود پرست پروہتوں نے اپنی ایک الگ ذات بنا لی وہ اپنے کو ابناء اللہ (برہما کے سر سے پیدا ہونے والے دیوتا) یا برہمن دیوتا سمجھتے ہیں اور لوگوں سے اپنی پرستش کراتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ پرستش اور قربانی کے علم کو اپنی میراث سمجھتے ہیں یعنی بغیر ان کی سفارش کے کوئی دیوتا یا خدا کسی کی دعا (پکار) نہیں سن سکتا۔ سچے آریہ دھرم

Marfat.com

(اسلام) کے مطابق یہ تحریف دین قدیم ہے۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ غیر برہمن علم و عمل سے محروم ہو گئے اور جمہوری نظام جو آریہ قوم کا ایران، یونان اور دوسرے ملکوں میں طرہ امتیاز تھا ختم ہو گیا۔ عورتوں کا درجہ نہایت پست ہو گیا حتیٰ کہ وہ اپنے مردہ شوہروں کے ساتھ جل مرنا (ستی ہونا) پسند کرنے لگیں۔ مساوات انسانی ختم ہو گئی اور کروڑوں انسان اچھوت یا پیدائشی غلام قرار پا گئے سوسائٹی کی اس مردنی کو دور کرنے کے لئے بار بار ہند میں بدھ (عقلمند انسان) پیدا ہوئے۔ رام، کرشن، مہابیر، گوتم بدھ شنکر آچاریہ، مسلمانوں کی آمد سے پہلے " اور داؤد (داؤد جی) کبیر، گورونانک، تلسی داس، ملک محمد، الہجویری خواجہ چشتی، فریدی، خسرو، خانخانان، سرہندی، ولی اللہ اور بہت سے مصلح مسلمانوں کے عہد میں پیدا ہوئے۔ انگریزوں کے دور میں سید احمد بریلوی کی تجدیدی کوششیں ہندی ویدانت اور اسلامی تصوف کی آمیزش سے شروع ہوئی تھیں اور بالکل آخر میں مہاتما گاندھی کی دینی سیاست، غلام ہندوستان کا زرین کارنامہ ہے یہ سب مصلح ہند کے باشندوں کو ذات پات کے بندھنوں سے نجات دلا کر مذہب انسانیت و محبت رائج کرنا چاہتے تھے۔ اور موعظت و حکمت سے لوگوں میں سماجی عدل اور اقتصادی مساوات کی روح پونکنا چاہتے تھے۔ سب کا یہ قول تھا کہ صرف برہمنوں تک سچائی کو محدود نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ مسلمان صوفی تو ہندو مصلحوں سے آگے بڑھ گئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ "العلم حجاب الاکبر" یعنی وہ برہمن اور ملا جو فروعی کٹ حجتیوں کو اصل دین سمجھتے ہیں اور مندر یا مدرسہ میں بیٹھ کر فرقہ بندیاں کر رہے ہیں۔ وہ در حقیقت دین قدیم، سناتن دھرم یا اسلام کی حقیقت کو نہیں پہنچے" اسلام عام رواداری اور مساوات پر مبنی ہے۔

بقول شاعر

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پر تو آن
ہر کجامی نگری انجمنے ساختہ اند
در حقیقت نسب عاشق و معشوق یکے ست
بوالفضولاں صنم و برہمنے ساختہ اند

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

رام اور کرشن مہابیر اور بدھ

رام اور کرشن، مہابیر اور بدھا یہ سب مصلح چھتری تھے اور برہمنوں کی خود ساختہ بندشوں سے دنیا کو آزاد کرانا چاہتے تھے۔ مہابیر اور بدھا سے پہلے رام اور کرشن مشہور مصلح اور ھادی پیدا ہوئے تھے۔ رام کی کہانی رامائن میں، اور کرشن کی تعلیم بھگوت گیتا میں پائی جاتی ہے۔ یہ مہابھارت کی کہانی کا ایک حصہ ہے۔ رام کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ جان جائے مگر جو عہد کیا ہے وہ نہ ٹوٹے۔ یعنی وفائے عہد ہی اس زمانے کی سب سے بڑی تعلیم تھی۔ کرشن نے نجات اور وصال الہیٰ کا سہ گانہ طریقہ بتایا اور علم و عمل محبت کے طریقوں سے انسانیت کا سبق پڑھایا۔ یہ دونوں چھتری تھے اور برہمنوں کی تنگ نظری اور ذات کی بندشوں اور عدم مساوات و بے عمل زندگی کے دشمن تھے۔ دنیا سے عدل و حقانیت اٹھ گئی تھی۔ ان لوگوں نے خدا پرستی اور انسانی مساوات کو قائم کر دیا۔ مگر مہابھارت کی لڑائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ چھتری جماعت یعنی جن کا مذہب ہی شجاعت و ہمدردی تھا، تباہ ہو گئی۔

مہابیر (۵۹۹ ق م تا ۵۲۷ ق م)

کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کے وجود کے قائل نہ تھے۔ لیکن جب وہ روح کے قائل تھے اور روحانی وحدت وجود کو مانتے تھے تو یہ کہنا کہ ملحد تھے صحیح نہیں۔ وہ فنائی الکائنات ہونے کو تناسخ ارواح سے نجات کا ذریعہ مانتے تھے۔ البتہ وہ ویدوں (یعنی قدیم برہمنوں کی تعلیم) کو الہامی نہیں مانتے تھے۔ نہ اسے خدا کا کلام سمجھتے تھے۔ وہ سچائی اور محبت کے ذریعے سے نفس کشی اور روحانی ترقی کو ذریعہ نجات بتاتے تھے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان میں ایسے زاہد اور سنیاسی (تارک لذات) پیدا ہوتے جنھوں نے دنیا کی ہر شے کو ترک کر دیا۔ حتیٰ کہ ننگے رہنے لگے اور فاقہ کر کے خود کشی کرنے کو ذریعہ نجات سمجھنے لگے۔ ہمارے خیال میں یہ تعلیم اصلی تعلیم محبت و ایثار کے غلو سے پیدا ہو گئی ہے اور

Marfat.com

ناقابل عمل ہے۔ اعتدال سے ہٹ جانے کی وجہ سے ان راہبوں اور سنیاسیوں کی تعداد بہت ہی کم رہ گئی ہے۔

گوتم بدھ (۵۸۶ ق م تا ۵۳۸ ق م)

گوتم بدھ کے زمانہ میں۔ یہودی قوم بابل میں جلاوطنی اور قید کی حالت میں بابلی مذہب سے اثر پذیر ہو کر اپنی فرضی تاریخ لکھ رہی تھی۔ ہند میں روح، خدا، الحاد، عیش پرستی، بام مارگی (دست چپی) اور اسی طرح کی بہت سی اختلافی باتوں کے متعلق ہزارہا فرقے بن گئے تھے۔ اسی لئے گوتم بدھا نے برہمنوں کی تعلیمات میں مندرجہ ذیل انقلابی اصلاحات کیں۔

(۱) ذات پات ختم

چونکہ لوگ سمجھتے تھے کہ خونی قربانی سے دیوتا خوش ہوتے ہیں تو بدھا نے ایسے ظالم دیوتاؤں کا اور اسی طرح کی تعلیم دینے والے برہمنوں کا خاتمہ کرنا ضروری سمجھا۔ انہوں نے بتایا کہ سب انسان برابر ہیں حتیٰ کہ شودر اور عورتیں بھی دھرم (دین) کے معاملے میں برابر ہیں۔ علم کا دروازہ سب پر کھلا ہے اور عقل کو قید کرنے کا کسی ذات (یعنی برہمن) کو حق نہیں لہذا جو شخص دھرم یعنی عقل کا راستہ اختیار کرتا ہے اس کی کوئی ذات نہ ہوگی وہ خود سوچے کہ کس طرح تناسخ کے ابدی چکر سے نجات مل سکتی ہے اور روح کو سکون، فراغت کاملہ یا نروان حاصل ہو سکتا ہے۔

(۲) علمی بحثوں سے زیادہ عمل صالح ضروری ہے

گوتم بدھا نے علم و عقل کا انفرادی دروازہ کھول دیا اور فرمایا کہ علمی کٹ حجتیوں سے عمل صالح بہتر ہے۔ ان کے نزدیک حق پرستی اور محبت ہی انسان کا دین ہے۔ اسی سے نجات مل سکتی ہے اسی سے نجات مل سکتی ہے دھرم یا دین وہ ازلی و ابدی قانون ہے جس سے پوری کائنات چل رہی ہے۔ یہی شہنشاہ ہے (انگت تارہ ۳) یہی عالمگیر عدل ہے۔ قدرت ہے، ویدوں کا برہما ہے۔ یونان کا لوگاس ہے عربی کا کلمہ

اور حق ہے۔ یہی خیر محض ہے۔ گویا بدھا نے خدا کے تصور کو عام لوگوں کی بولی میں حق اور دھرم کے لفظوں میں ادا کیا۔ اور صراط مستقیم (ہشت کلمہ طریقت) پر چلنے کی تعلیم دی لیکن اس تعلیم میں عقل کو آزاد رکھا اور کہا کہ یہ نہ کہو کہ بدھا نے یہ بات کہی اس لئے سچ ہے بلکہ تمہاری عقل بھی اسے ٹھیک بتائے تو مانو ورنہ خود راستہ ڈھونڈو۔

(۳) اعتدال کا راستہ

گوتم خود شہزادہ تھا اور نوجوانی تک ہر طرح کے عیش و آرام کو حاصل کر چکا تھا۔ اس عیش کو چھوڑ کر اس نے برہمنوں کے بتائے ہوئے زہد و سنیاس میں جان کھپاتی تھی۔ آخر اس پر یہ راز کھلا کہ نہ تو بام مارگیوں (لذت پرستوں) کی طرح تعیش کی زندگی سے روحانی فراغت و سکون حاصل ہوتا ہے۔ نہ زاہدوں کی ریاضتوں اور نفس کشیوں سے نجات کا دروازہ کھلتا ہے۔ لہذا بیچ کا راستہ یا اعتدال کی راہ ہی ایسی ہے جو انسان کو نجات یا فراغت کاملہ تک لے جا سکتی ہے۔

انسانی دل و دماغ ہر جگہ یکساں عمل کرتا ہے بشرطیکہ اس کو کسی فرد یا جماعت نے اپنے افکار کا غلام نہ بنا لیا ہو۔ اسی اعتدال کے راستہ کو سقراط نے یونان میں تلاش کیا۔ اور افلاطون نے "جمہوریہ" کے ذریعے اور ارسطو نے اپنی "اخلاقیات" کے ذریعے عدل و ظلم کی توجیہ و تشریح کی۔ بہرحال افراط تفریط سے بچ کر بیچ کی معتدل راہ یا میانہ روی کو گوتم بدھ نے سچائی اور محبت کا رستہ بتایا۔ ظاہر ہے کہ سچائی اور محبت میں سوائے خوبی کے اور کچھ نہیں۔ البتہ محبت کا وہ طریقہ جو جاہل ماں اپنے بچے کے لئے اختیار کرتی ہے اعتدال کا طریقہ نہیں ہے۔ اسی لئے گوتم بدھ نے "سچائی اور محبت کے لئے "معقول ہونے کی شرط لگا دی۔

تحریف ست دھرم

لیکن بعد کے بدھوں (عقل پرستوں) نے خود دین فکر و عمل کو محرف کر دیا۔ محبت کے معنی صرف یہ سمجھ لئے کہ کسی کی جان نہ ماری جائے اور بعض خواہشات کو فنا کر دینے

Marfat.com

کو استغنا سمجھنے لگے۔ حالانکہ کہا یہ گیا تھا کہ لذات و خواہشات کو اعتدال کے رستے پر ڈالو۔ اور نہ افراط میں پڑو کہ بالکل سنیاسی بن جاؤ نہ تفریط اختیار کرو کہ بام مارگیوں کی طرح دن رات شراب خوری اور زنا اور گوشت خوری کو اپنا مقصد بنالو۔ بہر حال یہ سمجھنا غلط ہو گا کہ ان کے بھکشو سنیاسی ہوتے ہیں۔ حقیقت میں وہ معلم اخلاق و علم ہیں جو رضا کارانہ یہ کام کرتے ہیں اور صرف ایک وقت کھانا کھاتے ہیں۔

Marfat.com

چوتھی فصل۔ تمدن عالم پر ایک نظر

بادشاہ حمورابی سے بہت پہلے لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ قتل و غارتگری سے قابل مردود قرار پایا ہے۔ پھر بھی حمورابی کے زمانے کے بعد تک بعل پرستی جاری رہی اور ہزاروں زندہ غلام دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے جلاتے جاتے رہے۔ مصر کے تمدن نے تصویری خط ہندسہ اور کیمسٹری کو عروج پر پہنچا دیا تھا۔ سیلاب لانے کے لئے دریائے مصر کی دیوی کو مصر کی حسین ترین دو شیزہ پیش کی جاتی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ۱۲۲۰ قبل مسیح میں آزادی تو دلائی، مگر اس نے عزیز پرستی اور غلام سازی نہ چھوڑی، بلکہ چار سو سال کی غلامی سے صرف یہی سبق سیکھا کہ دشمن قوم کے مردوں کو قتل کر دو اور عورتوں کو زندہ پکڑ لاؤ۔ ہند میں علم (وید) جمع ہونے لگا مگر وہ راز میں رکھا جانے لگا۔ حتیٰ کہ ذاتیں پیدائشی قرار پا گئیں اور خود اپنی ہی قوم کے نصف مرد اور تمام عورتیں علم اور براہ راست عمل سے محروم ہو گئے۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ زرداشتر نے مسیح علیہ السلام سے چھ سو سال پہلے یہ بتایا کہ نیکی و بدی کا ایک ہی خالق ہے۔ جو لوگ نیکی کے لئے کوشاں ہیں وہ یزداں کی فوج ہیں۔ بد اندیش و بدکار و بدگو اہرمن کے ساتھی ہیں۔ اسی زمانہ میں لاؤ تزے چین میں خوش معاملگی و سادگی کی تعلیم دے رہے تھے۔ ہند میں خونی قربانی اس قدر عام ہو گئی تھی کہ دیوتا انسانوں اور بچوں کے خون سے خوش ہونے لگے تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ انسان نفس کشی کرتے کرتے جسم کو سکھا دے

تاکہ مادہ کے فنا ہوتے ہی روح ہی روح باقی رہ جاتے۔ لاکھوں سنیاسی یہ منزل طے کر کے خدا بن جانا چاہتے تھے۔ دوسری طرف فلسفہ لذتیت کو عروج ہو رہا تھا لوگ کہتے تھے کہ گوشت کھاؤ شراب پیو اور اتنی عیش پرستی کرو کہ دل بھر جائے۔ نجات کے ان دو راستوں کے درمیان بھی ایک اعتدال کا راستہ ہو سکتا تھا۔ تجربے کے بعد مہابیر (۵۲۷ ق م) اور گوتم بدھ (۴۸۳ ق م) نے لوگوں کو یہ رستہ دکھایا۔ انہوں نے کہا کہ اگر خدا ہے تو وہ جانوروں اور انسانوں کے خون سے خوش نہیں ہو سکتا۔ نہ سنیاس سے روح ترقی کر سکتی ہے۔ یہ دونوں چھتری تھے۔ اور برہمنوں کی طرح نظری بحثوں میں نہیں پڑنا چاہتے تھے۔ وہ عملی دنیا کو متوازن اور معتدل انسان کی طرح دیکھتے تھے اور جتنا جانتے تھے اتنا ہی لوگوں کو بتاتے تھے۔ باقی خود ان کی تلاش اور عقل کی رسائی کے حوالے کر دیتے تھے۔ ہند میں جو عدم مساوات پھیلی ہوئی تھی عورتوں اور اچھوتوں کی جو کچھ پامالی تھی وہ سب ختم ہو گئی اور اہنسا یعنی محبت پر سوسائٹی کی بنیادیں قائم ہونے لگیں۔ ایشیائی، یونان کا عظیم فلسفی فیثا غورث ۵۸۵ ق م میں پیدا ہو چکا تھا اور چین میں لاؤتزے (۵۱۷ ق م) اپنا فلسفہ عمل لوگوں تک پہنچانا چاہتا تھا۔ یہ شاہی کتب خانہ کا داروغہ تمدنی پابندیوں سے آزادی اور فطری سادگی سکھاتا تھا۔ ایذا دہی کا جواب محبت و بردباری سے دینا چاہتا تھا۔ کے رُوش نے اسرائیلیوں کو بابلی غلامی سے ۵۳۸ ق م میں آزاد کر دیا تھا اور عزیر نے ۴۵۸ ق م میں گم شدہ توراۃ کو زبانی لکھوانا اور مختلف قوموں کے تجربوں کو خدائی الہام کے نام سے مدون کرنا شروع کر دیا تھا۔ کنفوشے ۴۷۹ ق م میں اصول زرین اور خدا پرستی سکھا کر رخصت ہو چکا تھا۔

سکندر (۳۲۴ ق م) کی سکندری ختم ہو چکی تھی۔ لیکن ہند سے مصر تک یونانی تمدن کی لہریں پہنچ گئی تھیں اور جو مزدیسنائی دساتیر ارپیلا کی فتح کے بعد نذر آتش ہوئی تھیں وہ جمع کر کے اسکندریہ میں یونانی زبان کا جامہ پہن رہی تھیں اشوک (۲۳۲ ق م) محب اللہ سے محب الخیر بن چکا تھا اور باختر سے جین، بدھ، یہودی اور مجوس سب ایک دوسرے کے تصورات کو تجارتی مال کے ساتھ ساتھ سکندریہ روانہ کر رہے تھے۔ بلخ میں (۲۱۸ ق م) بدھوں کا نوا وہار بن چکا ہے جو بعد میں آتشکدہ نو بہار کہلاتا ہے۔ اب

Marfat.com

ایک دفعہ اور (۱۶۸ ق م) یروشلم کا مقدس ناپاک کیا جاتا ہے اور وہاں یونانی دیوتا ذی اس کی پوجا شروع ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ (۶۳ ق م) فلسطین پر رومی قبضہ ہو جاتا ہے اور چالیس ہزار کتابوں کے ساتھ ساتھ بروخیم کے کتب خانے میں توراۃ السبعین (۴۷ ق م) جل جاتی ہے۔ یہودیوں میں ایک نجات دہندہ بادشاہ کا تصور اسی طرح پیدا ہوتا ہے۔ آخر ناصرہ کے گاؤں سے ایک یہودی ظاہر ہوتا ہے (۲۸ تا ۳۰ء) اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ یہودیوں کی تباہی کا دور صرف اس وقت ختم ہو گا جب دولت کی لالچ اور غریبوں کی ہمدردی کا تصور اس قوم میں پیدا ہو جاتے گا۔ دولت مند یہودی اس کو صلیب دینا چاہتے ہیں اور رومی گورنر کو مجبور کرتے ہیں۔ کہ اس نیک نفس آدمی کو باغی بادشاہ (مسیح) قرار دے کر صلیب پر چڑھا دے۔ غریبوں اور غلاموں کے اس سہارے کے شہید ہوتے ہی یہودیوں نے اس کے ماننے والوں کی مخبری شروع کر دی۔ آخر مسیحیون کی خفیہ سوسائٹی بن گئی۔ اور مسیحی تعلیم کو مختلف غلاموں اور باغیوں نے اپنے اپنے رنگ میں بیان کرنا شروع کیا۔ لیکن سب کا ماحصل ایک ہی خوشخبری (انجیل) تھی کہ ہمیں مصیبتوں سے نجات دلانے والا دوبارہ آنے والا ہے۔ پولوس نے مسیحی تصور کو اپنے طور پر بیان کیا اور اس میں مصری تثلیث اور یونانی اور لوگاس (عقل اول) کو جمع کرنا چاہا۔ دوسروں نے معجزات و کرامات کو توراۃ سے لا کر ملایا اور مانی نے مزدیسانی تعلیم کو نصرانی تعلیمات سے ملا کر اصلاح حال کی کوشش کی۔ اتنے میں (۲۱۵ء) میں یہ قصہ مشہور ہوا کہ توراۃ السبعین ایک پیپے میں اسی طرح مل گئی جس طرح اصلی توارۃ بابلی قید کے زمانہ میں ایک غار میں محفوظ رہ گئی تھی اور بعد میں مل گئی تھی۔

تیسری صدی عیسوی میں باز نطینی اور ساسانی سلطنتیں پھر سکندر و دارا کا قصہ دہرا رہی تھیں اور ایک طرف خدا مسیح اور روح القدس اور خدا کی ماں کے متعلق بحثیں چھڑی ہوئی تھیں اور انسان کے قواتے عقل و عمل پر توہم پرست پادری چھا جانا چاہتے تھے۔ اور قتل و کفر کا بازار گرم کر رہے تھے۔ دوسری طرف اردشیر نے آتشکدوں کو دوبارہ زندہ کر کے موبدوں اور دستوروں کی جماعت کو نصرانیت اور کفر کے خلاف تیار کر لیا تھا۔ مانی کو زردشتیوں نے نصرانی سمجھا اور نصرانیوں نے آتش پرست۔ اس ضد میں وہ

بیچارہ ۲۷۷ء میں زندہ جلا دیا گیا۔

مانی نے بتایا تھا کہ نور و ظلمت در حقیقت خیر و شر کے تصور کو ظاہر کرتے ہیں۔ روح نور ہے اور مادہ ظلمت ہے پہلے نور ہی نور تھا پھر ظلمت نور پر چھا گئی اب پھر نور کی فتح ہونے والی ہے۔ لیکن گو مانویت رومی سامراج کے آخری حدود تک پہنچ چکی تھی اور مشرق میں چین اور وسط ایشیا تک، لیکن اب سوائے فرقہ کے اور کہیں نہیں پایا جاتا۔

۳۱۵ء میں قسطنطین جو ابھی تک نصرانی نہیں ہوا تھا عیسائیوں کی کونسل کے صدر کی حیثیت سے ان کے جھگڑے چکاتا ہے اور اسی کے عہد میں نصرانی کلیسا یہ طے کرتا ہے کہ آریوس موحد نہیں کافر و ملعون ہے۔ اس لئے کہ وہ کہتا ہے کہ خدا باپ، خدا بیٹے سے پہلے تھا۔ اس کے بعد جولین ۳۶۱ء میں میتھرا (میہر) پرستی رائج کرنا چاہتا ہے اور ۳۶۵ء میں مشرقی و مغربی کلیسا الگ ہو جاتے ہیں۔ مشرق میں مانی اور افلاطون کا معنوی شاگرد مزدک پیدا ہوتا ہے اور نور و ظلمت کی تعلیم کے ساتھ افلاطون کا ملکیت مشترک کا تصور بھی دین میں داخل کرتا ہے اور آخر سرمایہ داروں کے اکسانے سے شہزادہ نوشیرواں اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ۵۳۰ء میں زندہ دفن کر دیتا ہے۔ اس سے ایک سال پہلے جسٹی نین نے فلسفہ یونان کے ان مدرسوں کو جو ہزار سال سے مسلسل جاری تھے بند کر دیا اور سقراط و افلاطون، ارسطو و فرفوریوس کی حکمت و عدالت و شجاعت، خیر و شر، امید و بیم، رواقیت و لذتیت کی بحثوں کو مسلمانوں کی آمد کا انتظار کرنا پڑا۔

پاپائیت

غرض کہ دنیا بھر میں عوام کا ایک مذہب بنا دیا گیا تھا۔ جس کی ہر جگہ یہ تعلیم تھی کہ مذہب ساز خواص کے حکموں پر چلو۔ اس لئے کہ یہ لوگ خداؤں، روحوں اور شیطانوں سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو تعلیم دیتے ہیں ان سے عوام کے دکھ درد دور ہو جاتے ہیں گویا عوام کی عقلوں کو خواص نے چند کھوٹے سکوں یعنی فریبوں کے ذریعے خرید رکھا تھا۔ اور جو لوگ مہاویرا اور بدھ یا سقراط و مانی کی طرح پیدا ہوتے تھے ان کو جسمانی اور ذہنی طور پر فنا کر دیا جاتا تھا۔

عورت اور غلام

آٹھ ہزار سال سے معاشرہ انسانی کا نصف، جسے نصف بہتر کا لقب دیا گیا ہے مرد کی غلامی میں مبتلا ہے۔ وہ صرف مردوں کی ہوسناکی کا آلہ ہے۔ وہ دوسروں کے لئے تو کیا اپنے لئے بھی کوئی بھلائی کی بات نہیں سوچ سکتی۔ وہ صرف غلام سازوں کی نسل کو غلام زادوں کے ذریعے بڑھاتی رہتی ہے اور بس۔ وہ مردوں کے بناتے ہوتے رسم و رواج (یا موجودہ زبان میں قانون) پر چلنے کے لئے مجبور ہے۔ ان کے لئے جو چیز عیب ہے وہ مرد کے لئے نہیں۔ ہے۔ اس لئے کہ مرد میں روح ہے عورت میں روح ہی نہیں۔ وہ صرف زندہ ہے، جاندار ہے یعنی جانور ہے۔ اس لئے نہ تو علم کی تلوار ان جانوروں کو دے کر جماعت انسانی کے لئے خطرہ مول لیا جا سکتا ہے نہ ان کی "ناقص" عقلوں سے کسی بہتری کی امید کی جا سکتی ہے۔ وہ مکر و دغا، بے وفائی اور بزدلی کا مجسمہ ہیں۔ لہذا ان سے دور ہی رہنا بہتر ہے۔ البتہ ان کے جسموں کو جس طرح چاہے استعمال کیا جا سکتا ہے اور دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے انہیں تبخانوں کے پجاریوں اور مالدار مسافروں کی خدمت کے لئے نذر کیا جا سکتا ہے۔

ان ظالم پروہتوں، ساحروں اور کاہنوں کا دوسرا ظلم خود اپنی صنف پر ہوا۔ پہلے تو انہوں نے جانوروں کی طرح اپنی ایک گروہ بندی کی۔ اس گروہ کا ایک سردار یا بادشاہ بنا اور پھر دوسرے معصوم انسانوں کا شکار کھیلنا شروع کیا اور ان کو غلام بنا کر جانوروں سے بدتر کر دیا۔ عورتوں کی طرح ان غلاموں کے لئے بھی ایسے قانون پروہتوں نے بنائے کہ وہ کبھی سر نہ اٹھا سکیں اور جو کام کریں وہ اپنے آقاؤں کے نفع کے لئے کریں۔ رفتہ رفتہ جتنے محنت کے کام تھے وہ سب ان غلاموں کے حصے میں آ گئے۔ آقاؤں کا کام نئے نئے توہمات کا جال پھیلانا رہ گیا۔ مصر ہو یا عراق، سندھ ہو یا ہند، سامی ہو یا آریہ، ہر جگہ اور ہر قوم میں غلام ساز پروہتوں نے یکساں قانون سازی کی۔ ہر جگہ علم و دولت یعنی سیف و قلم کی سرمایہ داری اسی جماعت کے ہاتھ میں رہی اور ہر جگہ صرف عورتوں اور غلاموں کو باعصمت و وفاشعار رکھنے کے ہتھکنڈے اختیار کئے گئے۔ نتیجہ یہ

Marfat.com

ہوا کہ غلاموں کو نہ زندگی سے دلچسپی باقی رہی نہ انہوں نے علوم کی چاشنی چکھی۔ البتہ فنون اور دستکاریوں کا کام مجبوری و بے دلی سے کرتے رہے اسی لئے کوئی نئی راہ نہ پیدا کر سکے یعنی حقیقی انسانی ترقی رک گئی پروہتوں اور قانون ساز فلسفیوں کا کام صرف یہ رہ گیا کہ عملی دنیا سے بے تعلق رہ کر جسمانی اور ذہنی عیاشیاں کرتے رہیں اور ہمیشہ قدامت پرستی کا راگ الاپتے رہیں۔

مصر کی چار سو سال کی غلامی نے یہودیوں کو غلامی کی ذلت اور مجبوری سے نفرت کرنا سکھا دیا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنے قانون کی کتاب یعنی تورات میں غلاموں کے لئے سخت قوانین بناتے اور غلامی کا رواج باقی رکھا۔ انہوں نے مصر کی غلامی میں یہ بات بھی سیکھی کہ دشمن کو شکست دے کر پامال کرنے کا بہترین طریقہ وہی ہے جو ان پر مصر میں استعمال ہوا تھا یعنی مصری پجاریوں نے یہ دیکھا تھا کہ بنو اسرائیل کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے تو وہ ڈر گئے تھے انہوں نے سوچا کہ یہ ان عمالقہ (حی عکسو چرواہے بادشاہ) کی نسل سے معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے پانچ سو برس تک مصر پر نہایت جابرانہ حکومت کی تھی۔ اور وہ ڈرے کہ کہیں ان کی تعداد اتنی نہ ہو جائے کہ مصر کو پھر غلام بنا لیں۔ لہٰذا احکام جاری کر دیئے گئے جب کسی اسرائیلی عورت کے بچہ پیدا ہونے والا ہو تو مصری سپاہی اس کی جھونپڑی کے دروازے پر موجود رہے۔ اور اگر لڑکا ہو تو فوراً دریائے نیل کی نذر کر دے۔ اس طرح نئی نسل میں سوائے عورتوں کے اور کوئی باقی نہ رہے۔ غرضیکہ اقتدار حاصل ہوتے ہی یہودیوں نے بھی یہ قانون توراۃ میں داخل کر لیا کہ دشمن پر فتح پانے کے بعد مردوں کو قتل اور عورتوں کو باندیاں بنا لیا کرو۔ بہر حال شرافت کے معنی ہی حریت کے تھے غلامی اور ذلت ہم معنی لفظ تھے۔

عورتوں کو خاندان میں مردوں سے کمتر اور پست سمجھنا دنیا بھر میں عام تھا۔ البتہ دنیا کے دو خطے ایسے ہیں جہاں عورتوں کی عزت ہی نہیں کی جاتی بلکہ عورت کا نام ہی عزت، حرمت، حلالہ، رفیقہ، دھرم پتنی ہے اور شرافت کا معیار ہی یہ تھا کہ انسان کسی کا غلام نہ ہو، یا لونڈی کے بطن سے نہ ہو۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ عربستان کے عرب اور سندھ و ہند کے راجپوت اور جاٹ غالباً ایک ہی نسل سے ہیں۔ اگر بتن وغیرہ کا بیان

Marfat.com

صحیح مانا جائے کہ عرب اور کنعانی قبائل کے اجداد آرمینیا کے پہاڑی علاقوں سے دجلہ کے کنارے آتے تھے اور پھر یمن میں قوم عاد کہلاتے تھے، تو یہ ماننا پڑے گا کہ سھتین (SCYTHIA) کے شمس پرست قبائل جو ہندوستان میں ساکھا، سورج بنسی راجپوت اور جاٹ کہلاتے، وہ اور عرب ایک ہی نسل سے ہیں۔ بہر حال ان دونوں علاقوں کے باشندوں میں یہ دستور تھا کہ اپنی لڑکیوں کو بھوک اور غلامی کے خطرہ میں ڈالنے سے یہ بہتر سمجھتے تھے کہ انہیں پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیں۔ سندھی اور ہندی عربوں سے ایک قدم آگے بڑھ گئے تھے کہ رئیسوں اور شریفوں کی بیویاں اپنے شوہر کی چتا پر جل مرتی تھیں اور ستی کہلاتی تھیں۔ وہ یہ نہیں پسند کرتی تھیں کہ عمر بھر بیوگی کی بے کیف زندگی میں پڑی رہیں یا شکست کے بعد وہ دشمن کی بیویاں بننے پر مجبور ہوں اور غلاموں کی نسل کو بڑھائیں۔ پروہتوں نے سھتین قوم کے اس تصور کو ہند سے جزائر بالی تک پہنچا دیا تھا کہ آقا کے ساتھ جو بیویاں اور غلام مر جاتے ہیں وہ آئندہ زندگی میں اسی کے ساتھ رہیں گے۔ شکر ہے کہ بڑی حد تک یہ ظالمانہ رسم اب ختم ہو گئی ہے اور لوگ پروہتوں اور رئیسوں کے جھوٹے افتخار اور توہم کو توڑ چکے ہیں۔ اب بیواؤں کی شادی کو بہت برا نہیں سمجھا جاتا اور رسول عربی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے قانون بنا دیا کہ کوئی بچہ غلام نہیں پیدا ہو سکتا۔ بلکہ اگر ماں لونڈی ہو تو وہ بھی آزاد ہو جاتی ہے۔

شرافت کا دوسرا معیار یہ تھا کہ مہمان نوازی اور فیاضی سے منہ نہ موڑے اور اگر کوئی دشمن بھی پناہ مانگے تو اسے پناہ میں لے کر جان مال سے اس کی مدد کرے۔ اور اگر قحط کا زمانہ ہو تو جوا کھیلنے کا اعلان کر دے۔ اونٹوں کے ٹکڑے ہارے یا جیتے، لیکن جیت کو اپنی ملکیت نہ سمجھے بلکہ جو لوگ جمع ہو گئے ہوں ان کو کھلاتے اور شراب اپنے میخانے سے مفت تقسیم کرے۔ مفاخرت و منافرت کے دوسرے طریقے بھی تھے۔ لیکن سب سے شاندار طریقہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ دوسرے قبیلے کے لوگوں کو لوٹے، اور اگر اپنا ایک آدمی بھی قتل ہو گیا ہو تو دائمی طور پر اُس قبیلے سے قصاص لیتا رہے اور سربلند رہے۔ غرضکہ بات بات میں تلوار نکلتی تھی اور معمولی باتیں مستقل لڑائی کی وجہ بن جاتی تھیں۔ قبائلی اتحاد مٹ چکا تھا۔ اور تجارتی سفر نا ممکن ہو گئے تھے۔ لیکن،

شرافت کے دو معیار یعنی حریت اور اس پر فخر کرنا عرب کی گھٹی میں پڑ گیا تھا۔ اسی فخر کا دوسرا نام شجاعت، مروت اور دوسرے اخلاق حسنہ ہیں جن پر دنیا کی اخلاقیات کا انحصار ہو سکتا ہے۔

اسلام نے ان میں سے کسی چیز کو مٹایا نہیں بلکہ ان جذبات کا رخ بدل کر ان اصطلاحات کو انسانی اخوت و محبت کے رنگ میں رنگ دیا ہے اب غلامی کی لعنت ہی باقی نہیں رہی اور آزادی کے فخر میں ہر بچہ پیدا ہوتے ہی داخل ہو گیا۔

Marfat.com

پانچویں فصل۔ عرب جاہلیہ

جہل و جاہلیہ

اسلام سے پہلے عربوں کی تاریخ کا زمانہ، زمانہ نخوت و جہل کہلاتا ہے جاہل کے معنی ان پڑھ کے بھی ہو سکتے ہیں، لیکن اس کے حقیقی معنی نخوت غرور اور اکھڑ پن کے ہیں اس کے مقابلہ میں عربی کا لفظ حلم ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسی جہل کو مٹا کر حلم و سلامت روی (اسلام) کا دور پیدا کیا تھا تاکہ اہل عرب، اہل کتاب (مہذب و حلیم) بن جائیں۔ اور اپنی امیت یعنی انار کی اور ان گھڑ سادگی سے نکل کر کتابی قانونی یا متمدن زندگی کی عادت ڈالیں۔ متمدن زندگی میں آزادی تو ہوتی ہے لیکن اپنے بہت سے فطری جذبات و رجحانات کو سوسائٹی کے عام فائدے کے لئے ایک قانونی سانچے میں ڈھالنا پڑتا ہے۔ اگر یہ سانچہ غیر فطری پابندیاں عائد کرتا ہے تو اسے انسانی تہذیب نہیں کہہ سکتے، انقلاب آتا ہے اور ایسی سوسائٹی کو جلد یا بدیر ختم کر دیتا ہے۔ ہاں وہ پابندیاں یا قانون و رواج کی غلامی جو انسان کو ترقی کی راہ پر ڈالتی ہے ان کا قائم ہونا خود معاشرہ انسانی کے لئے مفید ہوتا ہے اور زمانے کے اعتبار سے اس میں تبدیلیاں ناگزیر ہو جاتی ہیں۔ چونکہ ان باتوں کا تعلق امور دنیا سے ہوتا ہے۔ اس لئے رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے جس سوسائٹی کا نقشہ بنایا اس میں ارباب حل عقد کی رائے کو مشعل راہ قرار دے کر منظم سوسائٹی کو ترقی کے راستہ پر ڈالا۔

امی و کتابی

قرآن نے ہر جگہ امی کے مقابلہ میں اہل کتاب۔ کا لفظ استعمال کیا ہے اور ہر امی انسان کو کتابی یعنی حلیم و بردبار بننے کی تعلیم دی ہے در حقیقت اسلام نام ہی ہے اللہ کا بندہ یا اللہ والا بننے کا اور اکھڑپن اور امیت کو چھوڑ کر ایک مہذب اور قانونی (کتابی) زندگی بسر کرنے کا۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بھی اس قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ جہاں کتابی یا قانونی زندگی نہ تھی بلکہ قبائلی سرداروں کی طاقت پر لوگوں کی زندگی کا مدار تھا۔ اس لاقانونی کو ختم کرنا ہر کتابی کا فرض ہے۔

سیاست عرب جاہلیہ

عرب سامی نسل کا گہوارہ ہے۔ قدیم عرب یعنی عرب عاربہ یا عاد و ثمود کی نسل بابل، سندھ، حبشہ اور قرطاجنہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ شاہ حمورابی (۲۱۰۷ ق م) اسی نسل سے تھا۔ جس کا ضابطہ قوانین (دنیائی مترجم) توراۃ میں داخل کر لیا گیا ہے۔ مصر کے عمالیق (ہی علکسو) بھی اسی نسل کے تھے دو سو سال تک (۱۸۰۰ - ۱۶۰۰ ق م) مصر پر حکمران رہے اور بنو اسرائیل بھی اسی نسل سے تھے جنہوں نے مصر میں چار سو سال غلامی میں بسر کئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے آزادی حاصل کر کے بارہ سو قبل مسیح میں کنعان فتح کر سکے۔ ان کی چند روزہ سلطنت حضرت، شاہ سلیمان کی وفات (۹۳۷ ق م) کے بعد ہی دو ٹکڑے ہو گئی یعنی اسرائیل اور یہوداہ میں پھوٹ پڑ گئی اور دو سو سال بعد اسرائیل کے دس قبیلے شاہ (سارغون) نے منتشر کر دیئے۔

ان ہی سامیوں کی فونیقی شاخ ایک تجارتی قوم تھی۔ وہ آشوریہ سے خلیج فارس اور وہاں سے یمن تک اور ایشیائے کوچک کے ساحل سے شمالی افریقہ تک تجارت و حکومت پھیلا چکی تھی اس قوم کا دنیا پر یہ احسان ہے کہ اس نے ابجدی رسم خط ایجاد کیا اور ایک ہزار قبل مسیح سے چار سو سال تک ان کا عہد زریں قائم رہا۔

معین۔ سبا۔ حمیر

مسیح سے ہزار سال پہلے جنوبی عرب میں جہاں بارش کی فراوانی تھی ثمود کے بعد

Marfat.com

یمن میں بنو قحطان کی سلطنت تھی۔ بنو قحطان کی چار مہذب سلطنتیں قائم ہو چکی تھیں۔ یہ معین، سبا، حضر موت اور کتبانی سلطنتیں تھیں۔ سبائی حکومت ۱۱۵ ق م میں ختم ہو گئی اور ان کی جگہ حمیری سلطنت نے لے لی۔ سبائی سلطنت کی تباہی دو وجہوں سے ہوئی اول تو وہ اپنی پڑوسی سلطنتوں سے برابر لڑتے رہتے تھے۔ دوسرے ۳۳۲ ق م میں یونان نے مصر فتح کر کے سکندریہ کا شہر آباد کر لیا تھا۔ پہلے ہند اور مصر کی تجارت بحر عرب کے زریعے یمن جاتی تھی۔ اور پھر خشکی کے راستے مختلف اسواق سے ہوتی ہوتی ذوالحنہ، مکہ اور عکاظ ہوتی ہوئی شام و مصر تک پہنچ جاتی تھی۔ لیکن بطلیموسوں (یعنی مصر کے یونانی فاتحوں) نے ہند سے اسکندریہ تک خشکی کا راستہ محفوظ کر دیا اور یمن کی ساحلی تجارت ختم ہوتے ہی اہل سبا کا شمالی عربوں یعنی نبطیوں سے تعلق ختم ہو گیا اور سبائی قوم منتشر ہو گئی یعنی سلطنت اس سے پہلے ختم ہو چکی تھی۔

مسیح سے ۱۱۵ سال پہلے جو حمیری سلطنت قائم ہوئی تھی۔ اس پر رومی شہنشاہ گیلس نے ایک ناکام حملہ کیا تھا۔ اس کے بعد اہل حبشہ نے قسطنطنیہ کے نصرانی شہنشاہ کی مدد سے ۵۲۵ء میں یمن کی یہودی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ اس حکومت نے نصرانیت کو ترقی دینے کے لئے ایک بڑا گرجا تعمیر کیا تھا۔ لیکن بنو کنانہ کے ایک شخص نے یہ سمجھا کہ اس کی وجہ سے نہ تو یمن کے تاجر مکہ جائیں گے نہ مکہ کے پجاریوں کی آمدنی ہو گی اس لئے اسے نجس کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ کے بت خانہ کو ڈھانے کے لئے حبشی گورنر ابرہہ نے مکہ پر ۵۳۵ء میں حملہ کر دیا لیکن فوج میں چیچک کی وبا پھیل گئی اور لشکر تباہ ہو کر ناکام واپس ہو گیا۔ اس زمانے میں رسول عربی کے دادا عبدالمطلب مکہ کے پنچایتی راج کے صدر تھے۔ اسی سال خسرو نوشیرواں نے دعوت کے بہانے مزدک اور اس کے ساتھیوں کو بلا کر زندہ دفن کرا دیا اور چالیس سال بعد ۵۷۵ء میں یمن کی نصرانی سلطنت کا بھی خاتمہ کر کے ایرانی گورنر مقرر کر دیا

حیرہ۔ غسان۔ کندہ

فرات اور ریگستان عرب کے درمیان بنو لخم کی سلطنت قائم تھی۔ یہ عرب تھے

Marfat.com

اور موجودہ سے چند میل کے فاصلہ پر ان کا دارالسلطنت تھا۔ یہ شاہ فارس کے حلیف و معاون تھے اور ہمیشہ بنو غسان اور رومی سلطنت سے برسرپیکار رہتے تھے ۶۰۲ء میں خسرو ثانی نے اس علاقہ کو فتح کرلیا۔

عرب کے شمال مغرب میں شرق اردن کے علاقہ تحرمین بنو غسان آباد تھے۔ رومی شہنشاہ جسٹی نی ان نے حارث کو اس علاقہ کا بادشاہ اور روم کا نواب مان لیا تھا۔ یہ قوم ہمیشہ حیرہ والوں سے لڑتی رہتی تھی۔ ۵۲۸ء میں حیرہ کے بادشاہ منذر کو شکست بھی دی تھی۔ چھٹی صدی کے آخری میں اس سلطنت کے کئی ٹکڑے ہو گئے تھے۔ بعض آزاد تھے اور بعض ایرانی سلطنت میں شامل کر لئے گئے تھے۔

پانچویں صدی مسیحی کے آخر میں آکل المرار نے وسط عرب میں بنو کندہ کی ایک حکومت قائم کرلی تھی۔ یہ یمنی حکومت کے حلیف و معاون تھے۔ ابرہہ نے جب مکہ پر حملہ کیا تھا تو اس کے سردار بھی ابرہہ کے ساتھ تھے۔ ان کی سلطنت بحرین و یمامہ تک پھیل گئی تھی۔ امراء القیس اسی قبیلہ سے تھا۔

اوس و خزرج

جس طرح یمن میں بنو قحطان کی سلطنتیں اور تجارتی منڈیاں قائم تھیں اسی طرح اسی نسل کے لوگ یثرب میں آکر آباد ہو گئے تھے اور آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں اوس خزرج کے نام سے مشہور تھے۔

Marfat.com

چھٹی فصل۔ مکہ

تمدنی زندگی میں مرکزی شہروں اور تجارتی گزر گاہوں کا بڑا درجہ ہے۔ ایتھنز، رومہ، انطاکیہ، بلخ، رے، بغداد، دمشق، یزد، غزنی، ٹکسلا، دہلی اور کاشی وہ چند نام ہیں جو عرصہ تک مرکز علوم رہ چکے ہیں ان میں سے ہم مختصر طور پر سکندریہ اور کاشی کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد مکہ کی مرکزیت پر روشنی ڈالیں گے۔

سکندریہ

سکندر اعظم نے ۳۳۲ ق م میں سکندریہ کو آباد کیا تھا اور سکندر کے بعد ہی سلیوکس نے شام میں انطاکیہ بسایا تھا۔ یہ دونوں شہر تجارت اور تجارت کی وجہ سے یونانی و یہودی کلچر کے مرکز بن گئے تھے۔ سکندریہ میں یروشلم کے وہ یہودی آباد تھے جنہیں بطلیموس نے یروشلم ۳۱۰ ق م میں فتح کر کے شہربدر کر دیا تھا۔ غالباً اسی زمانہ میں کتاب ایوب لکھی گئی تھی۔ کتاب ایوبؑ سے قرآن کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے کہ شیطان ایک فرشتہ تھا اور خدا سے سوال جواب کیا کرتا تھا۔ یونانی فلسفہ نے یہودیوں میں جس تشکیک کی ابتدا کی تھی وہ یہی زمانہ ہے۔ اسی زمانہ میں یہودیوں نے یونانی زبان سیکھی اور عہد نامہ قدیم کا یونانی میں ترجمہ بطلیموس ثانی کے زمانے میں ۲۴۷ ق م تک ہوا۔ اسی کو توراۃ السبعین کہتے ہیں اور سکندریہ میں اپنی سب سے بڑی آباد قائم کر لی۔ یہیں فیلو نے یہودی علم کلام کی بنیاد رکھی اور یونانی فلسفہ کو توراۃ سے ملا کر انسان اور خدا کی ماہیت سے بحث شروع کی۔ لوگاس (جس سے عربی لفظ "لغت" بمعنی نطق یا عقل

Marfat.com

ہے) کے ذریعے سے خدا اور مادہ کا تعلق ظاہر کیا۔ پھر یہ فلسفہ ایک قسم کا تصوف بن گیا۔ اس کے علاوہ بیگانے (یعنی غیر PAGAN) مذاہب تصوف میں نوافلاطونیت اور نوفیثاغوریت بھی پیدا ہو گئیں۔ یہ مذاہب فلسفہ اپنے کو گیانی (GNOSTIC) یا الہامی کہتے تھے۔ مسیحیت کے پیدا ہونے کے بعد یہ تصوف مسیحیت میں جذب ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ زردشتیت، مانویت اور بدھ مذہب کے اثرات سے مل جل کر ایک معجون مرکب تیار ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تشکیک (SKEPTI CISM) عام ہو گئی اور ہر فلسفی اپنے خیال کو الہامی قرار دینے لگا۔

۷۰ میں سکندریہ رومی قبضہ میں باضابطہ چلا گیا۔ اس سے پہلے اگرچہ یونانی شاعروں نے یہاں کافی نشوونما حاصل کی لیکن وہ قدیم رزم نگاروں ڈرامہ نویسوں اور مرثیہ اور غزل لکھنے والوں سے بہتر نہ تھے۔ البتہ سائنس کی دنیا میں وہ اپنا نام چھوڑ گئے اور اب تک سکندریہ کے نحوی، لغوی، مورخ، جغرافیہ نویس، نجومی (بطلیموس) ریاضی داں (اقلیدس) طبیب طبیعیاتی (ارشمیدس) ان کے ساتھ فیلو (PHILO) کی تمثیلی موشگافیاں اب تک دنیا کے لئے حرز جان بنی ہوئی ہیں۔ اس نے یہوا کو فلسفیوں کا تصور مطلق قرار دیا۔ افلاطون کے افکار مجردہ کو فرشتے بنایا اور توراۃ کے "کلام الٰہی" (WORD OF GOD) کو سٹوئک (کلبی (STOIC) فلسفیوں کا لوگاس (لفظ، عقل) بنا دیا۔ اور پھر لوگاس یا عقل اول کو خدائے ثانی "خدا کا اکلوتا بیٹا" خدا کا عکس اور نہ جانے کیا کیا بنایا۔ یہی تصور انجیل کے مصنفوں تک پہنچا جو لوگاس کو خدا کا شفیع ماننے لگے اور اس کے ذریعے سے نجات کا راستہ ڈھونڈھنے لگے، پھر یہی تصور یہودیوں کا مسیحا بن گیا اور نصرانیوں میں آکر کرائسٹ بنا۔ آخر کار یہ فلسفی مسیحی بن گئے اور جو لوگاس (عقل) فلسفیوں کو دنیا کے افکار سے نجات دلاتی تھی اور مایوسوں کی پناہ تھی، وہ اب نئی شکل میں رومی غلامی سے نجات دلانے والا مسیح یا بادشاہ بن گئی۔

اس طرح سکندریہ نہ صرف یہودیت کا بلکہ نصرانی فلسفہ و سیاست کا مرکز بن گیا۔ اور یہاں کے غلاموں اور دل برداشتہ یہودیوں نے نجات دہندہ کے تصور کو مصری دیوتاؤں کے تثلیث سے ملا جلا کر ایک نیا مذہب مسیح کے نام پر جاری کر دیا یہی نہیں

Marfat.com

بلکہ اسکندریہ میں سنٹرل ایشیاء کی طرف سے اور مکہ کے راستہ سے جو ہندی تاجر گئے انہوں نے بدھ دھرم کو سکندریہ والوں سے روشناس کرایا اور رحم و صداقت کا بدھ تصور بھی مسیحی مظلوموں کی تاریخی ضرورت کو پورا کرنے لگا اور انہوں نے رحم و شفقت کو اپنے دین کا جز بنالیا۔

اب مکہ سے ہوتی ہوتی یہ تصوراتی اشیاء کاشی (بنارس) پہنچیں اور دریائے نیل کے پانی نے زمزم سے اور زمزم کے پانی نے گنگا سے مل جل کر جو توحید بنائی وہ توحید وجودی کہلاتی ہے۔ یعنی اس میں ہر مشروب کی کیفیت اور ہر پھول کی خوشبو ہے۔ اس اختلاط تصورات سے جو تصوف تیار ہوا اس میں وحدت وجود بھی ہے وحدت شہود بھی اور بے خودی و محبت کی وہ شراب بھی ہے جس نے ابو سعید ابوالخیر سے چوتھی صدی ہجری میں یہ کہلوایا تھا کہ

در راہ یگانگی نہ کفرست و نہ دین۔۔۔یک گام ز خود برون نہ و راہ ببیں
اے جان جہاں تو راہ اسلام گزیں۔۔۔با مار سیہ نشیں و باخود منشیں

کاشی یا ناتی مکتہ

ہند میں بدھ مذہب نے بہت سے تعلیمی اور کلچری مرکز بنا دیئے تھے اور اپنے بھکشوؤں کو حکم دیا تھا کہ سچائی اور محبت کا پیغام دنیا بھر میں پہنچاؤ۔ اس سے پہلے علم صرف برہمنوں کی جاگیر تھا اور عام لوگ اور عورتیں اس سے محروم تھیں۔

کاشی (موجودہ بنارس) ہند کے آریوں کا قدیم ترین اور مقدس شہر ہے اسی جگہ قدیم آریوں کے ترانے اور دوسرے علوم ویدوں اور شاستروں کی شکل میں مدون ہوتے تھے۔ یہیں ان کے مختلف فلسفے بنے تھے۔ اسی جگہ گوتم بدھ نے تعلیم پاکر دھرم چکر (قانون قدرت کی تعلیم) کو گردش دی تھی۔ پھر یہیں سے شنکراچاریہ نے شیو پرستی کی فتح حاصل کرکے "ہمہ اوست" کے فلسفہ کو بدھ مت کے مقابلہ میں رائج کیا تھا۔ یہیں سے شکتی پرستوں نے عیش و نشاط و لذت جسمانی کے فلسفہ کو پھیلایا تھا اور اسی جگہ سے جینیوں اور ویشنووں نے اپنے خیالات عام کیے تھے۔ یہاں نہ صرف درگا،

Marfat.com

گنیش، سوریہ، وشنو، رام اور پاس ناتھ کے مندر ہیں بلکہ ایسے عالم بھی موجود ہیں جن کا فیصلہ کل ہند میں مانا جاتا ہے۔

اس شہر کا قدیم نام اتی مکتہ یا "نجات کی جگہ" ہے ہندوؤں کا یہ بھی قول ہے کہ مکہ (حجاز) بھی مکتہ یا مکشہ بمعنی "نجات کی جگہ" ہے۔

مکہ

چھٹی صدی مسیحی تک دنیا میں جو مذاہب اور فلسفے پیدا ہو چکے تھے۔ مثلاً یہودت، بدھ مذہب، مزدیت، نصرانیت اور مانویت ان میں اکثر عرب کے سکندریہ یعنی مکہ میں آکر ایک دوسرے سے اپنے تصورات کی جنسوں کا مبادلہ کر کے دنیا میں پھیل رہے تھے۔

مکہ عربستان کا قدیم ترین شہر ہے۔ عربی میں اسے مکہ اور بکہ کہتے ہیں فارسی میں مہ کہ یعنی چاند کی جگہ، اور سنسکرت میں مکتہ یعنی نجات کی جگہ کہتے ہیں اس شہر کے بیچ میں ایک معبد ہے جس کی بناوٹ مکعب ہے اس لئے اسے کعبہ کہتے ہیں۔ شہرستانی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک زمانے میں یہ زحل (کیوان) (SATURN) کا مندر تھا۔ (ملل و نحل ۴۳۱)۔

عربوں کی روایت ہے کہ کعبہ کی عمارت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھوں سے بنائی تھی اس کی تصدیق قرآن سے ہوتی ہے۔ اور اس میں تو شبہ ہی نہیں کہ حجاز عرب پر آج تک کبھی کسی غیر عربی قوم کا قبضہ نہیں ہوا اور وہاں کی عبادت کا طریقہ ہزاروں برس سے مسلسل قائم ہے، اگرچہ اسلام نے ان میں اصلاح کر دی ہے لیکن یہ عبادت گاہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آمد سے پہلے قائم تھی اور اس کے آثار باقی تھے قرآن کہتا ہے کہ (وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ) جب خدا نے ابراہیم کو بیت یا بیت اللہ کے مقام کو بتایا تو انہوں نے اس جگہ اس مکان کی تعمیر کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بابلی بت پرستی اور کواکب پرستی سے منہ موڑ کر

جب خدا پرستی اختیار کی تو وہ کنعان گئے اور پھر حجاز آئے مکہ کی وادی میں جو بیت اللہ پرانے بیت کی جگہ پر آپ نے بنایا اس کی بناوٹ عجیب قسم کی ہے علی بے نے جو حرم مکہ کا نقشہ دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرق کی دیوار سینتیس ۳۷ فٹ دو انچ کی ہے اور مغرب کی اڑتیس ۳۸ فٹ چار انچ کی ہے شمالی دیوار انتیس ۲۹ فٹ کی ہے اور جنوبی دیوار اکتیس ۳۱ فٹ سات ۷ انچ کی ہے۔ اس طرح جو چار پہلو کا مکان بنا ہے وہ مربع نہیں ہے۔ اگر چاروں دیواروں کی اوسط لمبائی نکالی جائے تو چونتیس ۳۴ فٹ ایک انچ ہوتی ہے۔ عمارت کی بلندی کی پیمائش سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چونتیس فٹ چار انچ ہے یعنی دیواروں کی اوسط لمبائی سے بقدر تین انچ زیادہ ہے۔ دو دیواروں کے ملنے کی جگہ پر حجر اسود اس طرح نصب ہے کہ اعتدال شمسی کے وقت (۲۱ مارچ اور ۲۲ ستمبر کو) سورج کی شعاعیں براہ راست (نقشہ نمبر ۱) کعبۃ اللہ حجر پر پڑتی ہیں۔ گویا یہ کعبہ ایک بابلی رصد گاہ ہے۔ جس سے حج کے شمسی موسم معلوم ہوتے ہیں۔

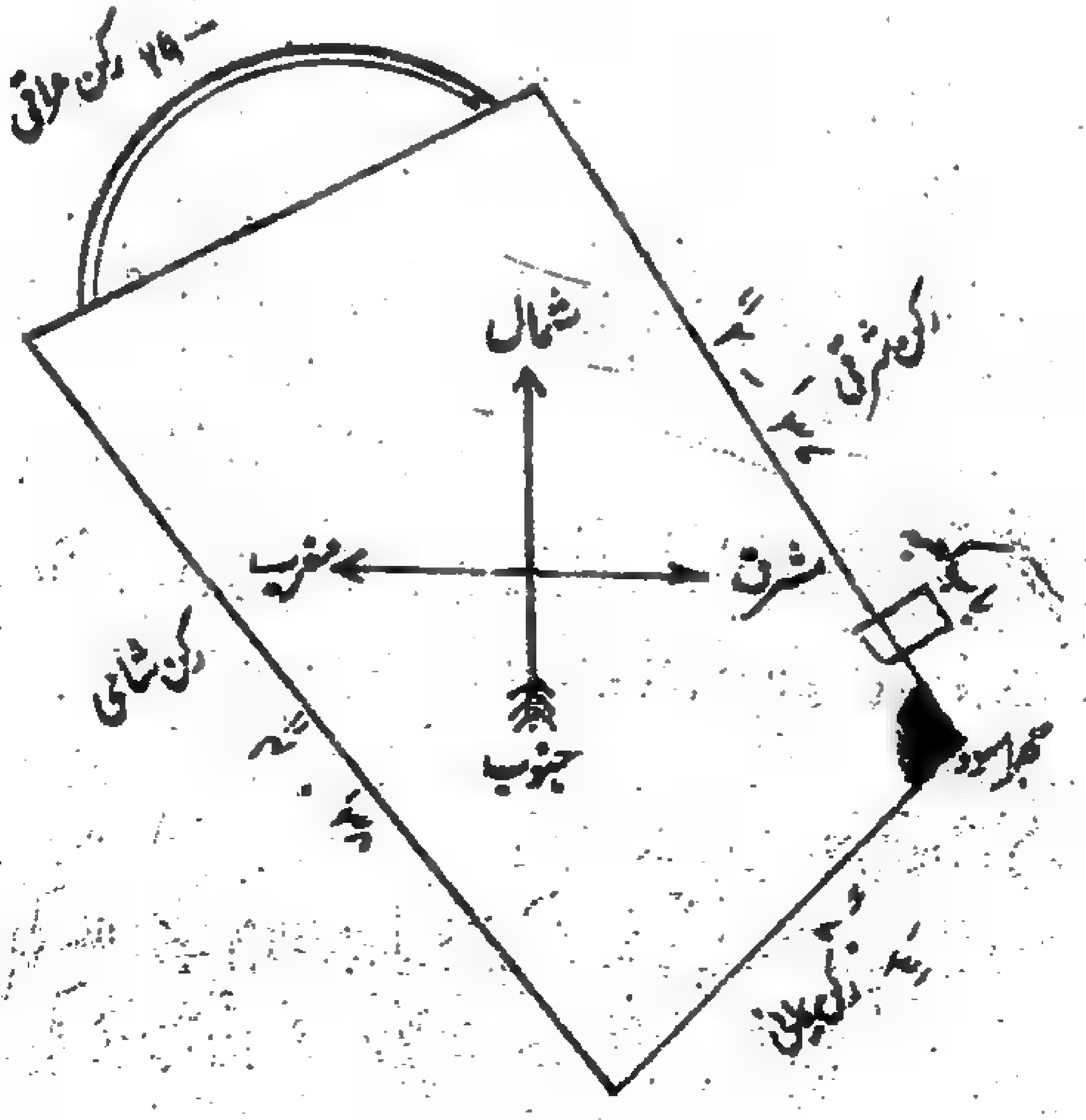

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ کو ایک قدیم تر بنیاد پر تعمیر کیا تھا۔ یہ بنیاد اس زمانے کی ہو سکتی ہے جب کہ سام بن نوح سے سامی نسل عرب میں پیدا ہوئی تھی۔ اور اس نے پہلی عبادت گاہ بنائی تھی۔ اس میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ کعبہ کے طواف کا طریقہ عبادت ہند میں ہزار ہا سال پرانا موجود ہے۔ بابل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے بہت پہلے بعل پرستی یعنی شمس پرستی رائج تھی۔ یہی حال ہند کا اب تک ہے را یا روی یا ربی (یعنی سورج۔ سوریہ: خور خورشید) اب تک پوجا جاتا ہے۔ اس لئے کعبہ بھی کسی زمانے میں سورج پرستی کا مرکز بن گیا ہوگا۔ اس نظریہ میں ایک اور چیز مدد دیتی ہے کہ بنو جرہم سے جب قصی بن کلاب عدنانی نے کعبہ کی تولیت حاصل کی تو خود قصی کے پوتے عبد شمس بن عبدالدار کا نام سورج پرستی کی بنا پر رکھا گیا اور قصی نے اپنے دو بیٹوں کا نام عزیٰ اور مناف دیویوں کی بندگی کی نسبت سے رکھا تھا اور پانچویں صدی مسیحی میں عرب کے اندر بت پرستی اور جن یا دیو پرستی عام ہو گئی تھی۔

مکہ اور خالدیہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آذر تھے جو اس مندر کے پجاری تھے جس میں خالدیہ (عراق) کے باشندے ہزاروں سال پہلے سورج چاند اور ستاروں کی نقل و حرکت کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ علوم نجوم میں اس زمانے کے پجاریوں نے کمال حاصل کر لیا تھا۔ اور وہیں سے یہ فن یونان اور کل دنیا میں پھیلا ہے۔ مسیح سے ہزار ہا سال پہلے ان لوگوں کو معلوم تھا کہ اٹھارہ سال گیارہ ماہ کے بعد چاند پھر آسمان میں اسی جگہ آ جاتا ہے جہاں سے وہ چلا تھا اس طریقہ کو وہ "سروس" کہتے تھے اور اس علم کے ذریعے وقوع سے بہت پہلے مختلف گرہنوں کو بتا دیتے تھے۔ مسیح سے تین ہزار آٹھ سو سال پہلے کی جو خشتی کتب خانے عراق میں نکلے ہیں ان سے سمیریوں اور بابلیوں اور خالدیوں کی نجومی معلومات پر گہری روشنی پڑتی ہے۔ یہ لوگ سورج کو بعل یا آقا (شوہر) کہتے تھے اور اسی کو

کائنات کا حیات بخش آقا اور قانون ساز مانتے تھے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج چاند ستاروں کو آقا یا رب ماننے سے انکار کر دیا اور اس خدا کی طرف متوجہ ہوتے جس نے ان اجرام فلکی کو پیدا کیا ہے۔ یقیناً وہ نجوم کی پوری معلومات رکھتے تھے، چونکہ ان کے والد آذر اس معبد یا رصد گاہ کے ناظم اعلیٰ تھے۔ بعینہ یہی حالت بعد میں ان کی اولاد کی ہوتی۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصری ساحروں اور پروہتوں کے کل علوم و فنون فرعون کے یہاں رہ کر سیکھے اور ان سب سے منہ موڑ کر خدا پرستی کو اپنا شعار بنایا اور سحر و نجوم پر لعنت بھیجی۔

ظاہر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں آکر بیت اللہ کی تعمیر کر رہے ہوں گے تو انہوں نے نجوم نافع سے تعمیر کعبہ میں ضرور مدد لی ہوگی اور عمارت کی دیواریں اس انداز سے بنائی ہوں گی کہ آفتاب و ماہتاب اور دیگر ثوابت و سیارگان کی گردش کا اندازہ رہے۔ بیت اللہ کے نقشے سے ایک چیز صاف ظاہر ہے کہ اس کا وہ زاویہ جس میں حجراسود لگا ہوا ہے مشرق کی طرف ہے اور عمارت کے سب زاویوں سے بڑا ہے۔ اس کا نتیجہ ایک غیر ماہر نجوم پر طلوع آفتاب کے وقت ظاہر ہو جاتا ہے۔ سخت جاڑوں کے زمانے میں رکن یمانی یعنی جنوبی دیوار پر آفتاب کی پہلی شعاعیں پڑتی ہیں اور سخت گرمیوں میں رکن شرقی یا مشرقی دیوار پر روشنی ہو جاتی ہے۔ اور جب اعتدال ربیعی ۲۱ مارچ کو اور اعتدال خریفی ۲۱ ستمبر کو ہوتا ہے تو آفتاب پہلے حجراسود کو منور کرتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ دن بڑھنے یا گھٹنے لگتا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو آفتاب مشرقی دیوار کی طرف اور گھٹتا ہے تو جنوبی دیوار کی طرف مائل ہوتا ہے۔

مکہ کے موسمی میلے حج اکبر و اصغر

یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نہ صرف بابل و مصر میں بلکہ ہند میں بھی گرمی اور سردی کے اعتدال کے اوقات پر دو بڑے بڑے میلے یا تہوار ہوا کرتے تھے اور سال کی ابتدا بہار کے موسم میں اعتدال ربیعی یا ۲۱ مارچ کے قریب قریب ہوا کرتی تھی۔ چونکہ چاند سے مہینہ کا شمار ہوتا تھا اس لئے ۳۵۵ دن کا سال ہوتا تھا اور بعض قومیں ہر تیسرے

سال ایک مہینہ بڑھا کر اس کمی کو پورا کر لیا کرتی تھیں، جو شمسی سال کے مقابلے میں دس گیارہ دن سالانہ کی کمی ہوتی تھی۔ عرب میں اسے نسیٔ کہتے تھے۔ ہند میں اسے لمبت کہ مہینہ کہتے ہیں۔ بعض اقوام میں ہر سال چند دن بڑھا دیئے جاتے تھے۔ غرض ہر جگہ تہواروں اور میلوں کے لئے مذہب کے نام پر نجومی کام کیا کرتے تھے۔ بہت ممکن ہے کہ بابل و خالدیہ کی روایات سے یا یہودیوں کی عید فصح سے یا قدیم ایرانیوں کے نو روز سے یا ہند کی ہولی سے عربوں نے اپنے نئے سال کو شروع کرنا سیکھا ہو۔ لیکن اس میں ذرا شبہ نہیں کہ ان کے نامی الشہور یا نجومی خانہ کعبہ پر سورج کی کرنوں کا فیضان دیکھا کرتے تھے اور اس سے ٹھیک وقت اعتدال ربیعی یا اعتدال خریفی کا معلوم کر لیتے تھے۔ البتہ ابھی یہ تحقیق کرنا باقی ہے کہ کعبہ کے تین اور زاویوں سے کیا مراد تھی۔ اور آیا وہ چاند کا رخ بتاتے تھے یا قطبین کا یا کسی اور ستارے کا۔

اعتدال ربیعی کے زمانے میں حج اکبر یعنی بڑا میلہ ہوتا تھا اور عربوں کے بازاروں میں پھر پھرا کر سب مکہ کے قریب عرفات میں میلہ لگاتے تھے۔ اعتدال خریفی رجب کے مہینے میں ہوتی تھی۔ اس زمانے میں عمرہ یا حج اصغر ہوا کرتا تھا۔ ابن جبیر کے زمانے میں یہ پورا مہینہ نہایت دھوم دھام سے بسر ہوتا تھا۔ ویسے بھی نئے چاند کے دن اور پورے چاند کے دن عمرہ کرنے کا دستور تھا۔ بعینہٖ اماوس (ہلال) اور پورنما (بدر) کی رات کو ہندوستان میں اب تک پوجا اور میلہ ہوا کرتا ہے۔ مکہ میں رجب کی چاند رات عورتوں کی عبادت کے لئے مخصوص تھی۔ جاہلیہ میں رحلتہ الصیف اسی موسم میں ہوتی تھی غرض کہ نہ صرف مکہ میں بلکہ تمام دنیا میں ان دونوں موسموں میں میلے اور مذہبی مراسم ادا کئے جاتے تھے۔ ایران میں بہار کے زمانہ میں نوروز ہوتا تھا ہند میں ہولی اور فلسطین میں عید فصح ہوتی تھی، اسی طرح نصف سال یعنی رجب کے موسم میں بھی ایران میں جشن نوسردہ اور ہند میں دسہرہ ہوتا ہے۔ یہودی اور بابلی بھی اس موسم میں تہوار منایا کرتے تھے اور عرب میں ہر تیسرے سال ایک مہینہ بڑھا کر شمسی سال بنا لیا جاتا تھا۔ اسے نسیٔ کہتے تھے۔

اب عبادت کے طریقے کو دیکھئے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف ہوتا تھا۔ اس کے

بعد لوگ اپنا سر منڈاتے تھے اور بتوں پر جانوروں کی قربانیاں کرتے تھے۔ اسی طرح ہند میں بت خانوں، استادوں، شوہروں کا اب تک طواف یا "پری کرما" ہوتا ہے۔ سر منڈانے کے بعد دریا میں نہانا اور قربانی کرنا ایک عام دستور ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ ہندو داہنے سے بائیں ہاتھ کی طرف جاتے ہیں اور آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے یہ دستور بنا دیا کہ بائیں سے داہنے ہاتھ کی طرف جائیں۔ اس لئے داہنے ہاتھ کو یمین یعنی یمن و سعادت کی طرف لے جانے والی سمت کہتے ہیں۔ ممکن ہے عرب کے جنوبی حصہ کا نام یمن بمعنی سعادت (ARABIA FELIX) اسی مادہ راستی و سعادت سے بنا ہو۔ سنسکرت میں بھی دکھشن آچاری ان لوگوں کو کہتے ہیں جو دائیں بازو والے (RIGHTIST) ہوں۔ اور بام آچاری ان لوگوں کو کہتے ہیں جو قدیم علم سے روگردانی کر کے الٹے رستے والے (LEFTIST) بن گئے ہوں۔

مکہ اور ویدک دھرم

ہند قدیم کا ویدک مذہب مختلف عناصر قدرت کی پرستش کرنا بتاتا ہے۔ سندھ میں جو قدیم آثار ملے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی مذہب سامی مذہب تھا۔ وہاں مہاماتی۔ سانپ اور بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ وہاں کی مہریں اور برتن بھی بابلی تہذیب کی یاد دلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ جنوبی ہند میں شیو کی پوجا عام طور پر جاری ہے۔ جو شمالی ہند میں بھی پھیل گئی تھی۔ اور ویدوں کے زمانے کے دیوتا رودرا (رعد) نے شیو دیوتا کی شکل اختیار کر لی تھی۔ توراۃ میں اس کا نام شیون (CHIUN) ہے راموس ۲۵>۲ ۵:7 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیو کی پرستش کبھی مغربی ممالک سے یا سندھ سے ہند میں آتی تھی۔ جس طرح بابل میں بعل کو سورج کا بت کہتے تھے اسی طرح ہند میں لنگم پتھر کو سورج کا بت سمجھتے تھے۔ کرنل ٹاڈ کا بیان ہے کہ راجستھان میں اسی طرح کے ہزاروں مہادیو یا بعل ہیں۔ شیو کے بہت سے نام ہیں۔ وہ سورج ہے زمانہ ہے اور وقت ہے۔ سورج کا نمائندہ زمین پر وہ گول پتھر ہوتا ہے جو مہادیو یا ایشور کہلاتا ہے اور عرب میں حجر اسود کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ہند کے وہ تاجر جو مسیح سے ہزار سال پہلے سے

Marfat.com

عرب آتے جاتے تھے انہوں نے حجراسود کے نمونے پر ہند میں لفظ "اسود" کو شیو بنالیا ہو اور اس کی پرستش شروع کر دی ہو اور مکہ کی طرح اس دیوتا کے قریب سر منڈانا اور حج کے بعد قربانی کرنا سیکھ لیا ہو۔ مکہ میں حجراسود پر پانی نہیں چڑھایا جاتا۔ بہت ممکن ہے کہ قدیم زمانے میں پانی جیسی قیمتی چیز کو اس پتھر پر ڈالنے کی رسم وہاں موجود ہو۔ ہند میں یہ رسم جاری ہے اور عام دستور ہے کہ شیو کے لنگم اور خود سورج کے سامنے پانی پیش کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ہند میں پانی ایسی نایاب چیز نہیں جس کے حاصل کرنے کے لئے پجاریوں نے یہ طریقہ رائج کیا ہو لیکن قدیم زمانے میں بتوں پر قربانی کا خون چڑھانا عام بات تھی۔ عرب اور ہند دونوں جگہ انسانی قربانی بھی رائج تھی۔

سنسکرت میں سورج کو ربی بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ سامی لفظ ہے۔ اصل سنسکرت کا لفظ سوریہ ہے جو خوریہ یا خورشید سے بنا ہے۔ لیکن عربی میں رب دیوتا اور آقا دونوں کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ بھی عرب سے ہند آیا ہے۔ وہ لوگ حجراسود اور دوسرے دیوتاؤں کو رب کہا کرتے تھے۔ ہند کے تاجروں نے وہی لفظ اور طریقہ عبادت یعنی طواف (پری کرما) خونی قربانی اور زمزم کے پانی کی طرح دریاؤں کے پانی کی قدر و منزلت ہند میں بھی شروع کر دی۔

یہود اور مکہ

ڈوزی کی تحقیق ہے کہ حضرت داؤد کے وقت سے یہودی مکہ میں موجود تھے۔ اس کے علاوہ وہ یمن اور دوسری تجارتی بندرگاہوں میں بھی کاروبار کرتے تھے (مکہ اور اسرائیل جرمن ترجمہ لائپزگ ۱۸۶۴) پھر مسلسل ان لوگوں پر عذاب الٰہی نازل ہوتا رہا۔ کبھی بخت نصر نے، کبھی ایرانیوں نے اور بعد میں سکندر اور رومی سامراج نے ان کو تباہ کیا اور یہ لوگ یمن، مدینہ، خیبر، افغانستان اور دوسرے ملکوں میں منتشر ہو گئے۔ نسلی طور پر بنو اسرائیل اور بنو اسماعیل دونوں ابراہیم کی اولاد سے تھے اور دونوں سامی النسل تھے اور اسماعیل عربوں کا شجرہ نسب حضرت ابراہیم تک پہنچتا تھا۔ اس واسطے ان میں صحیح ابراہیمی اور اسماعیلی روایات زبان زد تھیں۔ بخلاف اس کے بنو اسرائیل زیادہ تر

Marfat.com

غلامی اور پریشانی میں مبتلا رہے انہیں کی کیروس (سائرس) نے آزادی دی اور اسی زمانہ میں انہیں اپنی زبانی روایات کو بابلی نقشے میں ڈھالنے اور دوبارہ آزاد اور حکمران قوم بننے کا شوق پیدا ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن بھی بار بار اس قوم کے افسانوں کو دہراتا ہے اور بنو اسماعیل کو خبردار کرتا ہے کہ تم اپنے بھائیوں (بنو اسرائیل) کی تاریخ سے سبق لو۔ دیکھو وہ چار سو سال تک مصر میں غلام رہے پھر موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے ہجرت کر کے غیر مصریوں میں زندگی گزاری اور فرعون کے مرنے کے بعد دوسرے فرعون کے زمانے میں مصر واپس آئے اور بنو اسرائیل کو آزاد بنا کر اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اولوالعزم اور صاحب شریعت نبیوں میں مانا گیا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کی نبوت و بادشاہت کی یاد دلائی گئی کہ وہ دور بھی بنو اسرائیل کی سیاسی آزادی اور دنیوی سربلندی کا زمانہ تھا۔ قرآن بار بار کہتا ہے کہ جب انہوں نے قوانین الہیہ میں تحریف شروع کی یعنی یکجہتی اور اخوت انسانی کی جگہ بنی۔یہوداہ اور بنی اسرائیل ایک دوسرے سے لڑنے لگ گئے اور اللہ کو بھول کر طاغوت پرستی اختیار کی۔ سود خوری نے ان کی جماعت میں گھن لگا دیا۔ صدوقی اور فریسی ایک دوسرے کو کافر بنانے لگے تو ان کو پھر غلامی کا مزہ چکھنا پڑا۔ بابل والوں کو خوش کرنے کے لئے ان میں بعل پرستی آگئی۔ مصریوں کو ہموار کرنے کے لئے وہ عزیر (OSIRIS) کو ابن اللہ کہنے لگے۔ ان کی قومی روایات اور آزادی کی محبت ختم ہو گئی۔ وہ دولت کے بندے بن گئے اور زر پرستی نے ان کی جماعتی زندگی کی ترقی روک کر شخصی ترقی کی طرف لگا دیا جس کا لازمی نتیجہ تباہی تھا۔

قرآن نہ صرف آزاد یہودی حکومت اور توراتی سیاست کی تعریف کرتا ہے بلکہ اس بادشاہ کو بھی قابل تعریف ٹھہراتا ہے جس نے انہیں ۵۳۸ ق م میں مذہبی اور سیاسی آزادی بخشی۔ قرآن اسے ذوالقرنین کہتا ہے اور مولانا ابوالکلام آزاد نے تاریخی شواہد سے یہ بتایا ہے کہ قرآن کا ذوالقرنین کا ئروس یا کوروش ہے (ثقافتہ الہند ج ۱۔ ۳۰۲) اس عظیم الشان فاتح کی عام مذہبی و سیاسی رواداری اور عدل گستری کے دشمن تک مداح ہیں۔ اور جو لوگ سکندر کو ذوالقرنین کہتے ہیں وہ شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ اس سے

Marfat.com

زیادہ بے رحم اور خونخوار شاید ہی کوئی فاتح پیدا ہوا ہو۔ یہ اتنا محسن کش تھا کہ نہ صرف اپنے باپ کو قتل کرایا بلکہ اپنے استاد ارسطو کے ساتھ بھی بہت بری طرح پیش آیا۔ اور اپنے رفیق اور مداح فلسفی کلستھینز کو بلاوجہ قتل کر دیا۔ مصر میں آکر اتنا مغرور ہو گیا کہ اپنے آپ کو فرعونوں کی طرح خدا سمجھنے لگا۔

یہودی شمس پرستی

"خدا کے گھر (بیت اللہ) کا دروازہ شمال کی طرف تھا (جیسا کہ کعبہ میں ہے اور وہاں عورتیں تموز (سورج دیوتا) کو رو رہی تھیں (حزقیل : ۶۔۱۴)" اور دروازہ پر پچیس آدمی بیت اللہ کی طرف پیٹھ کئے ہوئے کھڑے تھے اور وہ مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے سورج کو پوج رہے تھے"۔ (حزقیل ۸ : ۱۶)

بہرحال قرآن کہتا ہے کہ دنیا والے بنو اسرائیل سے سبق لیں۔ ان کی طرح سیاسی ترقی کریں لیکن قوانین الٰہیہ کو محرف کر کے غلامی کے گڑھے میں نہ گریں۔ اس غلامی کو قرآن نے ذلت و مسکنت کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے اور یہودیوں کو ابھارا ہے کہ وہ اس ذلت کے خلاف بغاوت کریں۔

مکہ اور جین و بدھ مذاہب

جین اور بدھ مذہب کے بانی چھتری تھے۔ انہوں نے مسیح سے پانچ سو برس پہلے برہمنوں کو یہ بتانا شروع کیا تھا کہ دیوتاؤں کو خون اور گوشت سے خوش کرنا سراسر عقل کے خلاف ہے۔ اور اس سے بڑا کوئی جھوٹ نہیں کہ دیوتا جان مار کر خوش ہوتے ہیں۔ مکہ کے پجاری بھی ایک قسم کے برہمن تھے وہ بھی بتوں پر قربانیاں کراتے تھے اس کے علاوہ عام طور پر عربوں میں قتل و غارت گری قصاص و خونریزی کا رواج تھا بلکہ وہ اس پر فخر کرتے تھے مسیح علیہ السلام سے پہلے ہی اشوک کے زمانے میں یونان و اسکندریہ تک بدھ اور جین مذہب کے خیالات پہنچ چکے تھے اور لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو چلا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنا اور جانوروں کی قربانیاں کرنا سخت نا سمجھی ہے۔

Marfat.com

ممکن ہے کہ اسی تصور نے حضرت مسیح علیہ السلام پر اثر ڈالا ہو اور انہوں نے قربانی بند کرنے کی عام تعلیم دی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیحیوں نے کفارہ کا مسئلہ قائم کر کے مسیح علیہ السلام کو آخری قربانی قرار دیا ہو اور اس طرح جانوروں تک پر رحم کرنا سکھایا ہو۔ مگر جہاں تک مکہ کے پجاریوں کا تعلق ہے انہوں نے قربانی بند نہیں کی۔ اس میں ان کا ذاتی نقصان تھا۔ البتہ وہاں ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو قطعی طور پر دیوتاؤں (الہوں) اور ال الہ (اللہ) کے منکر تھے۔ اس لئے اگر جین اور بدھ مذاہب کو ملحدانہ مانا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ انکار والحاد کا یہ تصور ہند سے عرب کے مرکز یعنی مکہ میں گیا۔ اگرچہ ہم "دھرم" اور قانون کو اللہ اور واجب الوجود کا مترادف مانتے ہیں اور مہاویر اور بدھ کو ملحد تسلیم نہیں کرتے)

جین اور بدھ مذہب میں سچائی پر بہت زور دیا گیا اور اسے بھی اہنسا (جان نہ لینے) کے ساتھ ساتھ ہند والوں کو بتایا ہے حجاز میں جانوروں کو مار کے کھانا تو ضروری ہی تھا۔ اس لئے وہاں زراعت کی بہت گنجائش نہ تھی اور طعام یا کھانے کے معنی ہی گوشت کے ہو گئے تھے۔ البتہ جھوٹ بولنا۔ یعنی کسی کے خوف سے سچی بات اس کے منہ پر نہ کہنا اتنا ذلیل اور پست سمجھا جاتا تھا کہ کوئی عرب جان کے مقابلے میں بھی جھوٹ بولنا گوارا نہ کرتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ کوئی بہادر اور شجاع قوم کبھی جھوٹ بول ہی نہیں سکتی۔ عربوں کے نزدیک جھوٹ اور بزدلی دونوں ہم معنی لفظ تھے عرب بہادر تھے۔ جانباز تھے۔ ڈاکو تھے۔ فیاض تھے۔ قاتل تھے اور قصاص لینا فرض سمجھتے تھے۔ اس لئے قول و فعل میں کبھی تضاد نہ ہوتا تھا۔ وہ بات کے دھنی تھے اور جان چلی جاتے مگر آن نہ جاتے پر عمل کرنے کی وجہ سے شجاعت و مہمان نوازی میں یکتائے زمانہ تھے۔ ان سے اگر کوئی یہ کہتا کہ جھوٹ نہ بولو، تو اس سے زیادہ انکی توہین نہ تھی۔ لہذا اس منفی حکم یا ممانعت کی عربوں کو ضرورت ہی نہ تھی۔

البتہ وہ دو باتوں میں جھوٹ بولتے تھے۔ اور حد سے زیادہ بولتے تھے۔ وہ مبالغہ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ غلو کرنے پر فخر کرتے تھے یہ دو چیزیں شاعری اور جنگ سے تعلق رکھتی تھیں۔ انہوں نے جنگ کا دوسرا نام مکاری اور فریب کاری رکھ لیا تھا "الحرب

Marfat.com

خدعتہ" ان کا کارگذاری کا موٹو تھا۔ اور شاعری میں عشق و جنگ، حزن و فخر، مدح و ہجو میں بات کا بتنگڑ بنا دینا ان کے نزدیک نہ صرف جائز تھا بلکہ مستحسن تھا۔ لیکن یہ جھوٹ ایسا تھا جس میں بزدلی کا شائبہ بھی نہ تھا۔ وہ کھلے خزانے جھوٹ کی بھرمار کرتے تھے اور جنگ۔ میں دشمن اور شاعری میں مخاطب دونوں اس فریب اور مبالغہ کو جانتے ہوتے ان کی چرب زبانی سے دھوکے میں پڑ جاتے تھے۔

چار مقدس مہینے

البتہ ایک بات قابل ذکر ہے کہ عربوں کا نہایت ہی قدیم دستور تھا کہ سال میں چار مہینے قتل و غارت گری ناجائز سمجھی جاتی تھی اور کل عرب کے راستے محفوظ ہو جاتے تھے۔ حج اکبر کے تین مہینے ذی قعدہ ذی الحجہ اور محرم اور سال کا درمیانی مہینہ رجب، جبکہ ۲۱ ستمبر کو اعتدال شمسی کے بعد جاڑا شروع ہونے لگتا ہے۔ ان چار مہینوں میں پورے عرب میں امن عام ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ پورے سال بھر مکہ کی وادی میں خونریزی اور قصاص لینے یا لوٹ مار کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اور یہ بھی رواج تھا کہ جو لوگ حج یا زیارت کرنے کی نیت کر لیں اور احرام باندھ لیں وہ نہ صرف ایک دوسرے کو قتل نہ کریں بلکہ کسی جاندار کی جان نہ لیں۔ حتیٰ کہ گھاس کا ایک پتا بھی نہ توڑیں۔ اہنسا کی یہ شدت قربانی پر ختم ہوتی تھی۔

مکہ اور مسیحیت

عرب اور خصوصیت سے حجاز میں۔ یہودی اور نصرانی، زرتشتی اور ہندی پناہ گزینوں کی کمی نہ تھی، جب کبھی۔ یہودیوں، مانویوں، بدھ مذہب والوں اور نصرانیوں کو مذہب کے نام پر ہجرت کرنا پڑی تو انہیں سب سے امن کی جگہ حجاز اور حجاز کے وہ مذہبی مقامات نظر آئے جہاں سال بھر خون بہانا اور لڑنا جھگڑنا حرام تھا۔

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اور خود مکہ میں نصرانی موجود تھے۔ بلکہ کفار نے یہ طعنہ بھی دیا تھا کہ غیر ملکی نصرانیوں یعنی جبر اور یسار سے رسول عربی کی دوستی

Marfat.com

ہے'۔ یہ نصرانی مکہ میں لہاری کا کام کرتے تھے۔ اس کے علاوہ نجران میں، بنو عبدالقیس اور بنو حارث عیسائی تھے اور آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے ساتھ جو رواداری برتی وہ تاریخ میں اپنی آپ نظیر ہے۔ ۵۶۰ء میں یہودیوں کی شرارت سے نجران کے ہزاروں راہب اور راہبائیں نذر آتش کر دی گئی تھیں۔ قرآن نے ان کی ہمت کی داد دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نصرانیت کی اگرچہ پہلی صدی مسیحی میں ابتدا ہو چکی تھی۔ لیکن نائس کی مجلس یعنی ۳۲۵ء تک اس کا ایک متحدہ کلمہ بھی نہ بن سکا تھا اور یہ بھی طے نہ ہوا تھا کہ مسیح کون تھا اور خدا، مریم روح القدس سے اس کا کیا رشتہ تھا۔ اس طرح جو لوگ توہم پرست مسیحیوں کی بات نہ مانتے تھے وہ کافر گردان دیئے جاتے تھے۔ ان کا خون معاف تھا اور وہ لوگ عرب اور حبشہ میں پناہ لیتے تھے۔ عرب میں جو نصرانیت پہنچی تھی وہ تقریباً وہی ہے جس کو قرآن اصلی نصرانیت بتاتا ہے۔ یعنی مسیح اللہ کے بندے ہیں اور انسان ہیں۔ مانی کا بھی یہی خیال تھا کہ ان کے جسم کو صلیب دی گئی لیکن اصلی مسیح تو روح ہی روح تھے، وہ اب تک زندہ ہیں۔ یہ عقیدہ ایک حد تک دوسیت (DOCETES) فرقے کا بھی تھا۔ وہ کہتے تھے کہ یسوع مسیح بالکل خدائی نیچر رکھتے تھے۔ محض ایک خیالی جسم کو یہودیوں نے صلیب دی اور مسیح کی صلیب دہی اور دوبارہ پیدا ہو جانا محض استعارۃ تھا۔ ویلن ٹائن اور دوسرے مصری پادریوں کا خیال تھا کہ مسیح محض ایک مصلح تھے اور یوسف اور مریمؑ کے بیٹے تھے۔ یہی خیال ابیونی (EBONITES) کا بھی تھا اور موجودہ فلسطین کا موحد نصرانی بھی اس تصور کو غالباً اسلام کے اثر سے مانتے ہیں۔

شمالی عرب لخم، جذام اور غسان کے قبیلے رومی سیادت قبول کر چکے تھے اور نصرانی ہو گئے تھے لیکن اسلام سے پہلے ایران و روم میں مسلسل جنگ و غارت گری جاری تھی اور وہ قبیلے جو ایرانی شہنشاہیت سے قریب تھے وہ زرتشتی تھے۔ غرضکہ شام کی طرف نصرانیت اور عراق کی طرف زرتشت کا زور تھا اور جنوبی عرب میں حبشہ سے مسیحیت آئی تھی۔ حبشہ چوتھی صدی میں نصرانی ہو چکا تھا۔ اور چھٹی صدی میں یمن کے یہودیوں کے مظالم سے بچانے کے لئے اس نے حملہ کیا تھا۔ اسی زمانہ میں یمن میں

ابرہہ نصرانی گورنر تھا جہاں اس نے ۵۶۷ء میں ایک بڑا گرجا تعمیر کیا تھا اور کعبہ کی اہمیت کم کرنا چاہتا تھا اسی ابرہہ نے مکہ پر اس غرض سے ۵۷۰ء میں حملہ کیا تھا کہ کعبہ کے بتخانہ کو ڈھا دے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یمن اور بحرین اور شمالی عرب میں تجارتی سفر کر چکے تھے اور نصرانیوں کے عقائد سے واقف تھے۔ اسی لئے ۵ نبوی میں آپ نے مسلمانوں کو حبشہ جانے کا حکم دیا اور آپ نے عربی زبان میں یمن کا لفظ رحمان بھی داخل کر لیا۔ جو دراصل یمن اور حبشہ کے نصرانی اللہ کے لئے استعمال کرتے تھے۔ (قَالُوْ وَمَا الرَّحْمٰنُ : قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ) لیکن عام طور پر قریش نصرانیوں کے اس لئے مخالف تھے کہ انہوں نے ۵۷۰ء میں ان کے معبد کو ڈھا دینے کا ارادہ کیا تھا۔

کعبہ کے بت

مکہ کی اس قدیم عبادت گاہ یعنی کعبہ میں جو بت تھے ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہایت ہی قدیم معبد تھا جس میں بعد کے آنے والے مذہبوں کے تصورات ملا لئے گئے تھے۔ ابن الکلبی کی کتاب الاصنام جو تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی ہے ان بتوں کی تفصیل دیتی ہے۔ جو یاقوت کی کتاب المسالک والممالک میں درج ہے۔ کعبہ میں ھبل کو سب بتوں پر فضیلت حاصل تھی۔ وہ کعبہ کی چھت پر نصب تھا اور انسانی شکل کا بنایا گیا تھا۔ اسی کو زمین آسمان کا خالق کہا جاتا تھا۔ یہی جنگ کا بھی دیوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ عمرو بن لحی نے جو عرب میں بت پرستی کا بانی تھا، یہ مورت سوریہ (شام) سے لاکر یہاں نصب کی تھی۔ شام میں بابل کی حکومت تھی۔ اور ہر جگہ "بعل" کی پرستش ہوتی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ ھبل کا نام شروع میں "ھو بعل" رہا ہو اور مرور زمانہ سے ھبل بن گیا ہو۔ لات منات اور عزیٰ دیویاں تھیں اور انہیں اللہ کی بیٹیاں کہا جاتا تھا۔ ان کا باپ اللہ تھا اور ماں جنیہ یا شیطانی تھی۔ گویا یہ دیویاں رحمان و شیطان دونوں کی رشتہ دار تھیں۔ اور دونوں سے سفارش (شفاعت) کر سکتی تھیں۔ ان میں عزیٰ کے متعلق یہ خیال ہے کہ یہ وہی دیوی ہے جو بابل اور یونان میں ستارہ زہرہ یا اشتر (VENUS) کہلاتی

Marfat.com

تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عزیٰ وہی عزیرس (OSIRIS) ہو جس کی پرستش مصر میں ہوتی تھی اور جس کو عزیر کے نام سے یہودیوں نے پوجنا شروع کیا تھا کعبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام و ابن مریم کے بھی بت تھے جو فتح مکہ کے بعد آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے توڑ ڈالے بعض تصویریں بہت بعد تک باقی رہیں۔

مجوس اور مکہ

کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مزدیسناتی مذہب کے اثرات وہاں پہنچ چکے تھے، یا وہاں سے یہ تصورات سنٹرل ایشیا۔ گئے تھے۔ بہرحال یہ ثابت ہے کہ زردشتیوں کے ہر دن کا نام الگ تھا اور وہ کسی فرشتہ سے منسوب تھا۔ فرشتہ کو اہل عرب ربہ (دیوی) کہتے تھے اور مونث مانتے تھے۔ اس کے علاوہ دو خداؤں کی پرستش بھی عرب میں رائج تھی۔ یعنی ایک نیکی کا خدا یزداں اور دوسرا بدی کا خدا اہرمن۔ قرآن نے اس مجوسی یا زردشتی تصور کے خلاف یہ کہا ہے کہ "الہین" یعنی دو خداؤں کا پوجنا غلط ہے، جو الہ (اللہ) ہے وہی خیر و شر دونوں کا خالق ہے۔

سکندر نے جب ۳۳۲ ق م میں ایران کو شکست دی اور زرتشتی مقدس کتابوں کو نذر آتش کر دیا اور بابلی بت پرستی کو پھر سے زندہ کیا تو اکثر مہر پرست اور یزدان پرست زردشتی عرب میں پناہ گزیں ہو گئے۔ بعد کے ساسانی زمانے میں عراق تک ایرانی اثر تھا۔ یمن میں نصرانیوں پر یہودیوں کے مظالم بڑھ رہے تھے اس لئے قسطنطنیہ کے رومی شہنشاہ نے نجاشی کو لکھا کہ یمن پر قبضہ کر لو۔ اب نصرانیوں نے مظالم شروع کئے تو ایک عرب شیخ ایرانی دربار میں پہنچا۔ ایرانی فوج نے حبشیوں کو نکال دیا۔ لیکن چند روز بعد پھر حبشی لشکر آ پہنچا اور دوبارہ ایران کو یمن فتح کرنا پڑا۔ اس طرح ایرانی، نصرانی اور یہودی مذاہب کے خیالات تاجروں کے ذریعہ سے مکہ اور مکہ سے اسکندریہ پہنچنے لگے۔ واپسی میں مکہ سے یمن اور یمن سے ہند تک یونانی اور یورپین خیالات پہنچتے رہتے تھے۔

غرضکہ مکہ ایسی مرکزی جگہ بن گئی تھی، جہاں سے نہ صرف تجارتی مال کے لئے

Marfat.com

مزدور اور اونٹ مہیا ہوتے تھے بلکہ تجارتی سامان کا مختلف حج کے موسموں میں تبادلہ بھی ہوتا تھا اور سب سے بڑا تبادلہ انسانی افکار و تصورات کا تھا۔ قلب و دماغ میں فرحت پیدا کرنے والے عجیب و غریب قصے اور مختلف قوموں کے رسم و رواج اور تمدن کی مکہ سے بڑی کوئی منڈی نہ تھی۔ اسی جگہ متمدن دنیا کے ہر قسم کے مذاہب، تہذیبیں اور فلسفے ایک دوسرے سے ملتے تھے اور اسی جگہ سے دور دور پھیل کر نئی نئی رنگینیاں پیدا کرتے تھے۔

یہ کلچرل تبادلہ زبانی ہوتا تھا۔ اس لئے ہند کا تاجر مکہ سے، اور اکثر یمن سے آگے نہیں بڑھتا تھا اور سکندریہ، انطاکیہ اور روما کا تاجر بھی مکہ میں ہی مال بیچ کر واپس ہو جاتا تھا یا زیادہ سے زیادہ یمن تک جاتا تھا۔ مکہ میں لکھنا پڑھنا غلاموں کا کام سمجھا جاتا تھا۔ بھلے آدمیوں کا پیشہ تجارت اور جنگجوئی تھا۔ اس لئے وہاں کے شعراء بھی لکھنے سے مدد نہیں لیتے تھے اور سننے اور سنانے والوں کے حافظے اتنے قوی تھے کہ جو بات ایک مرتبہ سن لیتے تھے وہ پتھر کی لکیر ہو جاتی تھی۔ ہر شخص کو سینکڑوں نہیں ہزاروں اشعار یاد تھے۔ اس کے علاوہ قصہ گوئی اور بذلہ سنجی عام تھی۔ موعظت و حکمت کا جو زبانی لٹریچر وہاں کے ایک عامی شخص کے دماغ میں محفوظ ہوتا تھا وہ دوسرے ملکوں کے بڑے بڑے عالموں کو بھی نصیب نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے سے بہت پہلے ان کی شاعری اور خطابت یونان اور ایران دونوں کے مقلدانہ جکڑ بند سے بالکل آزاد تھی۔ تحریر نے جہاں علم کو محفوظ کرنے کا طریقہ سکھایا وہاں اس کا ایک عیب یہ بھی ہے کہ معمولی پڑھا لکھا انسان تنقید کلام سے بے بہرہ ہو جاتا ہے اور خود شاعر و ادیب بھی مقلد بن کر جامد ہو جاتا ہے۔ قوت تخلیق باقی نہیں رہتی اور جو اسالیب بیان جاری ہوتے ہیں ان ہی کی مقلدانہ تکرار میں پھنسا رہتا ہے۔ لہذا یہ کہنا بجا ہے کہ سکندریہ اور انطاکیہ میں جو علوم و فنون پیدا ہوئے وہ کتابت کی وجہ سے جامد بن کر مردہ ہو گئے۔ بخلاف اس کے مکہ سے جو علوم کا عطر پیدا ہوا وہ صحرائے عرب کے پاک و صاف ذہنوں سے مل کر زیادہ لطیف خوشبوئیں پیدا کرتا رہا حتیٰ کہ رسول عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا زمانہ آیا اور انہوں نے ادب کی ہمہ گیری سے پورا فائدہ اٹھایا اور اس کا

Marfat.com

رخ اخلاقی سیاسی اور انسانی حقائق کی طرف پھیر دیا۔ اس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ عربوں نے پہلی تین ہجری صدیوں میں علوم و فنون کو جتنی ترقی دی اور عام کیا اتنی اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔

سیاست مکہ

جن لوگوں نے عرب کو اپنا وطن بنا لیا تھا وہ عرب مستعربہ کہلاتے تھے اور حضرت اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد تھے۔ ان کے بہت سے قبیلے ہو گئے تھے اور قدیم عربوں سے شادی بیاہ کر کے مل جل گئے تھے۔ حضرت اسماعیل کی شادی بنی جرہم میں ہوئی تھی۔ اور چونکہ مکہ چرواہوں کا ایک مرکزی گاؤں بن گیا تھا اس لئے مسیح سے کئی ہزار سال پہلے یہاں ایک بیت اللہ یا دیواستھان اور پانی کا چشمہ موجود تھا۔ چرواہوں کا عام قاعدہ ہے کہ ایک چراگاہ سے دوسری تک پھرا کرتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں میں ان کی خانہ بدوش زندگی نے بہت سی خوبیاں پیدا کر دی تھیں۔ وہ موت سے ڈرنا نہیں جانتے تھے۔ وہ فیاض و مہمان نواز تھے اور پورا قبیلہ ایک فرد واحد کی طرح مشکلات کا مقابلہ کرتا تھا۔ لہذا عورت مرد، غلام آقا کا بہت کم امتیاز تھا اور شیخ قبیلہ ہی ان کا سردار قاضی، جرنیل اور باپ سمجھا جاتا تھا۔

حضرت اسماعیل کے دوسرے بیٹے قیدار تھے۔ ان کی پینتیس پشت کے بعد عدنان پیدا ہوا۔ لیکن ان کے بعد ہی بنو جرہم نے ۲۰۰ میں پھر مکہ پر قبضہ کر لیا۔ اس سے پہلے مکہ۔ مدینہ۔ طائف اور حجاز کی دوسری آبادیوں پر کسی غیر قوم کا نہ تو حملہ ہوا تھا۔ نہ یہاں کوئی متحدہ اور منظم حکومت کا ڈھانچہ بنا تھا۔ قبائل کی زندگی چرواہوں کی زندگی تھی اور یہ لوگ مختلف تجارتی گذر گاہوں (صراطوں) پر سامان لے جانے کے لئے اونٹ اور مزدور بھی مہیا کرتے تھے اور خود بھی ملکی پیداوار مثلاً چمڑا، گھی، قہوہ، ہتھیار اور چاندی، سونے کے زیور وغیرہ باہر لے جاتے تھے۔ مسلسل سفر اور تجارتی تعلقات نے ان میں ہر قوم کے قصے کہانیوں کو عام کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ یہودی اور دوسری قوموں کے عرب میں پناہ گزیں ہو جانے کی وجہ سے بھی ایک دوسرے کے تمدنی اور

Marfat.com

سوشل اثرات ایک دوسرے کو پہنچ رہے تھے۔ ۷۰ء میں رومی یروشلم کو تباہ کر کے توراۃ کو روم بھیج چکے تھے اصلی توراۃ السبعین جو عزیر نے لکھوائی تھی وہ ۷۰ء قبل مسیح میں جل چکی تھی۔ لہذا معیاری توراۃ ہی سے ۱۲۸ء میں یونانی ترجمہ کیا جارہا تھا۔ ۱۲۰ء میں ہیڈریان نے یروشلم کو دوبارہ تعمیر کر کے یونانی دیوتاؤں کی پرستش قائم کر دی تھی اور جو یہودی یونانی تمدن سے بغاوت کرتے تھے وہ جلاوطن ہو کر عرب کے ریگستان میں پناہ لے رہے تھے۔

عدنان کا بیٹا معد تھا۔ اس زمانے میں کعبہ کی عبادت اور تجارت دونوں کافی ترقی کر چکی تھیں اور تین عہدے قائم ہو چکے تھے۔

(۱) نسات:- یعنی قمری سال کو شمسی سال کے مطابق کرنا۔ یہ چیز بابل، مصر، کنعان، ایران اور ہند ہر جگہ موسمی میلوں اور عبادت کے لئے جاری تھی۔ اسی طرح حج اکبر کا موسم اعتدال ربیعی اور حج اصغر کا موسم اعتدال خریفی میں دنیا بھر میں ہوتا تھا۔

(۲) اجازہ:- یعنی حج اکبر کے بعد عرفات سے چلنے کی اجازت، اور

(۳) افاضہ:- یعنی مزدلفہ میں رات کے قیام کے بعد مکہ کی طرف روانگی۔

قصی نے ۴۴۰ء میں مکہ پر دوبارہ اقتدار حاصل کر لیا۔ یہ عدنان کی پندرھویں پشت میں تھے۔ ان سے پہلے مکہ پر بنی جرہم قابض تھے۔

قصی کے مرنے کے بعد مکہ کی حکومت اشراف (ARISTOCRACY) کے سب عہدے قصی کے بڑے بیٹے عبدالدار کو مل گئے تھے۔ چھوٹا لڑکا عبد مناف محروم تھا۔ عبد مناف ہی کے خاندان میں رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ پیدا ہوئے تھے۔ ان کے اجداد کا یہ کارنامہ تھا کہ عبد مناف کے تین بیٹوں نے متصل سلطنتوں سے تجارتی معاہدے کئے اور قریش کے لئے یہ طے پا گیا کہ اگر وہ تنہا سفر کریں، یا کسی قافلے کے ساتھ ہوں تو اس پر کوئی شخص یا قبیلہ کسی ایسے مہینہ میں بھی حملہ نہ کرے گا جو جنگ کے لئے حلال ہیں۔ ہاشم (۴۶۴ء۔۔۔ ۵۱۰ء) نے مشرقی رومی سلطنت اور حبشہ کے بادشاہ سے تجارتی سفروں کا معاہدہ کیا۔ اس کے علاوہ اپنے چچا عبدالدار سے مکہ کے دو عہدے سقایہ (پانی پلانا) اور رفادہ (خوراک بہم پہنچانا) بھی چھین لئے۔ المطلب بن

عبد مناف نے یمن کے قبیلہ الحمیر سے معاہدہ کیا۔ نوفل بن عبد مناف نے (جو ہاشم اور المطلب کا سوتیلا بھائی تھا) عراق و فارس کے بادشاہ سے تجارت معاہدہ کیا اور ہاشمیوں کی نصاریٰ دوستی کے مقابلہ میں مجوسی دوستی کا محاذ قائم کیا۔ ہاشم کا بیٹا عبد المطلب تھا۔ اور کمسنی میں یثرب سے مکہ لایا گیا تھا۔ اور ہاشم اور المطلب کے مرنے کے بعد یہ کمسن لڑکا سقایہ و رفادہ کا متولی تھا۔

اس زمانے میں یعنی چھٹی صدی کی ابتدا میں کئی سو سال سے ہند و عرب کی تجارت عدن کی بندرگاہ سے جاری تھی۔ عدن سے مکہ اور مکہ سے کلیو پٹرن (موجودہ سویز) تک خشکی کے راستے کارواں آتے جاتے تھے۔ بت خانہ کعبہ کے قریب کسی زمانہ میں ایک کنواں تھا۔ اس کا نشان بھی لوگوں کو یاد نہ رہا تھا۔ ایک دن عبد المطلب نے خواب میں اس کے مقام کا پتہ پایا۔ دوسرے دن وہاں کھودنا شروع کیا۔ پانی نکل آیا۔ اور عبد المطلب نے اس خوشی میں نذر مانی کہ اس کے دس بیٹے ہو جائیں گے تو ایک کو بتوں کے نام پر قربان کر دے گا، یہ ذبیح اللہ ثانی، عبد اللہ بن مطلب تھے۔ کنواں اتنا بڑا تھا کہ ہزاروں آدمی اور مویشی سیراب ہو سکتے تھے۔ اس واقع سے عبد المطلب کا وقار بہت بڑھ گیا تھا اور جب عبد اللہ کو قربانی سے بچانے کے لئے کاہنہ نے سو اونٹ کا خون بہا مانگا تو عبد المطلب نے اتنی دولت آسانی سے دیدی۔ لیکن اس درمیان میں عبد الدار کا خاندان بھی بڑھ رہا تھا۔ عبد المطلب کی وفات ۵۷۹ء میں ہوتے ہی حرب بن امیہ عبدری نے ہاشمیوں سے رفادہ چھین لیا۔ اور عبد المطلب کے خاندان میں سوائے عباس اور عبد العزیٰ (ابولہب) کے اور کوئی کھاتا پیتا شخص باقی نہ رہا۔ اور عباس کے پاس صرف سقایہ باقی رہ گیا۔

مکہ کا پنچایتی نظام حکومت

کعبہ کی پرستش اور موسمی میلوں سے متعلق جو نظام عبادت صدیوں پہلے بن چکا تھا، وہ نہایت سادہ تھا جس طرح بت خانوں کے پجاری اپنے بتوں اور کاہنوں کے ذریعہ

جاتریوں سے روپیہ اینٹھتے تھے۔ وہی حال ان کا تھا اور چونکہ مفت کی دولت ہاتھ آتی تھی۔ اس لئے اسی بے دردی سے خرچ بھی ہو جاتی تھی۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خاندان بنو ہاشم اور بنو المطلب نے تجارتی راستے کھولے تھے اور مکہ پھر ترقی کر رہا تھا۔ لیکن وہاں باہر کے آدمیوں کے لئے عدل و انصاف کا کوئی محکمہ نہ تھا۔ ہر قبیلہ اپنے آدمیوں کی حفاظت کر لیتا تھا۔ یا دوسرے قبیلوں سے مل کر ایک دوسرے کا حلیف بن کر ایک وفاق (FEDERATION) بنا لیتا تھا۔

فوجی نظام

اسی طرح ایک فوجی نظام بھی بن گیا تھا جس میں فوج کی سرداری قبیلہ امیہ میں ابوسفیان بن حرب کے پاس تھی۔ سواروں کی فوج کا ولید بن مغیرہ مخزومی سردار تھا۔ سفارت قبیلہ عدی میں عمر بن الخطاب کے پاس تھی۔ جنگ اور امن کے تمام مشورے بنو اسد کے خاندان سے متعلق تھے۔

عدالت یا حکومت

حکومت کے اصلی معنی مقدمہ سننے کے بعد فیصلہ کرنے کے ہیں۔ لیکن یہ مقدمے بین القبائلی ہوتے تھے اور بنو سہم اس کے مالک تھے اور خوں بہا یا جرمانہ کی رقم طے کرنا قبیلہ تیم سے متعلق تھا۔ اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے وقت میں عبدالکعبہ (یعنی مسلمان ہونے کے بعد کے ابوبکر) بن ابی قحافہ سے متعلق تھا۔

البتہ زمانہ جاہلیہ میں چند لوگوں نے مل کر ایک دادرسوں کی جماعت بنائی تھی اور باہر والوں اور اجنبیوں کے لئے انصاف دلوانے کا عہد کیا تھا۔ یہ جماعت حلف الفضول کہلاتی تھی لیکن عرصہ ہوا ختم ہو چکی تھی۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بچپن میں اس جماعت کو عبداللہ بن جدعان کے گھر میں دوبارہ زندہ کیا گیا تھا۔ اس میں بنو ہاشم، بنو المطلب، بنی اسد، بنی زہرہ اور بنی تیم شریک تھے۔ یہ مجلس دادرساں حرب فجار کے بعد قائم ہوئی جبکہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر بیس اکیس سال کی تھی۔

Marfat.com

دوسری کتاب قرآن

حافظا مے خورو رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

پہلی فصل۔ اسلام کا حقیقی ماخذ قرآن ہے

ہم نے جن ادیان کا اوپر ذکر کیا ہے ان کی مکمل تعلیمات ہمارے پاس لکھی ہوئی موجود نہیں۔ بات یہ ہے کہ بعض تعلیمیں مرور زمانہ سے ضائع ہوگئیں اور بعض ایسی ہیں جن کی صحیح تعلیم میں لوگوں نے اپنی رائے داخل کر دی، پھر وہ زمانہ ایسا تھا کہ لوگ کاغذ بنانا نہیں جانتے تھے۔ یہ تو مسلمانوں کا دنیا پر احسان ہے کہ انہوں نے کاغذ بنانے کے فن کو دنیا میں عام کیا اور پروہتوں نے جن علوم کو چھپا رکھا تھا ان کو بھی شائع کر دیا۔ اسی لیے کہ رسول عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ حکم دیا تھا کہ علم کا حاصل کرنا مرد ہی کے لیے نہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی فرض ہے۔ اس طرح دنیا میں علم عام ہو گیا اور لوگ پروہتوں اور پوپوں کی گرفت سے نکل گئے۔

صرف قرآن ہی ایسی مقدس کتاب ہے جو اپنے اصلی الفاظ میں باقی ہے۔ اس میں نہ صرف اسلام کی حقیقی تعلیم ہے بلکہ وہ طریقہ کار بھی ہے جو اسلام کے عربی پیغمبر سیدنا محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے ساتھیوں نے اسلام کو زندہ اور قائم کرنے کے لیے استعمال کیا تھا۔

صحیح فکر

قرآن حکیم نے، کتب الٰہیہ کی الہامی ترجمانی کے ذریعے جو وحی متلو پیش کی ہے۔ اس سے جملہ کتب الٰہیہ کی حکمت ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ یہی صحیح فکر ہے۔

صحیح عمل

صحیح عمل وہ ہے جو کتب و حکم الٰہیہ کی پیروی میں رسول عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی نبوی زندگی میں عملاً کر کے دکھا دیا۔ اس سلسلہ میں جملہ کتب الٰہیہ قبل قرآن کو سنت نبوی کا درجہ دینا ضروری ہے۔)

سنت کیا ہے؟

سنت یعنی عمل رسول، قرآن کے عالمگیر قانون سے مستنبط ہے۔ قرآنی اصول ناقابل تبدیل ہیں۔ لیکن قرآن کے اصول کی عمومیت جب کسی خاص قوم کے اعمال کا جامہ پہنتی ہے تو اس کے احوال کے مطابق یہ عمومیت ایک خصوصیت کی شکل میں نمایاں ہوتی ہے اور ہر قوم و زمانے کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے یعنی اصل نہیں بدلتی لیکن فرع کی شکل میں وہ قابل تبدیل ہوتی ہے۔ فقہ اسلام کی اس لچک نے قانون قرآن (دین۔ قانون۔ صراط۔ طریق) کو ہر زمانے اور ہر حال کے لئے سرچشمۂ ہدایت بنا دیا ہے۔ اس لئے یہ زندہ اور ترقی کنان فکر ہے۔

منکرین حدیث

بعض کمزور روایتوں کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت تمام حدیثوں کے ماننے سے انکار کرتی ہے لیکن ان کا یہ رویہ محض ناواقفیت اور کم علمی کی وجہ سے ہے۔ اگر اسی طرح بغیر جانچ پڑتال کئے کل تاریخ انسانی کا انکار کر دیا جائے تو سراسر نادانی ہے۔ عقل و کتاب اللہ کے معیار پر ہر مقدس کتاب اور ہر حدیث نبوی کو جانچنے کے بعد ہی ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلام کی حقیقی تعلیم کیا ہے۔ قرآن نے خود بتا دیا ہے کہ

Marfat.com

وہ کل دنیا کے لئے علم کو عام کرنے اور عقل کو روشن کرنے کے لئے آیا ہے اس لئے آپ ہرگز ان احادیث کو نہ مانیئے جو کتاب اللہ اور عقل سلیم کے مطابق نہ ہوں۔

قرآن کا مقصد

"قرآن کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کا حکم چلانے والی طاقتور حکومت پیدا کی جائے"۔

(امالیٔ عبیدیہ ج ۴ ص ۲۲۳).

"قرآن کے سمجھنے کے معنی یہ نہیں کہ اس کا ترجمہ پڑھ لیا جائے اور اس کے قصے بیان کر دیئے جائیں۔ قرآن سمجھنے کے معنی یہ ہیں کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اس کا قانون کس طرح نافذ ہو سکتا ہے یورپ نے ہماری اسلامی سلطنتوں کو تباہ کر دیا، اب اسے یہ یقین دلانا آسان نہیں ہے کہ قرآن کا قانون چل سکتا ہے۔ ہمارا علم قرآن جاننا تو یہ ہے کہ قرآن خدا کا قانون ہے اور عملی طور پر ماننا یہ ہے کہ انسانی قانون اس کے اوپر ہے"۔

(امالیٔ عبیدیہ صفحہ ۲۵۸)

زندہ فکر۔ جس فکر میں زندگی پیدا کرنے کی طاقت نہیں ہے وہ مردہ ہے۔ اس کے پڑھنے پڑھانے کی ضرورت نہیں۔ صرف قرآن کا فکر ہی ایک زندہ فکر ہے۔

(امالیٔ عبیدیہ ص ۸۴)

نصب العین

"اس طرح مطالعہ کرنے والے کی فکری ضرورت کا خیال رکھا جائے تو سب سے پہلے اس تحریک کا نصب العین مقرر ہونا چاہیئے جسے ہم هُوَالَّذِیۡ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ میں مضمر دیکھتے ہیں (ناظرین سے ہم

Marfat.com

سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس آیت کی تفسیر "ازالۃ الخفاء" کی جلد اول کے ابتدائی صفحات میں ضرور مطالعہ کریں)"

(مولانا عبید اللہ سندھیؒ پیش لفظ ترتیب نزول قرآن کریم)

نبی کا کام

نبی کو اللہ کی طرف سے امداد ملتی ہے وہ اجتماع انسانی میں ایسا دستور زندگی رائج کرتا ہے جس سے انسان ترقی کی راہیں تیزی سے طے کرنے لگتا ہے۔

رسول عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت کی غرض

بقول امام ولی اللہ العمری دہلوی (۱۷۰۳ - ۱۷۶۲) آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مبعوث ہونے کی غرض یہ تھی کہ دنیا میں ان ظالمانہ نظاموں کے خلاف جہاد کریں جو انسانی معاشرہ کو بربادی کی طرف لے جاتے ہیں"۔

(امام ولی اللہؒ کارل مارکس سے سو سال پہلے پیدا ہوتے تھے)

قرآن کریم کا انقلابی طرز خطاب

ہر مفکر سوچنے سے پہلے محسوس کرتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ نثر سے پہلے شعر وجود میں آیا ہے۔ شعر میں احساس و جذبات کی فراوانی ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر فن کار خواہ وہ مصور ہو یا شاعر، مغنی ہو یا مہندس و بت تراش، اپنے لطیف جذبات کی تخلیق میں وہ کیف پیدا کرنا چاہتا ہے کہ دوسرے بھی خود اس کی طرح متاثر ہوں۔ اس تخلیق میں نثر کی سی خشک منطق اور محض دماغ کی کار فرمائی نہیں ہوتی۔ شعر میں دل حاکم ہوتا ہے اور دماغ محکوم، اور "معنی" یعنی احساس دل، روحانیت کے افق سے طلوع ہو کر الفاظ و استدلال دماغ کی "صورت" کو اپنے نور سے معمور کر دیتا ہے۔

یہ حسین تخلیق اگر نثر کی شکل میں جلوہ فرما ہو تو اسے خطابت کہتے ہیں اس میں عقلی دلائل شاعرانہ معنویت کے ذریعہ سامعین کے دلوں کو موہ لیتے ہیں۔ لیکن اگر نثر کو محض منطق و عقل کا لباس پہنا دیا جائے تو اس میں شعر و خطابت کی سی اثر آفرینی نہیں

رہتی۔

قرآنی طرز بیان میں نہ تو شاعری کی سی محض معنویت ہے نہ نثر کی سی کرخت منطق۔ اس میں مخاطب کے افکار و ماحول کے مطابق وہ جادو بیانی ہے کہ دل و دماغ دونوں کو مسحور کر لیتی ہے۔ یہی اس کے الہامی ہونے کا ثبوت ہے۔ اس طرز بیان نے دنیائے ادب میں انقلاب پیدا کر دیا۔ یعنی نثر کو نظم کے پیرایہ میں لاکر دونوں میں جوش حیات بھر دیا اور عقل و ہوش کی تیرگی کو محبت و شوق کی تابانی سے پر نور کر دیا۔

کتابی انقلاب

وہ طریق فکر و عمل ہے جس کے ذریعہ انبیاءؑ نے شک و ظلمت سے نکال کر انسانی ذہن و روح کو نور سے روشناس کیا اور فکر انسانی میں یقین کی روشنی پیدا کی۔ ذہنی انقلاب کی راہ سے پروہتوں اور خود غرضیوں کو ہٹانے کے بعد انسانی فکر و عمل میں آزادی پیدا ہو جاتی ہے یہی آزادی نور ہے۔ غلام کماتا ہے تو اس کی کمائی آقا کی ملکیت بن جاتی ہے۔ خود اس کی اپنی کوئی ملکیت نہیں ہے۔ قیدی بھی جیل کے اندر کسی چیز کا مالک نہیں ہے وہ جب تک جیل میں ہے ایک قسم کا غلام ہے۔

جب کسی سے کہ دیا جائے کہ "یہ چیز تیری ہے"۔ تو اس کے فکر میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اب وہ اپنی ملکیت کی حفاظت کرتا ہے اور ضرورت پڑے تو اس کے لئے جان تک دے سکتا ہے۔ اس تبدیلی کا نام انقلاب ہے (امالیٰ عبیدیہ ص ۸۰۲)

خلاصہ یہ کہ ذہنی انقلاب کے بعد اقتصادی انقلاب پیدا ہونا لازم ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کے مطابق سرمایہ پرستی کا قطعی استیصال اور ذرائع پیداوار پر قومی قبضہ انقلاب کی پہلی شرط ہے۔

عالمی انقلاب (فرد اور قوم)

جماعتی ترقی فرد کی ترقی ہی سے ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہی نظام جماعت بہتر ہوتا ہے جو فرد کی فطری استعدادوں کو ترقی کی راہ پر لگائے تاکہ فرد اور جماعت میں تضاد باقی نہ

Marfat.com

رہے۔ لیکن کوئی جماعت یا قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ ایسی قوموں میں گھری ہوئی ہو جو جاہل و بے شعور ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک قطرے کو پاک رہنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے قطروں سے گھرا ہوا ہو جو طاہر و پاک ہوں۔ اس لئے قومی انقلاب و ترقی کا ہمیشہ یہ مقصد ہوتا ہے کہ اپنے نفع کے لئے عالمی پاکیزگی کی کوشش کرے۔

"مسلمان قرآن حکیم کو انسانیت کے لئے آخری پیام ربانی مانتا ہے۔ اس عقیدے کو آج کی ذہنیت سے قریب لانے کے لئے یوں کہنا چاہئے کہ قرآن دنیا کو انٹر نیشنل انقلاب کا پروگرام دیتا ہے"۔

(مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ پیش لفظ ترتیب نزول قرآن کریم از مؤلف)

حزب اللہ یا مرکزی انقلابی پارٹی

اللہ والے انقلابی اپنی ایک مرکزی جماعت بناتے ہیں۔ اس پارٹی کے اندر شوریٰ یعنی جمہوری نظام جاری ہوتا ہے اور اس کا طرز عمل کتاب اللہ کی روشنی میں آمرانہ ہوتا ہے۔ جب تک کہ پوری سوسائٹی تعلیم و تربیت پا کر (جیسا کہ بیعت رضوان ۰۰ھ کے بعد ہوا) حق پرست نہ بن جائے۔ اس وقت قومی جمہوریت قائم ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ عالمی جمہوریت کی کتابی علمبردار بن کر، بین الملی جمہوریت ترتیب دیتی ہے۔

"انقلاب کے لئے ایک مرکزی جماعت مفکرین کی تشکیل ضروری ہوتی ہے اور جب یہ جماعت اس پروگرام کو چلانے کی ذمہ داری قبول کر لیتی ہے تو اسے ہر نشیب و فراز میں مناسب تبدیلی کا پورا اختیار ہوتا ہے۔ ہماری نظر میں " اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ "میں اسی جماعت کا اثبات مقصود ہے"۔

(مولانا عبید اللہ سندھی پیش لفظ ترتیب نزول قرآن کریم)

حزب اللہ کا پارٹی پروگرام

Marfat.com

"قرآن کی متعدد سورتوں میں حزب اللہ کے لئے ایک پارٹی پروگرام تفصیل سے احکام دے کر مکمل کر دیا گیا ہے"۔

(مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ لفظ ترتیب نزول قرآن کریم)

انقلابی سوسائٹی

"مرکزی پارٹی کے مفکرین کو دوسرے مرحلے میں ایسی سوسائٹی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو تمام انقلابی نظریات پر حاوی ہو۔ اس سوسائٹی کے کارکن جب وقت موقع دیکھتے ہیں انقلابی گورنمنٹ قائم کر لیتے ہیں جو پرانی حکومتوں کو توڑتی اور اپنے پروگرام میں نئی حکومت پیدا کرتی ہے۔ اسلامی عقائد و اخلاق (یعنی تعلیمات قرآن قبل ہجرت) اور اسلامی حکومت (بعد بیعت رضوان) کی درمیانی کڑی یہی انقلابی سوسائٹی والے (یعنی موت پر بیعت کرنے والے رضوانی) ہوتے ہیں۔ اس سوسائٹی کے احکام مشتبہ رہنے سے تسلسل فکر قائم نہیں رہتا۔ لہذا قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق سمجھنا ضروری ہے۔"

(مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ لفظ ترتیب نزول قرآن کریم)

قرآنی جبریاڈ کٹیٹر شپ

"غلامی جب طبیعتوں کی عادت ہو جائے تو انہیں جبراً آزادی دینا پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر ربا کو بھی بجبر بند کر دیا جائے تو یہ دو قانون، سرمایہ داری ختم کرنے کے لئے کافی ہیں۔ یہ ہے اسلام کا انقلاب جسے امام ولی اللہ کا فلسفہ اپنی اساس قرار دیتا ہے۔"

(مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ لفظ ترتیب نزول قرآن کریم)

جمہوریت یعنی کتابی شورائیت (ری پبلک)

جمہوریت اس طرز حکومت کو کہتے ہیں جس میں کسی تصور کے ماتحت حکومت چلائی جائے۔ یعنی اس میں کسی تصور یا نصب العین کی آمریت ہو۔

Marfat.com

اسلامی جمہوریت میں قرآن و عمل نبوی کی پابندی لازمی ہے۔ چونکہ قران حکیم دیگر کتب الہیہ کی تصدیق کرتا ہے اس لئے اسلامی جمہوریت کو کتابی شورائیت کہنا زیادہ موزوں ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ قران ایک کتابی پارٹی ڈکٹیٹر شپ کے ماتحت جمہوریت قائم کرنا بتاتا ہے۔

عوامی شورائیت (ڈیمو کریسی)

وہ پنچایتی حکومت جس میں سلطنت کا تمام کاروبار عوام کی کثرت رائے سے طے پاتا ہے اسے عوامی شورایت یا مجارٹی کی آمریت کہنا چاہیئے۔ اس طرز حکومت میں کثرت آراء سے جو بات طے ہو وہی حق سمجھی جاتی ہے۔ اور اگر حزب مخالف کا غلبہ ہو جائے تو وہ ناحق کو حق منوا دیتا ہے یعنی اصول کی جگہ کثرت آرائے انسانی کا فیصلہ ہی نافذ ہوتا ہے۔

اسلام کی نئی ترجمانی

موجودہ عہد سائنٹیفک عہد ہے۔ اس عہد تک پہنچنے میں قرآن کی تعلیم کو بہت دخل ہے اس لئے کہ اسلامی تعلیم کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ ہر مسلم و مسلمہ کے لئے علم و شعور حاصل کرنا ضروری ہے۔

مسلمان کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ دنیا کو امن و ترقی کے راستے پر ڈالنے کے لئے ایک ایسا عالمی نظام معاشرت پیدا کریں جس میں ہر انسان نیک عملی اور ترقی پر خوش دلی سے "مجبور" ہو۔

ہندوستان میں حجتہ اللہ علی الارض شاہ ولی اللہ دہلوی نے کتب الہیہ اور سنت انبیاء کی حکمت کو سوسائٹی کے اونچے طبقے کے لئے پیش کیا تھا۔ شاہ عبدالعزیز نے اس فکر کو ہند کے عام لوگوں تک پہنچایا اور امیر المومنین سید احمد رائے بریلوی نے اس فکر کو عملی جامہ پہنایا۔ ہمارے زمانے میں مولانا محمد قاسمؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۱۸۷۲ـ۱۹۴۴) اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کتابی انقلاب کو تاریخ اسلام کے مثالی دور سے مستنبط

Marfat.com

کر کے عہد حاضر کی زبان میں پیش کیا ہے۔

انقلاب کی ابتدا، انقلاب کے فکر سے ہوتی ہے اور معاشی و معاشرتی انقلاب اس کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ انقلاب تقلید کے بندھنوں کو توڑ کر بجبر اندھوں کو کنوئیں میں گرنے سے روکتا ہے۔ اور ترقی اور تجدید کی راہ دکھاتا ہے۔ قرآنی یا کتابی انقلاب کی یہ خوبی ہے کہ وہ کتاب و حکمت کی روشنی میں تجدید کو بے راہ روی سے نہ صرف بچاتا ہے بلکہ تحریف کو تعمیر بنا دیتا ہے۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى

قرآن حکیم نہ صرف پیغام انقلاب ہے بلکہ ذہنی اور معاشرتی انقلاب لانے کے مدارج بھی بتاتا ہے۔ مثلاً بچپن، جوانی اور بڑھاپے میں غذا اور تحفظ جسم کے قوانین اگرچہ اپنی نوعیت بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن اصولی حیثیت سے ان سب کا مقصد جسمانی صحت کی ترقی ہوتی ہے۔

Marfat.com

دوسری فصل ۔ جمع قرآن

اسلامی فکر و عمل

اگر کوئی قوم چاہتی ہے کہ دنیا میں امن و ترقی کی راہیں کھلیں تو وہ اسلامی فکر (قرآن) اور اسلامی عمل سیرت نبوی و عمل رفقائے نبوی کی روشنی میں پھر ایسا ہی عالمی پروگرام بنا سکتی ہے جس نے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے دنیا کو امن و ترقی کے راستے پر لگایا تھا۔ لیکن خود مسلمان کیوں پستی کی طرف مائل ہوتے اس کی دو وجہیں ہیں:-

(۱) فکر و عمل اسلام سے لاپرواہی (۲) اسلام میں نومسلموں کے خیالات کی آمیزش۔

(۱) فکر و عمل اسلام (یعنی کتاب و سنت) سے لاپرواہی کی وجہ یہ تھی کہ نہ تو قرآن حکیم کی تدوین (۳۰ھ) ترتیب تنزیل کے مطابق کی گئی نہ رسول اللہ کا طریق کار یا عمل ۔ تاریخی ترتیب سے قرآن کے ساتھ نمایاں ہو سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں آنے والوں کے لئے اسلام و قیام دولت کتابیہ کا تاریخی پروگرام مبہم ہو گیا۔

(۲) دوسری وجہ وہ نومسلم تھے جو اپنے ساتھ اپنے فرسودہ عقائد لاتے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ فکر و عمل اسلام کے دشمن، یعنی بنو امیہ بکراہت دائرہ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برسر اقتدار آتے ہی، مروان بن الحکم کی ریشہ دوانیوں نے نیک دل اور ضعیف خلیفہ کے نام پر ہر جگہ ان ہی امویوں کو برسر اقتدار کر دیا۔ اسی مروان اور اس کے دوستوں (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور ولید بن عقبہ بن ابی معیط وغیرہ) کی وجہ سے آخر کار حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوتے۔ اسی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن

Marfat.com

مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تدوین مصحف عثمانی کی کمیٹی میں شریک نہ ہونے دیا اور آخر کار جب اسے اقتدار حاصل ہوگیا تو جو قران ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا اسے حاصل کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے نہیں دیا۔ لیکن افسوس ہے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروان کے دھوکے میں آگئے وہ مصحف دیکھنے کے بہانے سے لے گیا اور اسے ضائع کر دیا۔

تاریخ قرآن

قرآن اس کلام کا مجموعہ ہے جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر تیرہ سال تک مکہ میں اور دس سال تک ہجرت مدینہ کے بعد اللہ کی طرف سے نازل ہوتا رہا۔ اس کی مختلف سورتوں کی وہ ترتیب نہیں تھی جو موجودہ مصحف میں ہے۔ پورے قرآن کے مختلف حصے مختلف مسلمانوں کے دلوں میں بھی محفوظ تھے اور لکھے ہوئے بھی موجود تھے۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد جنگ یمامہ میں بہت سے قاریوں کے شہید ہو جانے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجہ دلائی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید بن ثابت کو مقرر کیا جنہوں نے حافظوں اور لکھے ہوئے قرآن کی مدد سے مکمل قرآن ایک جگہ جمع کر دیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر سورۃ کو علیحدہ علیحدہ قرطاسوں پر لکھ لیا لیکن اس کی کوئی ترتیب نہیں دی اسی لئے مختلف صحابیوں کی ترتیب سور مختلف تھی۔ یہاں یہ نوٹ کر لیجئے کہ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے قران کو ایک جگہ جمع کرنے کی مخالفت کی تھی اور فرمایا تھا کہ جو کام رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اللہ نے نہیں کیا وہ میں نہیں کرنا چاہتا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۵ھ سے ۳۰ھ تک صحابیوں کے مشورہ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (انصاری) کی قرات کے مطابق قرآن کی مختلف سورتوں کو مصحف میں مرتب کروایا۔ اس لئے کہ مدینہ میں سب سے پہلے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (انصاری) نے وحی لکھنا شروع کی تھی۔ یہ انصاری

تھے اور چار بڑے قاریوں میں سے تھے۔ دوسرے انصاری قاری معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ مہاجرین میں سے حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمامہ میں شہید ہو چکے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ترتیب بدلنے پر راضی نہیں ہوتے اور شریک نہیں کئے گئے۔ اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترتیب اگرچہ ترتیب تنزیل کے مطابق تھی لیکن انہیں بھی اس کمیٹی میں شریک نہیں کیا گیا۔ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری کے مشورہ سے جو ترتیب قرار پائی اسی کو دربار خلافت نے مفتوحہ علاقوں میں رائج کر دیا اور دوسری ترتیبوں کو ختم کر دینے کا مشورہ دیا۔ یہ کام ۳۰ھ میں ختم ہوا۔ جمہور علماء، جن میں قاضی باقلانی بھی شامل ہیں یہ کہتے ہیں کہ ترتیب سور باجتہاد صحابہ ہوتی ہے۔ توقیفی نہیں ہے یہی مسلک علماء مالکیہ حنفیہ اور شافعیہ کا ہے۔ غرضکہ یہ قرآن جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی تئیس سالہ تبلیغی زندگی میں وقتاً فوقتاً آپ کے قلب پر جبریل امین کے ذریعہ خدا کی طرف سے نازل ہوتا رہا۔ بتمامہ لکھا ہوا موجود ہے اور اس کا ایک ایک کلمہ وہی ہے جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہوا تھا۔ اس میں نہ کسی طرح کی کمی ہوتی ہے نہ زیادتی کی گئی ہے بلکہ اتنی احتیاط کی گئی ہے کہ جس طرح پہلے قرآن کے حروف و کلمات لکھے گئے تھے۔ اسی طرح آج تک لکھے جاتے ہیں البتہ بنو امیہ کے زمانے میں جب غیر عربی ممالک میں قرآن پہنچا تو ان کی سہولت کے لئے اعراب کا اضافہ کیا گیا ہے اور بعض جزئی اختلافات قرات پیدا ہو گئے۔

تیسری فصل: قرآن کا طبعی نظام یعنی ترتیب نزول

علم الجمال کے جاننے والے جانتے ہیں کہ شعر یا تصویر میں زندہ تصورات و محسوسات کا ایک پر کیف خوبصورت اور منظم امتزاج ہی نہیں ہوتا بلکہ ایسی وحدت ہوتی ہے جو تاریخ و منطق وغیرہ کے خشک واقعات اور محسوسات کو زندہ و لرزاں تصورات میں بدل کر الہام بنا دیتی ہے۔ اس الہامی کیفیت کا ظہور شعر یا تصویر کی صورت میں ہوتا ہے تو وہ مسحور ہو کر کیف و سرور سے معمور ہو جاتے ہیں۔ بقول حسرت سامع کا ساغر دل رنگ بادہ الہام سے پر نور ہو جاتا ہے

دل کو خیال یار نے معمور کر دیا
ساغر کو رنگ بادہ نے پر نور کر دیا

حق و صداقت کی خوبی، خیر و سعادت کا حسن اور خود حسن و جمال کی جمیل کیفیات، عالمگیر و بے پایاں صداقتوں، رعنائیوں اور دلربائیوں کا مخزن ہوتی ہیں اور بقدر ذوق ناظر اسے اپنی الہامی کیفیات سے متاثر کرتی ہیں۔ اسی لئے کسی فنی شاہکار کے سمجھنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لئے آپ کو نہ صرف پس منظر سامنے لانا پڑتا ہے بلکہ فن کار کے دل و دماغ کے تاثرات و وجدانات کی گہرائیوں میں اس طرح داخل ہونا پڑتا ہے جس طرح اور جس نظم و ترتیب سے خالق شاہکار نے اپنی تخلیق کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسی لئے اگر آپ قرآن کی خداتی ترتیب کو پیش نظر نہ رکھیں تو اس گلدستے کی حقیقی لطافت جمال سے محروم رہ جائیں گے اور صرف مختلف پھولوں کے غیر منظم

Marfat.com

مجموعے کو دیکھ کر ایک کیفیت طاری کرنے کی کوشش کریں گے۔ خدائی نظم و تربیت ایک گلدستہ ہے۔ رسولی ترتیب آیات نے مختلف سورتوں اور رکوعوں کو گویا پھول بنا دیا ہے۔ صحابہ نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان پھولوں کو مرتب کر لیا تھا۔ لیکن وہ سب جانتے تھے کہ خدائی نظم و ترتیب کیا تھی۔ ان میں سے اکثر اس گلدستہ سازی کے زمانہ کی دشواریوں اور کاوشوں سے گزر چکے تھے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے ستر سورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سیکھ کر محفوظ کی ہیں اور ان کی نظم و ترتیب کو بدلنے کے لئے تیار نہیں۔ ۳۰ھ تک قرآنی سورتوں کے مختلف گلدستوں سے کام لیا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور صحابیوں کے خون سے مل کر دوسرے مسلمانوں کا خون بہنے لگا حتیٰ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک یہ حالت ہو گئی کہ لوگ قرآن کے پس منظر (کلام جاہلیہ، معاشرت و ادیان جاہلیہ وغیرہ) کی تحقیق پر مجبور ہوتے۔ تاکہ قرآن کی معنویت کو سمجھ سکیں۔ اس طرح قرآن کو سمجھنے کے لئے عظیم الشان لٹریچر تیار ہو رہا تھا۔

علم الجمال کے نقطۂ نظر سے پس منظر صورت ہے اور نظم و ترتیب نزول قرآن معنی ہے۔ ان دونوں کے بغیر قرآنی وحی سے وہ کیفیت و اثر پیدا نہیں ہو سکتا جو ہونا چاہیئے۔

جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے ہم نے اسے تاریخی ترتیب سے مرتب کر کے ۱۹۴۰ء میں شائع کر دیا ہے اس کے پیش لفظ میں حضرت مولانا عبیداللہ بن اسلام سندھی ۱۹۴۴ء میں تحریر فرماتے:۔

> "مسلمان قرآن حکیم کو انسانیت کے لئے آخری پیام ربانی مانتا ہے۔۔ اس عقیدے کو آج کی ذہنیت سے قریب لانے کی لئے یوں کہنا چاہیئے کہ قرآن دنیا کو انٹرنیشنل انقلاب کا پروگرام دیتا ہے ۔۔۔۔ اس کا نصب العین ہے ۔۔۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (اس کی تفسیر ازالۃ۔

الخفاء از امام ولی اللہ کی جلد اول کے ابتدائی صفحات میں ہے)۔

۔۔۔ گورنمنٹ اور سوسائٹی کے احکام ممتاز کرنے کے لئے قرآن عظیم کی مکی اور مدنی سورتوں کا معین کر لینا ضروری ہے۔

"قرآن عظیم کی ہر سورت کے متعلق مفسرین کے پاس روایتیں موجود ہیں ۔۔۔ بعض احکام کی تاریخ ان روایتوں کی تغلیط کرتی ہے۔ محقق مفسرین اپنے مسلمہ نظریات کی مدد سے ان روایتوں کی خلاف ورزی کرتے رہے ہیں اس لئے یہ روایتی سلسلہ ناقابل اطمینان ہو گیا ہے۔

"مولانا محمد اجمل خاں ۔۔۔ کا ان مفسرین پر ہمیشہ احسان رہے گا۔ انہوں نے اندرونی شہادت کی مدد سے مکی سورتوں کے معین کرنے کا راستہ کھول دیا ہے اور روایات کے اختلاف سے جو اغلاق پیدا ہوا تھا اسے دور کرنے کی پوری کامیاب کوشش کی ہے"

(پیش لفظ :- "ترتیب نزول قران کریم")

اگر ہم قرآن کو تاریخی ترتیب سے نہ پڑھیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسلامی فکر کے تسلسل اور ترتیب کو دماغ اپنی گرفت میں نہیں لا سکتا ہے اور عمل نبوی کے متعلق سطحی اور بسا اوقات قیاسی باتیں بنانا پڑتی ہیں اور حقیقت نظر نہیں آتی تو فرقہ بندی اور انتشار پیدا ہو جاتا ہے

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چو ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض لوگ شان نزول اور ترتیب نزول کو ہم معنے سمجھتے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ ترتیب نزول قرآنی تعلیم کے پورے سیاق و سباق کو بتاتی ہے اور سیرت نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّم میں قرآن کا تاریخی مقام متعین کرتی ہے۔ شان نزول کا تاریخی ترتیب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

Marfat.com

ترتیب سُوَر

قران کی ہر سورہ میں آیات قرآنی کی ترتیب وہی تھی جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے حکم خداوندی سے دی تھی۔ لیکن مختلف سورتوں کی کوئی خاص ترتیب نہیں دی گئی تھی۔ ہر قاری جس ترتیب سے چاہتا تھا ان سورتوں کو پڑھتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جو مہاجر تھے ان کے پاس مکی قرآن پہلے تھا اور اس کے بعد مدنی قرآں تھا۔ لیکن جب اہل کوفہ و شام کی ترتیب سور میں اختلاف ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے کاتب قران یعنی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت ہی کے ذریعے اس مصحف کی نقل کرائی جو بعد شہادت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بیٹی ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔ اس نقل میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی کہ پہلے لمبی سورتیں (طوال) پھر اوسط درجہ کی سورتیں (مئین) اور پھر مختصر سورتیں (مفصل) یعنی جن میں جلدی جلدی فاصلہ دیا گیا تھا) لکھی گئیں۔ ان کا لحاظ نہیں رکھا گیا کہ وہ اسی ترتیب سے لکھی جاتیں جس ترتیب سے نازل ہوئی تھیں البتہ اس کا اہتمام تھا کہ تلفظ الفاظ میں قریش کے تلفظ پر املا کیا جائے اور تین قرشی یعنی عبداللہ بن زبیر۔ سعید بن العاص اور عبدالرحمان بن حارث بن ہشام کے مشورہ سے صحیح قرشی تلفظ کے مطابق لکھیں۔

چونکہ قرآن کا ہر رکوع ایک مضبوط و محکم سورت کی حیثیت رکھتا ہے اور ان رکوعوں (پیراگرافوں) کا نزول نجماً نجماً اور ایک خاص تاریخی تسلسل کے ساتھ ہوا ہے۔ اس لئے مختلف سورتوں میں ان رکوعوں کی ترتیب تاریخی نہیں ہے۔ لہٰذا اگرچہ ترتیب آیات فی السور توقیفی ہے۔ لیکن بعض رکوعوں کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی ترتیب بھی توقیفی ہے کہ روایات موجود ہیں اور قرآن کی داخلی شہادت بھی اس کے لئے کافی ہے کہ کہ قرآن کی کون سی سورۃ یا آیت کس زمانے اور ماحول میں نازل ہوئی۔ اگر مصحف علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی عام ہوا ہوتا تو تفسیر و تاریخ اسلام میں کوئی اشکال نہ ہوتا۔

خلافت راشدہ کے بعد بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تدوین قرآن ۳۰ھ کے بعد ہی بنوامیہ

Marfat.com

کی سیادت اصلی اسلام پر چھا گئی اور تفاخر نسل و قصاص و نخوت جاہلیہ جسے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حجتہ الوداع میں اپنے پیروں تلے روند ڈالا تھا سطح پر آگئی۔
اگرچہ اسلام نے اس خالص عربی ذہنیت کی برائیوں کو ایک حد تک کم اور خوبیوں کو اجاگر کر دیا تھا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دمشق میں خالص عربی یا شافعی فقہ بنی اور عربی دنیا میں پھیل گئی۔ پھر یہ فقہ جنوبی ہند سے ہوتی ہوئی انڈونیشیا پہنچی اور بڑی حد تک مقامی رنگ میں رنگ گئی۔

عباسی خلافت کے دور میں عجمی (یعنی غیر عربی یا آرین) تصورات کے اثرات قدرتاً زائد ہو گئے۔ یونان و سکندریہ کے فلسفے اور ایران کے زرتشتی و مانوی تصوف نے قانون اسلام کے عربی رنگ پر عجمی رنگ چڑھا دیا جو فقہ حنفی کی شکل میں نمایاں ہوا اور بغداد سے جو مخلوط عربی و عجمی فقہ مامون الرشید کے زمانے میں شروع ہوئی تھی وہ عباسی خلافت کے زوال کے بعد بخارا سے غزنی اور وہاں سے دہلی پہنچ کر خالص عجمی رہ گئی۔

اسی طرح قرآن کی اساسی تعلیم، سنت نبوی کی تعبیروں سے گزرتی ہوئی مختلف ملکوں میں پہنچی اور نئے نئے لباسوں میں ظاہر ہوئی۔

خدائی ترتیب قرآن

وہ ترتیب ہے جس ترتیب سے قلب رسول پر پہلے مکہ میں اور پھر مدینہ میں قرآن نازل ہوا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو سنایا۔ یا اگر وہ صرف آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے تھا تو اس کے مطابق آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے عمل کر کے دکھایا۔

عام طور پر مسلمان اس مصحف کی ترتیل کرتے ہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳۰ھ میں مرتب کرایا تھا لیکن ۳۰ھ سے پہلے یعنی رسول اللہ کے زمانہ میں، اور شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس جن میں خود

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے قرآن کریم مختلف ترتیبوں سے محفوظ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مومنوں کے لئے چار سورتوں کا جاننا ضروری قرار دے دیا تھا اور خصوصیت کے ساتھ مومنات کے لئے حکم دیا تھا کہ وہ سورہ نور ضرور سیکھیں۔

جو صحابی مثل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دامن سے وابستہ تھے انہوں نے قرآن کو ترتیب نزول قرآن کے مطابق محفوظ کر رکھا تھا۔ غرضکہ قرآن کی حقیقی ترتیب وہ ہے جس ترتیب سے خدا نے اس کو نازل کیا تھا۔ اسے خدائی ترتیب کہتے ہیں۔

رسولی ترتیب قرآن

اس کے بعد مختلف سورتوں میں رسول کریم نے خدا کے حکم سے بعض آیات و الفاظ کا اضافہ کیا اور آیت بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو فصل کے لئے استعمال کیا۔ یہ رسولی ترتیب مضامین فی السور ہے۔

خدائی ترتیب اور رسولی ترتیب دونوں کے متعلق روایت و درایت (خصوصاً حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ کونسا قرآن کس زمانے میں نازل ہوا اور اس کا مخاطب کون تھا۔ ہمارے مفسرین و فقہا اسے پیش نظر رکھتے ہیں اور احکام کے بیان کرنے میں اس سے مدد لیتے ہیں لیکن سیرت نگاروں نے اس کا اہتمام نہیں کیا، اس لئے سیرت و تفسیر دو الگ الگ فن بن گئے۔ ان کا امتزاج سیرت نبوی کے ذریعہ بہت آسان ہے۔

عثمانی ترتیب

موجودہ متداول ترتیب سور یعنی مصحف عثمانی ان کے لئے ہے جو اسلام کی پوری تاریخ سے واقف ہیں یا کسی ایک امام فقہ کو مان لینے کے بعد اپنی زندگی ان کے بتائے ہوئے راستے پر ڈھال چکے ہیں اس لئے ترتیل کے لئے مصحف عثمانی کی ترتیب سور

Marfat.com

صرف ان مسلمانوں کے لئے موزوں ہے جو ایک مسلک فقہ پر قائم ہو چکے ہیں۔ لیکن محدثین کی کثیر تعداد کی رائے ہے کہ ترتیب سور قرآنیہ توقیفی نہیں ہے۔ امام مالکؒ۔ قاضی ابوبکرؒ اور ابن فارس اسی گروہ سے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترتیب سورہ قرآنیہ صحابہ کے اجتہاد پر مبنی ہے۔ مختلف صحابیوں نے اپنے اپنے اجتہاد سے دے رکھی تھیں۔ ان ہی میں سے ایک مصحف عثمانی بھی ہے۔ البتہ قرآن کی بہت سی سورتوں کو رسول کریم ایک خاص ترتیب سے تلاوت فرماتے تھے۔

(دیکھئے کتاب التبیان الجزائری)

مصحف علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی طالب نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد سوائے نماز کے، چادر اوڑھنا ترک کر دیا تھا۔ یہ اس لئے تھا کہ گھر بیٹھ رہے تھے اور قرآن کو جمع کر رہے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے زمانے میں ایک جگہ جمع نہیں تھا۔ یہی بات اس حدیث بخاری سے ثابت ہوتی ہے جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ جواب دیا کہ وہ کام (یعنی جمع قرآن) جو رسول اللہ نے نہیں کیا میں بھی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

حضرت علی کا مصحف ترتیب تنزیل کے مطابق تھا اور جو روایات ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتقان میں سیوطی سے منقول ہیں وہ غالباً اس ترتیب تنزیل کو ظاہر کرتی ہیں جو مصحف علی میں تھی۔ ابن الندیم کا قول ہے کہ "حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن میں نے ابی لیلی حمزہ الحسینی کے پاس دیکھا ہے۔ یہ ترتیب تنزیل کے مطابق ہے اور امام حسن کے خاندان میں باپ سے بیٹے تک منتقل ہوتا رہتا ہے"۔ (الفہرست ۴۲)

حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الاول فالاول کے مطابق قرآن کو ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا تھا۔ (اتقان ص ۵۸)

چوتھی فصل۔ ترتیب نزول قرآن کا نقشہ

قرآن حکیم نجماً نجماً تئیس سال تک نازل ہوا ہے۔ اس میں کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ اس کی بڑی سورتیں مختلف رکوعوں پر مشتمل ہیں۔ ان رکوعوں کے اوائل و اواخر پر نظر ڈالیئے تو مکمل سورہ یعنی پیراگراف معلوم ہوتے ہیں۔ بعض رکوع مسلسل و مربوط ہیں۔ ایک ہی واقعہ کو بیان کرتے ہی۔ بعض منفرد ہیں اور تاریخی طور پر ان کا مقام دوسری جگہ ہے۔۔ بہرحال ہم نے مدنی سورتوں کے مختلف رکوعوں کو آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ؐ کی زندگی میں تاریخی ترتیب سے درج کر دیا ہے اور رکوعوں کے نمبروں کے ساتھ ساتھ آیات کے نمبروں کو بھی درج کر دیا ہے۔ سیرت کے سلسلے میں اسی ترتیب سے پورے قرآن کا خلاصہ درج ہے۔ جو حضرات پورے قرآن کو دیکھنا چاہیں وہ اس ترتیب سے اصل کی طرف رجوع کر سکتے ہیں (ہم نے "ترتیب نزول قرآن کریم" کے نام سے ۱۹۴۰ء میں ایک رسالہ شائع کر دیا ہے۔ جس میں مختلف ترتیبوں اور تحقیقوں کا بھی تفصیل سے ذکر ہے۔)

Marfat.com

اسم سورہ	مخصوصات

فصل ا۔الامام: دعوت سرا دور (ب)

۱۷ رمضان المبارک ا نبوی تا ذی الحجہ ۳ نبوی

۹۶۔العلق:	صرف ایک آقا ہے جو اکرم ہے خالق ہے اور علم دیتا ہے۔
۹۳۔والضحیٰ:	وہی آقا جہل افلاس سے نکالتا ہے۔
۹۴۔الانشراح:	مشکلات سے خدا بچاتا ہے۔
۱۱۳۔الفلق:	حسد سے اللہ محفوظ رکھے۔
۱۰۵۔الفیل:	اللہ ہی محافظ اقوام ہے۔
۹۷۔القدر:	قرآن کو ملائکہ لاتے ہیں (الروح یعنی قرآن)

فصل ۲ المنذر والمزکی۔ دعوت جہراً: الہ۔اللہ۔ ملک قادر

محرم ۴ تا رجب ۵ نبوی۔ پہلی دعوت یا پکار

۱۰۶۔القریش:	اللہ کی اطاعت سے جوع اور خوف جاتا رہتا ہے۔
۹۲۔واللیل:	فیاضی تصدیق ہے۔ بخل تکذیب ہے۔
۱۰۰۔والعادیات:	حب مال کی قیامت میں جوابدہی کرنا ہوگی۔
۹۹۔زلزال:	مرنے کے بعد اعمال کی جواب دہی کرنا ہوگی۔

دوسری پکار

۱۰۳۔والعصر:	اللہ کو مان کر عمل صالح کرنے والی قومیں خسارہ میں نہیں۔
۱۰۲۔التکاثر:	طامع لوگ آگ میں جلیں گے۔
۱۰۱۔القارعہ:	قیامت میں اچھے لوگ عیش کریں گے۔ برے آگ میں جلیں گے۔
۱۱۴۔الناس:	خدا برے وسوسوں سے بچائے۔

اسم سورہ	مخصوصات
۹۱۔ والشمس :	ثمود تکذیب رسول سے تباہ ہوتے۔
۱۰۴۔ الہمزہ :	کنجوس دولت مند جہنم میں جائیں گے۔
۷۰۔ المعارج :	مال میں دوسروں کا بھی حق ہے۔ عہد وفا کرو۔ امانت و شہادت و حفظ فروج پر عمل کرو۔
۸۰۔ عبس :	یہ نصیحت اگلے صحیفوں میں بھی آچکی ہے۔
۹۰۔ البلد :	اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمہ کون کون ہیں۔ اطعام۔ صبر۔ رحم کی تعلیم۔
۸۹۔ والفجر :	اطعام۔ تکریم یتیم۔ بخل سے نفرت
۸۷۔ الاعلیٰ :	فیاض مصلی اور بخیل شقی ہوتا ہے۔

تیسری پکار

اسم سورہ	مخصوصات
۱۰۸۔ الکوثر :	نحر یعنی فیاضی و خدا پرستی دونوں ضروری ہیں۔
۱۰۷۔ الماعون :	صلوۃ (یعنی فرض) یہ ہے کہ یتیم کی مدد کرو اور یوم الدین سے ڈرو
۱۱۱۔ اللہب :	بخل اور چغلخوری جہنم میں لے جائیگی۔
۸۶۔ الطارق :	قیامت میں چھپے ہوتے سرائر کھل جائیں گے۔
۷۳۔ المزمل :	دولت مند یوم حساب کی تکذیب کرتے ہیں۔ اس پر صبر کرو۔ واهجرهم هجرا جميلا
۹۵۔ والتین :	اللہ قیامت میں احکم الحاکمین ہو گا۔ لہذا عمل صالح کرو۔
۸۴۔ انشقاق :	ایمان و عمل صالح کرو۔
۸۲۔ انفطار :	فاجر غرور کرتے ہیں اور یوم الدین کو جھٹلاتے ہیں۔
۷۷۔ والمرسلات :	مجرم یوم الدین کو جھٹلاتے ہیں۔
۷۵۔ القیامہ :	اللہ ہی مردہ ہڈیوں میں جان ڈالے گا۔ لہذا تصدیق یوم

Marfat.com

الدین کرو۔

۵۶۔ الواقعہ : اصحاب الیمین والشمال کون ہیں۔ اللہ بعث بعد الموت پر قادر ہے۔

کفار قریش کا پہلا وفد ابو طالب کے پاس آیا۔

۷۱۔ نوح : بت پرست ظالم، کافر و فاجر ہیں۔

۷۹۔ والنازعات : بعد مرنے کے جنت و جحیم دونوں ہیں ایمان و عمل صالح کرو۔ تکذیب و فتنہ نہ کرو۔

۸۵۔ البروج : یوم الموعود ضرور آئے گا۔ اصحاب الاخدود کی طرح مسلمانوں کو فتنے میں نہ ڈالو۔

۷۴۔ المدثر : تکبر و تکذیب دین نہ کرو۔ صبر کرو ملائکہ و جنود اللہ نازل ہوں گے۔

۸۳۔ التطفیف : کم نہ تولو۔ آیات (دلائل) وجود باری و قیامت کو نہ جھٹلاؤ۔

۶۸۔ ن والقلم : آیات کو نہ جھٹلاؤ۔ یہ تذکرہ ہے۔ صبر کرو۔ بخل بری چیز ہے۔

۸۱۔ التکویر : یہ قول ملک ہے جسے میں نے دیکھا۔ یہ شیطان کا کلام نہیں۔

ابو طالب کے پاس دوسرا وفد قریش

آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کو اعراض کا حکم

۵۱۔ الذاریات : محروم کو نہ دینا جرم ہے۔ خدا بڑھیا کو بیٹا دے سکتا ہے۔

۶۹۔ الحاقہ : قرآن قول کاہن نہیں تَنْزِيلٌ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ہے۔ اگر میں جھوٹ کہتا تو تباہ کر دیا جاتا

۵۴۔ القمر : قیامت میں چاند شق ہو جائے گا۔ اور لوگ قبروں سے

Marfat.com

نکالے جائیں گے۔

فصل ۳۔ المبشر والہادی رجب ۵ نبوی تا محرم ۷ نبوی

دور رحمان و دعوتِ نصاریٰ

۸۸۔ الغاشیہ:	اے رسول تو ان پر مصیطر (داروغہ) نہیں ہے۔
۷۸۔ النباء:	سب سے بڑی خبر یہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔
۷۶۔ الدھر:	اطعام و ذکر رب کرو۔ صبر کرو۔
۵۵۔ الرحمان:	رحمان اللہ کو کہتے ہیں۔ جنت و جہنم کا ذکر
۵۰۔ ق:	مَا اَنْتَ عَلَیْہِمْ، بجبّار بعث یقینی ہے صبر کرو

ہجرت حبشہ اولیٰ۔ رجب ۵ نبوی

۵۳۔ والنجم:	یہ قول ملک ہے (دیکھئے ۸۱۔ التکویر)
۶۷۔ الملک:	غیب اللہ ہی جانتا ہے۔ شیطان کا وہاں گذر نہیں۔
۴۶۔ حم۔ الاحقاف:	یہ تنزیل من اللہ ہے۔ کفر۔ ظلم۔ تکبر سب گمراہی ہے۔
۴۴۔ حم الدخان:	یہ قرآن امر الٰہی ہے۔
۱۱۲۔ الاخلاص:	خدا کا کوئی رشتہ دار نہیں۔
۳۷۔ والصافات:	اسلام کیا ہے؟ (رکوع ۳)۔ ابراہیم و اسماعیل کا اللہ کی راہ میں گردن جھکانا اسلام ہے۔
۳۲۔ الم السجدہ:	اللہ کو یاد کرنا اور انفاق کرنا اسلام ہے۔
۱۹۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ مریم:	رحمان کے بیٹا نہیں۔ مسیح کے معجزات

ہجرت حبشہ ثانیہ۔ محرم ۶ نبوی

۵۲۔ الطور:	میں شاعر کاہن مجنوں نہیں فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ قسم ہے توراۃ کی

Marfat.com

اسم سورہ	مخصوصات
۳۸۔ ص :	یہ فصل خطاب قیامت کی خبر دیتا ہے۔ تاکہ نیک عمل کرو
۱۵۔ الحجر :	استہزا نہ کرو۔ ورنہ اصحاب حجر کی طرح تباہ ہو جاؤ گے۔
۱۸۔ الکہف :	اصحاب کہف خدا کے وجود کی نشانیاں تھیں۔ استہزا نہ کرو۔
۲۰۔ طٰہٰ ۔ کلیم :	یہ قرآن عربی ہے۔ آیات مثل موسیٰ کے کیوں نہیں لاتے؟ کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی جواب ہے۔
۲۳۔ المؤمنون :	آیت اللہ انعام میں ہے۔ ولادت مسیح میں ہے۔ بارش میں ہے۔ یہ قرآن اساطیر الاولین نہیں۔ حق بات ہے۔
۲۱۔ الانبیاء :	میں مفتری و شاعر نہیں۔ بشیر ہوں۔ اہل ذکر سے پوچھ لو۔ لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا
۳۶۔ یٰسٓ :	یہ شعر نہیں بلاغ مبین ہے کہ انفاق کرو اور کفر نہ کرو۔
۲۶۔ طسٓمٓ الشعراء :	یہ سحر و شعر نہیں۔ اس میں تو فساد کی جگہ اصلاح کا ذکر ہے۔

وفد قریش الی رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم بعد اسلام حمزہ

۱۳۔ المر۔ الرعد :	هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ۔ کوئی قوم جب تک خود نہ بدلے، اللہ نہیں بدلتا
۲۵۔ الفرقان :	اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا قیامت میں آسمان شق ہو جائے گا۔ وہ رحمان کو نہیں مانتے۔ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ
۴۲۔ حٰمٓ۔ عسق الشوریٰ :	انفاق۔ عفو۔ مَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى توحید دین و اتفاق
۳۴۔ السبا :	میں کافۃ الناس کے لئے رسول ہوں یہ قرآن سحر و افترا نہیں۔
۴۰۔ حٰمٓ۔ المومن :	اللہ کے وجود کے دلائل کو نہ ماننا کفر ہے۔ حیات دنیا ہی نہیں ہے۔ اس پر غرور نہ کرو۔

Marfat.com

اسم سورہ

۳۹۔الزمر:	لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی توبہ کرو اللہ معاف کر دے گا۔
۱۰۹۔الکافرون:	لَا اَعْبُدُ مَاتَعْبُدُوْنَ۔لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ○

فصل ۴۔المرسل۔ محرم ۷ تا ذی الحجہ ۹ شعب ابی طالب

۲۔البقرہ رکوع ۳۵:	ذکر ابراہیم واحیائے موتی
۳۱۔الم لقمان:	صلوۃ۔زکوٰۃ۔احسان۔بالوالدین۔صبر۔شکر۔نہی عن المنکر
۱۴۔ابراہیم (الر):	قَالَتْ رُسُلُهُمْ۔نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ اَللّٰهُ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ
۱۲۔الر۔یوسف:	قصہ یوسف سے عبرت حاصل کرو کہ حق کہنے پر قید ملی اور پھر حکومت
۲۸۔طسم القصص:	اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔انفاق

فصل ۵۔رسول اللہ الی العالمین محرم ۱۰ تا صفر ۱۳ نبوی

۳۰الم۔روم:	سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ تب معلوم ہو گا کہ قومیں کیوں تباہ ہوتی ہیں۔
۷۔المص الاعراف: (سوائے رکوع ۲۰ کے جو فصل نہم میں ہے)	خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ میں عالم غیب نہیں۔میں اپنے آپ کو نفع و ضرر نہیں پہنچا سکتا۔
۲۹۔الم۔العنکبوت:	لَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔
۳۵۔الفاطر:	فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ۔وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ

(شوال ۱۰ نبوی)

۴۱۔حم السجدہ: (فصلت):	اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔جو لوگ اللہ کو اپنا آقا مانتے ہیں اور صبر کرتے ہیں ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور خوف و

Marfat.com

حزن دور ہو جاتا ہے۔

۷۲۔ الجن: جن بھی قرآن کو وحی الٰہی مانتے ہیں۔

۱۔ الحمد (نصف اول): اللہ رحمان ہے قیامت کا جج ہے۔

۴۵۔ حم الجاثیہ: دہریوں کا ذکر۔ جو جیسا کرے گا وہ ویسا بدلہ پائے گا۔

۲۳۔ ذی قعدہ ۱۰ نبوی

۴۳۔ حم الزخرف: یہ قرآن عربی ہے۔ کفار کو معاف کر دے نرمی سے بات کر (عربی صاف زبان)

۲۷۔ طس۔ النمل: صلوۃ۔ زکوۃ کی تعلیم۔ جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔ بنی اسرائیل کے اختلافات کا ذکر۔

۱۷۔ بنی اسرائیل: جن وانس ایسا کلام نہیں لاسکتے۔ بیان اسراء رویا ہے، اور کفار کے لئے شجر ممنوعہ۔ سنۃ اللہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ لہذا معجزات تاریخی پر غور کرو۔

۱۱۔ ھود: میں تو صرف ہود کی طرح اصلاح چاہتا ہوں۔ میں علم غیب نہیں نہ معجزات دکھاتا ہوں۔ صرف دلائل وجود الٰہی بیان کرتا ہوں۔

۱۰۔ الر۔ یونس: تعجب ہے کہ اختلاف لیل و نہار وغیرہ کو کفار خدا کا معجزہ نہیں سمجھتے اور معجزہ مانگتے ہیں۔ اہل کتاب سے پوچھو کہ خدا ہے یا نہیں۔ ایسی ایک سورہ ہی بنالاؤ۔

۱۶۔ النحل: اگر ہم ایک آیت (دلیل) کو بدل کر دوسری دیتے ہیں تو کفار کہتے ہیں کہ یہ افترا ہے۔ یہ کلام روح القدس لاتا ہے۔ قرآن پڑھتے وقت استعاذہ کر لیا کرو۔
سبیل رب کی طرف حکمت و موعظت حسنہ سے بلاؤ۔

۶۔ الانعام: سِيْرُوا فِي الْاَرْضِ۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔

Marfat.com

اے رسول تجھے کوئی معجزہ ظاہری نہ دیا جائے گا۔ صرف دلائل دیے جائیں گے جیسا کہ اہل کتاب کو دیئے گئے۔ یہ ان سے پوچھ لیں۔

ترتیب قرآن بعد ہجرت

ہجرت مدینہ کے بعد جو قرآن نازل ہوا ہے۔ اس میں بہت سے مکمل رکوع اور بعض آیات مکہ میں نازل ہوتے ہیں حدیبیہ کے بعد یہ سلسلہ مکیہ زیادہ ہے۔ ایسے رکوع جن میں آیات انبیہ، یا تحدی ہے وہ سب مکہ والوں کے لئے ہیں۔ سورہ البقرہ اور سورۃ آل عمران کے دونوں رکوع الف لام میم سے شروع ہوتے ہیں۔ اور دونوں کی عبارت ظاہر کرتی ہے کہ مکی ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ وفد بخران پہلے مکہ میں آیا ہو۔ اسی طرح البقرہ کا تیسرا رکوع مکی ہے۔ اس لئے کہ تحدی قریش کے لئے تھی اور بعد فتح اس تحدی میں زیادہ زور پیدا ہو گیا ہے۔ سورۃ الحج پوری مکی ہے اور اس کے آٹھویں رکوع کے اواخر مثل علی کبیر لطیف خبیر اور غنی حمید بالکل مکی سورتوں ذالملک الشوری۔ فاطر۔ اسے اور المومن کی طرح ہیں۔ اور بعض رکوع سفری ہیں۔ یعنی خیبر، مکہ، حنین وغیرہ کے راستوں کے ہیں۔

فصل ۶۔ امیر العالمین۔ ۲۲ ربیع الاول ۱ھ تا رجب ۲ھ عام الہجرت۔ ۱ھ

البقرہ۔ ۴ ع (۳۰۔ ۳۹)	اے بنو اسرائیل۔ شیطان نے آدم کو نافرمانی پر مائل کیا۔ لہذا آدم کی طرح توبہ کرو۔ معافی ملے گی۔
البقرہ ۵ ع (۴۰۔ ۴۶)	اے بنو اسرائیل قرآن کو بھی مانو۔ یہ توراۃ کا مصدق ہے۔
" ۶ ع (۴۷۔ ۵۹)	انفاق کرنا نیکی ہے۔
البقرہ ۷ ع (۶۰۔ ۶۱)	انفاق کرنا نیکی ہے۔
" رکوع ۸ ع (۶۲۔ ۷۲)	" " "

اسم سورہ مع رکوع و آیات — مخصوصات

" رکوع ۲ — منافقین۔

" ۳۲ ع (۲۴۳۔۲۴۸) " طالوت کے مانند اہل مدینہ کو ایک امیر کی ضرورت ہے۔

" ۳۳ ع (۲۴۹۔۲۵۳) — آیت قتال در حدیث طالوت

عام القتال ۲ھ

الجمعہ ۲ ع (۹۔۱۱) — نماز باجماعت

البقرہ ۳۴ ع (۲۵۴۔۲۵۷) — اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم

(دیکھئے آل عمران ابتدا) — شفاعت کوئی نہیں کر سکتا۔

البقرہ ۳۵ (۲۵۸۔۲۶۰) — قول ابراہیم کہ اللہ زندہ کرتا ہے۔

(پہلے فصل چہارم میں نازل ہوا) — اور وہی مارتا ہے۔ بیان زندگی طائران

البقرہ ۳۶ ع (۲۶۱۔۲۶۶) — انفاق کرو ایک کے بدلے بہت پاؤ گے احسان رکھ کے یا ریا۔ کے ساتھ نہ دو۔

البقرہ ۳۷ ع (۲۶۷۔۲۷۳) — علانیہ اور خفیہ دونوں طرح صدقہ بہتر ہے اصحاب صفہ کو دو۔

النساء ۱۴ ع (۹۷۔۱۰۰) — ہجرت کی تعریف

المائدہ ۴ ع (۲۲۔۲۷) — ارض مقدس میں داخلہ۔ ہمت سے فتح حاصل ہوتی ہے۔

المائدہ ۵ ع (۲۸۔۳۵) ایک قتل کل عالم کا قتل ہے۔

فصل ۷۔ سید المجاہدین رجب ۲ھ تا شوال ۳ھ

البقرہ ۲۷ ع کی دو آیتیں (۲۱۷و۲۱۸) (بقیہ آیات ۲۱۹۔۲۲۱ فصل ۹ میں ہے۔ — ماہ حرام میں اگرچہ قتال برا ہے لیکن فتنہ، قتال سے بدتر

البقرہ ۱۷ ع (۱۴۲۔۱۴۶) — تحویل قبلہ موسیٰ الی قبلۃ ابراہیم

Marfat.com

اسم سورہ مع رکوع و آیات	
البقرہ ۱۸ ع (۱۴۷ ـ ۱۵۱)	تحویل قبلہ
البقرہ ۲۲ ع (۱۷۷ ـ ۱۸۲)	تحویل قبلہ قصاص
البقرہ ۲۱ ع (۱۶۸ ـ ۱۷۶)	کتمان شہادت توراۃ نہ کرو۔
البقرہ ۹ ع (۷۲ ـ ۸۲)	بنواسرائیل تحریف معنوی کرتے تھے۔
البقرہ ۱۰ ع (۸۳ ـ ۸۶)	جان بوجھ کر احکام توراۃ نہیں مانتے تھے۔
البقرہ ۱۱ ع (۸۷ ـ ۹۶)	قَالُوا سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا حیات دنیوی کے حریص ہو، قتل انبیاء کرتے ہو۔
البقرہ ۱۲ ع (۹۷ ـ ۱۰۳)	جبریل نے قلب رسول پر وحی نازل کی۔ یہ پہلی کتابوں کی مصدق ہے۔
" ۱۳ ع (۱۰۴ ـ ۱۱۲)	نسخ و نسیان آیات۔ مومنو "راعنا" نہ کہو۔ تحویل قبلہ۔ بہتر حکم (آیت) ہے
" ۱۴ ع (۱۱۳ ـ ۱۲۱)	یہودی چاہتے ہیں کہ احکام قرآن متعلق تحویل قبلہ نہ مانو
" ۱۵ ع (۱۲۲ ـ ۱۲۹)	اصلی ملت ابراہیمی کو مانو۔ یعنی
" ۱۶ ع (۱۳۰ ـ ۱۴۱)	خواہ یہودی رہو یا نصرانی
الجمعہ ۱ ع (۱ ـ ۸)	یہودی توراۃ کو نہیں سمجھتے ان پر گدھوں کی طرح کتاب لدی ہوئی ہے۔
البقرہ ۲۳ ع (۱۸۳ ـ ۱۸۸)	روزہ اہل کتاب کی طرح فرض ہوا۔

یوم الفرقان ـ ۱۷ ـ رمضان ۲ھ کے بعد

الانفال ۵ ع (۳۸ ـ ۴۴)	رسول کا خواب متعلق بدر بھی وحی الٰہی ہے خمس آیت قتال
الانفال ۲ ع ـ (۱۱ ـ ۱۹)	تم نے نہیں مارا اللہ نے مارا
الانفال ۱ ع (۱ ـ ۱۰)	ہزار ملائکہ کا ذکر بھی اسی طرح کا ہے اطمینان قلب

Marfat.com

اسم سورہ مع رکوع و آیات	مخصوصات
	کے لئے
آل عمران آیت ۱۳	بدر کا ذکر
الانفال ۱۰ ع (۷۰-۷۵)	اسیروں کا حکم
" ۹ ع (۶۵-۶۹)	صابروں کی ہمیشہ جیت ہوتی ہے
" ۸ ع (۵۹-۶۴)	اگر قریش صلح چاہیں تو تو بھی جھک جا
" ۷ ع (۴۹-۵۸)	منافق۔ یہودی ہمیشہ خیانت کرتے رہے۔ یہ قوم اپنی فطرت نہیں بدلتی۔
انساء ۱ ع (۱-۱۰)	نکاح یتامیٰ
" ۲ ع (۱۱-۱۴)	وراثت
" ع ۳ تا ۶ (۱۵-۴۲)	عورتوں کے حقوق میراث۔ مہر، زنا، سود، میراث ملکیت، جوا، قتل
سورہ نساء جز۔ ع ۱۹	یتیم لڑکیوں کا نکاح۔ صلوۃ وسطیٰ ہے۔
" ۲۲ ع (۵۳-۱۶۲)	۔یہودیوں کا مریم پر بہتان وہ مسیح کو قتل نہ کر سکے بلکہ اللہ نے درجہ بلند کر دیا۔ (بذریعہ شہادت) راسخون فی العلم منھم

غزوہ بنو قینقاع کے بعد

اسم سورہ مع رکوع و آیات	مخصوصات
آل عمران ۱۹ ع (۱۸۱-۲۰۰)	۔یہود میں اچھے لوگ ہیں مگر کم، برے۔ یہودی کہتے کہ اللہ فقیر ہے۔
النساء ۷ ع (۴۳-۵۰)	۔یہود الفاظ کو اٹھلا کر بولتے ہیں کہ معنی بدل جائیں (احمد)
النساء ۱۰ ع (۷۱-۷۶)	قتال کا ثواب

عام الامتحان ۳ھ۔ عراق کے راستہ پر توجہ

اسم سورہ مع رکوع و آیات	مخصوصات
النساء ۱۲ ع (۸۸ـ۹۱)	منافق فتنہ انگیز ہیں۔
النساء ۱۳ ع (۹۲ـ۹۷)	قتال منافقین
النساء ۱۴ ع	ہجرت کی تعریف
" ۲۱ ع (۱۴۲ـ۱۵۲)	سب رسولوں کو نہ ماننے والے حقیقی کافر ہیں۔
" ۱۶ ع (۱۰۵ـ۱۱۲)	قرآن کے مطابق فیصلہ کرو۔
" ۱۷ ع (۱۱۳ـ۱۱۵)	یہود رسول کو بھٹکانا چاہتے تھے۔
" ۱۸ ع (۱۱۶ـ۱۲۶)	شرک نہیں بخشا جا سکتا۔
" ۱۹ ع (۱۲۷ـ۱۳۴)	منافقوں سے پرہیز کرو۔
محمد ۱ ع (۱ـ۱۱)	اللہ کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ غلام بنانا جائز نہیں۔
" ۲ ع (۱۲ـ۱۹)	مکہ سے زیادہ طاقتور شہر تباہ ہو چکے ہیں۔
" ۳ ع (۲۰ـ۲۸)	منافق حکم قتال سے ڈر گئے۔
" ۴ ع (۲۹ـ۳۸)	أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔ اللہ غنی ہے تم فقیر ہو۔
الصف ۱ ع (۱ـ۹)	عیسیٰ نے کہا میرے بعد نبی احمد نامی آئے گا۔
الصف ۲ ع (۱۰ـ۱۴)	هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
المائدہ ۶ ع (۳۸ـ۴۶)	یہودی تحریف کلمات کرتے ہیں
" ۷ ع (۴۷ـ۵۳)	توراۃ وانجیل میں ہدایت و نور ہے۔ قرآن ان کی تصدیق کو آیا ہے۔
" ۸ ع (۵۴ـ۵۹)	بعض یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔
" ۹ ع (۶۰ـ۶۹)	یہود سود خور جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں۔

Marfat.com

اسم سورہ مع رکوع و آیات	مخصوصات
" ۱۰ ع (۷۰ـ۸۰)	اے اہل کتاب توراۃ ـ انجیل اور قرآن کو مانو۔ اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔
الانفال ۳ ع (۲۰ـ۲۸)	أطيعوا الله وأطيعوا الرّسول خیانت نہ کرو۔
" ۴ ع (۲۹ـ۳۷)	رسول کو ایذا دینے کا مزہ مل گیا
" ۶ ع (۴۵ـ۴۸)	اتحاد سے فتح ہوتی ہے۔
" ۱۰ ع ( )	مہاجر و انصار کی تعریف

فصل ۸۔ خاتم النبین۔ شوال ۳ھ تا ذی قعدہ ۶ھ

آل عمران ۱۳ ع (۱۲۱ـ۱۲۹)	احد کے فرشتوں کا ذکر اطمینان قلب کے لئے ایک بشارت تھی۔
آل عمران ۱۴ ع (۱۳۰ـ۱۴۳)	بہت سود نہ کھاؤ۔ شکست سے صبر کا امتحان ہوتا ہے۔
" ۱۵ ع (۱۴۴ـ۱۴۸)	محمدؐ صرف رسولؐ ہیں۔ کیا وہ مر جاتے یا قتل ہو جاتے تو تم کافر ہو جاتے؟
" ۱۶ ع (۱۴۹ـ۱۵۵)	احد میں بھاگنے والوں کو شیطان نے بہکایا۔ توبہ پر معافی ملی۔
" ۱۷ ع (۱۵۶ـ۱۷۱)	اللہ کی راہ میں قتل ہونا نجات ہے۔ وہ زندہ رہتے ہیں۔ منافق گھر بیٹھ کر بھی موت سے نہیں بچ سکتے
" ۱۸ ع (۱۷۲ـ۱۸۰)	شیطان اپنے اولیاء کو ڈراتا ہے۔ بخل بری چیز ہے۔
" ۱۸ ع (۱۸۱ـ۱۸۹)	یہودی بخیل خدا کو فقیر کہتے ہیں اور قتل انبیاء کے مجرم ہیں۔
" ۲۰ ع (۱۹۰ـ۲۰۰)	خلق کائنات پر فکر کرو۔ کیا خدا نے یہ سب باطل بنایا ہے اہل کتاب کے مومنوں کو بشارت
النساء ۲۴ ع (۱۷۲ـ۱۷۶)	میراث کلالہ۔ تحریم مشرکہ

Marfat.com

اسم سورہ مع رکوع و آیات	مخصوصات
عام التہنیت علی النکاح ۴ھ	
نساء ۱۵ ع (۱۰۱ - ۱۰۴)	قصر صلوۃ
دعائے قنوت	جو بقول ابن مسعود جزو قرآن ہے۔
ایک آیت جو بھلا دی گئی	بلّغوا قومنا عنا۔ انّا لقینا ربنا۔ فرضی عنا و رضینا عنہٗ
سورۃ البینہ	صلوۃ و زکوۃ اساس ایمان ہے۔
آل عمران ۱۱ ع (۱۱۰ - ۱۲۰)	ذلت و مسکنت ۔یہود۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر
الحشر ۱ ع (۱ - ۱۰)	اخراج ۔یہود کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ
الحشر ۲ ع (۱۱ - ۱۷)	نفاق سے بزدلی پیدا ہوتی ہے۔
" ۳ ع (۱۸ - ۲۴)	اے یہود سب اچھے نام اللہ کے ہیں (خواہ کسی زبان میں ہوں)
عام الزلزلہ ۵ھ	
النساء ۷ ع (آیت ۴۳)	نشہ میں نماز نہ پڑھو۔ تیمم
(بقیہ رکوع ۴ھ میں گزرا)	
النساء ۸ ع (۵۰ - ۵۹)	منافق اور طاغوتی فیصلہ
" ۹ ع (۶۰ - ۷۰)	
المنافقون مکمل سورہ	بخل منافقت کی نشانی ہے
النور ۱ ع (۱ - ۱۰)	قذف و لعان (بعد افک)
" ۲ ع (۱۱ - ۲۰)	مومنوں نے تہمت لگائی
" ۳ ع (۲۱ - ۲۶)	ابوبکر کو عفو کا حکم
" ۴ ع (۲۷ - ۳۴)	گھروں میں بلا اجازت نہ داخل ہو۔ عورتو بدن ڈھانکو
" ۵ ع (۳۵ - ۴۰)	اللہ نور ہے سب اس کی حمد کرتے ہیں۔

Marfat.com

اسم سورہ مع رکوع و آیات	
" ۶ ع (۴۱-۵۰)	ہر چیز قانون الٰہی کی پابند ہیں۔
" ۷ ع (۵۱-۵۷)	اللہ کی بندگی خوف و جوع سے نجات کا باعث ہے۔ اسی سے سلطنت ارضی ملتی ہے۔
" ۸ ع (۵۸-۶۱)	چند آداب مجلس
" ۹ ع (۶۲-۶۴)	مجلس شوریٰ کے آداب
المجادلہ ۱ ع (۱-۱۰)	طلاق ظہار، غیبت، اللہ رسول کے دشمن۔ حزب شیطانی ہیں
المجادلہ ۲ ع (۱۴-۲۲)	مومن حزب اللہ میں سے ہیں وہ رسول کو دکھ نہیں پہنچاتے
" ۳ ع (۱۴-۲۲)	حزب الشیطان کا ذکر

حملہ احزاب ذیقعدہ ۵ھ

الاحزاب ۲ ع (۹-۲۰)	جنود اللہ نے احزاب کو شکست دی۔
الاحزاب ۳ ع (۲۱-۲۷)	یہود کی حالت زار
بقرہ ۲۶	بنو اسرائیل ناشکری کی وجہ سے غلامی میں پھنسے
نساء ۳ ۱۱ (۷۷-۸۷)	جب قتال فرض ہوئی تو لوگ ڈرتے تھے۔

عام السوال ۶ھ - ۶۲۷ء

الاحزاب ۱ ع (۱-۸)	طلاق ظہار منسوخ
الاحزاب ع ۵ (۳۵-۴۰)	محمد مصدق الرسل ہیں۔ اسی لئے خدا نے حکم دیا کہ سنت ابراہیمی زندہ کرو۔ اور
(خاتم النبیین)	متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کرو۔ اس میں نہ شرماؤ یہ حکم خداوندی ہے۔
البقرہ ۲۸ ع (۲۲۲-۲۲۸)	ایلاء۔ طلاق مساوات مرد و زن

Marfat.com

اسم سورہ مع رکوع و آیات	مخصوصات
" ۲۹ ع (۲۲۹ـ۲۳۱)	حلالہ
الاحزاب ع ۴	ازواج نبوی کی یورش اور ان کو نصیحت

استیصال بنو قریظہ کے بعد

آل عمران ۸ ع (۷۲ـ۸۰)	اہل کتاب میں مومن بھی ہیں اور بد معاش بھی۔
آل عمران ۹ ع (۸۱ـ۹۱)	اسلام یا خدا بندگی ہی سچا راستہ (دین حق) ہے۔
" ۱۰ ع (۹۲ـ۱۰۸)	انفاق۔ بعض چیزیں بنو اسرائیل نے خود حرام کر لی تھیں۔
" ۱۱ ع (۱۰۲ـ۱۰۹)	اتحاد میں فتح ہے۔ مومنوں کا کام امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔
البقرہ ۳۰ ع (۲۳۲ـ۲۳۵)	حکم رجعت طلاق کی تشریح
" ۳۱ ع (۲۳۶ـ۲۴۳)	صلاۃ وسطی یعنی طلاق کے بعد نفقہ
المائدہ (آیات ۳۶ـ۳۷)	محاربین کی سزائیں۔

فصل ۹۔ محسن المفتوحین۔ ذیقعدہ ۶ھ تا ذی الحجہ ۸ھ

بیعت رضوان کے بعد

الفتح ۱ ع (۱ـ۱۰)	بیعت ہی فتح ہے جو میری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں۔
" ۲ ع (۱۱ـ۱۷)	مخلفین کا ذکر
" ۳ ع (۱۸ـ۲۶)	بیعت کی وجہ سے نزول سکینہ علی الرسول والمومنین
" ۴ ع (۲۷ـ۲۹)	رویا سچا ہو گیا سب کی مغفرت
الاعراف ۲۰ ع (۱۵۷ـ۱۶۲)	انی رسول اللہ الیکم جمیعاً
آل عمران ۷ ع (۶۴ـ۷۱)	یا أهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله

اسم سورہ مع رکوع و آیات	مخصوصات
البقرہ ۲۴ ع (۱۸۹ - ۱۹۶)	اسلام کا بنیادی چارٹر اللہ کے لئے لڑو فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہے۔
الاحزاب ۶ ع (۴۱ - ۵۲)	منافقین کی ایذا رسانی
" ۷ ع (۵۳ - ۵۸)	آئندہ نکاح کی آنحضرتؐ کو ممانعت
" ۸ ع (۵۹ - ۶۸)	جلابیب بوجہ منافقین
" ۹ ع (۶۹ - ۷۳)	منافقین و مشرکین کی برائی
نساء ۱۳ ع	جو سلامتی چاہے اس سے نہ لڑو

قرآن بعد فتح مکہ

یوسف	لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ
بنی اسرائیل	جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
الممتحنہ ۱ ع	عورتوں کے اسلام کے شرائط
وحی غیر متلو	خطبہ نبوی در مکہ
البقرہ ۲۰ ع (۱۶۳ - ۱۶۷)	آیات اللہ
الم البقرہ ۱ ع (۱ - ۷)	در تعریف اصحاب بیعت رضوان
البقرہ ۲ ع (۸ - ۲۰)	اسلام
" ۳ ع (۲۱ - ۲۹)	تحدی کا خاتمہ مکہ میں
سورۃ النصر	خدا کا شکر
سورۃ الحدید	حمد الٰہی
سورۃ التغابن	حمد الٰہی
البقرہ ۲۵ ع (۱۹۷ - ۲۱۰)	حج
" ۱۹ ع (۱۵۳ - ۱۶۳)	صفا - مروہ
سورہ الحج (مکیہ)	اسلام کیا ہے۔
(رکوع ۱ تا رکوع ۶)	مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ

Marfat.com

اسم سورہ مع رکوع و آیات	
(۱-۴۸)	
رکوع ۷ اور رکوع ۸،۹	پہلے بھی جو رسول تمنائیں کرتے تھے
(۴۹-۷۲)	تو شیطان ان کی آرزوؤں میں القا کر دیتا تھا۔
رکوع ۱۰ (الحج) (۷۳-۷۸)	جَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ
النساء ۲۰ ع (۱۳۵-۱۴۱)	قسط کا حکم:- مومنو منافقوں کے پاس نہ بیٹھو حتٰی يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ
" ۲۳ ع (۱۶۳-۱۷۱)	تین خداؤں کو نہ مانو
المائدہ (آیات ۳۶-۳۷)	وحی کی نوعیت

فصل ۱۰:- رحمۃ للعلمین۔ محرم ۹ھ تا ربیع الاول ۱۱ھ

	عام البرات ۹ھ
الم:- آل عمران ۱ ع (۱-۹)	فصل ہفتم کے بعد پھر ذکر محکم متشابہ اور راسخون فی العلم (من اہل الکتاب)
" ۲ ع (۱۰-۲۰)	اُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (یعنی اہل کتاب) اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَام
" ۳ ع (۲۱-۳۰)	قتل انبیاء بغیر قسط لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ
" ۴ ع ([illegible])	مریم اگرچہ لڑکی تھی لیکن خدا نے بیت اللہ کی خدمت کے لئے قبول کر لی۔
آل عمران ۵ ع (۴۲-۵۴)	مریم کو بشارت کلمۃ اللہ کی بغیر مس بشر کے۔ آیات عیسیٰ بعض حرام کو حلال کرنے آیا ہوں اِنَّ اللهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْم
" ۶ ع (۵۵-۶۳)	اِنِّي مُتَوَفِّيْكَ مباہلہ
" ۷ ع (۶۴-۷۱)	(پہلے ذکر ہوا)

Marfat.com

اسم سورہ مع رکوع و آیات	مخصوصات
البقرہ ۲۶ ع (۲۱۱-۲۱۶)	یہ رکوع دوبارہ ہے
(دیکھیے فصل ۸)	(انفاق کا ذکر)
" ۲۷ ع (۲۱۹-۲۲۱)	یتامیٰ و مشرکہ کے متعلق
توبہ ۸ ع (۶۰-۶۶)	مصارف زکوۃ و صدقات
سورۃ الحجرات	مساوات نسل و رنگ
سورۃ التحریم	عورتوں مردوں کے حدود (سیاست اور عورت)
توبہ ۶ ع ۷ ع (۳۸-۵۹)	انفاق برائے جہاد روم
(بزدلوں کا چندہ قبول نہ کرو)	(سکینہ و جنود اللہ)
سورۃ الطلاق	عورتوں کو یکبارگی طلاق دیکر نہ نکالو
توبہ ۹ ع (۶۷-۷۲)	منافقوں کا استہزا۔ چندہ دہندگان پر
توبہ ۱۰ ع (۷۳-۸۰)	چندہ سے انکار
توبہ ۱۱ ع (۸۱-۸۹)	یرموک کے مخلفین پر عتاب
" ۱۲ ع (۹۰-۹۹)	ضعفاء کا استثنیٰ جہاد سے
" ۱۳ ع (۱۰۰-۱۱۰)	مسجد ضرار سازش کا گھر ہے۔
" ۱۴ ع (۱۱۱-۱۱۸)	اللہ نے مومنوں کا جان و مال خرید لیا ہے۔
" ۱۵ ع (۱۱۹-۱۲۲)	سب کا جہاد میں چلے جانا غیر ضروری ہے۔
" ۱۶ ع (۱۲۳-۱۲۹)	جنگ میں نرمی نہ برتو
" ۱ ع (۱-۶)	مشرکوں سے معاہدہ پورا کرو
" ۲ ع (۷-۱۶)	بد عہد مشرکوں کے لئے تلوار یا اطاعت۔
" ۳ ع (۱۷-۲۴)	اللہ کے گھر میں غیر اللہ کی پرستش نہیں ہو سکتی۔

غزوہ حنین کے بعد۔

Marfat.com

اسم سورہ مع رکوع و آیات	مخصوصات
توبہ ۴ ع (۲۵-۲۹)	سکینہ و جنود اللہ (اہل کتاب پر) جزیہ
" ۵ ع (۳۰-۳۷)	یہود نصاریٰ اپنے بزرگوں کو اپنانا
آیت نسی شہور	اللہ کہتے ہیں نسی کفر میں زیادتی ہے۔

عام البلاغ یا عام الوداع ۱۰ ھ

البقرہ ۳۸ ع (۲۷۴-۲۸۱)	انفاق خوف و حزن دور کرتا ہے۔
" ۳۹ ع	تحریری قرض۔ رہن با قبضہ
المائدہ ۱ ع (۱-۶)	مشرکوں سے معاہدہ پورا کیا جائے۔
" ۲ ع (۷-۱۲)	دشمن سے بھی انصاف کرو۔ وضو
" ۳ ع (۱۳-۲۱)	یہود کو بھی معاف کر دو۔ مسیح کی ہلاکت کا ذکر
المائدہ ع ۶۔ نصف اول	دیکھئے فصل ہفتم بھی
" ۱۱ ع (۸۷-۹۳)	وہ قریب الاسلام ہیں
" ۱۲ ع (۹۴-۱۰۰)	خمر۔ میسر۔ ازلام۔ انصاب
" ۱۳ ع (۱۰۱-۱۰۷)	جھوٹی قسم
" ۱۴ ع (۱۰۸-۱۰)	احرام میں شکار کی ممانعت شہادت نہ چھپاؤ صید البحر حلال ہے۔
المائدہ ۱۵ ع (۱۱۹-۱۱۵)	اللہ کی عیسیٰ پر نعمتیں۔ چڑیوں اور مردوں کو زندہ کرنا اندھے اور مبروص کو صحت دینا۔ یہودیوں سے اللہ نے بچایا۔
المائدہ ۱۶ ع (۱۱۶-۱۲۰)	عیسیٰ اور اس کی ماں کو معبود نہ بناؤ
(قول مسیح بعد شہادت)	فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ

حجتہ الوداع کے بعد کا قرآن

توبہ ۵ ع آیات نسی	نسی کرنا درست نہیں سال کے بارہ مہینے کرو

اسم سورہ مع رکوع و آیات	مخصوصات
عام الحزن یا عام الوفات	
البقرہ ۔ ۴۰ع (۲۸۴ ۔ ۲۸۶)	عالمی دعا
وحی غیر متلو	خطبۂ حج

Marfat.com

تیسری کتاب

سیرت الامین

(سیدنا محمد عربی صَلّی اللہ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم کی زندگی۔ مبعوث ہونے سے پہلے)

ربیع الاول ا محمدیؐ تا رمضان ۴۰ محمدیؐ
جون ۵۷۰ مسیحی تا دسمبر ۶۱۰ مسیحی

"دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ جس انسان نے نسل انسانی پر اثر ڈالا وہ محمد صَلّی اللہ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلّم تھے"۔

(ڈریپر۔ یورپ کی ذہنی ترقی ج ا ص ۳۲۹)

"اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ محمدؐ اپنی زندگی کی ابتدا سے ایسے عملی انسان تھے جو بدھ اور یسوع ہرگز نہ تھے"۔

(تاریخ ادبیات عرب۔ آر بتھ نات ص ۱۱۹)

"لوگوں کو چاہیئے کہ اس گہرے دل والے انسان کے کلام کو سنیں۔ یہ کلام اس شخص کے دل کی گہرائیوں سے نکلا تھا جو صحرا کی پیداوار تھا"۔

(کارلائل۔ ہیرو بحیثیت نبی کے)

"تاریخ میں یہ ایک تنہا مثال ہے کہ محمدؐ تین چیزوں کے بانی تھے یعنی ملت،

Marfat.com

مذہب اور سلطنت۔ ان کے متعلق سب سے حیرت میں ڈالنے والی چیز یہ ہے کہ انہوں نے کبھی معجزہ دکھانے کی طاقت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس سے زیادہ ان کے خلوص کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی لقب کا دعویٰ کیا جسے بلند ترین فلسفہ اور سچی عیسائیت ایک دن ضرور تسلیم کرے گی کہ وہ رسول تھے۔ یقیناً وہ اللہ کے خاص رسول تھے"۔

(باسورتھ سمت۔ محمدؐ اور محمدیت ص ۳۴۰)

قربانی

پہلا قانون

" بنو اسرائیل کے آدمی اور جانور کا ہر پہلوٹا بچہ جو نر ہو میرے لئے مخصوص کر دیا جائے"۔

خروج ۲ / ۱۲،۱۳ / ۱۳

" فصل کے پہلے پکے پھل، شرابیں اور بیٹے میرے لئے ہیں۔" خروج ۲۹ / ۲۲

بعد کا حکم

"اسے سدوم اور عمارہ کے باشندو، سوختی قربانی کو بند کرو، ان سے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوتا۔ میں تمہاری قربانیوں کی چربی اور خون سے نفرت کرنے لگا ہوں۔ تمہاری خوشبوئیں مجھے پسند نہیں۔ میں نوچندی کے قربانیوں سے عاجز آگیا ہوں"۔

(یسعیاہ ۱۰ / ۱)

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے یہ رسم قائم کر دی تھی کہ بیٹے کی قربانی یہی ہے کہ وہ "بیت اللہ" کی خدمت کے لئے وقف کر دیا جاتے۔ اور اس واقعہ کی یادگار میں بیٹے کا فدیہ ایک جانور ذبح کر کے ادا کر دیا جاتے لیکن بیٹیوں کو خدا خانے کی خدمت کے لئے وقف کرنے کی رسم نہیں تھی۔ البتہ بعض عورتیں مثل مادر مریم کے یہ منت مان لیتی تھیں کہ لڑکا ہوا تو وہ خدا خانے کی خدمت کے لئے وقف کر دیا جائے گا اسی بنا پر جب

Marfat.com

حضرت مریم پیدا ہوئیں تو انہیں افسوس ہوا کہ لڑکا پیدا ہوتا تو بہتر ہوتا (لَیسَ الذَّکَرُ کَالاُنثٰی) اگرچہ بعض ملکوں میں بیٹیوں کو بھی خدا خانے کی خدمت کی لئے وقف کر دیا جاتا تھا اور انہیں رام جنی یا دیوداسی کہتے تھے۔

عبدالمطلب بن ہاشم نے زمزم کھودتے وقت محسوس کیا تھا کہ تنہا الحارث کی مدد سے کنواں کھودنا مشکل ہے۔ انہوں نے دعا کی کہ اگر میرے دس بیٹے جوان ہو جائیں گے تو ان میں سے ایک کو رب کعبہ کے نام پر ذبح کر دونگا آخر خدا نے دس بیٹے اور کئی بیٹیاں دیں اور ان کے جوان ہونے پر عبدالمطلب ان کو ساتھ لے کر قرعہ ڈالنے والے کاہن کے پاس آئے اور پوچھا کہ کسے قربان کروں۔ (یہاں یہ نوٹ کر لیجئے کہ مرور زمانہ نے قربانی کا مفہوم ہی بدل دیا تھا اور لڑکوں کو ذبح کرنے کی رسم جاری ہو گئی تھی)

ھبل کی مرضی بتانے والے کاہن نے سو درہم نذرانہ وصول کئے اور قربانی کے جانوروں کو اپنے شاگردوں کے حوالہ کیا۔ فال کے تیروں پر سب لڑکوں کے نام لکھے۔ قرعہ ڈالا تو سب سے چھوٹے بیٹے عبداللہ کا نام نکلا۔ یہ سب لڑکے کئی ماؤں سے تھے۔ عبداللہ کے ماں جائے بھائیوں الزبیر اور ابوطالب کا رنگ فق ہو گیا۔ قربانگاہ دو بتوں کے درمیان تھی جنہیں اساف اور نائلہ کہتے تھے۔ ان میں سے ایک دیوتا تھا۔ اور دوسری دیوی۔ عبداللہ کو جب یہاں لاتے تو اس کی پانچ سگی بہنیں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ آخر یہ طے ہوا کہ مدینہ کی عرافہ سے پوچھا جائے کہ کس طرح عبداللہ کی جان بچے۔ عرافہ نے پوچھا کہ قریش کے یہاں ایک انسان کا کتنا خونبہا ہوتا ہے۔ بتایا گیا کہ دس اونٹ۔ اس نے کہا کہ ایک طرف عبداللہ اور دوسری طرف دس اونٹ رکھو اور قرعہ ڈالو۔ جب تک اونٹوں پر قرعہ نہ پڑے۔ دس دس اونٹ بڑھاتے جاؤ۔ آخر یہی کیا گیا اور جب تعداد سو تک پہنچ گئی تو قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلا عبداللہ کی جان بچی اور سو اونٹوں کا گوشت مکہ کے انسانوں اور جانوروں نے سیر ہو کے کھایا۔

عبداللہ کی شادی اور سفر تجارت

Marfat.com

عبداللہ ذبیح اللہ کی جان دس گنے خونبہا کے عوض میں حاصل کی جا چکی تھی۔ اس لئے ان کی خانہ آبادی کے لئے سیدہ آمنہ کے چچا یعنی قبیلہ زہرہ کے سردار وھیب سے گفتگو کی گئی وہ اس یتیم لڑکی کے سرپرست تھے اور عبدالمطلب کو ان کی لڑکی ہالہ بیاہی ہوئی تھیں۔ جن سے حمزہ مقوم۔ حجل اور صفیہ پیدا ہوئی تھیں۔ سیدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کا خاندان زہرہ بن کلاب سے تھا، اور جناب عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف کا خاندان قصی بن کلاب سے تھا۔ یعنی دونوں قریش کے معزز اور آزاد خاندان سے متعلق تھے۔

دونوں کا نکاح رجب (ستمبر ۵۶۹ء) میں ہونا بتایا جاتا ہے۔ لیکن اس حساب سے آپ کی ولادت نویں مہینے میں ہو گئی ہوگی یا ممکن ہے کہ عام الفیل میں ایک مہینہ لوند کا بڑھایا گیا ہو اور آپ پورے دن کے ہو کر ربیع الاول میں پیدا ہوتے ہوں۔ بہرحال نکاح کے بعد پہلے ہی ہفتہ میں سیدہ آمنہ حاملہ ہو گئی تھیں۔ بوڑھی عورتوں نے آپ کے گلے اور بازو میں لوہا پہنا دیا تاکہ ماں اور پیٹ کا بچہ آسیب سے بچے رہیں۔ کہتے ہیں کہ اس سال خوب بارش ہوئی، قحط دور ہو گیا اور لوگوں نے اس سال کا نام عام الفتح والا بتہاج رکھا۔ نکاح کے بعد جناب عبداللہ کو اپنا گھربار سنبھالنا ضروری ہو گیا تھا، اس لئے آپ شام کی طرف ایک قافلہ میں سفر تجارت کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ واپسی میں کھجوریں خریدنے کے لئے مدینہ میں ٹھہرے۔ بیمار ہوئے اور شادی کے دو ہی مہینے بعد شعبان یا رمضان (نومبر و دسمبر ۵۶۹ء) میں انتقال کر گئے۔ غالباً بی بی آمنہ کو یہ خبر مدینہ کے ان حاجیوں نے دی ہوگی جو ذی الحجہ کے قریب مکہ میں حج اور تجارت کے لئے آتے ہوں گے۔

ابرہہ کا حملہ

ولادت باسعادت سے پچپن دن پہلے یعنی ابتدائے محرم (اپریل ۵۷۰ء) میں ابرہہ گورنر یمن نے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ بت خانہ کعبہ کو ڈھا دینے کی غرض سے حملہ کیا تھا۔ اور مکہ میں ایک ہنگامہ مچ گیا تھا۔ عبدالمطلب کے خاندان والوں کے نصرانی

Marfat.com

حکومتوں سے اچھے تعلقات تھے۔ اسی بنا پر حملہ آور نے ان کے اونٹ واپس کر دیئے تھے اور ان کے ساتھی جو مطیبین کہلاتے تھے، اور جن کا کعبہ کی پروہتی میں بہت تھوڑا حصہ تھا وہ بھی بڑی حد تک مطمئن تھے۔ البتہ عبدریوں کا وہ جتھا جو خون چاٹنے والے (لعقۃ الدم) معاہدے کے پابند تھے، وہ زیادہ پریشان تھے۔

بی بی آمنہ کی نفسیاتی کیفیات

۱۔ حزن۔ پہلوٹھی کا بچہ ہونے سے پہلے ہی اگر کوئی بی بی رانڈ ہو جاتے تو اس سوگوار کے دل کی حالت کا نقشہ بڑے بڑے فن کار بھی نہیں کھینچ سکتے۔ سفر کو سدھارنے والے کے متعلق نئی دلھن کے دلوں میں کیا کیا امنگیں ہوں گی وہ کیا جانتی تھی کہ کارکنان قضاو قدر اس کے ہونے والے بچے کو پیدا ہونے سے پہلے لذت آشنائے درد کر رہے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر بیٹا نہ ہوا تو اس کی گود سونی کر دی جائے گی۔ وہ تصورات کی دنیا میں کھو گئی تھی۔ وہ آنے والی زندگی کے المناک نقشوں کو ذہن سے نکال ڈالنا چاہتی تھی۔ نوجوان شوہر نے اپنی زندگی کا پہلا ہی قدم اٹھایا تھا کہ موت نے مال و دولت حاصل کرنے کے خیال کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا گھر میں جو کچھ بچ رہا تھا وہ ایک بیوہ اور اس کے یتیم بچے کے لئے کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ پانچ اونٹ۔ چند بکریاں اور ایک لونڈی برکت جسے ایمن بھی کہتے تھے۔ یہ تھا سرمایہ حیات! شاید ایمن پیدا ہو چکا تھا۔ اور اس قابل ہو گیا تھا کہ بکریوں کے دودھ پر زندہ رہ سکے۔ مگر باقی افراد کیا کریں۔

۲۔ خوف۔ بیوگی کا دوسرا مہینہ تھا کہ مکہ پر حملہ کی خبر آتی ہے۔ خوفناک ہاتھیوں والا لشکر نہ صرف مردوں کو قتل کرے گا بلکہ عورتوں اور بچوں کو موت سے زیادہ تکلیف دہ حالت یعنی غلامی میں ڈال دے گا۔ غلامی کا یہ تصور ہر عورت کو بے چین اور خوف زدہ کئے ہوئے تھا۔ خیریت یہ ہوئی کہ عبدالمطلب کی پارٹی حملہ آوروں کی دشمن نہ تھی لیکن ہنگامہ کی صورت میں کون جانتا ہے کہ یگانہ و بیگانہ میں کس طرح تمیز ہو گی۔ بہر

حال بلکہ سے یہ بلا بھی ٹل چکی تھی لیکن ماہر نفسیات جانتے ہیں کہ دوران حمل میں ماں کی جو جسمانی و ذہنی کیفیتیں ہوتی ہیں وہ جنین پر اثر انداز ہوتے بغیر نہیں رہتیں۔ مختصر یہ کہ ولادت سے پہلے ہی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے قلب و دماغ پر امید و بیم کے بعد خوف و حزن کی جلوہ پاشی ہو چکی تھی بقول فانی بدایوای

غم کے ٹھوکے کچھ بھی ہوں لیکن آکے جگا تو جاتے ہیں

صبح ولادت

وانت لما ولدت اشرقت الار
ض وضاء ت بنور ک الافق
فنحن فی ذالک الضیاء و فی النو
روسبل الرشاد نخترق

(العباس بن مطلب)

صبح صادق کا وقت تھا۔ ربیع الاول کا چاند تاروں کی جگمگاہٹ دیکھ کر عرصہ سے غائب تھا۔ نور سحر تاروں کی ٹھنڈی روشنی پر فتح پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جون کے مہینے کی گرمی کو شب صحرا نے کامل شکست دے دی تھی۔ جبل عرفات سے بو قبیس تک صحرا کی نرم خوشبوئیں نسیم سحر کے ساتھ محو خرام تھیں آفتاب عالمتاب کی کرنیں بحر الہادی میں نہا دھو کر کئی گھنٹے پہلے روانہ ہو چکی تھیں۔ وادی ہوانگ ہو میں لاؤ تزے کی سادا زندگی، کنفوشس کی قدیم وضعداری اور گوتم بدھ کے آرین مارگ (صراط قدیم) سے ہم آغوش تھیں۔ یہاں سے گزر کر گنگ و جمن کی لہروں کا جائزہ لیتی ہوئی یہ کرنیں وادی زرافشاں میں رک گئی تھیں۔ اس لئے کہ سمرقند مشرق کا یونان بنا ہوا تھا۔ ذرا آگے یونانی و ساسانی غلاموں کی فوجیں اپنے آقاؤں کے لئے گارس سے افریقہ اور اطالیہ تک تباہی پھیلا رہی تھیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ فارس میں یونان، شام، رومہ اور ہند کی بہترین کتابوں کا پہلوی ترجمہ بھی جاری تھا۔ اور وہ فلسفی جو جسٹی نین کے حکم سے

Marfat.com

اکتالیس سال پہلے اپنے مدرسوں کو بند کر چکے تھے۔ مختلف ملکوں میں پھیل کر اپنی قدیم بحثوں کو جاری کر رہے تھے۔ لیکن مذہب، جنگ اور تجارت نے پوری دنیا کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا تھا جن میں سے ایک ظالم تھا۔ دوسرا مظلوم۔

مگر بیابان عرب کا وہ خطہ جسے اب بھی حجاز کہتے ہیں نہ تو اب تک کسی سکندر کا محکوم بنا ہے نہ ادھر کسی فاتح کو رخ کرنے کی جرات ہوئی ہے۔ ہزاروں سال سے آفتاب و ماہتاب مکہ کا طواف کرتے رہے ہیں لیکن آج تک انہوں نے سوائے تجارتی سرگرمیوں اور مہمان نوازی کی محفلوں کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ ہزاروں سال سے حج اکبر کے موقع پر مذہب نے جو تجارت و امن کا فرمان جاری کر رکھا تھا وہی اب تک جاری ہے حج اصغر یعنی اعتدال شمسی یا خریف میں بھی مذہب آڑے آتا ہے اور اعلان امن سے تجارت ترقی کرتی ہے۔ مقصد بہر حال تجارت و خوشحالی ہے۔ اس لئے مذہب کی کوئی راہ متعین نہیں الحاد سے بت پرستی تک جتنے طریقے ہو سکتے ہیں سب جاری ہیں۔ انکار و اقرار، کفر و ایمان کے جتنے نظریئے ہو سکتے ہیں سب کے ہمنوا یہاں موجود ہیں۔ غرض کہ متمدن دنیا کا صرف حجاز ہی ایک ایسا خطہ ہے جہاں کل مذہبوں کو معاش کے لئے زندہ رکھا گیا ہے۔ وہاں کسی ایک خیال یا ایک پارٹی یا شخص کی حکومت نہیں ہے۔ لیکن اسی اختلاف اور نیرنگی نے ایک طرح کا اتحاد خیال پیدا کر دیا ہے۔ اور اس وادی غیر ذرع میں انہیں اس ائتلاف و یکرنگی کے علاوہ اور کوئی راہ نہیں نظر آتی۔

محرم میں ابرہہ کا لشکر فنا ہو چکا تھا۔ حملہ کے دوران ہی میں سب حاجی رخت سفر باندھ چکے تھے۔ اور تاجروں کے قافلے عکاظ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ مکہ میں اس حملہ کے پچپیں دن بعد سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ربیع الاول کی نویں یا بارھویں تاریخ تھی۔ صبح صادق کا نور ابھی پورے طور پر نہیں پھیلا تھا کہ سارا عالم ولادت محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے پر نور ہو گیا۔ اور فاطمہ زوجہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ جو سیدہ آمنہ کے پاس موجود تھیں یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ اس شب کو آسمان کے تارے زیادہ روشن اور قریب تر معلوم ہوتے تھے۔ گویا کل کائنات "دعائے خلیل اور نوید مسیحا" پر نچھاور ہو رہی تھی۔

Marfat.com

رَبَّنا وَ ابعث فِيهِم رَسُولًا مِنهم يَتلُوا عَلَيهِم آياتك ويُعَلِّمُهُمُ الكِتاب وَالحِكمة وَ يُزَكّيهِم اِنّک اَنتَ العَزِيزُ الحَكِيم

(دعائے خلیل در بقرہ)

خدایا ان ہی میں ان کے درمیان ایک پیغمبر پیدا کر جو ان کو تیرے احکام سنائے اور انہیں علم و حکمت سکھائے ان کے اخلاق کو پاکیزہ کرے۔ تو ہی عزت و حکمت والا ہے۔

(حضرت ابراہیمؑ کی دعا۔ سورہ بقرہ)

مُبَشِّراً بِرَسُولٍ یَّاْتِي مِنْ بَعْدِی اِسْمُہٗ اَحْمَد

(نوید مسیحا سورۃ الصف)

میں ایک ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام فار قلیط (احمد) ہو گا

(نوید مسیحا۔ سورۃ الصف)

خاندان مطلبی میں نومولود لڑکے کی خبر فوراً پھیل گئی عبدالمطلب کی آنکھیں خوشی اور رنج کے جذبات نے پرنم کر دیں۔ مرحوم عبداللہ کی یاد اور نومولد یتیم کی خوشی نے انہیں اپنی یتیمی کا زمانہ یاد دلا دیا، جب وہ خود مدینہ میں اپنی ماں کے ساتھ رہتے تھے۔ سیدہ آمنہ کے گھر آئے۔ بچہ کو گود میں لے کر بیت اللہ کے قریب لاتے اس کی عمر و اقبال کی دعا مانگی۔ ساتویں دن عقیقہ (سر منڈانے) کی رسم ادا کی اور محمد نام رکھا۔

عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب (یعنی ابولہب) نے جب یہ خبر سنی تو خاندان میں ایک لڑکے کے اضافے سے اتنے خوش ہوئے کہ اپنی ایک لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا اور بچے کے دودھ پلانے پر مقرر کر دیا۔ سیدہ آمنہ نے دو تین دن دودھ پلایا تھا کہ ثویبہ دودھ پلانے لگی۔

رضاعت اور ابتدائی تعلیم

خواتین قریش کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو دیہاتی دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر

Marfat.com

دیتی تھیں تاکہ صاف آب و ہوا میں رہ کر آزاد زندگی کی جملہ صفات حاصل کر سکیں۔ چونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یتیم تھے اس لئے دودھ پلانے والیوں کو آپ کی رضاعت سے مالی نفع کی توقع نہ تھی۔ مالدار بچے دائیوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ اس لئے حلیمہ بنت ذویب نے جو قبیلہ بنو سعد سے آئی تھی خالی ہاتھ جانے سے یہی بہتر سمجھا کہ یتیم محمد کو لیتی جائے۔ یہ قبیلہ طائف کے قریب کی چراگاہوں میں پھرا کرتا تھا اور بنی ہوازن کی ایک شاخ تھا اور یہ اور قریش دونوں مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی نسل سے تھے۔ اس قبیلہ کی زبان پورے عرب کے لئے فصاحت و بلاغت کا نمونہ تھی۔ اسی لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔

انا اعربکم - انا من قرش ولسانی لسان بنی سعد بن بکر	میں خالص عرب ہوں اس لئے کہ میں قریش سے ہوں اور میری زبان بھی خالص ترین ہے جو قبیلہ بنو سعد میں بولی جاتی ہے۔

حلیمہ سعدیہ رجب کے مہینے میں حج اصغر کے موقع پر مکہ آتی تھیں۔ اور ہر حج کے موقع پر یعنی ہر چھٹے مہینے ذی الحجہ اور رجب میں ننھے محمد کو مکہ لا کر سیدہ آمنہ اور خاندان والوں کو دکھا جایا کرتی تھیں۔

سوق عکاظ

قبیلہ بنو سعد طائف کے قریب رہتا تھا یہاں سے مکہ تک وہ تجارتی گذرگاہ تھی جس پر ہر سال دس میل لمبا ایک میلہ حج کے مہینوں میں لگا کرتا تھا۔ یہاں کل قوموں کے لوگ جمع ہوتے تھے اور یہیں بچپن میں آنحضرت کو پورے عرب اور اقوام عالم کے حالات کے مطالعہ کا موقع ملا تھا۔

شرح صدر

جب آپ دو سال کے ہو گئے اور پاؤں پاؤں چلنے لگے تو حلیمہ سعدیہ نے دودھ چھڑا دیا۔ اور آپ کا شرح صدر شروع ہو گیا۔ یعنی آپ نے سوچنا اور بات چیت کرنا

شروع کر دیا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر سورہ الم نشرح میں چار بار شرح صدر ہونے کا ذکر کیا ہے (۱) حلیمہ سعدیہ کے یہاں جب آپ کمسن تھے (۲) دس سال کی عمر میں جبکہ طفلی کا زمانہ ختم ہوا اور آپ شام تک ابوطالب کے ہمراہ گئے (۳) نزول وحی سے قبل یعنی چالیس سال کی عمر سے پہلے جب آپ مکہ اور اس کے قرب و جوار کے لوگوں کو ہدایت کرنے والے تھے اور (۴) طائف سے واپسی کے بعد جبکہ سورہ اسراء نازل ہوئی اور آپ کی توجہ تبلیغ اسلام فی الاقوام کی طرف ہوئی۔

خود اعتمادی یا خوف و حزن سے جنگ

لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پیدائش سے پہلے نبی ہو چکے تھے اور اب تو علم النفس کے ماہروں نے تسلیم کر لیا ہے کہ جو احوال آپ پر بطن مادر میں طاری ہوئے وہ خدا کی طرف سے تھے اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی دماغی اور جذباتی ساخت پر سیدہ آمنہ کے امید و بیم کا گہرا اثر پڑ چکا تھا۔ آپ نے خوف و حزن کا مقابلہ شروع کر دیا۔ اور آپ کا یہ نظریہ بن چکا تھا۔ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

زبان و بیان کی تعلیم

شروع ہی سے آپ کے کانوں میں عرب کی فصیح ترین بولی جو قبیلہ بنو سعد ہی میں بولی جاتی تھی، گونجی تھی۔ ہوازن اور بنو ثقیف کے میدان اور چراگاہیں طائف کے نواح میں تھے ۔ مکہ اگرچہ وادی غیر ذی ذرع میں تھا لیکن طائف اس بیابان میں ایک جنت کا ٹکڑا تھا۔ یہ مقام مکہ سے جنوب کی طرف واقع ہے اور آج تک مکہ والوں اور حاجیوں کے لئے پھلوں اور ترکاریوں کی منڈی بنا ہوا ہے۔ اسی جگہ حضر موت کے راستے ہندوستان کا مال صنعاء یمن میں پہنچتا تھا۔ اور خود حضر موت کی کھجوریں، یمن کے قہوا اور اناج کے قافلوں کے ساتھ طائف پہنچتی تھیں۔ یمن ہی کے قریب سے سمندر پار کر کے سودان اور حبشہ کے تاجر آتے جاتے تھے اور کبھی کشتیوں پر اور زیادہ تر

Marfat.com

اونٹوں کے ذریعے طائف ہوتے ہوئے مکہ اور مکہ سے شام و عراق و مصر کا راستہ لیتے تھے۔ ان کاروانوں کی دو رحلتیں ہوتی تھیں۔ سردی یا شیت کی رحلۃ کو رحلۃ الشتاء اور گرمی کے تجارتی سفر کو رحلۃ الصیف کہتے تھے۔ ہر قوم اور ملک کے مسافر عربوں کی سربراہی میں مختلف بازاروں میں جمع ہوتے ہوئے طائف اور مکہ سے ضرور گزرتے تھے۔ طائف میں لات دیوی کا مندر تھا۔ مکہ میں ہر قوم کے بت تھے۔ لہذا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بچپن ہی سے آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رجب اور ذی الحجہ کے میلوں کو دیکھنا اور ان مسافروں اور پروہتوں اور تاجروں کے حالات کو سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ یقیناً یہ صحیح ہے کہ دو سال کی عمر سے آپ کا شرح صدر ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اور آپ نے اپنے ابنائے جنس کے حالات کا مطالعہ شروع کر دیا اور جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے طائف اور مکہ کے درمیان جو سوق عکاظ میں میلہ لگتا تھا وہ کل عرب کے لوگوں کی تعلیم گاہ تھی۔

دو سال کے بعد حلیمہ سعدیہ نے آکر بچے کو ماں کے سپرد کر دیا۔ لیکن مکہ کی آب و ہوا درست نہ تھی۔ صحرا کی پاکیزہ آب و ہوا نے بچے کو تندرست و توانا بنا دیا تھا۔ اس لئے ماں نے واپس کر دیا اور آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پانچ سال کی عمر تک بنو سعد ہی میں پرورش پاتے رہے۔

نقد شعر و خطابت

اس زمانے کی شاعری کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں شاعروں نے اپنی فطری صلاحیتوں سے نہیں بلکہ جنوں کی مدد سے اشعار کہے ہیں۔ ان کا عشق۔ غزل یا نسیب یا تشبیب کی صورت میں ہمیشہ عورت سے ہوتا تھا۔ ان کی جنگی پکار بحر رجز میں نہایت مختصر اور زور دار لفظوں میں ہوتی تھی اور دشمن کے دل کو لرزا دیتی تھی۔ ان کے قصیدے انتقام کی آگ کو اتنا بھڑکاتے تھے کہ کئی نسلوں تک قصاص کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ان کی مدح یا تو خود ستائی پر مبنی ہوتی تھی یا اپنے پورے قبیلہ کی عظمت کا ڈنکا

Marfat.com

بجاتی تھی۔ یہی حال ہجو کا تھا۔ جس شخص یا قبیلہ کی ہجو لکھدی جاتی تھی اس کا نام ہی دنیا سے مٹ جاتا تھا۔ قصیدوں کی تشبیب میں عربی زندگی کی سادگی، ان کا سفران کے اونٹوں اور نیچرل حالتوں کا جس انداز سے ذکر ہوتا تھا وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ مرثیہ میں اگرچہ عورتوں کو کمال حاصل تھا لیکن مرد بھی اس میدان میں پیچھے نہ تھے اور گزرے ہوئے حالات اور احباب کا جس سوز و گداز سے ذکر کرتے تھے وہ دلوں میں تیر و نشتر بن کر پیوست ہو جاتا تھا۔

امراء القیس عمرو بن کلثوم، طرفہ، نابغہ، علقمہ، الاعشیٰ، لبید، کعب بن زھیر کے معلقات کعبہ میں لٹکے ہوئے تھے۔ تابط شراً اور شنفرہ العبسی کی شاعری نے شجاعت و حماسہ کے معیار مقرر کر دیئے تھے۔ فیاضی، شجاعت، غیرت و حمیت اور حکمت سکھانے والے شاعروں کی کمی نہ تھی یہ شاعر بذلہ سنجی میں بھی کسی نثار سے کم نہ تھے۔

ان کے علاوہ ہر میلہ یا سوق میں لکچر دینے والے خطیب ہوتے تھے اور ان کے چند نمونے اب بھی باقی ہیں۔ خطیبوں کے علاوہ ہر آبادی یا قبیلہ میں داستان گوئی عام تھی۔ اور داستان گو (سمیر) تقریباً اسی انداز سے ہر طرح کے قصے بیان کیا کرتا تھا جیسا کہ الف لیلہ ولیلہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

اگر ہم امیہ بن ابی الصلت کے کلام کو واقعی اس کا کلام مانیں تو اس میں شبہ نہیں کہ وہ بہت کچھ قرآن کی تعلیم سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ مکہ نہ صرف مذہب و تجارت کا مرکز تھا بلکہ شعرو شاعری، خطابت و داستان گوئی کا بھی مرکز اور معیار تھا۔

اس ادبی ماحول میں فطری اور خداداد صلاحیتوں نے مل جل کر جو دماغ بنایا تھا اس کا نتیجہ خود آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کلام ہے۔ اسلام سے پہلے کی شاعری و خطابت کے آپ بہترین نقاد تھے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو شعرائے عرب کے اشعار کثرت سے یاد تھے۔ یہی نہیں بلکہ اس صنف بیان کو جو کاہنوں اور ساحروں کے ساتھ مخصوص تھی آپ نے ادبی واقعیت کے معیار پر جانچا تھا اور سب کو مہمل اور خرافات قرار دیا تھا۔ افسوس ہے کہ اس صنف کلام کے بہت کم نمونے باقی رہ گئے ہیں

مگر جو کچھ ہیں وہ انسان کو خود اعتمادی نہیں سکھاتے۔ بلکہ شیاطین پر بھروسہ اور قسمت پر شاکر رہنا بتاتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی پوری زندگی اس امر کی شاہد ہے کہ ادبی ہو یا اخلاقی دینی ہو یا سیاسی حق ہو یا باطل ہر کلام کے جانچنے کا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے نزدیک یہ معیار تھا کہ اگر وہ ادب یا اخلاق خدا اعتمادی سکھاتا ہے تو وہ حق ہے وہ خدائی ہے، وہ اچھا ہے ورنہ باطل ہے شیطانی ہے اور برا ہے۔

سفرِ مدینہ کے تجربات

پانچ سال کے بعد حلیمہ سعدیہ آپ کو سیدہ آمنہ کے پاس پہنچا گئیں۔ بہت سی دعائیں دیں اور کہا کہ جب تک یہ بچہ ہمارے یہاں رہا خدا نے ہماری بکریوں اور اونٹوں میں برکت دی۔ پانی نے برس کر چراگاہوں کو سرسبز رکھا اور خود اس بچے کے قریب نہ تو کوئی آسیب یا شیطان آیا۔ نہ ہمارے بچوں کو کبھی ستایا۔ میں نے ایسا مبارک بچہ آج تک نہیں دیکھا۔ ہاں جب یہ دو تین سال کا تھا تو میرے بچوں نے دیکھا تھا کہ دو سفید کپڑے والے آدمی آتے تھے اور اس کا سینہ چیر کر اس کا دل دیکھ رہے تھے۔ ممکن ہے کہ وہ جن (شیطان) ہوں۔ سیدہ آمنہ نے فرمایا کہ نہیں میرے بچے پر کبھی شیطان نظر نہیں ڈال سکتا۔ وہ فرشتے ہوں گے۔ بھلا اتنے خوبصورت بچے کو کون دکھ دے گا۔

حلیمہ کہنے لگی کہ ننھا محمد میرے بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے جایا کرتا تھا اور اس کا اتنا رعب تھا کہ آج تک نہ تو کوئی بھیڑیا ہماری بکریوں میں آیا نہ آسیب کا دخل ہوا۔ ہمارے جانوروں کا دودھ بڑھ گیا آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے بچپن کے واقعات یاد تھے اور آپ بڑے ہو کر اپنے چرواہے ہونے پر فخر کرتے تھے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم فرماتے تھے کہ مامن نبیٍّ اِلّا وقدر عی الغنم یعنی آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے تک جو نبی بھی گذرا ہے وہ بکریاں ضرور چرا چکا ہے۔ شاید اس کا یہ مطلب ہو گا کہ شہری زندگی والوں کو فطرت سے اتنا قریب ہونے کا موقع نہیں ملتا کہ ان کے خیالات میں بلندی اور پاکیزگی پیدا ہو وہ سوسائٹی کے بناتے ہوتے قوانین

Marfat.com

میں اتنے بندھ جاتے ہیں کہ ترقی اور آزاد تفکر کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں۔

جہاں تک تاریخ سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے پیغمبر، مصلح، فلسفی اور شاعر سب گاؤں کے رہنے والے یا فطرت کے قریب تربیت پانے والے ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود چرواہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہ سال بکریاں چرائیں۔ حضرت داؤد عرصہ تک یہی کرتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گاؤں ناصرہ سے نکل کر شہریوں کو مواخات و محبت کا سبق دینے آئے اور اگلے زمانے کا کوئی قابل ذکر اور ترقی پسند شاعر و حکیم ایسا نہیں گذرا جس نے مدرسہ فطرت میں براہ راست تعلیم نہ پائی ہو اسی لئے فیضی کہتا ہے۔

این جام کزو دو کونین سیراب کنند
این نیست کہ بر زبادہ ناب کنند
جامے ست کہ ساقیان خخانہ نوز
از چشمہ خورشید در و آب کنند

۶ نبوی کے حج کے بعد اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے سیدہ آمنہ نے حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ مدینہ کا سفر اختیار کر لیا۔ تاریخ خاموش ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے سوق عکاظ کا تماشا بھی دیکھا یا نہیں۔ مدینہ پہنچ کر اپنے دادا عبدالمطلب کی ننھیال میں بنی عدی بن النجار کے یہاں ایک مہینہ ٹھہرے۔ آپ طائف کے میدانوں میں کشتی لڑنا، گوپھن چلانا اور اپنی حفاظت کرنا سیکھ چکے تھے۔ مدینہ آکر آپ نے چند ہی روز میں تیرنا بھی سیکھ لیا۔ ایک مہینہ کے بعد وہاں سے واپسی ہوئی۔ لیکن دل شکستہ اور کمزور ماں کو ابواء کے مقام پر موت نے چھین لیا۔ اب آپ کو خود اعتمادی کا دوسرا سبق پڑھنا پڑا۔ اب صرف ام ایمن ساتھ تھیں اور یتیم و بے کس بچہ کو لے کر مکہ جارہی تھیں۔ کارکنان قضا و قدر، یعنی وہ معلمان ازل جو آپکی تعلیم پر مامور تھے چھے سال کے بچے کو دنیا کے پرپیچ وخم راستوں میں چلنا سکھا رہے تھے۔

کفالتِ عبدالمطلب

Marfat.com

دادا نے خندہ پیشانی سے بچہ کو اپنے ساتھ رکھ لیا اور بیاسی سال کی عمر میں انتقال کے وقت یتیم پوتے کو ابوطالب کے سپرد کر دیا۔ ابھی تک عبدالمطلب سردار تھے۔ ان کے بعد حرب بن امیہ طاقتور رئیس بن گیا اور اس نے عباس سے رفادہ یعنی حاجیوں کا کھانا کھلانے کی خدمت بھی لے لی۔ صرف زمزم یعنی سقایہ عباس بن مطلب کے پاس رہ گیا۔ چونکہ ابو طالب کثیر العیال تھے اور مکہ کی حکومت و سدانت سے ان کی کوئی آمدنی نہ تھی۔ اس لئے تنگی ترشی سے بسر ہوتی تھی۔

ولایت ابو طالب اور سفر شام

ابو طالب نے اس لڑکے کی خبر گیری اپنے لڑکوں کی طرح کی۔ آپ ان کے لڑکوں کے ساتھ بکریاں بھی چراتے تھے۔ اور کبھی کبھی مکہ والوں کی بکریاں بھی اجرت لے کر چراتے تھے۔ گویا بچپن ہی سے اپنی روزی کے لئے کسی کے دست نگر نہ تھے۔

ابھی تک آپ نے طائف، منیٰ، مکہ اور عکاظ کے میلوں کو دیکھا تھا۔ ان میلوں میں نہ صرف کل عرب کا بلکہ پوری متمدن دنیا کا مال جمع ہوتا تھا۔ اور ہند، ایران، شام، رومہ اور مصر کے تاجر اپنے اپنے ملک کی مصنوعات ایک دوسرے کے ہاتھ فروخت کرتے تھے۔ یا قافلوں کے ساتھ مختلف ملکوں کو امن کے مہینوں میں لے جاتے تھے۔ بعض دفعہ جنگ کی وجہ سے مختلف راستے بند ہو جاتے تھے اور اگر جنگ عرصہ تک جاری رہتی تو بعض شہر بالکل تباہ ہو جاتے تھے۔

تاجروں کو خوب معلوم تھا کہ امن کے ذریعہ تجارت اور تمدن دونوں کی ترقی ہوتی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ سے نبطی قوم الحجر (پترا) میں تجارت کی واحد ٹھیکہ دار تھی۔ رومیوں کے زمانے میں جو شاہراہیں (صراطیں) بنیں وہ یمن اور فارس تک تاجروں اور فوجوں کی گذر گاہیں تھیں۔ یعنی ایک صراط عیلہ (موجودہ عقبہ) سے پترا تک جاتی تھی اور وہاں سے اس کی دو شاخیں ہو جاتی تھیں۔ ایک غزہ (GAZA) جاتی تھی اور دوسری دمشق کو چلی جاتی تھی۔ ہاشم بن قصی کی وفات غزہ ہی میں ہوئی تھی۔ الحجر یا پترا کے جنوب میں بصریٰ تھا اور سوق عکاظ کی تجارت کا رخ اسی

Marfat.com

طرف ہوتا تھا۔ ابو طالب نے ۱۲ نبوی میں اسی شہر کا قصد کیا تھا آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا سواتے ابو طالب کے اور کون پرسان حال تھا۔ جب وہ چلنے لگے تو یہ بھی چلنے پر مصر ہوتے۔ اور ابو طالب نے اس مستعد اور ہونہار لڑکے کو اپنے ساتھ لے لیا۔

حجاز میں تین شہر خاص اہمیت رکھتے تھے۔ طائف، مکہ اور مدینہ تینوں شہران صراطوں (شاہ راہوں) پر واقع تھے جن سے عرب کی تجارت گذر کر مکہ تک پہنچتی تھی اور وہاں سے شام، مصر، عراق اور حبشہ تک خشکی و تری کا کارواں دو فصلوں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ گرمی کی تجارت یعنی (رحلتہ الصیف) موسم بہار میں شروع ہوتی تھی اور اس موقع پر طائف اور مکہ کے درمیان ایک بڑا میلہ لگتا تھا اسے حج اکبر بھی کہتے تھے۔ تجارت کا بازار گرم ہوتا اور ہر ملک کا مال تبادلہ کے لئے موجود ہوتا تھا۔ ہند کے تاجر زائر اور مہاجر سمرقند و بخارا، ایران و عراق شام و روم، مصر و حبشہ کے تاجروں سے مل کر ایک دوسرے ملک کی داستانوں کو سنتے تھے۔ شاعروں اور خطیبوں افسانہ گوؤں اور جوتشیوں، پروہتوں اور ساحروں کو اس زمانہ میں مفت کی دولت ملتی تھی۔ آج بھی کسی مشرقی ملک کے میلوں میں یہی روایات دیکھی جا سکتی ہیں۔

طائف ایک پہاڑی زرخیز علاقہ میں واقع ہے۔ اس کی چار دیواری بہت مضبوط تھی۔ اس کی دیوی لات تھی۔ کعبہ کی طرح اس طاغیہ کی بھی پرستش طواف اور قربانی کے ذریعہ ہوتی تھی۔ یہ ہند و یمن کے کاروانوں کی گذر گاہ پر واقع ہونے کی وجہ سے تجارتی منڈی بن گئی تھی۔ دولت مند طبقہ سود خوری اور تجارت کی وجہ سے مالا مال تھا یہاں سے آگے چل کر مکہ کے راستے میں ایک گاؤں نخلہ تھا وہاں عزیٰ دیوی کا مندر تھا۔ اس کے پجاری آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے چچا ابو طالب کے دوست تھے اور طائف سے بے نیل مرام واپس ہونے کے بعد آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اسی گاؤں میں ٹھہرے تھے۔ نخلہ کے آگے مکہ تھا وہاں جو عمارت بتوں کے لئے بنی ہوتی تھی وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانے سے قائم تھی۔ اسے کعبہ اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کی شکل تقریباً مکعب ہے۔ اس کی ایک دیوار کے کونے میں ایک سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لگایا تھا اور اسی مقام سے طواف شروع

Marfat.com

ہوتا ہے۔

طائف زرخیز تھا لیکن مکہ ایک بنجر علاقہ میں واقعہ تھا اس لئے اس کی آبادی کی زندگی کا انحصار کعبہ کی پروہتی اور مختلف ملکوں کی تجارت کی آمدنی پر تھا اس قصبہ کی آبادی ان خاندانوں پر مشتمل تھی جو قریش کی اولاد سے تھے۔

قریش بنو اسماعیل تھے۔ یعنی عرب کے قدیم باشندے نہ تھے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانے سے انہوں نے عرب کو اپنا وطن بنا لیا احد کی لڑائی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بڑا شہر نہ تھا۔ البتہ ایسی وادی میں جو بے آب و گیاہ ہو ہزار دو ہزار انسانوں کی بستی بھی کافی بڑی بستی کہی جا سکتی ہے۔

چوتھی صدی میں ایران و قسطنطنیہ کی جنگ آزمائیوں نے تجارتی راستوں کو غیر محفوظ بنا دیا تھا۔ اسی لئے مکہ کی تجارت بھی سرد پڑ گئی تھی۔ چھٹی صدی کے شروع میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے حقیقی پردادا ہاشم نے پھر کر یہ طے کیا کہ جس قافلہ کے ساتھ قریش کا کوئی آدمی ہو وہ کسی مہینے میں بھی خواہ وہ حلال ہو یا حرام نہ لوٹا جائے۔ اس کے بعد اس نے قیصر و نجاشی سے تجارتی معاہدے کئے اور اپنے چچا عبدالدار سے کعبہ کی خدمت کے دو عہدے بھی اپنے خاندان کے لئے چھین لئے۔ اس وقت سے عبدریوں اور ہاشمیوں میں نفرت کی ابتداء ہو گئی اور بنو عبدالدار (خانہ کعبہ کے بندوں) اور ہاشمیوں میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے وقت کشمکش جاری رہی۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی ولادت سے چالیس سال پہلے ابرہہ گورنر یمن نے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے دادا عبدالمطلب بنو ہاشم کے سردار تھے انہوں نے قدیم زمزم کنویں کا سراغ لگایا تھا اور کھود نکالا تھا۔ یہ کعبہ سے چند گز کے فاصلہ پر ہے اور زائروں اور تاجروں کے لئے ایک نعمت ہے اس لئے ان کی دولت اور عزت بڑھ گئی تھی۔ ان کے دس لڑکے بھی پیدا ہو چکے تھے اس لئے خیال یہ تھا کہ ابرہہ کو روکنے کی کوشش میں یہ بھی شریک ہوں گے۔ مگر چونکہ ان کے والد ہاشم نصرانیوں کے دوست تھے انہوں نے بھی اس دوستی کو نبھایا اور کعبہ کو بچانے کے لئے ایک انگلی بھی نہ ہلائی بلکہ ابرہہ نے ان کے ضبط شدہ اونٹ واپس کر

Marfat.com

دیئے۔ یہ حسن اتفاق تھا کہ اس کی فوج میں چیچک پھیل گئی۔ (دیکھئے طبری)

حج کے میلے

حج کے زمانے میں امن عام رہتا تھا اور تجارتی گرم بازاری ہوتی تھی۔ وہاں مکہ کی چمڑے کی مصنوعات، خوشبوئیں، دوائیں، گوند اور مرہم کے لئے بلساں فروخت ہوتے تھے۔ وہاں شام کے خشک میوے ارغوانی رنگ کے کپڑے عراق کی تلواریں بحرین کے موتی اور سیپ کی مصنوعات حبشہ کے برتن اور غلام ایران کے قالین اور چاندی کے برتن شرابیں اور زیور بھی فروخت ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ سب کو خوش کرنے اور زندگی پیدا کرنے کا یہ بھی سامان تھا کہ شراب کی محفلوں میں رقص و سرود کے ہنگامے بھی ہوتے تھے اور بہترین شعرا اپنے بلند خیموں کے سامنے اونٹ کے ممبر پر سوار ہو کر دادِ سخن بھی دیتے تھے یہ فصل بہار کا زمانہ ہوتا تھا۔ اور دوسرے ملکوں میں تو صرف ایک ماہ بسنت یا بہار کا میلہ لگتا تھا جسے ایران میں نوروز، فلسطین میں عید فصح اور ایسٹر کہتے تھے۔ لیکن عرب میں یہ میلے تین مہینے تک جاری رہتے تھے۔ اور ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم خوشیوں اور میلوں کا زمانہ ہوتا تھا۔ امن و امان کا دور دورہ ہوتا تھا اور قتل و قصاص قطعاً بند ہو جاتا تھا۔

اس میلے میں نہ صرف سب ملکوں کے تاجر ہوتے تھے بلکہ سب مذہبوں کے پیرو بھی ہوتے تھے۔ ہندو صرف سبزی کھاتا تھا۔ یہودی سور اور اونٹ سے پرہیز کرتا تھا اور سبت کے دن کوئی کام نہ کرتا تھا۔ نصرانی سب کھا جاتا تھا۔ لیکن لونڈی غلام پر ہر آقا سخت گیر تھا۔ غلام فروش اکثر یہ کیا کرتا تھا کہ ماں کو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالتا اور بچے کو دوسرے ملک والے کے حوالہ کرتا اور جو لوگ اونٹوں کو کرایہ پر لیتے تھے وہ بھی ان پر اس لئے رحم نہیں کرتے تھے کہ وہ ان کا مال نہیں ہوتا تھا۔ جس تاجر کے پاس مال زیادہ ہوتا تھا وہ بہت سے سپاہی یا غلام جان مال کی حفاظت کے لئے رکھتا تھا اور حالت سفر میں غریب مسافروں یا ہمسفروں کا پرسان حال نہ ہوتا تھا۔ غرض کہ میلے اور یہ سفر ایک غائر نظر رکھنے والے کے لئے عبرت سے کم نہ تھے۔ یتیم محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

Marfat.com

میں اب اتنی فراست بڑھ چکی تھی کہ وہ مختلف قوموں اور ایک ہی قوم کے مختلف طبقات کی صحیح حالت کا اندازہ کر سکیں۔ اور ان سے سبق لے سکیں۔ اس کی ضرورت نہ تھی کہ بحیرا راہب یا اور کوئی نصرانی یا زرتشتی انہیں یہ بتائے کہ غریبوں، یتیموں اور بیواؤں اور غلام کی ایک ایسی جماعت ہے جس کی جان اور آبرو کی دنیا میں کوئی قیمت نہیں۔ ان کی زندگی دوسروں کے لئے ہے اور ان کی موت ہی ان کی مصیبتوں کا واحد حل ہے۔

اس سفر میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے یہ بھی دیکھا کہ راستے میں بعض اجڑے ہوئے شہر پڑے ہیں۔ ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا ہے اس لئے یہ تباہ کر دیئے گئے ہیں۔ رومی، مصری، یونانی اور ایرانی طرز معاشرت اور ان کی مختلف زبانوں اور مذہبی سوشل رسموں کو بھی بنظر استعجاب دیکھا اور محسوس کیا کہ ان میں کچھ تو خدا کی نعمتوں سے فیض یاب ہیں اور بڑی تعداد ایسی ہے جو عرب کے تاجروں کی طرح محنت و مشقت کی زندگی میں مبتلا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی سفر میں آپ پر بحیرا راہب کی سادگی اور خدا پرستی کا گہرا اثر پڑا۔ یہ ایک نسطوری موحد فرقہ کا نصرانی تھا اور اس زمانے میں آریوس اور نسطوریوس وغیرہ کے موحد ساتھیوں پر تثلیث پرستوں نے جو مظالم توڑ رکھے تھے ان کی داستان سناتا تھا۔ بہرحال یہ کہنا صحیح نہیں کہ کسی ایک راہب یا دستور یا غلام یا رومی افسر سے آپ نے اس زمانے کی سوسائٹی کا صحیح نقشہ سیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ابتدائی سادہ اور فطری پرورش نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ میں یہ صلاحیت پیدا کر دی تھی کہ جب آپ کا بازنطینی اور ایرانی تمدن سے سابقہ پڑا تو اس کی ظاہری چمک دمک سے آپ مرعوب نہیں ہوئے بلکہ آپ نے اس کے کھوکھلے پن کو ایک نظر میں بھانپ لیا۔ امیر ہو یا غریب ہر شخص مکہ والوں کی طرح خوف اور بھوک میں گرفتار نظر آتا تھا۔ اس لئے کہ ہر شخص دولت جمع کرنے ہی کو مقصد زندگی سمجھے ہوئے تھا اور طمع مال نے ہر شخص کو اجتماعی طور پر سوچنے اور عام انسانی فلاح پر غور کرنے سے محروم کر دیا تھا۔

پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ چالیس سال کی عمر تک آپ نے مسلسل تجارت کا مشغلہ رکھا اور عرب کے ہر بازار اور میلے میں شرکت فرمائی اور عرب سے باہر بھی نصرانی و

مجوسی ممالک میں گئے تو بحیرا راہب ہی کیا سینکڑوں راہبوں، موبدوں، برہمنوں اور غیر عرب کاہنوں اور تاجروں سے ملاقات ہوئی ہوگی۔

حرب فجار

آپ کی عمر ۱۵۔۱۶ سال کی تھی اور بقول ابن سعد بیس سال کی تھی کہ حرب فجار چھڑ گئی یہ لڑائی فجار یعنی ناجائز اس لئے تھی کہ محرم کے مہینہ میں ہوئی تھی جو لڑائی کے لئے حرام ہے۔ عکاظ کے میلے میں براض نے عروہ کو قتل کر دیا تھا۔ براض بنو کنانہ میں سے تھا۔ اور قریش اس قوم کے حلیف تھے۔ عروہ بنی ھوازن سے تھا۔ اس لڑائی میں قریش و کنانہ کا سردار حرب بن امیہ تھا۔ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس لڑائی میں اس طرح شرکت کی تھی، کہ مخالفوں کو جو تیر ان کے چچاؤں پر آتے تھے انہیں یہ روکتے تھے۔ آخر سخت لڑائی کے بعد فریقین میں صلح ہو گئی۔ "اس لڑائی کے سلسلے میں سہیلی کا قول ہے کہ اگرچہ آپ سن قتال کو پہنچ گئے تھے لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے چچاؤں کے ساتھ اس لڑائی میں قتال نہیں کیا۔۔۔ اس لئے کہ فریقین کافر تھے اور مسلمان کو لڑائی کا حکم خدا نے صرف اس لئے دیا کہ خدا کا بول بالا ہو (شبلی ص ۱۷۰) لیکن اس وقت اسلام اور اسلام کے اصول کہاں تھے جو آپ کو قتال سے مانع آتے۔۔ بہر حال شبلی نے اس سے پہلے ابن ہشام کی یہ روایت بھی لکھی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس لڑائی میں کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا (شبلی ص ۱۶۹) لیکن ہمیں سیرت ابن ہشام میں یہ بیان نہیں ملا۔ (دیکھئے سیرت النبی۔ جز اول۔ مطبوعہ محمد علی صبیح مصر)

اس ناجائز جنگ سے پہلے تین اور حروب فجار ہو چکی تھیں۔ فجار اول کے زمانے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر دس سال کی تھی۔ ان لڑائیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجوہ جنگ اتنے رکیک تھے کہ ان پر ہنسی آتی ہے ایک میں بدر بن معشر پیر پھیلائے بیٹھا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں عرب بھر سے زیادہ معزز ہوں اگر کسی کو مجھ سے زیادہ شرافت کا گھمنڈ ہو تو میرے پیر پر تلوار مارے۔ یہ سنتے ہی ایک شخص نے جھپٹ کر

تلوار رسید کی اور سوق عکاظ میں لڑائی چھڑ گئی۔

دوسری لڑائی کی وجہ یہ تھی کہ ایک عورت منہ پر گھونگھٹ ڈالے بیٹھی تھی۔ ایک اوباش آیا اور اس سے کہنے لگا کہ منہ دکھاؤ اس نے انکار کیا۔ آخر اس نے اس کے پیچھے بیٹھ کر اس کے چادر کے دامن کو کسی چیز سے باندھ دیا۔ وہ اٹھی تو چادر کے کھینچنے سے منہ کھل گیا۔ لوگ ہنسنے لگے۔ اس نے آل عامر کی دہائی دی اور نوجوانوں نے بنو کنانہ کی دہائی دی اور لڑائی چھڑ گئی۔ تیسری لڑائی دو قبیلوں کے قرضے کے سلسلے میں تھی۔

حلف الفضول

بات بات پر لڑائی ہوتی تھی، اور مظلوم کا کوئی فریاد رس نہ تھا۔ یعنی کوئی ایسی عدالت نہ تھی جو انصاف کر سکے۔ اور کمزور کے سامنے طاقتور کو جھکا سکے۔ اس حلیف یعنی آپس کے حلفی معاہدے کی وجہ سے مظلوموں کو بڑا سہارا مل گیا اور غاصب ڈرنے لگے منجملہ اور وجوہ کے اس جماعت کے بننے میں اس بات نے بھی مدد دی کہ عاص بن وائل کے ہاتھ یمن کے باشندہ نے کچھ مال بیچا تھا۔ لیکن عاص اپنی سرداری کے گھمنڈ میں قیمت سے منکر تھا۔ یمنی نے اس ظلم کی فریاد چند شعروں میں ظاہر کی جس کو سن کر قبائل قریش عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور بنو ہاشم، بنو المطلب، اسد، زہرہ اور تیم نے یہ عہد کیا کہ

۱۔ ہم میں سے ہر ایک مظلوم کی حمایت اپنا فرض سمجھے گا جب تک کہ اس کا حق نہ مل جائے۔

۲۔ اور جب تک مظلوم کا حق اسے نہ مل جائے گا ہم میں کوئی چین نہ لے گا۔

جناب محمد عربی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اس معاہدے کے وقت موجود تھے اور بعد میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اس جماعت کی رکنیت مجھے لال اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی اور اب بھی اگرچہ اسلامی دور ہے لیکن اس قسم کی انجمن کا دل سے حامی ہوں۔

اس معاہدہ (حلف) کا نام حلف الفضول اس لئے رکھا گیا تھا کہ انہوں نے معاہدہ کیا

Marfat.com

تھا کہ فضول (یعنی مال) اس کے مالک کو واپس کر دیا جائے گا۔ اور یہ اس حلف الفضول کے نام پر بنی تھی جو جرہم کے تین آدمیوں نے اس سے پہلے کی تھی اور ان میں سے ہر ایک کا نام "فضل" تھا (ابن ہشام ۸۴)

تعمیر کعبہ

حلف الفضول کے بعد جناب محمد عربی صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عمر ۲۵ سال کی ہوئی تو آپ کی امانت و دیانت کا شہرہ دور دور پھیل چکا تھا۔ اس زمانہ میں کعبہ کی عمارت بوسیدہ ہو گئی تھی اور چونکہ نشیب میں واقع ہے اس لئے اچانک بارش ہو جانے پر اردگرد کی پہاڑیوں کا پانی سیلاب کی شکل میں آ جاتا ہے۔ اس کی دیواریں قد آدم تھیں اور چھت پر ھبل تھا (ممکن ہے کہ ھوبعل سے مشتق ہو جس کے بابلی معنی یہ ہوتے کہ وہ بعل یا شوہر یا آقا ہے) غرض کہ جب قریش نے ایک رومی معمار کی مدد سے دیواریں تعمیر کر لیں تو حجر اسود کے لگانے کا فخر ہر رئیس قبیلہ حاصل کرنا چاہتا تھا اور بعض نے خون کے پیالے میں ہاتھ ڈال کر عہد کر لیا تھا کہ اس فخر کے حاصل کرنے کے لئے جان تک دے دیں گے۔ آخر یہ طے ہوا کہ صبح کو جو پہلا شخص حرم میں آئے وہی پتھر لگائے۔ اتفاق سے محمد عربی صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی صبح کو دکھائی دئے اور سب پکار اٹھے کہ الامین ہی اس کام کے لئے بہترین شخص ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مصلحت اندیشی کا بہترین ثبوت دیا کہ ایک چادر بچھا کر وہ پتھر اس میں رکھ دیا اور جملہ رؤسا سے کہا کہ چادر میں سہارا دے کہ پتھر اٹھانے میں شریک ہو جائیں جب پتھر سینے تک اونچا ہو گیا تو آپ نے حجر اس مقام پر رکھ دیا جہاں اب بھی نصب ہے۔ اس طرح سب خوش بھی ہو گئے اور کوئی کسی سے پیٹا نہ رہا۔

یہاں یہ نوٹ کر لینا چاہئے کہ خانہ کعبہ ابھی تک بت خانہ تھا اور حجر اسود بھی اس شیو پوجا کی یاد دلاتا تھا جو اب تک ہند میں قائم ہے لیکن اس مکان کی تعمیر میں رسول عربی صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی حصہ لیا تھا اور اس جوش اور انہماک کے ساتھ لیا تھا کہ گویا وہ طے کر چکے تھے کہ اس بت خانہ کو خدا کا خانہ بنا کر رہیں گے۔

Marfat.com

نوروز، تجارت، حج

خط استوا سے شمال میں جتنے ملک ہیں ان میں دو نوروز ہوتے ہیں۔ پہلا نوروز موسم بہار میں اور دوسرا موسم سرما کے شروع میں بہ الفاظ دیگر اعتدال ربیعی یعنی ۲۱ مارچ کو ہر ملک میں بہار ہوتی ہے اور ۲۱ ستمبر میں بھی موسم اعتدال پر آکر جاڑوں کی آمد آمد کی خبر سناتا ہے۔ عرب اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ تھا۔ اور ذی الحجہ میں بہار یعنی ربیع کا بہت بڑا میلہ ہوتا تھا۔ اس سے ایک مہینہ پہلے اور ایک مہینہ بعد حرام قرار دیا جاتا تھا یعنی قتل و غارت گری و قصاص حرام تھا۔ لوگ مرکزی بازاروں کی طرف چل کھڑے ہوتے تھے اور تین مہینے کے سفر میں تجارت و زیارت دونوں سے فارغ ہو کر اپنے اپنے وطن پہنچ جاتے تھے۔ رجب کا مہینہ درمیانی سال کا مہینہ ہوتا تھا جو ۲۱ ستمبر کے لگ بھگ ہوتا تھا یہ مہینہ بھی تجارت و زیارت کے لئے محترم تھا۔ اگست کے مہینہ میں بحر عرب کی ہوائیں اب بھی ساکن ہو جاتی ہیں لہٰذا ہند کی بادبانی کشتیاں، اور مصر کی غلاموں سے کھینچنے والی ڈونگیاں بحر احمر میں سینکڑوں کی تعداد میں نظر آتی تھیں اور ستمبر کے آواخر کی مغربی ہواؤں کے سہارے وطن لوٹ جاتی تھیں۔

احادیث سے ثابت ہے کہ جناب الامین نے نہ صرف شام کے بازار دیکھے تھے بلکہ یمن میں جرش اور مغرب میں بحرین تک پہنچے تھے۔ یہاں ایرانی حاکم منذر بن ساوی حکمران تھا اور یہود و نصاریٰ کی کافی آبادی تھی۔ اسی طرح یمن میں ایران کی غلاموں کی فوج کی مدد سے ۵۸۵ء میں حبشی حکومت ختم کی جا چکی تھی۔ معدی کرب تخت پر بٹھایا گیا تھا اور پھر اسے وہراز۔۔۔۔ قتل کر کے خود حاکم بن بیٹھا تھا۔ یہاں یہودی، نصرانیوں کی بھی عرصہ تک حکومت رہ چکی تھی اور اب تک مسیح سے بہت پہلے کے مختلف اقوام کے آثار پائے جاتے ہیں۔ یہ بھی طے شدہ ہے کہ چھٹی صدی مسیح سے بہت پہلے بدھ مذہب سمرقند سے مصر و یونان تک پہنچ چکا تھا اور لا ادریت، الحاد اور انکار کا ہر تصور پوری شان کے ساتھ بد ترین بت پرستی کے دوش بدوش چل رہا تھا۔

غرضکہ بین الملیت کی تعلیم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو شام و عرب کے

Marfat.com

بازاروں، حج کے میلوں اور ہر قوم کے لوگوں کی ملاقاتوں سے ہوتی اور خود مکہ سے ہوتی جو تمام مذاہب کا سال میں دو مرتبہ مرکز بن جاتا تھا۔

بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

آپ فطرتاً دنیا کو دیکھنا چاہتے تھے اور اس کا ذریعہ تجارت ہی ہو سکتا تھا بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ کی ایک مالدار بیوہ تھیں۔ انہوں نے آپ کی امانت و دیانت کا حال سن کر اپنا میر تجارت بنا لیا۔ آپ کی وجہ سے انہیں تجارت میں بہت فائدہ ہوا اور آخر کار الامین صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ سے ان کا نکاح ہو گیا۔ ان کا پہلا شوہر عتیق تھا جس سے کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسرے شوہر ابو ہالہ تھے جن سے تین لڑکے ہالہ رضی اللہ عنہا، طاہر رضی اللہ عنہا اور ہند رضی اللہ عنہا تھے اور تینوں اسلام لائے تھے سید خدیجہ کے بھانجے ابوالعاص بن ربیع کو زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ایام جاہلیہ بیاہی گئی تھیں۔ اور یہ غزوہ بدر کے بعد مسلمان ہو گئے تھے سیدہ خدیجہ کے حقیقی بھتیجے الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہا تھے اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

الامین صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی نکاح کے وقت ۲۵ سال کی عمر تھی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا چالیس سال کی تھیں اور مالدار تھیں وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی (یعنی تم مفلس تھے خدا نے مالدار کر دیا) کی آیت آپ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی شادی اور تجارتی مالداری کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت خدیجہ نے ۶۵ سال کی عمر میں شعب ابی طالب کی قید سے نجات پانے کے بعد انتقال کیا۔

الامین سے چار بیٹیاں زینب رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دو بیٹے قاسم اور طیب پیدا ہوئے جو کم سنی میں وفات پا گئے۔ ہر بچہ کی ولادت میں ایک سال کا فاصلہ ہوتا تھا۔

خوف اور بھوک کے منظر

بچپن سے نکاح تک، نکاح سے بعثت تک آپ نے خوف اور بھوک میں پھنسی

Marfat.com

ہوئی انسانیت کے ہر طبقے اور ہر قوم کے آدمیوں کو دیکھا۔ کہیں دیوتاؤں اور ان دیکھی قوتوں کے خوف نے انسان کے سر کو پجاریوں اور کاہنوں کے ذریعہ سے بتوں اور نادیدہ بھوتوں اور جنوں کے آگے جھکا دیا تھا۔ کہیں مالدار یہودی نے قرض کے خوف میں انسان کو پھنسا رکھا تھا۔ کہیں سامراجی فوجیں آزاد انسانوں کو قتل اور غلامی کے خوف میں مبتلا کئے ہوتے تھیں۔ کہیں جہل و کم علمی نے مریضوں کو تعویذ سازوں کی غلامی میں ڈال رکھا تھا۔ کہیں جھوٹی نخوت کے نام پر شاعر اپنی بھوک کو قصیدوں کے ذریعے دور کر رہے تھے۔ کہیں انسان افلاس اور بھوک سے مجبور ہو کر ظالموں اور جابروں کی چاپلوسی پر مجبور تھا۔ حتیٰ کہ اپنی عزت بیچ کر پیٹ پالتا تھا۔ غرض کہ مذہب۔ سیاست اور معاشرت کا کوئی گوشہ ذہنی خوف اور جسمانی بھوک سے خالی نہ تھا۔

متلاشیانِ حق

ہر ملک اور ہر زمانہ اپنے کسی نہ کسی گوشے میں حق کی تلاش رکھنے والوں کا ایک گروہ ضرور رکھتا ہے۔ یورپ میں اگرچہ رومی کلیسا اور شہنشاہیت کے حکم سے عقل کا استعمال کرنا ممنوع قرار دیدیا گیا تھا لیکن پھر بھی ایسے لوگ تھے جو حقائق کی تلاش میں رہتے تھے۔ تعویذ کی جگہ علاج، اور انجیل کی جگہ یونانی فلسفہ کو پسند کرتے تھے اور ایسے متعدد نام ملتے ہیں جنہوں نے حق پرستی اور حقائق نوازی کے لئے اپنی جانیں دیدیں۔

ہندوستان، جہاں ہندو فلسفہ سانکھیہ نے بدھ فلسفہ کی عقلیت کی صورت میں ظہور کیا تھا وہاں بھی اگرچہ تانترک مذہب پھیل گیا تھا اور لوگوں نے جادو منتر، قربانی اور شہوت رانی کو صوفیانہ رنگ میں پیش کر کے عقل کو خارج البلد کر دیا تھا۔ پھر بھی پانچویں سے ساتویں صدی مسیحی تک تاریخ اہل علم کے کارناموں سے خالی نہیں۔ گو عام لوگوں کی زبان یعنی پالی ختم کر دی گئی تھی اور علم کو راز میں رکھنے کے لئے سنسکرت میں برہمنی مذہب اور برہمنی بدھ مت جاری کر دیا گیا تھا۔ تاہم بکرماجیت کے زمانے میں (پانچویں صدی عیسوی) اجین نے جو نورتن پیدا کئے وہ شعر نعت اور طب میں اب تک مشہور ہیں اور کالی داس، امر سنگھ اور دھن ونتری کے نام سے زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔ چھٹی صدی

Marfat.com

میں آریہ بھٹ وراہی ہیرا اور برہم گپت نجومی وریاضی کے ماہر تھے۔ اور ساتویں صدی میں اس زمانے کی جو حالت چینی سیاح ہیون سانگ نے لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ہرش نے شیو پرستی چھوڑ کر بدھ پرستی اختیار کر لی تھی۔ نالندہ یونیورسٹی میں برہمنوں اور بت پرستوں کے مذاہب کی سنسکرت میں تعلیم جاری تھی۔ جہاں فلسفہ، طب اور ریاضی کی تعلیم بھی ہوتی تھی۔ اور اونچی ذاتوں کے لوگوں میں اچھے اچھے اہل علم پیدا ہو رہے تھے۔ اگرچہ سب ذات کے بندھن اور پجاریوں اور برہمنوں کے بتاتے ہوتے اصولوں سے آگے نہ بڑھ سکتے تھے۔ قدامت پرستی انتہائی عروج پر تھی مگر جو قدامت پرست تھے وہ سنسکرت لٹریچر سے محروم نہیں تھے۔

عرب اور خصوصاً مکہ کل قوموں کا تجارتی مرکز تھا۔ مشرق مغرب، روم وہند و ایران کے تاجر یہاں جمع ہوتے تھے اور جو لوگ اہل دل تھے وہ عوام کے مشرکانہ توہمات سے دل برداشتہ ہو چکے تھے۔ ساتویں صدی مسیحی کے بہت سے نام ایسے ملتے ہیں جنہوں نے بت پرستی ترک کر دی تھی۔ بتوں کے نام پر جو چڑھاوے چڑھتے تھے اور جو قربانیاں ہوتی تھیں ان کو حرام سمجھتے تھے۔ لڑکیوں کو مار ڈالنا پاپ سمجھتے تھے اور قدیم سادگی اور ایمانداری جو فطری انسان کا فطری شیوہ تھا اور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں خدا والے لوگوں نے جاری کی تھی اسے تلاش کر رہے تھے اور اسے زندہ کرنا چاہتے تھے۔ زید بن عمرو بت پرستی چھوڑ چکے تھے۔ ورقہ بن نوفل عیسائی ہو گئے تھے اور انجیل کا عربی ترجمہ کر رہے تھے۔ عبید اللہ بن جحش نے رسول عربی کے ابتدائی کلام کو سنا تو وہ مسلمان ہو کر حبشہ ہجرت کر گئے اور وہاں نصرانی زندگی بسر کرنے لگے۔ عثمان بن الحویرث قیصر روم کے پاس چلے گئے اور نصرانی ہو گئے۔ غرضکہ اس طرح بہت سے متلاشیان حق تھے جو مراسم شرک کو چھوڑ کر راہ حق کی تلاش میں تھے کہ رسول عربی محمد الامین نے خدائی کی آواز سنی اور اسی خود اعتمادی اور یقین کے ساتھ جو انہیں ورثہ میں ملی تھی اصلاح انسانیت کے لئے کام شروع کر دیا۔

یہاں سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی وہ تاریخی زندگی شروع ہوتی ہے جس کے متعلق پورا قرآن شاہد عدل ہے اور جس کے الہٰی کلام ہونے کی وجہ سے اس کا ایک

Marfat.com

ایک لفظ اسی حالت میں محفوظ ہے۔ جس طرح رسول عربی صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے مسلمانوں کو بتایا تھا۔

Marfat.com

سیرت قرآنیہ

سیدنا محمد عربی صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

پہلی فصل۔ محمد الامام۔ دعوت سراً

۱۷ رمضان ۱ نبویؐ (دسمبر ۶۱۰ء) تا ذی الحجہ ۳ نبوی (فروری ۶۱۲ء)

دور رب

اے نور بے پایاں! تیری رحمت ہر جگہ جاری و ساری ہے
اسی رحمت و محبت سے انسان بنا۔
کاہنوں، ساحروں، پجاریوں اور شاعروں نے نفرت کے شیطان کی پرستش شروع کرا دی ہے۔
تو اپنی رحمت و شفقت سے دنیا والوں کے دلوں سے نفرت کو دور کر دے۔
پھر نہ انہیں خوف ستائے گا نہ بھوک!
نفرت کی تاریکی ہٹتے ہی انسان انس و محبت کا پتلا بن جائے گا۔
محبت کے نور سے دنیا ایک جنت بن جائے گی۔
اے چاند تاروں کو نور، پھولوں کو مہک دینے والے
نفرت کے دیو کو محبت کے فرشتے کے ذریعے شکست دے دے (ایک نہایت قدیم دعا)

Marfat.com

ہر کہ رادیدہ شد بروے تو باز آمد از عشق خوبرویاں باز
وانکہ از جام عشق شد مدہوش ہیچ گاہے بہوش نامد باز
دوش خود را بخواب میدیدم پیش دولت سرائے صفتہ راز
برزدم تختہ درش ناگاہ ازدرونش برآمد ایں آواز

کہ بچشمان دل مبیں جز دوست
ہرچہ بینی بداں کہ مظہر اوست

(وصالی خراسانی)

Marfat.com

الامام: اسلام یعنی خدا بندگی، حلم و رحم و خود اعتمادی کو زندہ کرنے کی تیاری

یارب

خوف، جہل اور بھوک کو ختم کرنے کا پروگرام

لا رب الا ھو الخالق المعلم الاکرم

(نوٹ:۔ اس دور کے قرآن میں اللہ کے لئے صرف رب یا ضمائر کا استعمال ہوا ہے)

پس منظر

آقاؤں کی قہرمانی دیکھتے دیکھتے دنیا والوں کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ ہر شخص، ہر مرد، عورت، بچہ نفرت کا پتلا بنا ہوا تھا۔ امیر، تاجر، ساحر اور کاہن اس لئے پریشان تھے کہ ان کے حرص کے مطابق ناداروں اور جاہلوں سے دولت حاصل نہیں ہوتی تھی۔ غلام عورتیں اور عوام اس لئے بدحال تھے کہ مال اور عزت دے چکنے کے بعد دل میں خون کا جو چند قطرے اور دماغ میں دیوتاؤں کا جو کچھ خوف باقی رہ گیا تھا، وہ بھی جانے والا تھا۔ سوائے یاس اور تاریکی کے نہ ان کے سامنے کچھ تھا نہ ان کے۔ دونوں نفرت اور خوف کے دریا میں غوطہ کھا رہے تھے۔ نوبت یہ آگئی تھی کہ عقل کا استعمال جرم قرار پا چکا تھا اور دوا علاج کرنا یا طبیبوں سے مشورہ کرنا جان سے ہاتھ دھونا تھا۔ پوپ گریگری کے حکم سے ہر مرض کا علاج شہد، دودھ اور بپتسمہ کا پانی سمجھا جاتا تھا۔ اور طب، فلسفہ، نجوم، ریاضی کی تعلیم ممنوع تھی۔ اہل فن قتل، اور ان کی کتابیں نذر آتش کی جا رہی تھیں۔ پلٹینیٹ (PLATINATE) کا کتب خانہ راکھ کا ڈھیر بن چکا تھا۔ ایشیا میں مانی ۲۷۷ء کی کھال کھینچی جا چکی تھی۔ مزدک اور اس کے پیرو قتل ہو چکے تھے۔ گوتم بدھ کا عوامی (پالی زبان کا) فلسفہ برہمن (سنسکرت) ہو چکا تھا اور بام مارگیوں (عوامی انقلابیوں نے اپیکیورس کی عیش پرستی کی تعلیم کو عام کر دیا تھا۔ عقل پر پردے پڑ چکے تھے۔ فلسفہ کٹ حجتی بن کے رہ گیا تھا اور سائنس یا علم حقیقی کو شعبدہ بازی، کہانت، سحر اور

دیوتا پرستی نے موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ مذہب سیاست کا غلام بن چکا تھا اور سیاست نے جنگ، وبا، لوٹ اور غلامی کے ذریعے انسانیت کو زخموں سے چور چور کر دیا تھا۔

صرف حجاز کا خطہ ایسا تھا جہاں دنیا کے ہر ملک کے فلسفہ اور مذہب کو پناہ ملتی تھی۔ کسی ملک میں سیاسی اور مذہبی پناہ گزینوں کا اتنا بڑا مجمع نہ تھا جتنا کہ عرب میں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے آزادی پسند باشندوں نے کسی غیر ملکی فاتح کو کبھی ادھر آنے کا موقع نہ دیا تھا۔ مکہ میں ہر مذہب کے تاجر کو قطعی مذہبی آزادی تھی اور حج کے زمانے میں امن عام کی وجہ سے قتل و غارت گری بھی بند رہتی تھی۔ اسی لئے ہزاروں سال کی تجارتی زندگی نے یہاں ایک عام رواداری کا مذہب پیدا کر دیا تھا۔ یہاں مشرک، و بت پرست بھی تھے۔ نصرانی تثلیث کے ماننے والے بھی۔ اور نسطوری موحد بھی تھے۔ یہودیوں نے اپنے قبیلوں کے مخصوص خدا الوہہ یا یہوا کی پرستش بھی جاری کر رکھی تھی اور دو خداؤں کے ماننے والے، مجوس و مانوی خیر و شر نور و ظلمت کا فلسفہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہاں اہمسا کے تصور کو اتنی ترقی دی گئی تھی کہ حج کے زمانے میں جان مارنا تو درکنار کسی پودے یا گھاس کے پتے کو توڑنا بھی گناہ تھا۔ اور اگر اتفاقیہ یا غلطی سے یہ خطا ہو جاتے تو اس کا بھی جرمانہ دینا پڑتا تھا۔ یہاں ایسے بھی لوگ تھے جو بت پرستی سے نفرت کرتے تھے اور تلاش حق میں سرگرداں تھے۔ بہت سے موحد تھے اور ملحدوں اور منکروں کی بھی کمی نہ تھی۔

لیکن سب قدیم رسم و رواج اور شرافت کے مروجہ اصولوں کی سختی سے پابند تھے۔ عزت کے لئے جان دے دینا بہت آسان سمجھتے تھے۔ فیاضی، جوئے، شراب خوری اور قصاص پر فخر کرتے تھے۔ غلام کو انسانیت سے خارج سمجھتے تھے۔ لیکن غلام رکھنے اور غلام بنانے کو برا نہیں سمجھتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کو اس لئے بہتر سمجھتے تھے کہ مفلسی کی وجہ سے اسے غلامی کی زندگی نہ بسر کرنا پڑے۔

الامام صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی

Marfat.com

یہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر میں ۵۹۵ء میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا (ابن سعد ۸۲۔۰۸۴) یہ سال ایک خلفشار کا سال تھا۔

۵۹۶ء میں بی بی زینب پیدا ہوئیں۔ جن کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے ہوا۔ ابوالعاص ۶۲۴ء میں جنگ بدر میں گرفتار ہوتے اور حضرت زینب کو آنحضرت کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ ان سے ایک لڑکا علی پیدا ہوا جو بچپن میں انتقال کر گیا۔ ایک لڑکی امامہ تھیں جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد وفات فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول نکاح کیا۔ پھر علیؓ کے بعد مغیرہ بن نوفل کے نکاح میں آئیں جن سے یحییٰ پیدا ہوا۔

اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر اپنی تجارتی مشغولیتوں میں مصروف رہے حبشہ کا آپ سفر کر چکے تھے۔ (سیرۃ ابن سید الناس)۔ یمن میں جرش کا دو مرتبہ سفر کیا (الحاکم فی المستدرک و ذہبی) اس سے ایک سال پہلے ۵۹۵ء خسرو پرویز نے عراق، شام و فلسطین کو دوبارہ رومیوں سے چھین لیا تھا اور اس طرف کا سفر تجارت خطرناک ہو گیا تھا۔ پرویز نے جو لوٹ مار کی تھی اس میں اسے یروشلم کی صلیب مقدس بھی ملی تھی۔ اس کے بعد وہ ایشیائے کوچک سے قسطنطنیہ تک بڑھتا چلا گیا اور مصر کو بھی فتح کر لیا۔ غرض ایک خلفشار اور بدامنی کا زمانہ تھا۔

۵۹۷ء میں آپ کی دوسری لڑکی رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور جوان ہونے پر ان کا بیاہ عتبہ بن ابی لہب یعنی آنحضرت کے چچا زاد بھائی سے ہوا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور فتح بدر کے دن کافی عرصہ بیمار رہ کر وفات پائی۔ ان کا ایک لڑکا زید بن عثمان پیدا ہوا۔ اسی سال آپ نے بحرین کا سفر کیا۔ ہجرت کے بعد جب عرب میں اسلام پھیلا تو بحرین سے عبدالقیس کا وفد آیا۔ آپ نے اس سے بحرین کے ایک ایک مقام کا حال پوچھا۔ لوگوں نے تعجب سے کہا کہ آپ ہمارے ملک کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے ملک کی خوب سیر کی ہے۔ (مسند امام حنبل صفحہ ۲۰۶)

(بحرین میں مجوس، یہود و نصاریٰ کی کافی آبادی تھی۔ یہاں قبائل عبدالقیس بن

وائل اور تمیم آباد تھے۔ منذر بن ساوی یہاں کا حاکم تھا۔ ہجر کا مرزبان (حاکم) سی بخت تھا۔ ۸ھ میں رسول اللہ نے علا بن عبداللہ کو اس علاقے میں بھیجا۔ وہاں کے کل عرب اور بعض عجم مسلمان ہو گئے۔ مجوس اور یہود اپنے مذہب پر باقی رہے اور انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا)

اسی سال یعنی ۵۹۷ء میں وہراز نے حبشیوں کا قطعی استیصال کر دیا اور یمن پر ایرانی شہنشاہیت کا تسلط ہو گیا۔ آخر باذان مسلمان ہوا۔ اور ملوک حمیر کی اولاد میں سے حارث نعیم، نعمان، وہمدان وغیرہ بھی مسلمان ہو گئے اور جو مجوس یا یہود اسلام نہیں لائے ان پر جزیہ لگایا گیا۔)

۵۹۹ء میں حضرت ام کلثومؓ پیدا ہوئیں اور جوان ہونے پر ان کا نکاح عتبہ بن ابو لہب سے ہوا۔ بد قسمتی سے عتبہ اور عتیبہ دونوں کی ماں ام جمیل نہایت لڑاکا عورت تھی۔ یہ بنو ہاشم کے دشمن حرب ابن امیہ کی بیٹی تھی یعنی ابو سفیان کی بہن تھی۔ نہایت بد طینت تھی اور آنحضرت کی دونوں لڑکیوں کو سخت تکلیفیں دیتی تھی۔ چغل خوری اور لڑائی کی آگ بھڑکانا اس کا شیوہ تھا۔ قرآن نے اسے "حمالۃ الحطب" کہا ہے۔ آنحضرت کی خانگی زندگی اپنی لڑکیوں کی تکلیف دہی سے تلخ ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ ابو لہب کے دونوں لڑکوں نے اپنی ماں کے کہنے سے ان لڑکیوں کو طلاق دے دی اور یکے بعد دیگرے وہ حضرت عثمان کے نکاح میں آئی تھیں۔

وفات حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا اور آپ کا انتقال شعبان ۱۱ھ میں ہوا۔

آپ کی چوتھی لڑکی فاطمہ الزہرا پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح حضرت علیؓ بن ابی طالب سے ہوا۔ ان سے تین لڑکے حسن، حسین، محسن اور تین لڑکیاں رقیہ اور زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ محسن و رقیہ نے بچپن میں وفات پائی۔ زینب سے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ جن کا بیٹا زید بن عمر ہوا۔ حضرت عمر کے بعد عون بن جعفر نے نکاح کیا۔ ان کے بعد محمد بن جعفر نے اور ان کے بعد عبداللہ بن جعفر نے کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان چار لڑکیوں کے بعد تین لڑکوں کی ولادت کا ذکر پایا جاتا ہے۔ یعنی طیب۔ طاہر اور قاسم یہ تینوں قبل بعثت انتقال کر گئے۔ یہ سب حضرت خدیجہ کے بطن سے تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ طیب و طاہر دونوں قاسم کے لقب تھے۔

مدینہ میں جناب ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوئے اور چند مہینوں کے ہو کر انتقال کر گئے ایک قول میں سات مہینے کے اور بقولے اٹھارہ مہینے کے ہوتے۔ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ کی وفات کے چھ مہینے بعد وفات پائی۔

اسی زمانے یعنی ۶۱۰ میں خسرو پرویز خالسی دان میں یہ عہد کرتا ہے کہ وہ سورج دیوتا کے ایک مصلوب اوتار (مسیح) کی پرستش اور ہر قسم کی بت پرستی کو قطعاً مٹا دے گا اور مشرقی رومن سامراج کو ختم کر کے چھوڑے گا۔ اسی سال ہرقل (HERACLES) بازنطین کا شہنشاہ بنتا ہے۔

Marfat.com

دنیا سے خوف، جہل و جوع دور کرنے کے لئے

غار حرا پر تحنث

کئی سال سے شام و عراق و مصر کی تجارت بند ہو چکی تھی۔ روم اور ایران کی کشمکش نے مشرق وسطیٰ کو تباہ کر رکھا تھا۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربی کی تجارتی سرگرمیاں جنوبی و مشرقی عرب تک محدود ہو گئی تھیں اور آپ انسانیت کی اس تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ نجات کی راہ کی تلاش تھی۔ لیکن راستہ ابھی ملا نہیں تھا۔ احباب خاص بھی عالمی صورت حال سے پریشان تھے۔ کعبہ کے پجاری اور کاہن بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ ان حالات میں آپ نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ دسمبر (رمضان) میں مکہ سے تین چار میل باہر پہاڑی پر چلے جاتے اور رمضان کا پورا مہینہ غور و فکر اور تحنث یا عبرت پذیری میں بسر کرتے تھے۔

یہاں یہ نوٹ کرنا نہایت اہم ہے کہ نصاریٰ بھی ۱۵ نومبر سے ولادت مسیح کے دن یعنی ۲۵ دسمبر تک چالیس دن کے روزے رکھا کرتے تھے، اور حضرت مسیح کی ولادت کی خوشی میں زہد و تنسک اختیار کرتے تھے۔

یہ پہاڑی ایک ریتلے میدان کے بیچ میں واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف میلوں تک نگاہ کو روکنے والی کوئی چیز نہیں۔ اس کے اوپر کئی چٹانوں کو اس طرح قائم کیا ہے کہ مختصر سا کمرہ بن گیا ہے۔ اس میں دو آدمی آرام سے لیٹ سکتے ہیں اور میلوں تک ریت کے سمندر کو موجزن دیکھ سکتے ہیں۔ رات ہو یا دن یہاں ہر وقت خاموشی اور سکون رہتا ہے اور بے اختیار انسان زبان حال سے کہنے لگتا ہے۔

Marfat.com

یا رب رہ فصل آشکارا بنمائے
یک جلوہ ازاں حسن دل آرا بنمائے
آن حرف کہ خواندنی ست در دل بنگار
واں نقش کہ دیدنی ست مارا بنمائے
(فیضی ہندی)

جو لوگ اسرار غیب کے محرم ہیں انہیں معلوم ہے کہ ہر متلاشی اور ہر طالب کو ایک ہی راستے کی ہدایت ہوتی ہے کہ

سر دفتر عالم معانی عشق است
سربیت قصیدہ جوانی عشق است
اے آنکہ خبر نداری از عالم عشق
ایں نکتہ بداں کہ زندگانی عشق است
(خیام)

آپ کو تعجب ہے کہ صرف متلاشیان حق پر یہ روحانی عالم باوجدانی کیفیت کیوں طاری ہوتی ہے۔ بے طلب سب کو کیوں نہیں ملتی۔ ہم اس کا جواب نہیں دے سکتے یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ یہ سعادت زور بازو سے کیوں حاصل نہیں ہوتی، اور سوز دل، پروانہ مگس کو کیوں نہیں ہوتا۔ یا کوئی خار اسی آب و گل سے پرورش پا کر کیوں کلی نہیں بن جاتا۔ بہرحال واقعہ یہ ہے کہ کروڑوں انسانوں میں سے ایک ہی کی نظر بھاپ یا بجلی کی قوت کو پہچانتی ہے اور اربوں انسانوں میں شاید ایک ہی اس قابل بنتا ہے کہ ظلم و جور کو دور کرنے کا راستہ پا سکے اور رستہ پانے کے بعد دوسروں کو اس راہ پر چلا سکے۔

عمر ہا چرخ بگردد کہ جگر سوختہ
چوں من از دودہ آذر نفساں برخیزد

پہلی خدائی آواز

۱۷ رمضان ۱۴ نبوی یا دسمبر ۶۱۰ء۔ مسیح کی چاندنی ڈھل چکی تھی۔ حرا کی چوٹی پر جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نہ عالم بیداری میں تھے نہ عالم خواب میں یکایک اس لیلۃ القدر میں علم لدنی یا روح القدس نے آپ کو ڈھانپ لیا اور آپ نے محسوس کیا کہ سلامتی اور سکون حیات و نجات و فراغت کا راستہ صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ صرف ایک آقا۔ ایک مالک ایک رب کی بندگی کی جائے۔ دوسرے آقاؤں، ربوں، مالکوں سے بغاوت کی جائے اور ان کو مٹا دیا جائے۔ ان ہی کو نہیں بلکہ ان کے ایجنٹوں یعنی ساحروں، کاہنوں، پروہتوں، بادشاہوں اور مغرور امیروں کے دماغوں سے غرور و نفرت کا خاتمہ کر دیا جائے اور یہ اعلان کر دیا جائے کہ سب آدمی جب ہی انسان کہلا سکتے ہیں کہ وہ محبت کے پتلے بن جائیں اور یہ محسوس کریں کہ وہ سب بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے ان کا رب جس نے انہیں بنایا ہے اور جس نے انہیں علم و عقل دی ہے وہ نہایت ہی کریم ہے۔ خود غرض نہیں ہے۔ یعنی خود غرضی اور فریب، ظلم و جہالت شیطانی فعل ہے۔

وحی اول یعنی سورۃ العلق

رسول عربی کے قلب پر جو سب سے پہلی وحی من جانب اللہ نازل ہوئی۔ وہ مندرجہ ذیل پانچ آیتیں تھیں۔

اِقْرَاء بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاء وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○ ان میں وجود اور علم کے دو بنیادی سوالوں کا مکمل جواب موجود ہے۔

پس منظر

ان پانچ آیتوں میں زمانہ جاہلیہ کا پورا ذہنی پس منظر موجود ہے اس لئے کہ جب سے انسانی سوچ بچار کی ابتداء ہوئی۔ یہی دو مسئلے تھے۔ اور اب بھی ہیں جن کا آخری فیصلہ

Marfat.com

ہر فلسفی اور مفکر کا مقصد عظیم ہے البتہ جن پر اللہ کا نام وَلَہ یا حیرت طاری کر دیتا ہے، وہ ایسے بے خود اور محو ہو جاتے ہیں کہ آئینہ کی طرح منہ تکتے رہ جاتے ہیں اور خاموش ہو جاتے ہیں۔

حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا
یعنی
کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

فکرِ انسانی کے نظریے

ہر قوم کا بلکہ ہر انسان کا کچھ نہ کچھ فلسفہ ہوتا ہے۔ اور یہ فلسفہ مختلف تاریخی و تعلیمی احوال سے بدلتا رہتا ہے عربی میں فلسفہ کو حکمت کہتے ہیں اور قرآن میں جابجا یہ کہا گیا ہے کہ

قرآن کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ قرآن نے "کتاب" علم و قانون حیات کو کہا ہے اور حکمت اس فلسفہ حیات کو جس پر قانون کی بنیاد ہوتی ہے ان دونوں چیزوں یعنی علم و فلسفہ حیات کا فیضان خدا کی طرف سے ہوتا ہے کسی اور ہستی کی طرف سے نہیں ہوتا۔ یعلمہ الکتاب والحکمۃ"

فلسفہ (حکمت) کا پہلا کام یہ ہے کہ انسان نے وجود و علم کے متعلق جو نظریات و عقائد قائم کر لئے ہیں ان کی جانچ کرے اور انہیں مرتب کرے۔

فلسفے کا دوسرا کام یہ ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ یہ عقائد کیوں پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایک زمانے میں کیوں ایک نظریہ مقبول ہوتا ہے اور دوسرے زمانے میں دوسرا نظریہ کیوں پسند کیا جاتا ہے؟ یعنی مختلف زمانوں میں مختلف عقیدے کیوں اور کس طرح بدلتے رہتے ہیں؟

پہلا کام یعنی عقائد کی جانچ اور ان کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش سقراط کے زمانے میں یونان میں شروع ہو گئی تھی۔ ہند اور چین میں یہ کام سقراط سے بھی پہلے

Marfat.com

شروع ہو گیا تھا اور چونکہ عرب سے مختلف قوموں کی تجارت گزرتی تھی اس لئے ہند، ایران، یونان اور روما کے فلسفے (حکمت) اور کتاب (قانون) کے متعلق ہر طرح کے خیالات مکہ میں عام ہو گئے تھے۔ مکہ اگرچہ بلخ و سکندریہ کی طرح دنیا کی قوموں کا سنگم تھا۔ لیکن جیسا کہ قرآن کہتا ہے وہاں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی ایسا منذر یا نبی نہیں پیدا ہوا جو اس کو ایک قوم بنا دیتا اور ایک فلسفہ زندگی ان کی زبان میں ان کے سامنے رکھتا۔

دوسرا کام یعنی عقائد انسانی کیوں بدلتے رہتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی قرآن نے قدیم اقوام عاد، ثمود، بنو اسرائیل۔ مصری قوم اور دوسری قوموں کی ترقی اور زوال کا فلسفیانہ مطالعہ پیش کیا ہے اور ہر قوم کی ترقی یا تباہی کو نتیجہ بتایا ہے۔ ان کے فلسفہ اور عمل کا یہ سب توجیہ ابتدائے آدم سے رومن سامراج اور ایرانی شہنشاہیت کے آخری دور تک کی قرآن میں تاریخی تسلسل کے ساتھ خطابی رنگ میں پوری پائی جاتی ہے۔ ترتیب نزول قرآن سے فلسفہ اور تاریخ کا یہ پہلو زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ انسان فلسفہ یا حکمت کے ذریعے سے اپنے کل علوم (ہیئت، ریاضی، سائنس، حیاتیات وغیرہ) کی مدد سے ماہیت اشیاء، ماہیت علم، اور وہ اصول یا اسباب معلوم کرنا چاہتا ہے جو بنیادی ہوں۔ مثلاً سچائی کی کیا حقیقت ہے۔ حسن و جمال کسے کہتے ہیں۔ خیر و شر کے کیا معنی ہیں۔ عدل و ظلم کا انسانی سوسائٹی اور اس کی ذاتی زندگی میں کیا درجہ ہے۔ ان سوالات نے الٰہیات، نفسیات، منطق اور علم الاخلاق کو پیدا کر دیا ہے۔

فلسفے کے ۲ بنیادی مسئلے

غرضیکہ جب سے دنیا قائم ہے سوچنے والوں نے بیسیوں نظریے بنائے اور ان نظریات کی روشنی میں زندگی کا حل ڈھونڈھا۔ اس طرح فلسفے یا حکمت کے دو بنیادی مسئلے بن گئے (۱) یہ کائنات کیا ہے اور وہ علم انسانی کیا ہے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ پہلے کو نظریہ وجود یا نظریہ ہستی (وجودیات) کہتے ہیں اور دوسرے کو نظریہ معرفت یا

Marfat.com

نظریہ علم (علمیات)۔ مگر ہیں دونوں نظریئے۔ یعنی سینکڑوں سال پہلے جس جگہ ہم تھے آج بھی ان ہی گتھیوں میں الجھے ہوتے ہیں۔

اسرار خدا نہ تو دانی و نہ من
ویں حرف تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو
چوں پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

قرآن کی پہلی وحی ان ہی مسئلوں سے شروع ہوتی ہے اور ان کی بنیاد پر جو فلسفہ عمل بناتی ہے وہ اسلام ہے۔
ہم ذیل میں فلسفہ ہستی و فلسفہ علم کے متعلق ایک خلاصہ درج کرتے ہیں۔ تاکہ سورہ العلق کا فیصلہ نمایاں ہو سکے۔

۱۔ فلسفہ ہستی یا نظریہ وجود

وجود یا ہستی کی حقیقت کے متعلق مختلف مفکروں نے مختلف نظرئیے بنائے ہیں۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ یہ کائنات کیا ہے، وجود کی حقیقت کیا ہے۔ وجود کی حقیقت، یا دوسرے لفظوں میں جو کچھ ہمیں محسوس ہوتا ہے کیا ہے، وہ حقیقت ہے یا صرف دھوکا ہے؟

(الف) روحانیت

کوئی کہتا تھا کہ دنیا میں ہر چیز جان دار ہے۔ پھول اور درخت ایک دوسرے سے اسی طرح باتیں کرتے ہیں جس طرح پرند اور جانور ایک دوسرے کو اپنا مطلب سمجھاتے ہیں۔ انسان ہی کو یہ شرف حاصل نہیں کہ وہ سوچتا سمجھتا اور بولتا ہے۔ بلکہ ہر شے کسی نہ کسی پیرائے میں اپنے "خیالات" دوسرے کو پہنچاتی رہتی ہے۔
پھر ایک زمانہ آیا کہ جاندار اور بے جان کی تقسیم اس طرح کی گئی کہ پرندے جانور اور انسان وغیرہ جو اپنے ارادے سے حرکت کر سکتے ہیں وہ تو جاندار ہیں اور بقیہ کائنات

میں درخت پودے یا گھاس وغیرہ نہ تو بالکل بے جان ہیں نہ پورے طور پر جاندار۔ اور جو چیزیں بالکل حرکت نہیں کر سکتیں وہ بے جان ہیں۔

اس کے بعد انسان کی روح کو حیوانات اور نباتات کی روحوں سے اونچا درجہ دے دیا گیا اور کہا گیا کہ حقیقت میں انسان کی روح ہی اس قابل ہے کہ اسے روح کہا جاتے۔ یعنی انسان ہی ایسی روح (یا نفس) رکھتا ہے کہ بھلے برے میں تمیز کر سکے۔ اور وہ راستوں میں سے اچھی راہ اختیار کر سکے یا بری راہ۔ اس کے بعد یہ تصور پیدا ہوا کہ دنیا میں روح ہی روح ہے۔ مادہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ مادہ بھی روحانی تصور کا ایک کرشمہ ہے۔ یا مادہ وہ بھی خدا کی ایک شان ہے۔ (وحدت وجود)

اختیار

اس طرح صرف انسان اعمال کا ذمہ دار قرار پایا اور یہ تسلیم کیا گیا کہ صرف انسان میں اس درجہ کی روح موجود ہے کہ وہ اپنے اختیاری اعمال کا ذمہ دار اور جوابدہ ہو۔

روح اعظم

روح سے روح اعظم کا تصور پیدا ہوا جس کے متعلق بھی دو نظرتے بنے۔ یعنی (۱) دنیا میں روح ہی روح ہے یا روح مادہ سے الگ ہے اور مادہ پر حکمراں ہے۔ روحانیت کا نتیجہ اقرار قدرت یا اختیار ہے۔

(ب) مادیت

بعض سوچنے والوں نے روح کا انکار کر دیا اور کہا کہ مادہ ہی سے ہر چیز بنتی ہے یعنی جس طرح ستار کے تار سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح جسے ہم جاندار کہتے ہیں اس کی جان (روح) اس کی آواز کی مانند ہے جو لوہے کی اس شکل سے پیدا ہوتی ہے جسے ہم تار کہتے ہیں۔ جب عناصر کی یہ ترتیب مٹ جاتی ہے تو جان بھی باقی نہیں رہتی۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں مادہ ہی مادہ ہے اور جسے ہم روح یا جان کہتے ہیں وہ بھی مادہ کی ایک قسم ہے۔

Marfat.com

جبر

اس نظریے کے ماننے والے کہتے ہیں کہ جس طرح حیوانات و نباتات فطری طور پر اپنے مخصوص اعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ اسی طرح انسان بھی مجبور محض ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے ان مادی اجزائے ترکیبی کی وجہ سے کرتا ہے جو اس کے جسم و دماغ میں ایک مخصوص اندازے کے ساتھ ہیں اور مخصوص اعمال کے محرک ہوتے ہیں۔ گویا انسان بھی مادی چیزوں کی طرح اپنے اعمال میں مجبور محض ہے۔ یہ مادیت کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے۔

الحاد

چونکہ مادیت کسی قادر روح (یا مدبر) کو تسلیم نہیں کرتی اس لئے مادیت کا نتیجہ الحاد و انکار قدرت و اختیار ہے۔

(ج) امتزاج مادیت اور روحانیت

لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ مادہ اور روح دونوں الگ الگ وجود رکھتے ہیں۔ روح مادہ کے مقابلہ میں زیادہ لطیف اور طاقتور ہے۔ بغیر روح کے مادہ میں حرکت و ترقی کا وجود نہیں پایا جاسکتا۔ جب روح کسی مادی جسم سے ملتی ہے تو اس میں مادہ کی صورت کے مطابق حرکت نمودار ہوتی ہے۔ حرکت کے ساتھ ساتھ ارادہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ وہ ارادہ اپنے مادی جسم کی حد بندیوں سے محدود یا مجبور ہوتا ہے۔ یعنی ایک خاص حد تک ہی عمل کر سکتا ہے لیکن ارادہ روح ہی میں پیدا ہوتا اور اسی لئے روح مادہ پر غالب ہے یا مادہ کی محرک ہے۔

امتزاج جبر و اختیار

اس طرح روح میں ایک خاص حد تک اختیار بھی ہوتا ہے اور ایک حد تک اپنے مادی جسم کی وجہ سے مجبوری بھی ہوتی ہے لیکن روح کا جسم پر غلبہ ہوتا ہے۔ گویا روح سوار

Marfat.com

ہے اور جسم گھوڑا ہے اسے ہر اس قسم کے عمل کا اختیار ہے جو گھوڑا اپنے قویٰ کے ساتھ کر سکتا ہے لیکن وہ چاہے کہ گھوڑا آسمان پر اڑنے لگے تو چونکہ گھوڑا مجبور ہے اس لئے اس کا سوار اس سے یہ عمل نہیں کرا سکتا۔ اس طرح روحانیت اور مادیت کے ملانے والے جبر و اختیار کی بھی حد بندی کر دیتے ہیں اور روح کو اس کے اعمال اختیاری کا جوابدہ مانتے ہیں لیکن اسی حد تک جہاں تک کہ اس کی طاقت و بساط یا ارادہ سے کوئی فعل ہوا ہو۔

خالق کا تصور

روح اور مادہ دونوں کو ماننے والے ایک ایسی روح کو بھی مانتے ہیں جو روح اور مادہ دونوں کی خالق ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور وہی خالق و قادر ہونے کی وجہ سے مختار کل بھی ہے۔ وہ جو چیز جس طرح کی چاہے بنائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تصور ہے کہ اس نے کسی غرض و غایت سے ہر اچھی بری چیز بنائی ہے۔ اچھائی یا برائی اس شے کے مقصد سے متعلق ہوتی ہے۔ کوئی چیز فی نفسہ بری یا اچھی نہیں ہوتی۔ چونکہ وہ خالق و قادر ہے اور نہایت ہی رحیم، حکیم، عادل و کارساز ہے اس لئے وہ جو کچھ پیدا کرتا ہے اسے کسی نہ کسی بہتر مقصد کے لئے بناتا ہے۔ (نوٹ قرآنی خدا رحمت پر مجبور ہے۔ دیکھئے آخر کتاب: اللہ)

۲۔ فلسفہ علم یا نظریہ معرفت

حکمت و فلسفہ کا دوسرا مسئلہ ہمارے علم سے متعلق ہے۔ یعنی خود علم کیا ہے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ وجود کی ماہیت کے مسئلہ سے زیادہ گہرا ہے۔ اس سلسلہ میں جان لیوس اپنی کتاب مقدمہ فلسفہ کے صفحہ ۱۱ پر کہتا ہے کہ کسی عقیدہ کو لے لیجئے اور تحقیق کیجئے کیونکر آپ نے اسے مانا ہے۔

(۱) "کیا محض اس لئے مان لیا کہ ہر شخص اسے مانتا ہے اور عام طور پر یہی مانا جاتا ہے؟

Marfat.com

(۲) کیا پروپیگنڈا کرنے والوں نے آپ کو یہ بات منوا دی ہے۔ اور مذہبی سند کی وجہ سے آپ نے یہ بات مان لی ہے؟

(۳) کیا اس کے متعلق دل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ضرور سچ ہے؟ یعنی وہ عقیدہ حدس (INTUITION) پر مبنی ہے؟

(۴) کیا آپ اس پر اس لئے یقین رکھتے ہیں کہ اس طرح ماننے میں کام چل جاتا ہے اور انسان کی بھلائی کے لئے یہ عقیدہ ضروری معلوم ہوتا ہے؟

(۵) کیا یہ عقل (یعنی تجربہ) کی بنیادوں پر قائم ہے؟"

کاغذ کی ایجاد اور علم کو عام کرنے کی جو تحریک مسلمانوں نے شروع کی تھی اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانوں کی ہسپانوی سلطنت کے ذریعے سے یورپ میں روشن خیالی شروع ہوئی اور پادریوں ہی نے عوام کو علم سے آشنا کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ یورپ میں لاک، ہیوم اور کانٹ پیدا ہوئے جو کہتے تھے کہ کل علم تجربہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ ان کے ہمعصر بشپ بارکلے اور میل برانش یہ دعویٰ کرتے رہے کہ علم مافوق الفطرت طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔ مذہب کا یہ اثر تھا کہ "دے کارت کے پیروؤں کے نزدیک صداقت کا معیار صرف یہ تھا کہ وہ اسے بلادلیل سچ مانتے تھے۔ درحقیقت جس چیز کو وہ "عقل یا دلیل" کہتے تھے وہ صرف انجیل مقدس سے پوشیدہ قسم کی اپیل تھی۔ یعنی ان کا مقصد یہ تھا کہ پرانے عقائد کو کسی نہ کسی طرح نئے خیالات کے مطابق بنایا جاتے۔" (اے۔ ڈبلو۔ بن کی ماڈرن فلاسفی)

ہم نے اوپر شق نمبر ۳ میں حدس کا ذکر کیا ہے لیکن سائنس کی دنیا میں جب تک عقل و تجربے کی کسوٹی پر کسی خیال کو نہ کسا جائے اس پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ اسی لئے مسلمانوں نے افلاطون و ارسطو کے مدرسوں کو جنہیں نصرانی شہنشاہ جسٹی نی ان نے ہزار سال تک بند رکھا تھا دوبارہ کھولا۔ پھر ابن رشد نے ارسطو کے تجربی فلسفہ میں نئے سرے سے جان ڈالی۔ گو ارسطو (۳۸۴۔ ۳۲۲ ق م) کا قول تھا کہ جو کچھ علم حاصل ہوتا ہے وہ تجربے اور مشاہدے سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس نے جن مضامین پر قلم اٹھایا ہے وہ سب اس کے تجربے پر مبنی تھے مثلاً اس کی ہیئت محض

خیال آرائی ہے اور حیاتیات بھی رطب و یابس کا مجموعہ ہے اور چونکہ یونان میں غلامی کا عام رواج تھا اس لئے اس نے انسان کو آزاد و اقتصادی انسان کے طور پر نہیں پہچانا بلکہ سکندر کی شہنشاہیت کا معمار بن کر دنیا میں انفرادیت اور یونانی آمریت کو چھوڑ گیا۔ لیکن اس نے یہ بڑا کام کیا کہ افلاطون (۴۲۷۔۳۴۷ ق م) کے عالم مثال یا عالم اشباہ کے دھوکے سے سمجھدار لوگوں کو بچالیا۔ حقیقت یہ ہے کہ افلاطون کے زمانے میں ایتھنز کی سلطنت دم توڑ چکی تھی، افلاطون کو انسانی معاشرہ میں جو نقص نظر آتا تھا وہ اسے عالم شہود میں بھی نظر آنے لگا تھا۔ لہٰذا اس نے یہ نظریہ بنایا تھا کہ عالم شہود کا کامل نقشہ ایک خیالی عالم میں ہے جسے وہ عالم مثال کہتا تھا اور محسوس دنیا کے نقص سے فرار ہو کر عالم مثال کے فرضی کمال میں پناہ لینا چاہتا تھا۔

سولھویں صدی مسیحی تک نصرانی کلیسا میں فلاطینوس (PLOTINUS) کا تصوف رائج ہو چکا تھا جسے نو افلاطونیت (افلاطونیۃ حدیثہ) بھی کہتے تھے اور عقل و تجربے کی جگہ ایک قسم کی روحانیت نے لے لی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ لوگ سمجھتے تھے کہ حدس اور الہام کے ذریعے سے یا روحانی طور پر کشف کے ذریعے سے علم حاصل ہوتا ہے لیکن سب سے پہلے ابن رشد نے اور اس کے بعد سترھویں صدی میں لاک (۱۶۳۲۔۱۷۰۴) نے "پیدائشی تصورات" کی مخالفت کی اور موجودہ سائنس نے علت و معلول کا لزوم انسان کے دل میں تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر راسخ کر دیا۔ اور یہ نظریہ پیش کیا کہ غیب یا باطن کا علم روحانیت یا روحوں کے ذریعے نہیں بلکہ مشاہدہ اور تجربہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ بھی بتایا کہ جن تصورات کو ہم "پیدائشی تصورات" کہتے ہیں وہ بھی تجربے ہی کی پیداوار ہیں۔ یعنی ذریعہ علم ہمارے حواس ہیں۔

یہ خیال کہ باطن یا غیب کا علم روحوں کو ہوتا ہے اور وہ ہمارے علم میں بذریعہ الہام لاتی ہیں۔ دنیا میں عام تھا اور اسلام کے ظہور کے وقت عرب اس خیال سے مستثنیٰ نہ تھا۔

امتزاج الہام و مشاہدہ

Marfat.com

دنیا میں یہ خیال عام تھا کہ نجومیوں اور کاہنوں کو ستاروں اور جنوں سے تعلق ہے اور ■ چھپی باتیں معلوم کر کے لوگوں کو بتا سکتے ہیں۔ وحی اول سے آپ کو معلوم ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے انکار نہیں کیا کہ چھپی ہوئی باتیں (غیب) کسی پر ظاہر ہو سکتی ہیں۔ البتہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ نہ صرف علم غیب، بلکہ کل علم مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ علم خواہ محسوسات کا ہو (جو ہمارے ظاہری حواس سے حاصل ہوتا ہے) خواہ وہ غیر محسوس اور غیر معلوم باتوں سے متعلق ہو (جو ہمارے باطنی حواس سے ہمارے ادراک میں آتا ہے) یہ علم ظاہر و باطن ان حواس ■ شعور سے حاصل ہوتا ہے۔ جن کا خالق اللہ ہے۔ گویا حدس الہام یا وحی ایک قسم کے ■ ہنی یا روحانی مشاہدے کا نام ہے۔ موجودہ عہد کے سائنٹسٹ بھی مانتے ہیں کہ سائنس کی اکثر دریافتیں اسی قوت حدس یا الہام کی محتاج ہیں اور اکثر پاکیزہ روح والے انسانوں کو خواب (رویا) اور بیداری (رای) میں ایسی باتیں قبل از وقت بذریعہ حدس معلوم ہو جاتی ہیں۔ جن کا تعلق ظاہری حواس کی کارفرمائی سے نہیں ہوتا۔

اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تجربہ و مشاہدہ یعنی سائنس کی اہمیت کو زیادہ کیا۔ دوسری طرف خود وحی الہام کو خواص کا طریقہ علم بتا کر اسے بھی مشاہدہ (یا سائنس) کی ایک شاخ بنا دیا۔ البتہ معیار یہی رکھا کہ جس طرح سائنسی مشاہدہ حقیقت و صداقت کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح الہامی مشاہدہ بھی حقیقت کو واضح کرتا ہو، اگر ایسا نہ کرے تو وہ وسواس الخناس ہے۔ یعنی القائے شیطانی اور غیر سائنسی ہے۔

نظریات ہستی و علم اور پہلی وحی

سترہ رمضان کی مبارک رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم خواب میں محسوس کیا کہ آپ کا قلب ایک تصور سے منور ہو رہا ہے اور کوئی طاقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ رہی ہے کہ زندگی کی جتنی پیچیدگیاں ہیں وہ ان دو حقیقتوں کی روشنی میں رفع ہو جاتی ہیں۔

(۱) حقیقت وجود یہ ہے کہ ایک خالق ہے جس نے تجھے پیدا کیا ہے وہی

Marfat.com

تیرا رب (آقا) ہے۔ یعنی خالق و مخلوق الگ الگ وجود رکھتے ہیں اور روح و مادہ دونوں کا وجود خالق سے ہے۔

(۲) **حقیقت علم** یہ ہے کہ اس آقا نے قلم (یعنی تجربہ و مشاہدہ) کے ذریعے سے انسان (آدم) کو ان باتوں کا علم دیا جن کو وہ نہیں جانتا تھا (یعنی حیوان سے انسان بنا دیا اور عقل و ہوش عطا کیا تاکہ قلم سے اپنے علوم و تجربات کو ایک دوسرے تک پہنچائے اور ساحروں کی طرح شیطانی کام نہ کرے کہ ہر بات خفیہ اور راز ہو اور یہ اس کی انتہائی مہربانی ہے کہ اس نے عقل و شعور بخشا جو انسان کا ذریعہ علم بنا (علم آدم الاسماء کلہا)

ان دو حقیقتوں کے دو سلبی پہلو بھی ہیں۔ یعنی:۔

(۱) خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا یا آقا یا خالق نہیں ہے وہ یکتا و یگانہ و بے مثال ہے۔

(۲) خدا اکرم ہے۔ یعنی دوسرے آقاؤں کی طرح ظالم یا خود غرض نہیں ہے۔ اس کے کرم کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انسان کے نفع کے لئے اسے صاحب عقل و شعور بنایا اور اپنی بارگاہ سے علم عطا فرمایا۔ کوئی دوسری ہستی (مثل شیطان یا وسوسہ فاسدہ کے) ایسی نہیں ہے (جیسا کہ پروہت و کاہن کہتے ہیں) جو سچا علم یا سچی خبر دے۔ سچے علم کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ علم راز میں نہ رکھا جائے اور اس کو ذاتی منفعت کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ بالفاظ دیگر سچا علم خدا کی طرف سے عام انسانی فلاح کے لئے دیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جو علم بھی ہے وہ فریب دہی اور ذاتی نفع کا ذریعہ ہے اور یقیناً وسوسہ شیطانی سے پیدا ہوتا ہے اور آخر کار معلم و شاگرد دونوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

نوٹ:۔ (۱) ابتدائی وحی میں جسے انسان کہا ہے اسی کو بعد میں آدم سے مخاطب کیا ہے۔

(۲) جس چیز کو اس وحی میں علم کہا ہے۔ اسی کو بعد میں کتاب و حکمت بھی بتایا ہے۔

(۳) علم آدم الاسماء کلھا اور علم الانسان مالم یعلم سے ثابت ہے کہ خدا ہی نے انسان کو علم کا رستہ دکھایا۔ لہذا ہبوط آدم شجرِ علم کا پھل کھانے کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ قبل از وقت علم حاصل کرنے کی خواہش نفسانی نے یہ دن دکھایا۔

مختصر تحقیق الفاظ

ان پانچ آیتوں میں جن الفاظ کے ذریعے سے فلسفے کے دو بنیادی مسئلوں کا حل کیا گیا ہے وہ محتاج تحقیق ہیں۔

اقرا۔ سامی لفظ ہے۔ فونیقیوں کے ذریعے یورپ پہنچا۔ دیکھئے کرائی (CRY) انگریزی میں پکارنا چلانا ہے۔ سنسکرت میں کیرتی (شہرت دینا) اور کارو (گانے والا) ہے۔ قرا عربی میں بولنا ہے۔ نہ کہ لکھی ہوئی چیز کو پڑھنا۔ جب مسلمانوں میں کتابت عام ہوئی تو لکھی ہوئی چیز کو پڑھنے کے تئے بھی قرات کہنے لگے۔ حالانکہ معنی صرف بولنے کے ہیں۔ حتیٰ کہ امام بخاری کے زمانے میں ایک حدیث میں بھی قرات بمعنی لکھی ہوئی چیز کے پڑھنے کے درج ہو گیا۔ یعنی کہا گیا کہ باوجودیکہ خدا جانتا تھا کہ رسول عربی پڑھے لکھے نہیں لیکن فرشتہ نے انہیں حریر پر لکھی ہوئی چیز پڑھنے پر مجبور کیا۔ یہ خیال بھی کہ امی کے معنی ان پڑھ کے ہیں اسی زمانے میں رائج ہو گیا تھا، حالانکہ امی بمقابلہ کتابی کے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ ان پڑھ ہو یا نہ ہو۔ بہر حال قرا کے معنی بولنے کے ہیں۔ اِقْرَأْ باسم ربک کے معنی وہی ہیں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ہیں۔ یعنی خدا کے نام سے ابتدا کر بولنے کی۔ اسی طرح بعض سورتوں میں قُل اور اُتْلُ بمعنی بولنے کے ہیں۔

رب:- بمعنی آقا خواہ وہ اپنے بندہ کی صحیح پرورش کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔

خلق:- پیدا کرنا عدم سے وجود میں لانا۔

انسان:- انس و محبت کا پتلا۔ بنی نوع انسان۔ آدم نہ کہ شیطان جو نفرت کا مجسمہ ہے۔

Marfat.com

علق:- انس و محبت۔ جونک (علوقہ) چمٹ جانا، لٹک جانا، لگاؤ۔ وہ حیوان جو رحم مادر میں پرورش پا کر پیدا ہو (بخلاف جان یا سانپ وغیرہ کے (جو رحم مادر کے لگاؤ یا علق سے نہیں بلکہ انڈے سے پیدا ہوتے ہیں اور ان میں نفرت کی آگ ہوتی ہے۔

الاکرم:- نہایت ہی کریم اس آقا (رب) کی صفت ہے جو خالق ہے۔ دوسرے آقا کریم ہو سکتے ہیں اور ظالم تو عموماً ہوتے ہیں۔ لیکن سوائے خدا کے الاکرم کوئی نہیں ہوتا یاد رکھئے کہ دنیا میں صرف عادل خدا کا تصور تھا۔ اکرم کا نہ تھا۔

علم:- حقیقی علم (سائنس سچائی) صرف خدا دیتا ہے (نہ کہ اہرمن یا جن)

الانسان:- یہی خیال لفظ آدم سے بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی حیوانیت سے نکل کر آدمی نے انسانیت کا جامہ پہنا۔

قلم:- ذریعہ علم۔ عقل و تجربہ و مشاہدہ، آیات الہیہ (حروف مقطعات یعنی حروف ابجد بھی (ذریعہ علم ہیں) یعنی حقیقی ذریعہ علم عقل یا قلم ہے۔ (یونانی فلسفہ میں اسے لوگاس یا عقل اول کہتے ہیں)

سورۃ العلق کے عام ترجمے کا حقیقی مفہوم

اب اس پس منظر اور الفاظ کی حقیقت پر غور کرنے کے بعد آپ دیکھیں کہ وحی اول نے انسان کا درجہ کتنا بلند کر دیا ہے اور خالق و معلم سے انسان کی کتنی قربت پیدا کر دی ہے۔ پھر اسے ارباب من دون اللہ سے کس لطیف پیرائے میں بغاوت پر آمادہ کیا ہے۔

حقیقی مفہوم	عام ترجمہ
وحی اول سورۃ المحبت۔ سورۃ الفاتحہ۔ ام القرآن۔ کنز	سورہ نمبر ۹۶ سورۃ العلق
۱۔ اے محمد! تو اپنے اس آقا کے نام	۱۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا

Marfat.com

حقیقی مفہوم	عام ترجمہ
ہے نصیحت یا حمد شروع کر۔ جو پیدا کرنے پر قادر ہے جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے (اس کے سوا کوئی آقا ایسا نہیں جو خلق کر سکے)	بتانے والا ہے
۲۔ اس آقا نے ایک ناچیز قطرہ خون سے آدم و محبت و عقل مردانگی و اخلاق والے انسان کو پیدا کیا ہے۔	۲۔ اس نے بنایا آدمی جمے ہوتے لہو سے
۳۔ حمد و نصیحت شروع کر دے یقیناً تیرا آقا سب کریموں سے کرم میں زیادہ ہے (کہ اس نے تجھے نطق و علم دے کر ہدایت کرنے پر مامور کیا)	۳۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے
۴۔ اپنے اس آقا کے نام سے نصیحت و حمد شروع کر جو قلم (عقل و مشاہدہ) کے ذریعہ سے علم دیتا ہے (جو سحر کی طرح راز نہیں بلکہ کتاب کی طرح ہر شخص کی عقل کے لئے عام ہوتا ہے)	۴۔ جس نے علم سکھایا قلم سے
۵۔ اس آقا نے (قلم کے ذریعے) ایسی باتیں انسان کو سکھاتی ہیں جو وہ (حیوانی صورت میں) نہ جانتا تھا۔ (عقل و تمیز دے کر خدا نے انسان بنا دیا اور علم حاصل کرنے اور فائدہ حاصل کرنے کی صراط مستقیم کھول دی یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ اپنے نفع کے لئے غلام کی تربیت نہیں کی، بلکہ خود غلام کے فائدہ کے لئے اسے عقل و علم دیا)	۵۔ اس نے آدمی کو سکھلایا، جو وہ نہ جانتا تھا

ایزدکہ نگاشت خامہ احسانش ابواب کتاب علم و ارکانش
برلوح وجود زد رقم فہرستے درآخر کار نام کرد انسانش

سیاسی اتحاد اور ثقافتی یکرنگی

اسلام یعنی صرف رب الخالق المعلم کی اطاعت کے متعلق اس پہلی وحی میں جو تعلیم ہے وہ فلسفہ کے دو بنیادی مسئلوں پر مشتمل ہے۔ جنہیں نظریہ علم (یا نظریہ معرفت) اور نظریہ ہستی یا وجود کہتے ہیں۔ یعنی کل کائنات کا ایک خالق ہے اور وہی علم کا سرچشمہ ہے۔ آج کل کی زبان میں اس وحی کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ امن و امان، ترقی اور مسرت کے حصول کے لئے مختلف قوموں میں سیاسی اتحاد صرف اخلاقی بنیادوں پر ممکن ہے۔ اس کا حصول دورنگی ثنویت یا دودلے پن کی حالت میں نہیں ہو سکتا۔ اگر مقصد واحد ہے تو مقصد حاصل کرنے کا راستہ بھی ایک ہی مستقیم راستہ ہو گا۔ ممکن ہے کہ دوسرے، یا کئی راستے بھی ہوں۔ لیکن وہ بخط مستقیم مقصد تک یا براہ راست منزل تک نہیں پہنچا سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پیغام دیا گیا وہ یہی تھا کہ دنیا بھر میں ثقافتی یکرنگی یا کلچری اتحاد اس بنیاد پر قائم کیا جائے کہ سب انسانوں کا، سب قوموں کا، آقا وہ آقا ہے جو خالق کل ہے اور مخلوق ہونے کی حیثیت سے سب انسان برابر ہیں۔ اگر کوئی ان کی عقلوں کو بھٹکاتا اور اپنے نفع کے لئے جہالت میں ڈالتا ہے۔ وہ شیطان ابن الشیطان ہے۔ جو سلطنت اس کے جسموں یا ذہنوں کو اپنے مفاد کے لئے غلام بناتی ہے اور ایسا دولی اتحاد قائم کرتی ہے جس سے اس کی آزادی سلب ہو وہ تاریکی، ظلم، ذلت اور بزدلی کی علمبردار ہے۔ مختصر یہ کہ خالق کائنات اور کائنات کی وحدت یعنی انسان کی عظمت کا احساس ہی نفرت و ظلم کو مٹا کر محبت وعدل کی دنیا پیدا کر سکتا ہے۔ اس ثقافتی تصور یا قانون خداوندی یا دین الحق کی بنیاد پر جو سوسائٹی بھی بنے گی وہ جسم و جان کے بے پایاں جوہروں کو سرگرم عمل بنا دے گی۔

غرض کہ کوئی سیاسی اتحاد اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک اخلاقی و ثقافتی

یکرنگی پیدا نہ کی جائے ہمیں دیکھنا ہے کہ اس پیغام کو جو بذریعہ وحی الہی رسول اللہ کو دیا گیا۔ آپ نے کن مدارج عمل کے ذریعے دنیا تک پہنچایا۔ اور کس طرح ایک ایسی دولت اسلامیہ قائم کی جس میں خوف و جوع اور بد عملی ناممکن بن گئی۔

مقصد الالہ کی بندگی ہے

آنحضرت پر چالیس سال کی عمر میں یہ امر بذریعہ وحی واضح کر دیا گیا کہ اس رب کی بندگی سے جس نے کائنات کو خلق کیا ہے، انسانیت کا خوف و حزن و جوع دور ہو سکتا ہے۔ وہی اللہ خالق ہے اور وہی منبع علم و خیر و حسن و محبت ہے۔

وہ رب کیا ہے؟

خدا کی ماہیت تک پہنچنے کی بہت سے فلسفی کوشش کر چکے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ روح ہے۔ کوئی اسے مادہ سمجھتا ہے۔ کوئی ایک طاقت کا تصور کرتا ہے جو بجلی کی طرح کل کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔ قرآن ان بحثوں میں نہیں پڑا۔ اس نے بتایا کہ اس کے مانند کوئی چیز نہیں اور اس کا نور ہر جگہ زمین و آسمان میں جاری و ساری ہے۔ خیر و شر کے دیوتا الگ الگ نہیں ہیں نہ بہت سے خدا تقسیم عمل کے اصول پر اپنا اپنا کام الگ کرتے ہیں۔ غرضیکہ قرآن کی تعلیم خدا کی ماہیت نہیں بتاتی بلکہ جن لوگوں کی طرف روئے سخن ہوتا ہے ان کے خیالات کی بنا پر انہیں سمجھاتی ہے کہ وہ ایک ہے اگر اس کی ذاتیں متعدد ہوتیں تو الگ الگ قانون چلاتیں اور دنیا میں اندھیر مچ جاتا۔

اگر کوئی ایسا شخص یا گروہ ہے جو کئی دیوتاؤں کو پوجتا ہے یا بتوں اور ستاروں اور روحوں سے مدد مانگتا ہے تو قرآن ان سے کہتا ہے کہ اس الہ کو پوجو جس نے ان سب کو خلق کیا ہے یعنی ال الہ یا اللہ کو۔ یا اس رب کی اطاعت کرو جس نے ان آقاؤں کو بنایا ہے، جو خود محتاج ہیں لہذا اس سے مدد مانگو جس کے یہ محتاج ہیں۔

اسی طرح اگر ان خدا پرستوں سے گفتگو کی جاتی ہے جو نصرانیوں کی طرح خدا کی ذات یا جوہر میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں، یا دیوتاؤں، ولیوں کو خدا کا شریک و ہمسر یا

Marfat.com

کم از کم سفارشی مانتے ہیں اور رشتہ داری کے لحاظ سے ان مخلوقوں میں بھی خداوندی قدرت و طاقت کے وجود کو مانتے ہیں ' تو قرآن ان سے کہتا ہے کہ یہ بات بے عقلی کی ہے۔ کوئی کمزور مخلوق کس طرح ایک قادر و توانا ہستی کا ہمسر یا رشتہ دار ہو سکتا ہے۔ گویا خدا بھی مرنے والا ہے کہ اسے وارث چھوڑ جانے اور اپنے بیٹے کو کام سپرد کر جانے کی ضرورت ہو یا وہ اتنا کمزور ہے کہ رشتہ داروں یا دوستوں کی مدد کے بغیر کچھ کر ہی نہ سکے۔ لہذا خدا کو مانتے ہو تو ایسے خدا کو مانو جو لاشریک ہو۔ حیی ' قیوم ہو اور قادر مطلق ہو۔ قادر مطلق کے یہ معنی ہیں کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے لیکن وہ ظلم نہ کرے گا وہ اپنے قانون رحمت کا پابند ہے۔

اگر یہودیوں کی طرف روئے سخن ہوتا ہے تو ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ الوہہ یا یہوا صرف تمہاری قوم کا خدا ہے۔ وہ سب کا خدا ہے۔ کل قوموں کا ایک ہی خدا ہے۔ یہ نہیں کہ تمہارا خدا ہو کر وہ تمہاری جا و بے جا مدد کرے گا اور دوسری قوموں کو پامال کرے گا۔ اس کے سب مخلوق ہیں اور اس کو سب سے محبت ہے۔ تم ہی اس کے چہیتے بندے نہیں ہو۔ اِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ کے یہی معنی ہیں۔

رب کی بندگی کی غایت

رب کی بندگی سے یہ مطلب نہیں کہ دن رات یا رب یا رب کرتے پھرو یا جو لوگ دوسرے الہوں کو مانتے ہیں ان پر تشدد شروع کر دو۔ بلکہ اس کا یہ مقصد ہے کہ صرف اس رب کا حکم مانو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ ارباب من دون اللہ کا حکم نہ مانو۔ یہ بھی سمجھو کہ جب تمہارا آقا اور خالق ایک ہی ہے تو بندہ یا مخلوق ہونے کی حیثیت سے تم سب برابر ہو۔ تم ایک ہی نسل آدم سے ہو اور وہ آدم بھی کیچڑ مٹی سے بنایا گیا ہے۔ لہذا نسلی غرور محض حماقت و جہالت ہے۔ "اپنی نوع سے محبت کرنے کی جگہ نفرت کرنا اور اس کو نقصان پہنچا کر اپنا فائدہ کرنا کسی حال میں رب کو پسند نہیں ہو سکتا۔ کسی حال میں کوئی آقا یہ نہ چاہے گا کہ اس کے غلام ایک دوسرے کو لوٹیں یا قتل کریں خصوصاً ایسا آقا جس نے ہوش و خرد علم و عمل کے دروازے سب غلاموں پر کھول دیئے ہوں اور

Marfat.com

یہ بھی اذن عام دے دیا ہو کہ میری خوشنودی اسی میں ہے کہ محنت کرو۔ ترقی کرو۔ آنکھوں سے دیکھو کانوں سے سنو اور اس بات کا اعتراف کرو کہ ہر چیز تمہارے ہی بھلے کے لئے ایسے آقا نے پیدا کی ہے جس کی کوئی ذاتی غرض نہیں۔ وہ تمہاری محنت کا پھل خود نہیں لینا چاہتا۔ بلکہ ہر انسان کو اس کی سعی اور حسن عمل سے زیادہ دینا چاہتا ہے۔ وہ یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ ایک غلام دوسرے کی ترقی کو روکے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ بھائی بن کر ایک دوسرے کی مدد کرے اگر کوئی اندھیرے میں ہے تو اسے روشنی دکھائے اگر کوئی دکھی ہے تو اس کی پکار سنے اور یہ سمجھے کہ یہ کارخانہ قدرت اتنا وسیع ہے کہ اس میں محبت و یکجہتی رکھنے والوں کے لئے کسی طرح کی تنگی نہیں ہو سکتی۔ اس میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اس رب یا اللہ کا کوئی فائدہ نہیں۔

ابتدائی مصدقین یا سابقون الاولون

اس وحی یا پیغام حیات کے بعد رسول اللہ حرا سے مکہ تشریف لائے اور اپنی تجربہ کار بیوی کو اس پیغام کا مقصد سمجھایا۔ انہوں نے سنتے ہی کہا کہ بات نہایت معقول ہے۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ اگر ہماری قوم اس پیغام پر عمل کرنے لگے تو وہ دنیا میں سربلند ہو جائے گی۔ اور ہماری تجارت اور شرافت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ بہتر ہو کہ آپ اپنے احباب خاص سے بھی مشورہ کر لیں۔ آنحضرت نے سوچا کہ میری قوم کی حالت ظاہر ہے۔ آج کل ایرانیوں اور رومیوں کی جنگ نے ویسے بھی تجارت بند کر رکھی ہے۔ قریش کے سرداروں کی معاش کا سہارا صرف حج کے میلے اور تجارتی قافلے تھے اگر ان کو بت پرستی چھوڑنے کا مشورہ دیا جائے تو وہ سمجھیں گے کہ ان کی روزی کا آخری سہارا بھی ختم ہوا جاتا ہے لہذا چند روز تک خفیہ کام کیا جائے۔ اور جو دوست بھی انقلاب کے ہمنوا بنیں ان سے ایک جماعت کی تشکیل کے بعد علانیہ کام شروع کیا جائے۔

جناب ابو بکرؓ سے مشورہ ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پہلے ہی سے اس دشوار کام کے لئے ہراول بننے کو تیار بیٹھے تھے اور اس راہ میں ہر مصیبت اٹھانے کے لئے تیار تھے۔ زید بن محمدؐ نے کہا کہ حضور میں تو آپ کا غلام ہوں۔ اگرچہ آپ نے مجھے آزاد کر

دیا ہے۔ میں آپ کی زوجہ محترمہ بی بی خدیجہ کی طرح آپ کی زندگی کی جزئیات سے واقف ہوں۔ یہ کتنا بڑا شرف ہے کہ آپ اس جماعت میں مجھے شریک فرما رہے ہیں۔ جو دنیا سے غلامی کو مٹانے والی ہے۔ یقین فرمائیے کہ جب تک یہ دعوت خفیہ ہے میں ایک حرف زبان سے نہ نکالوں گا۔ (خدمت اسلام میں آگے چل کر ان کا نام بہت بلند ہے)

اب جناب علیؓ ابن ابی طالب آگے بڑھے اور انہوں نے بھی پیمان و وفا باندھا اور مصدق بن گئے۔ یہ ابھی نو عمر تھے۔ آنحضرت نے اپنے چچا ابوطالب کی ناداری کا خیال کر کے اپنے چچا عباس کو یہ مشورہ دیا تھا کہ ان کے بچوں کو آپس میں بانٹ لیں اور ان کی پرورش کر کے چچا ابوطالب کا بوجھ ہلکا کر دیں۔ ابوطالب نے کہا تھا کہ عقیل کو چھوڑ دو اور باقی جسے چاہو لے جاؤ۔ غرض کہ علی بچپن سے آنحضرت کی تربیت میں تھے۔ ان سے بھی کہہ دیا گیا کہ ابھی کارروائی خفیہ ہو گی۔ جماعت کی ترقی کے بعد نہ صرف خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا جائے گا بلکہ کل عالم میں صرف ایک رب کی غلامی رائج کی جائے گی۔ غیروں کی غلامی نے انسان کے وقار کو ختم اور اس کی محبت کو دفن کر دیا ہے۔ اب انسانی شرف بلند ہو گا اور محبت و عدل کی موجوں میں نفرت و ظلم خس کی طرح بہہ جائے گا۔ جناب علیؓ تو پہلے سے اپنی گردن بتوں اور بت پرستوں کے آگے جھکانے پر تیار نہ تھے۔ ان کی سخاوت و شجاعت کا معیار آنحضرت کی صحبت سے بہت بلند ہو چکا تھا لہٰذا وہ ابھی خفیہ سوسائٹی کے رکن قرار پائے۔ آپ نے آئندہ زندگی میں اسلام کی بہت بڑی علمی خدمات انجام دی ہیں اور آپ مدینۃ العلم کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

ابوبکر عبدالکعبہ بن ابی قحافہ آنحضرت کے احباب خاص میں سے تھے۔ اپنی قوم کے سردار اور مکہ کی حکومت کے ایک رکن تھے۔ خونبہا طے کرنا اور سفارت ان کے سپرد تھی۔ زبردست عالم انساب تھے۔ تجارت میں اکثر آنحضرت کے ساتھ رہ چکے تھے۔ مکہ میں آپ کی کپڑے کی دوکان تھی۔ آپ کو جب دعوت دی گئی تو آپ نے آنحضرت کی فوراً تصدیق کی کہ یہ وحی الٰہی ہے اور میں اس مقصد کے لئے اپنی جان مال وقف کرتا ہوں۔ آپ زندگی بھر آنحضرت کے ساتھ رہے اور بعد وفات ۱۳ھ آپ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ نے ایک کمیٹی کے ذریعے قرآن کو بعد وفات نبوی جمع کرایا۔

Marfat.com

آپ نے سب سے پہلی بات یہ کی کہ آپ نے اپنا نام بدل کر عبدالکعبہ کی جگہ عبداللہ رکھ لیا۔ اور آنحضرت کی امامت میں ایک رب کی عبدیت اور اس کا نام بلند کرنے کا عہد کیا۔ پھر آنحضرتؐ کے مشورہ سے تین سال تک مخصوص لوگوں کو خفیہ طریقہ پر رب خالق و معلم کی عبودیت کی دعوت دیتے رہے۔

خفیہ جماعت مصدقین

جناب ابوبکر عبداللہ کی دعوت پر چند آزاد اور بعض غلام مصدقین ان کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ ابتداء میں مسلم یا مومن کی جگہ مصدق کا لفظ استعمال ہوتا تھا اور اس کے یہ معنی تھے کہ وہ آنحضرت کی دعوت کی تصدیق کرتے تھے۔ وہ دعوت یہ تھی۔

(۱) کئی ربوں کی پرستش کی جگہ صرف ایک رب کی پرستش کی جائے اور ارباب من دون اللہ کی عبودیت اور غلامی کے خلاف بغاوت کر دی جائے۔ یعنی شیطنیت کا خاتمہ کر دیا جائے۔

(۲) جو لوگ اس بات کی تصدیق کریں کہ صرف رب خالق کی پرستش کرنا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ اپنے کو خطرہ میں ڈال کر دوسروں کو بھی شرک کی تاریکی (کفر) سے نکالیں تاکہ مساوات انسانی قائم ہو۔ سوائے ایک رب کے کوئی کسی کا غلام نہ رہے۔ سب آزاد ہو جائیں۔ سب شریف اور حر کہلائیں اور پھر اس مساوات کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ خود غرضی حسد اور نفرت کا خاتمہ ہو جائے اور محبت ہی سے خوف اور بھوک کا علاج ہو جائے یعنی دنیا میں انس و محبت سے انسانیت کا جوہر ابھر آئے، اور انسانی سوسائٹی نیک اور شریف بن جانے پر مجبور ہو۔

(۳) اس جماعت کے امام جناب محمدؐ ہیں۔ جو رب الخالق کے پیامبر ہیں۔ یہ رحمانی پیغام، ظلمت و کفر سے نکال کر نور و ایمان کی طرف جہل سے نکال کر علم کی طرف اور دوسروں کی غلامی کی ذلت سے نکال کر صرف ایک آقا کی بندگی کے شرف کی طرف لے جاتا ہے۔ اور شیطانی گرگوں سے نجات دلاتا ہے۔

جن لوگوں نے حضرت ابوبکر کی دعوت پر کان دھرا اور خفیہ پارٹی کے رکن بنائے

Marfat.com

گئے ■ یہ تھے۔

۱۔ حضرت عثمان بن عفان امیہ بن عبد شمس کے خاندان کے ایک سردار تھے۔ ۵ نبوی میں رقیہؓ بنت رسولؐ کے ساتھ حبشہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے بعد ۴ محرم ۲۴ھ کو امیر المومنین اور خلیفہ رسول اللہ چنے گئے اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں شہید کر دیئے گئے۔ آپ نے حضرت ابوبکر کے جمع کردہ قرآن کی مختلف سورتوں کو ایک خاص ترتیب سے ۳۰ھ میں مرتب کرایا اور مختلف مفتوحہ ممالک میں ان قرات کو سرکاری طور پر رائج کیا۔ یہ ترتیب سور نزولی نہیں ہے۔

۲۔ الزبیر بن العوام (اسدی) رسول اللہ کی پھوپھی کے بیٹے ۲۵ھ میں عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بہت بڑے تاجر تھے۔ تصدیق دین کے بعد ان کے چچا نے ان پر سخت مظالم کئے۔ آپ نے حبشہ ہجرت بھی کی۔ جنگ یرموک میں رومی فوج کو اس پار سے اس پار چیر کر نکل گئے۔ انہیں ۳۶ھ میں عین سجدہ کی حالت میں دشمنوں نے شہید کر دیا۔

۳۔ عبدالعزیٰ بن عوف (زہری) مشرکین نے "رحمان" کے ماننے سے انکار کر دیا تو سب سے پہلے آپ ہی کا نام عبدالعزیٰ کی جگہ عبدالرحمان رکھا گیا۔ خلافت کے لئے آپ کا نام بھی حضرت عمر نے چھ آدمیوں کی فہرست میں رکھا تھا۔ لیکن آپ نے نام واپس لے لیا۔ اور حضرت عثمان کے حق میں رائے دی۔ پچھتر سال کی عمر میں ۳۱ھ میں وفات پائی۔ خلافت عمر کے بعد آپ گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ البتہ حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ کے معزز رکن تھے۔

۴۔ طلحہ بن عبید اللہ (تمیمی) حضرت ابوبکر کے قریبی رشتہ دار تھے۔ جنگ احد میں رسول اللہ کو بچانے میں انگلیاں کٹ گئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بھی خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ آپ کی تائید سے حضرت عثمان خلیفہ ہوئے اور ان کے بعد یہ خلافت چاہتے تھے۔ لیکن پھر مجبوراً حضرت علی کی امامت قبول کر لی۔ حضرت علی کے

Marfat.com

مقابلے میں میدان میں آتے تھے لیکن الزبیر کے الگ ہو جانے پر بھی کنارہ کش ہو گئے۔ پھر شہید ہو گئے۔

۵۔ سعد بن وقاص (زہری) فاتح ایران اور ۶۔ عمیر بن ابی وقاص بھی ابتدائی مصدقین میں سے تھے) آپ رسول اللہ کے رشتہ میں ماموں تھے۔ جنگ احد میں آنحضرت انہیں تیر دیتے تھے اور یہ دشمنوں کو نشانہ بناتے تھے۔ کوفہ آپ ہی نے آباد کیا۔ یہ بھی حضرت عمر کے نام زندگان میں سے تھا۔ مگر خلافت سے دست بردار ہو گئے اور ۵۵ھ میں مدینہ سے باہر گوشہ نشینی کی حالت میں انتقال کر گئے۔ بدر کے اونی کرتے کے کفن میں بقیع میں دفن ہو گئے۔

۷۔ ابو عبیدہ عامر بن الجراح (فہری) امین الامہ لقب تھا۔ اہل نجران کے لئے معلم دین بن کر گئے تھے۔ رسول اللہ کے بعد آپ کا نام حضرت ابو بکر نے خلافت کے لئے پیش کیا تھا۔ شام کی فوجوں کے سپہ سالار تھے۔ بیت المقدس کو صلح سے آپ ہی نے فتح کیا تھا۔ جابیہ میں ۱۸ھ میں وفات پائی۔

۸۔ ابو سلمہؓ عبداللہ بن عبدالاسد۔ رسول اللہ کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی تھے۔ جنگ احد میں زخمی ہوئے اور ۴ھ میں وفات پائی۔

۹۔ ام سلمہؓ کو آنحضرت نے اپنے نکاح میں لے لیا۔ ام سلمہ ابو سلمہ کی بیوہ تھیں۔

۱۰۔ عثمان بن مظعون ان کا بیٹا ۱۱۔ سائبؓ ان کے دو بھائی ۱۲ قدامہ اور ۱۳ عبداللہ عم زاد بھائی ۱۴ معمر بن الحارث سب یکے بعد دیگرے مصدق بن گئے۔ ۲ھ میں وفات پائی۔ یہ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔

۱۵ عامر بن فہیرہ (ازدی) حضرت عمر نے خرید کر آزاد کیا۔ ہجرت کے وقت حضرت ابو بکر غار ثور میں تھے تو یہی بکریاں چراتے ہوئے لاتے تھے اور دودھ پلا جاتے تھے۔ ۴ھ میں ستر قاریوں کا قتل ہوا۔ ان میں سے یہ بھی ایک تھے۔ جب سینے میں نیزہ

لگا تو فرمایا فزت واللہ (واللہ میں مقصد کو پہنچ گیا)

۱۶۔ ابو حذیفہ بن عتبہ۔ عتبہ سخت مخالف اسلام تھا۔ لیکن یہ اسلام کے سخت حامی تھے۔ ۵۴ سال کی عمر میں مسلیمہ کذاب سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۱۷۔ الارقم بن ابی ارقم اور ۱۸ ان کے والد ابو الارقمؓ (اسدی) کوہ صفا کے نیچے ان کا مکان تھا۔ ان کے مکان میں رسول اللہ نے پناہ لی تھی۔ ۱۴۰ھ میں خلیفہ منصور عباسی نے اس یادگار کو خرید لیا تھا۔ ۵۳ھ میں ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

غلاموں اور عورتوں کی تصدیق

وقتاً فوقتاً چند غلام اور عورتیں بھی اس انقلابی برادری میں داخل ہوئے زید بن حارث کا ذکر تو گزر چکا۔ باقی غلاموں میں سے عمار بن یاسر ۲۰ھ میں والی کوفہ بنے۔ خلیفہ عثمانؓ سے برابر کی ٹکر لی۔ ایسی پر اثر تقریر کرتے تھے کہ نو دس ہزار کوفیوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت علیؓ کا حامی بنا دیا۔ آخر اکانوے سال کی عمر میں جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

بلال حبشیؓ نے بدر میں امیہ بن خلف رئیس مکہ کو قتل کیا۔ فتح مکہ کے بعد کعبہ کی چھت سے انہوں نے ہی اللہ کی بڑائی کا اعلان کیا۔ شام کو اپنا وطن بنا لیا۔ جب حضرت عمرؓ جابیہ سے گزرے تو سب کے اصرار پر آپ نے اذان دی۔ موذن رسول کی آواز نے پرانی باتوں کو تازہ کر دیا۔ لوگ اتنا روئے کہ حضرت عمر بھی، کہ ہچکی بندھ گئی۔ دمشق میں باب الصغیر کے قریب دفن ہیں۔

صہیبؓ بن سنان (رومی)

موصل کے رہنے والے تھے۔ ہجرت مدینہ کے وقت مشرکین مکہ نے ان کی سب کمائی چھین لی۔ شہادت عمر کے بعد خلافت کے فیصلے تک آپ خلیفہ رہے۔ ۳۸ھ میں مدینہ میں ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی ان کے علاوہ بہت سے غلام اس آزادی کی تحریک میں شریک ہو گئے تھے اور ہزاروں مصائب اٹھانے کے باوجود حق پر قائم رہے اور اسلامی دور میں ان کو جو شرف و عزت حاصل ہوئی وہ قابل تقلید ہے۔

عورتوں میں ام الفضلؓ زوجہ عباس بی بی خدیجہ کے بعد ہی مسلمان ہو گئی تھی۔ یہاں یہ بات یاد رکھیے کہ یہ اور بعض عورتیں اپنے شوہروں سے پہلے اس جماعت میں شریک ہو گئیں اور ہر طرح کی خاندانی مخالفت کو برداشت کیا۔ رسول اللہ کی دو لڑکیاں بی بی رقیہؓ اور بی بی ام کلثومؓ بھی اس زمرہ میں ہیں جو اسلام لانے کی وجہ سے سخت اذیتوں میں مبتلا ہوئیں اسماءؓ بنت عمیس نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے ساتھ ہجرت حبشہ کی اور کئی سال جلاوطنی برداشت کرتی رہیں۔ ۷ھ میں بیوہ ہو گئیں اور ۸ھ میں حضرت ابو بکر کے نکاح میں آئیں۔ ان کی ہم نام اسماءؓ بنت ابی بکر کا ایمان لانے والوں میں اٹھارواں نمبر ہے۔ یہ عبداللہ بن الزبیر کی ماں تھیں جنہوں نے یزید کی خلافت سے انکار کیا اور شہید ہوئے۔ ان کی بہن عائشہؓ بنت ابی بکر طلوع اسلام کے چند سال بعد پیدا ہوئیں یعنی پیدائشی مسلمان تھیں یہی ایک کنواری تھیں جن سے آنحضرت نے نکاح کیا تھا۔ غزوات میں زخمیوں اور مجاہدین کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ ۱۱ھ میں آپ کے حجرہ میں رسول اللہ دفن ہوئے اور بیوگی کے اڑتالیس سال گزار کر ۵۸ھ ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ بڑی محدثہ تھیں۔ فاطمہؓ بنت الخطاب حضرت عمرؓ کی بہن تھیں اور ان سے پہلے مصدقہ ہو چکی تھیں امینہ بنت خلف بھی ابتدائی مسلمات میں سے ہیں اور اپنے بھائی امیہ بن خلف کی مخالفت کی پروانہ کر کے مسلمان ہوئیں اور اپنے شوہر خالد بن سعید کے ساتھ ہجرت حبشہ کی۔

اس دور کے چند خدائی پیغامات جو صرف الامام کے لئے تھے

جسمانی بھوک اور غلامی، روحانی خوف اور پروہتوں سے آزادی کا پروگرام بن چکا تھا۔ آزاد غلام، عورت و مرد سب مصدقین محمدؐ بن رہے تھے۔ اور رب الخالق الاکرم کی عبدیت (بندگی) کی خفیہ تیاری جاری تھی۔ اس زمانے میں خدا کی طرف سے ان کے دل کو تقویت دی جا رہی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ تمہارا شرح صدر کر دیا گیا ہے۔ اور یقیناً تمہارا بول بالا ہو گا۔ دکھ کے بعد سکھ ہونا ضروری ہے۔ دیکھو جس طرح یتیمی کی حالت میں پناہ ملی اور ضلالت کے بعد ہدایت ملی، مفلسی کے بعد تونگری ملی۔ اسی طرح ہر آنے والا

Marfat.com

زمانہ پچھلے زمانے سے بہتر ہوتا جائے گا۔ رب الفلق تجھے ساحروں اور حاسدوں سے پناہ میں رکھے گا اور وہ اصحاب فیل کی طرح تباہ ہوں گے۔ ان ساحروں وغیرہ کا مقابلہ تو اس سلامتی کی تعلیم سے کر سکے گا جو الروح ہے یا قرآن ہے۔ اس کے ساتھ ملائکہ ہیں جو امن و سکون پیدا کرتے ہیں۔ (دیکھئے سورۃ العلق پہلی پانچ آیتیں اور والضحیٰ۔ الم نشرح ۔ الفلق ۔ الفیل ۔ القدر) ان وحیوں کو آپؐ نے علانیہ دعوت اسلام کے زمانے میں آئندہ دور میں سنایا) ۔

خدائے اکرم وارحم کا انوکھا تصور

اب تک دنیا میں جتنے فلسفے بنے تھے ان میں خدا یا خداؤں کا تصور تھا کہ وہ عادل بادشاہوں کی طرح عادل ہوتے ہیں اور بعض دفعہ نذرانے قبول کر کے اپنے پرستاروں کی حمایت بھی کر دیتے ہیں اور ان کے دشمنوں پر ظلم کرنے لگتے ہیں۔ قرآن نے یہ بتایا کہ اگرچہ مختلف قوموں کے تصورات کے مطابق خدائے قرآن بھی عادل خدا ہے مگر چونکہ اس نے اپنے لئے قانون بنا لیا ہے کہ وہ رحم ہی کیا کرے گا لہذا توبہ کرنے والے گنہگاروں کو معاف کر دیتا ہے ظاہر ہے کہ عادل خدا یا بادشاہ کی یہ صفت نہیں ہو سکتی کہ وہ گنہگاروں کو سزا نہ دے بلکہ معاف کر دے۔ قرآن ایک مغفرت کرنے والے اور رحمت والے خدا کا قائل ہوا۔

آنحضرتؐ کو بچپن ہی سے خدا کی رحمت کا سبق مل رہا تھا۔ یتیم تھے پناہ ملی۔ ششش وپنج میں تھے یقین اور ہدایت کا راستہ کھلا۔ مفلس تھے دولت مند بنا دیئے گئے۔ یہ سوال بار بار آپؐ کے دل میں پیدا ہوتا تھا کہ ضرور کوئی رحمت والی طاقت میرے ساتھ ہے۔ آخر چالیس سال کی عمر میں آپ اس پختہ یقین کے ساتھ آگے بڑھے کہ عادل خدا کا یہودی تصور کمزور ہے میرا خدا اکرم وارحم خدا ہے۔ لہذا مجھے بھی دنیا کو یتیمی کے خوف مقصد زندگی کے جہل اور جسمانی غلامی اور بھوک سے نکالنا چاہیئے اور دنیا کو پیام سلامتی و رحمت دینا چاہیئے۔ (والضحیٰ)

Marfat.com

دوسری فصل :- محمدؐ المنذر والمزکی۔ دعوت جہراً

(دور رَبّ، الٰہ، اللہ، ملک، قادر)

اولی النعمتہ کی کنجوسی اور پروہتوں کے جمود پر ضرب شدید

(محرم ۴ نبوی (مارچ ۶۱۲ء) تا رجب [redacted] نبوی (اکتوبر ۶۱۴)

ہزاروں سال کی گہری نیند تمہارے قوائد فکر و عمل کو بے کار کر چکی ہے۔ یہ قانون الٰہی تمہارے دادا نوح کے وقت سے جاری ہے۔ کہ نفس پرستی تباہی لاتی ہے۔ قوم نوح ۔ قوم لوط ۔ عاد و ثمود الایکہ اور عزیز پرست بنواسرائیل، سب شیطانی وسوسوں میں گرفتار ہو کر زر پرستی کی خندق میں گر گئے۔ یہ نہ سمجھو کہ ظلم و ستم اور انتہائی کنجوسی کے بعد جب مرو گے تو چین کی نیند سو ؤ گے ۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ موت کی نیند سے جگائے جاؤ گے۔

اور ایک ایک گمراہی کی جواب دہی کرنا ہوگی۔

اُس روز پوچھا جائے گا کہ ساحروں، کاہنوں اور شاعروں کے کہنے پر کیوں چلے تھے؟ یہ شیطان کیوں تمہاری عقلوں پر چھاتے ہوتے تھے؟ خدا نے تمہیں عقل دی۔ عقل نے محبت سکھائی ۔ ۔ ۔ لیکن ۔ تم نفرت کی تاریکی میں جا پڑے۔ دولت کی طمع سے اندھے ہو گئے۔ حتیٰ کہ یتیموں، مسکینوں ۔ غلاموں، لڑکیوں اور کم زوروں کو زندہ در گور کر کے۔ تم سمجھے کہ کوئی پرسش نہ ہوگی۔

آؤ تمہارے لئے جہنم تیار ہے۔ اس کے شعلے تمہیں ہمیشہ جلاتے رہیں گے۔ تم موت کا مزہ چکھتے رہو گے لیکن موت نہ آئے گی۔

ایں نفس ستمگار ببیں شیطان است۔۔۔پیوستہ عیاں بود مگر پنہان ست
ابلیس خودی ، چرا بہ ابلیس بدی۔۔۔درپیش خیالات تو ، او حیران ست
(سرمد شہید)

زر پرستار بحسرت زر و سیم۔۔۔بر نبت خندہ ، آہ سرد رود
خاک در چشمت ار نمی بینی۔۔۔کز طمع آبروئے مرد رود
(فیضی ہندی)

Marfat.com

المنذر والمزکی

یا الہ ۔ اللہ ۔ الملک

اس دور کے اسمار حسنیٰ:۔ لا الہ الا اللہ ۔ الملک ۔ القادر ۔ المطعم، المومن، الاعلیٰ، الخبیر الکریم، العظیم، العزیز، الشہید، الودود، الحمید، الغفور، الغفار، الحکیم، العلیم، الرازق، ذوالقوۃ

ساڑھے تین سال کے قریب جو خفیہ کام ہوا وہ ورفعنا لک ذکرک کی آیت سے ظاہر ہوتا ہے اس زمانے میں صرف ایسے لوگوں میں تبلیغ کی گئی تھی جو صحیح الدماغ تھے اور ان میں انسانیت کی فلاح و نجات کے لئے قربانی کی صلاحیت اور کام کرنے کی استعداد تھی۔

اب قریش کے سامنے علانیہ تبلیغ کا وقت آگیا تھا اور خدائی آواز نے یہ طریقے بتائے تھے کہ (۱) پہلے یہ بتایا جائے کہ طمع مال اور ظلم نے کس طرح پرانی قوموں کو تباہ کیا ہے اور پھر یہ کہا جائے کہ (۲) یہ نہ سمجھو کہ اگر ظلم کرتے رہے اور تباہی اور سزا سے بچ نکلے تو چین ہی چین ہے۔ تم مر جاؤ گے تب بھی جواب دہی سے نہ بچو گے دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے اور سزا پاؤ گے۔ اسی لئے اس دور کے قرآن میں آپ کو المنذر (بداعمالی کے نتائج سے ڈرانے والا) اور المزکی (اخلاق و کردار کو پاکیزہ بنانے کی تعلیم دینے والا) کہا گیا ہے۔

Marfat.com

پہلی پکار اور جلسہ

محرم ۴ نبوی میں، جبکہ حج کی ہما ہمی ختم ہو چکی تھی، آپ نے ایک روز صفا کی پہاڑی سے پکارا: یا معشر قریش، یا معشر قریش!! قاعدہ تھا کہ ایسی پکار سن کر لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ لوگ جمع ہو گئے تو المنذر نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ دوستو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر جرار تم پر حملہ کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ تو کیا تم اس بات پر یقین کر لو گے؟

لوگوں نے کہا کہ تم صادق اور امین ہو۔ ہم کیوں نہ یقین کریں گے۔ بتایئے معاملہ کیا ہے؟

القریش:۔ تباہی بخیلوں کی وجہ سے آتی ہے

اب آپ نے اپنی خداداد بلاغت اور بنو سعد کی فصاحت کے ساتھ لوگوں کو اس طرح مخاطب کیا "دنیا کو جنگ نے تباہ کر رکھا ہے۔ تجارت ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے بزرگوں نے جو جاڑے اور گرمی کے سفر رجب اور ذی الحجہ کے بعد متعین کئے تھے۔ جن کی وجہ سے بھوک اور خوف دور ہوتا تھا وہ بھی بند ہو رہے ہیں۔ روم و ایران کی لڑائیوں نے رستے بند کر دیئے ہیں۔ حاجی اور تاجر نہیں آتے۔ تمہاری یہ حالت ہے کہ تم زمانے کے ساتھ نہیں بدلتے۔ حاجیوں کی لوٹ کھسوٹ جاری ہے۔ وہ اگرچہ اپنا کھانا کپڑا لاتے ہیں لیکن تم نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ کھانا لیں تو تم سے خرید کر لیں اور طواف کعبہ کریں تو تم سے کپڑے کرائے پر مانگیں۔ ورنہ بھوکے رہیں اور ننگے رہ کر طواف کریں۔ وہ دولت مندوں کی یہ حالت ہے کہ تکاثر کرتے کرتے قبریں چلے جاتے ہیں اور نہ مسافروں کی مدد کرتے ہیں۔ نہ مفلسوں کو عاریتاً بھی کوئی چیز دینا پسند کرتے ہیں۔"

اتنے میں ام جمیل بنت حرب اموی پکاری، یہ تو عجیب بات ہے۔ ہم اپنی دولت غریبوں میں بانٹ دیں تو پھر ہم کیا کریں۔ ابولہب تو بیوی کا غلام تھا۔ وہ بھی پکار اٹھا۔ کہ ٹھیک کہتی ہے۔ کیا اسی لئے ہمیں بلایا تھا۔ بنو حرب نے سمجھا کہ شاید اس کی تہہ

Marfat.com

میں بنو ہاشم کا ہاتھ ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ مکہ کی حکومت میں جو حصہ ان سے چھن گیا ہے وہ پھر حاصل کر لیں۔ غرضیکہ جلسہ میں ہنگامہ ہو گیا اور سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

جو لوگ بچ رہے تھے ان سے المنذر نے فرمایا کہ جو بھوک اور خوف مکہ والوں پر طاری ہے۔ اس سے بچنے کا واحد علاج یہ ہے کہ بہت سے دیوتاؤں اور آقاؤں کی غلامی ختم کی جائے اور سب مل کر اس رب کی عبودیت (غلامی) کا اظہار کریں جس نے سب کو بنایا ہے۔ وہ دیوتاؤں کی طرح ظالم نہیں ہے کہ قربانی کے خون اور گوشت سے خوش ہوتا ہو وہ آقاؤں کی طرح انسان کو غلام بنا کر اپنے نفع کے لئے اس کی عقل و شعور کو مٹاتا ہے۔ اگر ہم سب میں اتحاد ہو جائے اور سب انسانوں کو برابر سمجھیں تو ذرا شک نہیں کہ ہم ترقی کریں گے اور ہمارے قوائے عقل و عمل آزاد ہو کر تخلیقی کاموں میں لگ جائیں گے۔ غلام اپنی زندگی سے مایوس ہیں۔ آقا اپنی تجارتی کساد بازاری سے پریشان ہیں۔ لیکن اگر وہ سب متحد ہو جائیں تو مایوسی امید سے بدل جائے گی اور وہ رب (آقا) جو ہمارا خالق ہے ہمیں ایسے راستے پر ڈال دے گا کہ ہم دنیا میں کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں گے۔

اس جلسہ کے بعد کی قرآنی تعلیم

اس جلسہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور المنذر اور مصدقین سے سوالات ہونے لگے۔ کسی نے کہا کہ حاجیوں سے روپیہ وصول کرنا کونسا گناہ ہے۔ آخر ان کو ہم بہت سی غیب کی باتیں بتاتے ہیں جس سے ان کی تجارت کو ترقی ہوتی ہے۔ کسی نے کہا ہم انہیں ایسا سحر سکھاتے ہیں یا تعویذ دیتے ہیں کہ اس کے دشمن تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے بہت سے بیٹے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بیماری دور کر دیتے ہیں۔ جنوں اور شیطانوں سے ان کے بچے اور مویشی محفوظ رہتے ہیں۔ اگر راستہ بھول جاتے ہیں تو انہیں شیطان کے فریب سے نکال دیتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ ظلم کرنا ہی شرافت کی نشانی ہے۔ غلام ہو یا اجنبی کسی سے حلم کے ساتھ پیش آنا اپنی کمزوری کا اعلان ہے

Marfat.com

وبعض الحلم عند الجهل لِلذِّلَّة اذعان

اور ہم ظلم اس لئے بھی کرتے ہیں کہ من لایظلم الناس یظلم (جو ظلم نہیں کر سکتا اس پر دوسرے ظلم کرتے ہیں)

سورہ۔ واللیل۔ والعادیات۔ ظالم دولت مندوں کے لئے جہنم

المزکی نے ان سب باتوں کو سنا اور زبان وحی سے فرمایا "یہ سب شرارتیں" مظالم، جہل" بغض، نفرت، لوٹ کھسوٹ۔ جو طبقہ کرتا ہے وہ دولت مند طبقہ ہے۔ وہ گمراہ کرنے والے پروہتوں اور ساحروں کا فرقہ ہے یا جھوٹی تعریفیں کرنے والے شاعروں کا گروہ ہے۔ لہٰذا ان سب کو معلوم ہو جانا چاہیئے کہ اگر اس زندگی میں نہیں تو مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور پھر وہ رب الخالق؛ جو سب الہوں کا الہ یعنی اللہ ہے۔ وہ انہیں دہکتی ہوئی آگ (نار تلظٰی) میں ڈالے گا۔ بخیلوں کو قیامت میں ان کے بخل کی سزا ملے گی۔

الزلزال۔ بعث بعد الموت

اہل مکہ بعث بعد الموت کے قائل نہ تھے۔ یہودیوں کا صرف ایک فرقہ اس کا قائل تھا۔ دوسرا کہتا تھا کہ توراۃ اس تصور سے خالی ہے۔ قدیم مصری اس تصور کو بابل والوں کی طرح معاد روحانی سمجھتے تھے۔ آریوں میں زرتشتی اسے مانتے ہیں اور ہندوستان کے آریہ بھی تناسخ کی صورت میں اس کے قائل ہیں۔ تناسخ کے نہ صرف یونان کے بعض فلسفی مثل فیثاغورث کے قائل تھے بلکہ قدیم افریقی اقوام میں اب تک یہ تصور باقی ہے کہ مرنے کے بعد ان کی روحیں جانوروں اور درختوں یا پودوں کی شکل میں پھر ظاہر ہوتی ہیں۔

بہرحال اہل مکہ اس تصور کا مذاق اڑاتے تھے۔ المزکی نے سب سے پہلے انہیں یہ تصور دیا کہ صرف اس رب کا حکم ماننا چاہیئے جو الہ ہے، خالق ہے اور اکرم ہے اس کے بعد یہ بتایا کہ مرنے کے بعد زندگی یقینی ہے۔ اسلام نے اس تصور کو دے کر انسانی

Marfat.com

عمل میں ایک ناقابل تسخیر طاقت بھر دی۔ اب اس کے لئے موت ایک نئی فتح مندی کا دروازہ بن گئی۔

جبر و اختیار

یہاں ایک ضمنی مسئلہ بھی حل کر دیا گیا کہ انسان اپنے اخلاقی اعمال کے لئے مجبور نہیں ہے۔ خدا نے اسے عقل و خرد اسی لئے دی ہے کہ جانوروں کی طرح اپنے طبعی رجحانات (انسٹنکٹ) ہی پر نہیں بلکہ ان سے بالاتر قوائے عقل و شعور سے کام لے۔ یعنی وہ مختار ہے چاہے نیکی کرے چاہے گڑھے میں گر جائے۔

امید و بیم

جو لوگ اپنے کو مجبور سمجھتے ہیں۔ ان کے سامنے امید کی کوئی راہ نہیں۔ وہ مادہ پرست کہے جا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ مادی موت کو انسانی زندگی کا آخری مرحلہ سمجھتے ہیں۔ جو لوگ اپنے کو مختار سمجھتے ہیں وہ اپنے اعمال کا پھل پانے کا یقین رکھتے ہیں۔ وہ لوگ پر امید ہیں گویا روحانیت کے قائل ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی سعی مشکور ہو۔ وہ بہر حال کسی نہ کسی شکل میں بعث بعد الموت کے خواہش مند ہیں اور موت سے ڈرنے کی جگہ اسے خوش آمدید کہتے ہیں اسی لئے ایک بہت بعد میں پیدا ہونے والے شاعر نے شہید محبت کے لئے کیا خوب کیا ہے کہ:-

در مسلخ عشق جز نکورا نکشند۔۔۔ لاغر صفتان وزشت خو را نکشد
گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز۔۔۔ مردار بود ہر آنکہ اور انکشند

قرآن نے مرنے کے بعد زندگی کا تسلسل قائم کر دیا اور نیکو کاروں کی موت بھی امید افزا بنا دی اور یہ بتا دیا گیا کہ بخیل اور ظالم موت کے بعد اس لئے زندگی نہیں چاہتا کہ اسے بد عملی کی سزا نہ ملے۔

دوسری پکار

۴ نبوی کے رجب میں دنیا بھر میں نوسردہ یا دسہرہ کا تہوار منایا جا رہا تھا۔ اس زمانے میں آپ نے پھر ایک دفعہ لوگوں کو پکارا۔ بقول بعض بکری کا گوشت اور دودھ کھانے کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ اور المزکی نے فرمایا کہ لوگو میں چاہتا ہوں کہ نہ صرف تمہیں اس دنیا میں عزت حاصل ہو بلکہ مرنے کے بعد جو زندگی ہو اس میں بھی عیش و راحت کا لا متناہی سلسلہ قائم ہو جائے۔ شکر ہے کہ ان لوگوں نے مخالفت نہیں کی۔ لیکن کوئی علانیہ حمایت پر بھی تیار نہیں ہوا۔ صرف علی ابن ابی طالب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اگرچہ میں کمسن ہوں اور میری ٹانگیں اس بار گراں کو نہ سنبھال سکیں گی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں ہر مصیبت اٹھانے کے لئے اور لوگوں کو قدامت پرستی سے نکالنے کے لئے تیار ہوں۔

جلسہ ختم ہو گیا۔ المزکی نے حسب معمول تبلیغ شروع کر دی اور غلام ساز مالداروں کے مختلف گروہوں اور خاندانوں کو عذاب سعیر سے ڈرانا شروع کر دیا۔

والعصر۔ تاریخ اقوام سے استشہاد

دوسرے جلسے کے بعد المزکی نے لوگوں کو وحی الٰہی سے جو تعلیم دی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قدیم اقوام کی تاریخ پر نظر ڈالو۔ صاف ظاہر ہے کہ جب تک کہ ایک مقصد متعین نہ ہو (ایمان) اور اس کے حصول کے لئے عمل صالح نہ کیا جائے اس وقت تک مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ صرف ایمان یا صرف عمل جس کا کوئی مقصد نہ ہو بے کار ہیں۔ جو قومیں ایمان و عمل صالح کو ساتھ ساتھ چلاتی رہتی ہیں وہ گھاٹے میں نہیں رہتیں۔ (والعصر)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مقصد کیا ہے اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ ایک رب کی عبدیت کا اعلان کرنے کے بعد فلاح انسانیت کے لئے دین حق کا قیام

القارعتہ تا عبس۔ دین حق کا عملی پروگرام

دولت کی لالچ چھوڑو۔ مساوات مالی پیدا کرو۔ غلامی کا خاتمہ کر دو۔ جو لوگ اس راہ سے بھٹکے ہیں وہ نفسانی وسوسوں کی وجہ سے اس پر پڑے ہیں۔ خدا ان شیطانی وسوسوں

Marfat.com

سے بچاتا ہے۔ جو لوگوں کا آقا اور بادشاہ ہے۔ وہی معبود حقیقی ہے۔ جن اور ساحر دھوکہ دیتے ہیں اور مقصد سے ہٹا کر تباہی لاتے ہیں۔ قوم ثمود کی تاریخ دیکھو۔ جو تباہی آئی وہ ان کے مالدار بڑوھتوں کی وجہ سے آئی۔ مال جمع کرنے والے یہ سمجھتے تھے کہ ان کا مال ہمیشہ رہے گا لیکن وہ اللہ کی جلتی ہوئی آگ میں ڈالے گئے (القارعہ۔ والناس۔ والشمس۔ الھمزہ۔۔ المعارج۔ عبس)

البلد تا اللھب چند نیک کاموں کی تفصیل یہ ہے

انسان کا فرض ہے (صلاۃ) کہ وہ اپنے مال میں سے حقداروں کو دے۔ زنا کر کے عورت کو ذلت میں نہ ڈالے بلکہ نکاح کرے۔ وعدہ وفا کرے اپنی شہادت پر قائم رہے اور اپنے فرائض سے چوکس رہے (المعارج)۔ غلام کو آزاد کرے۔ مسکین کو یتیم کو اور قحط زدہ لوگوں کو کھلائے۔ ایک دوسرے پر رحم کرے (البلد) لیکن جو لوگ یوم الدین کو نہیں مانتے وہی فرض ناشناس ہیں۔ یتیموں کو دھکے دیتے ہیں اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے یہ کمینہ پن اور کنجوسی کی حد ہے کہ کسی استعمالی چیز کو بھی تھوڑی دیر کے لئے مانگے نہیں دیتے۔ یہ سن کر مشرکین نے آنحضرت کو جھٹلانا شروع کر دیا اول تو یہ کہا کہ ہم بہت سے خداؤں کو نہ چھوڑیں گے۔ دوسرے یہ کہ مرنے کے بعد نہ پیدا ہوں گے نہ کسی بات کی جواب دہی ہو گی۔ اس کا جواب المنذر نے یوں دینا شروع کیا۔ البلد، الفجر، الاعلیٰ، الکوثر، الماعون، اللھب

الانشقاق تا والمرسلات۔ مکذبین سے خطاب

لوگو میں جو کچھ کہتا ہوں (یعنی قرآن کی نصیحتیں) وہ سب سنجیدہ باتیں ہیں، بیہودہ ہزل نہیں ہیں (الطارق)۔ یہی باتیں پرانی سے پرانی تعلیمات (کتب) میں موجود ہیں۔ خواہ وہ ابراہیم کی تعلیم ہو یا موسیٰ کی۔ لوگ کہتے ہیں کہ قیامت نہ ہو گی نہ دوبارہ زندگی ہو گی۔ انہیں بکنے دو۔ اللہ انہیں سخت عذاب تا دے گا یہ مکذبین اولی النعمہ چند روز عیش کر لیں۔ پھر ہمیشہ جہنم میں جلیں گے (المزمل)۔ زیتون کی پہاڑی سے مسیح نے، سینا کی

Marfat.com

پہاڑی سے موسیٰ نے اور مکہ کی پہاڑی سے میں نے ایک ہی تعلیم حاصل کی ہے کہ بے عملی کی ایمانداری، اور ایمان کے باوجود بے عملی دونوں بے معنیٰ ہیں۔ جو مومنین صالح ہیں وہ مانتے ہیں کہ مرنے کے بعد اس زندگی کے اعمال کی جوابدہی احکم الحاکمین کے سامنے کرنا پڑے گی (والتین) اور ہر عمل کی جزا ملے گی۔ جو لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے دنیوی اعمال کا محاسبہ کس طرح ہو گا۔ انہیں جان لینا چاہئے کہ ہر شخص پر دو فرشتے نگراں ہیں وہ نیکی بدی کا حساب رکھتے ہیں اور خدا کے سامنے ہر عمل کا حساب بتائیں گے اور اس دن چھپے ہوئے بھید کھل جائیں گے (یوم تبلی السرائر) (انشقاق۔ انفطار۔ والمرسلات)

سورۃ القیامہ۔ بام مارگی۔ دست چپی یا اصحاب الشمال

جو لوگ راہ کج پر چلتے ہیں وہ اصحاب الشمال ہیں۔ وہ نہیں مانتے کہ مرنے کے بعد زندگی ہوگی۔ وہ جنت دوزخ کے قائل نہیں۔ ان سے پوچھو کہ مردہ زمین سے سبزی اور کھیتی اگانے والا خدا کے سوا کون ہے؟ اسی طرح وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور یوم الفصل کو نیکو کار جنت میں اور بدکار جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ (سورۃ القیامہ)

مکذبین قریش کا پہلا وفد ابو طالب کے پاس

قریش مکہ کی زندگی کا انحصار حج کے میلوں پر تھا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ذی الحجہ کے بڑے میلے اور رجب کے چھوٹے میلے میں تاجروں اور حاجیوں کی کمی ہو رہی ہے۔ تو وہ یہی سمجھے کہ محمدؐ بن عبداللہ اور بنو ہاشم کی یہ سازش ہے وہ چاہتے ہیں کہ بت خانہ کعبہ کی عزت کم ہو جائے اور لوگ ادھر کا رخ نہ کریں۔ وہ اپنی کم نظری کی وجہ سے یہ محسوس نہیں کر سکے کہ روم و ایران کی لڑائیوں نے تجارتی سفر خطرناک کر دیئے ہیں اور اسی لئے سوائے ہند اور بحرین یا یمن و حبشہ کے تاجروں کے کوئی مکہ کا رخ نہیں کرتا۔ اسی لئے عرب کے حاجی بھی کم ہو گئے اور جو آتے بھی ہیں وہ خود مفلس ہوتے ہیں اور خود اپنے نفع کی امید میں آتے ہیں۔

انہوں نے بجائے ایک مضبوط سیاسی و اجتماعی وحدت بنانے کے یہ خیال کیا کہ ایک خدا کی پرستش اور غلام و آزاد کا فرق مٹا دینا، نہ صرف ان کے دین کو خطرے میں ڈال دے گا بلکہ ان کی سوشل برتری بھی ختم ہو جائے گی۔ لہذا انہوں نے طے کر لیا کہ بنو ہاشم کا اس تحریک میں ہاتھ ہے اور ان کی ہر طرح مخالفت کرنا چاہیے لیکن مصدقین محمدؐ کا خاتمہ کرنے سے پہلے انہوں نے یہ مصلحت سمجھی کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کے سردار ابوطالب سے مل کر گفتگو کر لی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی سیادت حاصل کرنے کے لئے یہ سازش کر رہا ہو۔

اس وفد میں بنو ہاشم کا سب سے بڑا دشمن ابوسفیان بن حرب پیش پیش تھا۔ یہ سردار قریش تھا۔ اس کے ساتھ ابوجہل بن ہشام (اموی) ابوجہل بن ہشام (مخزومی) ولید بن مغیرہ (مخزومی) سپہ سالار فوج، عاص بن وائل (سہمی) اور دوسرے سرداران قریش تھے۔ عتبہ و شیبہ اور ابوالبختری کو اگرچہ اس تحریک سے کوئی عناد نہ تھا۔ مگر رفع شر کے خیال سے وہ بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے ابوطالب سے کہنا شروع کیا۔

"بھائی ابوطالب تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارا بھتیجا ہماری روزی کو ختم کر دینا چاہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ وہ بہت سے خداؤں کی جگہ صرف ایک خدا کو پوجیں۔ آخر وہ یہ نہیں سمجھتا کہ ہم نے ایک خدا پر کل کاموں کا بوجھ نہیں ڈالا۔ ہم نے مجوس کا یہ مسلک اختیار کر لیا ہے کہ ہر دن کا ایک خدا (فرشتہ ایزدیشتا) ہونا چاہیے۔ پھر مسیحی دیوی مریم، ہمارے دادا ابراہیم اور بابل کے دیوتا بعل (ھبل) غرضیکہ سب کو ہم نے دیوتا مان لیا ہے جس قوم کا شخص آئے بلا تامل یہاں پوجا کر سکتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اگر ایک دیوتا سے مراد پوری نہ ہو تو دوسرے سے مانگ لے۔ اس کے علاوہ ہم اپنی دیویوں کو خدا تو کہتے نہیں۔ انہیں صرف سفارشی (شفیع) مانتے ہیں۔ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں۔ لات طائف میں ہے مناۃ سمندر کے کنارے، سومنات ہندی کے مقابلے میں ہے۔ عزیٰ انخلہ میں ہے۔ غرض کہ اس میں محمدؐ کا کیا نقصان ہے جتنے زیادہ دیوتا ہوں گے اتنا ہی نفع ہو گا۔

رہا یہ مغالطہ کہ مرنے کے بعد زندگی ہو گی اور اگر ہم غلاموں یا عورتوں یا زائروں پر ظلم کریں گے یا قصاص لیں گے تو ہمیں وہاں سزا ملے گی۔ یہ سب باتیں محض لغو ہیں۔

Marfat.com

کوئی بھی مر کے جیا ہے۔ اگر جی بھی سکتا تو تم محمدؐ سے کہو کہ وہ قصی بن کلاب یا ہاشم کو دوبارہ زندہ کرا دے۔ یہ لوگ کتنے فیاض اور شریف تھے اور ہم سب کے بزرگ تھے۔ پھر محمد ہمارے غلاموں اور کمزوروں میں بغاوت کی آگ بھڑ کا رہا ہے اگر یہ لوگ ہاتھ سے نکل گئے تو ہمارا آرام ختم اور زندگی وبال ہو جائے گی۔

ابو طالب نے ان لوگوں کی باتیں سنیں اور نرم جواب دے کر واپس کر دیا۔ شاید انہوں نے سوچا ہو گا کہ معاملہ کی نوعیت سمجھ لینے کے بعد کوئی قدم اٹھانا چاہیے یا اپنے بھتیجے کو بنو حرب کی شر انگیزی سے بچنے کی ہدایت کر دینا چاہیے۔ آنحضرت کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ خوش ہوئے کہ قریش اب چونک رہے ہیں اور شاید جلد نیند سے بیدار ہو جائیں۔

۵ نبوی وفد قریش کی واپسی کے بعد

علانیہ تبلیغ دین کا دوسرا سال یعنی ۵ نبوی شروع ہو گیا اور المنذر والمزکی نے اپنے کام میں زیادہ تیزی اور اپنے دلائل میں زیادہ وضاحت شروع کر دی اور مختلف سورتوں میں مشرکین مکہ کے اعتراضات کا جواب دینے لگے۔

سورہ نوح، والنازعات۔ غیر اللہ کی پرستش تباہی لاتی ہے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے وہ خالق اکبر کو چھوڑ کر خود اپنے بنائے ہوئے بتوں اور اپنی خواہشوں (ھوا) کی پرستش کرنے لگے۔ یہ بت پرستی انسان کے شرف کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ وہ خود اعتمادی کھو بیٹھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ پجاری اور کاہن اور نجومی اس کو بھوک اور خوف سے نجات دلا سکتے ہیں۔ وہ ان کے پھندے میں پھنس کر مختلف دیوتاؤں کے نام پر قربانیاں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ظالم دیوتا خون اور گوشت کی رشوت لے کر انسان کا کام بنا دیں گے۔ افسوس وہ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ گوشت پجاریوں کے پیٹ میں جاتا ہے اور وہ خود شفیع بنے بیٹھے ہیں اور لات و عزیٰ کو خدا کی بیٹیاں بنا کر بیوقوفوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پوری قوم بے عملی اور بد عملی کی وجہ سے تباہ ہو رہی ہے۔ (سورہ نوح)

Marfat.com

عراق کی سرزمین میں نوح کی قوم نے جب خدا پر بھروسہ چھوڑ دیا اور بت پرستی کے ساتھ ساتھ خود پرستی شروع کی تو نوح نے انہیں روکنا چاہا۔ مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ ان کی عقلوں پر نجومی چھائے ہوئے تھے۔ آخر تباہ ہوئے۔ اسی طرح مصر میں فرعون اپنے کو خدا "را" یا خدا کا بیٹا "زے را" (عزیر) کہلاتا تھا۔ اس کی قوم سحر و شعبدہ بازی جاننے والے پروہتوں کے ہاتھوں میں تھی جو لوگوں کو مرنے کے بعد سورج دیوتا تک پہنچنے کی تعلیم دیا کرتے تھے اور نیل کی دیوی پر ایک کنواری کو زندہ غرق کر کے سیلاب لاتے تھے۔ وہ بھی بت پرست اور کواکب پرستی شعریٰ (زے را؟) یا (SIRIUS) اور سورج پرستی میں اتنے پھنسے کہ سب کام غلاموں کے سپرد ہو گئے۔ پروہتوں کا کام صرف فرعون کی پرستش کے طریقے بتانا رہ گیا۔ بے عملی نے قوم کو بزدل بنا دیا۔ انہیں کبھی عمالقہ (حی عکسوون) نے فتح کیا۔ کبھی یونان و روم و ایران نے اور بڑی جہالت کے ہاتھوں خود خانہ جنگی کی نذر ہو گئے۔ یہی حال بنو اسرائیل کا رہا۔ جب تک ان میں وحدت قومی باقی تھی اور وہ صرف اللہ پر بھروسہ کرتے تھے۔ اس وقت تک داؤد و سلیمان کی سلطنت قائم رہی۔ لیکن جب ان میں صدوقی و فریسی، یہوداہ اور اسرائیل کی جنگ چھڑی اور غلامی عام طور پر رائج ہو گئی وہ بھی نہ بچ سکے۔ بعل و ملک کی پرستش اور سود کی دولت انہیں بار بار کی غلامی سے نہ بچا سکی (والنازعات)

البروج۔ مصدقوں کی ہمت افزائی کے لئے نصرانی حق پرستوں کا ذکر

مشرکین نے مصدقین سے چھیڑ چھاڑ شروع کی تھی بلکہ بعض کمزوروں اور غلاموں کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ المدثرؑ نے یہ اشارہ وحی فرمایا۔ "یہ شریر النفس لوگ اپنے بھلے کی باتیں نہیں سننا چاہتے۔ اگر ان سے کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی عیش سے رہو گے بشرطیکہ لوگوں سے مہر و محبت سے پیش آؤ، تو یہ بھی انہیں پسند نہیں۔ کہتے ہیں کہ سڑی گلی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنا ظلم کئے جائیں گے اور مومنوں اور مصدقوں کو زندہ جلا دیں گے۔ سن لو! ایک دفعہ اسی طرح نصرانی قوم کے مومنوں کو مشرکوں نے خدا پرستی اور رحم دلی سے روکنا چاہا تھا اور اپنی جماعت اور طاقت کے گھمنڈ

میں ان کو زندہ جلادیا تھا۔ یہ اصحاب الاخدود (کھائیاں کھودنے والے) بھی آخر اپنے اعمال کی سزا سے نہ بچ سکے۔ چند ہی دنوں میں قوم فرعون اور قوم ثمود کی طرح ذلیل کر دیئے گئے (قتل بمعنی ذل۔ (البروج)

کتب اولین

میں تمہیں جو تعلیم دے رہا ہوں اسے پتھر کی لکیر سمجھو۔ یہ خدا کا نہ مٹنے والا قانون ہے کہ ظالم تباہ ہو گا۔ جاہل کا سر جھکے گا اور غلام آخر آزاد ہو گا۔ یہ تعلیم ویسی ہی صاف اور واضح ہے جیسی کہ اگلے ہادیوں نے تعلیم دی ہے۔ یہ سحر وکہانت نہیں ہے کہ اس کے کوئی معنی نہ ہوں اور عام عقلوں سے اس کا مفہوم پوشیدہ ہو۔

سورہ المدثر۔ قول من عند اللہ

یہ شیطانی قول نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر تمہارے شاعر اور ساحر و کاہن جنوں اور شیطانوں سے علم حاصل کرنے کے مدعی ہیں۔ یہ علم اللہ کی طرف سے ہے۔ ذکریٰ ہے اور الحدیث ہے۔ نطق حق ہے اور نیکی کی طرف لے جانے والی ہدایت ہے۔ نہ یہ گپ شپ ہے۔ نہ اس میں اساطیر الاولین ہیں۔ اس میں ہر قصہ، ہر مثل، ہر بات ایک مقصد ایک موعظت اور ایک ثبوت باری تعالیٰ ویوم الدین (آیت دلیل) ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا پرستی وحدت انسانی اور اپنے اعمال کی ذمہ داری کا تصور ہی انسان کو شریف و عزیز بنا سکتا ہے (المدثر)

سورۃ التطفیف و نون۔ آیات یعنی دلائل

مکذبین کے سامنے جب تاریخی قصے بیان کئے جاتے تھے اور ان کی بناء پر انہیں یہ بتایا جاتا تھا کہ ایک خدا کو نہ ماننے کا نتیجہ ہمیشہ قومی تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ ان دلائل (آیات) کو ماننے سے قطعی انکار کر دیتے تھے۔ اس دور میں ہر جگہ آیات بمعنی دلائل استعمال ہوا ہے کلا انہ لایتنا عنیداً (المدثر) اذا تتلیٰ علیہ آیا تنا قال اساطیر الاولین (التطفیف ون القلم)

Marfat.com

سورۃ التکویر

یہ تو انسانوں کے لئے نصیحت ہے۔ ان حوالہ ذکر کی تلمیح) شعر و کہانت یا شعر نہیں ہے۔ (تلمیح : انسان)

قریش کا دوسرا وفد ابوطالب کے پاس

محرم ۵ نبوی کے بعد قریش نے محسوس کیا کہ آنحضرت کی تحریک کا اثر نہ صرف مکہ والوں پر بلکہ باہر کے زائروں اور تاجروں پر پڑ رہا ہے تو پھر حج ۴۵ عام الفیل کے بعد ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"آپ ہمارے شریف بزرگ ہیں۔ ہم نے چاہا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہم سے روک دیں۔ مگر آپ نے نہیں روکا۔ اب واللہ ہم زیادہ صبر نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیتا رہے اور ہمارے دینی طریقوں کو برا کہتا رہے لہذا اسے یا تو روکئے اور یا مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیے۔ تاکہ دو فریقوں میں سے ایک ہی باقی رہ جائے۔"

ابوطالب پر یہ معاملہ نہایت شاق گذرا۔ وہ نہ تو المنذر کو ان کے حوالے کر سکتے تھے اور نہ ان کا ساتھ چھوڑ سکتے تھے۔ آپ نے رسول اللہ کو بلایا اور قریش کی باتیں دہرانے کے بعد کہا "بھتیجے مجھ پر اتنا بازو نہ ڈالو کہ میں نہ اٹھا سکوں۔"

"رسول اللہ نے سوچا کہ شاید اب میرے چچا میرا ساتھ چھوڑ دینے والے ہیں۔ یعنی اپنی اور اپنے قبیلے کی حمایت یا جوار سے محروم کرنے والے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ قریش میرے ساتھ جو سلوک چاہیں گے کریں گے اور کوئی خاندان میری حمایت پر سینہ سپر نہ ہو گا یا یہ بات ہے کہ چچا میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اپنے قبیلے سے میری پوری حفاظت و حمایت کر سکیں۔

آپ نے فرمایا "چچا جان! اگر میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیا جائے، تب بھی اس کام سے باز نہ آؤں گا۔ دو ہی صورتیں میرے سامنے ہیں۔ فتح یا موت (حتیٰ یظہرہ اللہ او اھلک فیہ)

Marfat.com

یہ کہتے کہتے رسول اللہ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ آپ کھڑے ہو گئے اور جب چلنے کے لیے پھرنے لگے تو ابو طالب پکار اٹھے "بھتیجے واپس آؤ" آپ پھرے تو انہوں نے کہا۔ "جاؤ جو چاہو کہو۔ واللہ میں تم کو کسی چیز کے بدلے ان کے حوالے نہ کروں گا۔"

قریش نے جب دیکھا کہ ابو طالب کسی طرح جناب محمدؐ المنذر والمزکی سے اپنی حمایت ہٹانے کو تیار نہیں تو انہوں نے عجیب حماقت آمیز تجویز پیش کی۔ وہ مکہ کے ایک نہایت وجیہہ نوجوان عمارہ بن الولید کو اپنے ساتھ لاتے اور کہنے لگے یہ لیجیے۔ ایک نہایت شجاع اور جمیل قریشی نوجوان آپ کے حوالے کیا جاتا ہے اسے اپنا بیٹا بنا لیجیے اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیجیے تاکہ ہم اسے قتل کر کے مصیبت سے نجات پائیں معاملہ صاف ہے۔ ایک کے بدلے ایک۔

ابو طالب نے کہا "کیا خوب! مجھے بھی تم نے کوئی ذلیل آدمی سمجھا ہے کہ اپنے قبیلے کے ایک شخص کو قتل کرا دوں اور اس پر یہ حماقت کروں کہ دشمنوں کے بچے کو پال پوس کے موٹا کروں! جاؤ اپنا کام کرو۔"

مطعم بن عدی نے بھی اس معاملہ کو منصفانہ قرار دیا۔ لیکن ابو طالب نے انہیں جھڑک دیا اور کہا جاؤ جو چاہو کرو۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا"

الذاریات۔ کفار مکہ سے اعراض کا حکم

اب المنذرؐ نے اپنا کام زیادہ جوش و خروش سے شروع کر دیا۔ لیکن جتنا آپ چاہتے تھے کہ مالدار ظالم راہ پر آئیں، اور ایک شریف و منظم قوم بن کر دنیا میں انقلاب پیدا کریں۔ اتنا ہی وہ لوگ نہ صرف اپنے غلاموں پر بلکہ مصدق پر سختی کرتے تھے۔ غرضیکہ وہ اپنے نفع کی بات کو بھی سننا نہیں چاہتے تھے۔

رجعت پسندوں اور قابو یافتوں کا ہمیشہ یہی حال رہا ہے جب تک ان کو مجبوراً اپنے خود ساختہ حقوق سے دست بردار ہونا نہ پڑے۔ وہ اپنے بھلے کی بات کو بھی برا سمجھتے ہیں۔ بلکہ مصلح اور ہادی کے جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اب تک آنحضرت صرف المنذر و المزکی تھے لیکن جب ان مشرک دولت مندوں نے آپ کی تکذیب شروع کر دی تو وحی

Marfat.com

الہی سے آپ کو حکم ہوا کہ ان سے منہ موڑ لو (فَتَوَلَّ عَنْهُمْ) اور جن لوگوں میں حق کے قبول کرنے کی استعداد ہے ان کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اسی دور کے بعد المزکی نے رجب ۵ نبوی میں اپنے چند مصدقین کو حبشہ روانہ کیا تاکہ وہاں نصرانی حکومت اور رعایا کو خدائی پیغام سنائیں اور قریش کے مظالم سے نجات پائیں۔ (الذاریات)

الحاقہ۔ مکذبوں کو جواب

"ہم وطنو! تم سمجھتے ہو کہ اس تعلیم سے میری یہ غرض ہے کہ تم سے کچھ اجر یا بدلہ پاؤں۔ تم مجھے ساحر و کاہن کہتے ہو۔ حالانکہ نہ تو ان کی طرح قربانی کا گوشت مانگتا ہوں۔ نہ غیبی باتیں بتانے کا دعویٰ کرتا ہوں اور جو کچھ بتاتا ہوں وہ سراسر تمہارے بھلے کی بات بتاتا ہوں۔ اس کی کوئی اجرت مثل کاہنوں وغیرہ کے نہیں مانگتا۔ اگر یہ نصیحت خدا کی طرف سے نہ ہوتی اور میں خدا پر جھوٹ باندھتا تو تباہ کر دیا جاتا۔" (الحاقہ)

دیکھو! اگرچہ تمہارے اعمال حد درجہ خراب ہو گئے ہیں، لیکن اگر اب بھی باز آ جاؤ گے تو نینوی والوں کی طرح تم بھی بچ سکتے ہو۔ ذوالنون (حضرت یونس) کا قصہ تم جانتے ہو۔ وہ اس شہر کو عذاب سنانے گئے تھے۔ مگر جب لوگوں نے غلط روی کو چھوڑ دیا تو عذاب الہی ٹل گیا۔ ان کی تجارت پھر چمک اٹھی اور غلام بھی آزاد ہو کر زیادہ محنت سے قومی دولت کو بڑھانے لگے۔" (القمر)

سورۃ القمر دلیل بعث بعد الموت

تم یہ دلیل مانگتے ہو کہ خالق کائنات کس طرح مردے زندہ کرے گا۔ یہ دلیل تو خود اپنے اندر ڈھونڈھ سکتے ہو۔ دیکھو ہر سال کس طرح کھیتی مرتی ہے اور دوبارہ خدا بارش برساتا ہے اور وہ زندہ ہو جاتی ہے۔" (القمر)

کلام اللہ اور القائے شیطانی کا فرق

یہ نہ سمجھو کہ نجومیوں اور کاہنوں کی طرح یہ کلام بھی خرافات و واہیات ہے۔ یہ میری گھڑی ہوئی باتیں نہیں ہیں اگر میں ان باتوں کو خود بناتا اور کہتا کہ خدا کی طرف سے

ہیں تو خدا مجھے غارت کر دیتا۔ یہ باتیں تو اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحتیں ہیں (انہ لتذکرۃ للمتقین)

" اے المنذر و المذکر یہ لوگ ایسی کھلی ہوئی پڑھنت کو سحر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ تعلیم غور کرنے والوں کے لئے نہایت آسان زبان (عربی) میں ہے۔ یہ واضح بیان پرانی قوموں کی تاریخ سے عبرت لیتا بتاتا ہے کوئی ہے جو اس پر کان دھرے۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر) (سورہ القمر)

اس تعلیم کے بعد آنحضرت کا روئے سخن زیادہ تر نصاریٰ کی طرف ہو جاتا ہے۔

دور ثانی کی سورتیں بہ ترتیب نزول

القریش۔ واللیل۔ والعادیات۔ الزلزال۔ والعصر۔ القارعہ۔ والناس۔ والشمس۔ الھمزہ۔ المعارج۔ عبس۔ البلد۔ الاعلیٰ۔ الکوثر۔ الماعون۔ اللھب۔ الطارق۔ المزمل۔ والتین۔ الانشقاق۔ الانفطار، والمرسلات۔ القیامہ۔ نوح۔ والنازعات۔ البروج۔ المدثر۔ التطفیف۔ ن والقلم۔ التوکیر۔ الذاریات۔ الحاقہ۔ القمر۔

نوٹ دور اول میں العلق کی پانچ آیتوں کے علاوہ جو سورتیں ہیں، وہ فترۃ الوحی کے بعد علانیہ سنائی گئی تھیں۔ اگرچہ ان کا روئے سخن صرف رسول عربی کی طرف ہے۔ لیکن اسلام کے بنیادی مسائل ان میں ہو گئے ہیں ہمارے خیال میں العلق کے بعد جتنا قرآن نازل ہوا ہے وہ العلق کی تفصیل ہے۔ اور اگر رسول عربی کی وفات، اس تعلیم "عبودیت رب" کو عام کرنے کے بعد ہو جاتی یا بقول قرآن آپؐ قتل ہو جاتے (جیسا کہ ہجرت سے پہلے کئی دفعہ کفار نے کوشش کی تھی۔ اور غزوہ احد میں تو کفار نے یہ سمجھ ہی لیا تھا کہ آپؐ قتل ہو گئے)۔ تو سورہ العلق کی پانچ آیتیں انسانی ہدایت کے لئے کافی تھیں

(دیکھئے افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم؟) دین کی تفصیلات کے لئے دوسری کتب الٰہیہ موجود تھیں (مایقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک)

Marfat.com

تیسری فصل محمد المذکر والمبشر والہادی یا قرآن نصاریٰ

(دور الرحمان والنصاریٰ)

رجب ۵ نبوی (اکتوبر ۶۱۴ء) تا محرم ۷ نبوی (مارچ ۶۱۶ء)

از ہجرت حبشہ تا شعب ابی طالب

اسماء اللہ اور قرآنی تعلیم:-

لا الہ الا الرحمن الاحد الوارث- الحی لم یکن لہ شریک فی الملک والیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون ھم یکفرون بالرحمن قل ھو ربی واذا قیل لھم اسجدوا للرحمان قالوا ومن الرحمن۔

ھبل کی قسم محمد ساحر ہے دیکھو کیسے زمزمے تصنیف کرتا ہے۔ لیکن ساحروں کی طرح اس کے زمزمے بے معنی نہیں ہیں بلکہ صاف زبان (عربی) میں ہیں۔ وہ کاہن ہے: اور کاہن نہیں تو شاعر ہے۔ وہ غیب کی باتیں لاتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے اور جہنم میں جلو گے۔ کبھی کہتا ہے کہ ایک بڑے دیوتا (رحمان کے سامنے جواب دہی کرنا ہو گی۔ یہ بھی کہتا ہے کہ لڑکیوں کے معزز قاتلوں اور بہادر لٹیروں تک کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ توبہ توبہ! کوئی بھی آج تک مر کر جیا ہے؟

اس جھوٹے کاہن کا خوب مذاق اڑاؤ۔ پھر ابوطالب سے مانگ کر قتل کر دو۔ اس کے غلام ساتھیوں کو زندہ جلا دو۔ یا جلاوطن کر دو۔ دیکھیں اس کا رحمان جیتتا ہے یا ہماری دیویاں۔

Marfat.com

وہ ہماری دولت، ہمارا عیش نصرانیوں سے سازش کر کے چھیننا چاہتا ہے۔
وہ اراذل اور مساکین کو ہمارے برابر بنانا چاہتا ہے۔
وہ چاہتا ہے کہ اس کی طرح ہم بھی غلاموں کو آزاد کر دیں۔
یہی نہیں بلکہ زید کی طرح بیٹا بنالیں ! اور نصرانی حبشیوں کے دیوتا رحمان کو مان لیں۔
اس کی سزا موت ہے یا جلاوطنی !! (مکذبین اولی النعمہ)

از غم و درد گرنیاتی تنگ دامن شادی آری اندر چنگ
بربساط بلا بسر بازی راست بازان نمی کنند درنگ
عشق خونریز دشنہ الیت کرد کفن کشتگاں نیابد رنگ
(وسنائی خراسانی)

اندر رہ عشق خستہ جانی بہتر وز شرح غم تو بے زبانی بہتر
(ضیاء الدین خالد ترک)

Marfat.com

المبشر والہادی

یا رحمان

دور الرحمان کے اسمائے حسنیٰ

لاالہ الا الرحمان، ذوالجلال والاکرام، واسع المغفرہ، الخبیر، البصیر، الاحد، الصمد، الطیف، القادر علی احیائے موتیٰ، الرحیم، السمیع، الواحد، الولی، الشفیع، عالم الغیب والشھادۃ، بر، وھاب، القھار، الحافظ، الوارث، ذوالرحمہ، المقتدر، الملک، القیوم، الحی، الحق، احسن العالقین، خیر الراحمین، خیر المنزلین، خیر الرازقین، الذی ذراکم فی الارض بیدہ ملکوت کل شیئی، عالم الغیب والشھادہ، ماتخذ من ولد مالکم من الہ غیرہ، ارحم الراحمین، سبحان، الخلاق، المحی، الممیت، الساقی، الشافی، المتعال، الکبیر، الوال، الواق، شدید، المحال، مطمئن القلوب، النصیر، لم یکن لہ شریک فی الملک، القوی، الشکور، اعلیٰ، الفتاح، العلام الغیوب، القریب، شدید العقاب، ذوالطول، غافر الذنب، قابل التوب، سریع الحساب ذوالانتقام فاطر السموات والارض

عبار اتنا شتی وحسنک واحد وکل الی ذاک الجمال یشیر

اسم الرحمان

سیدنا المنذر صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ تبلیغ اسلام کرتے ہوئے ڈیڑھ سال کا زمانہ گزر چکا تھا۔ اب وہ دور آیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ اسی لئے اس زمانہ کے قرآن میں اللہ کا وہ نام جو نصاریٰ استعمال کرتے تھے زیادہ استعمال ہوا ہے۔ یعنی الرحمان، اور المنذر کو المبشر، بشیر بھی کہا گیا ہے۔ یہ لقب

Marfat.com

خصوصیت سے حضرت مسیح بن مریم کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ یعنی وہ لوگوں کو رحمان کی بادشاہت کی خوشخبری (انجیل وبشارت) دیتے تھے۔ اسی مناسبت سے قرآن نے المنذر کو المبشر کے لقب سے موسوم کیا ہے۔

"الرحمان"

کے معنی رحم کرنے والا مہربان کے لئے جاتے ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ رحم سے مشتق ہے لہذا رحیم اور رحمان ایک ہی چیز ہیں صرف رحمت کے مدارج کا فرق ہے۔ حالانکہ جب مشرکین قریش سے قرآن نے یہ کہا کہ الرحمان نے قرآن آنحضرت کو سکھایا ہے۔ تو وہ اول تو یہ پوچھنے لگے کہ الرحمان کون ہے؟ کیا رحمان وہی شخص ہے جو یمامہ میں رہتا ہے (وقالوا وما الرحمن) تو آنحضرت نے زبان وحی سے فرمایا (قل ادعوالله اودعوالرحمن) یعنی رحمان دوسرا نام ہے اللہ کا۔ مشرکین نے کہا کیا خوب جس کسی کو تم دیوتا یا خدا بنادو گے، کیا ہم اسے مان لیں گے، انہوں نے رحمان کو خدا ماننے سے انکار کر دیا اور اس پر اتنا اصرار کیا کہ جب ہجرت کے بعد صلح حدیبیہ کے موقع پر کاتب صلح نامہ نے (بسم اللہ الرحمان) لکھا تو فوراً قریش کی جماعت نے اعتراض کیا اور کہا کہ پھر وہی لفظ لکھ رہے ہو یعنی الرحمان جسے ہم تسلیم نہیں کرتے اور جو ہماری اور تمہاری بنیاد ی مخالفت کا باعث ہے۔

اس قرآن کا یہ طرز رہا کہ اکثر سورتوں میں اللہ کی جگہ رحمان کا لفظ استعمال کیا اور آنحضرت نے حکم دے دیا کہ جو شخص مسلمان ہو وہ اگر کسی بت کا عبد ہے جیسے عبد عمر ویا عبد عوف وغیرہ تو وہ اپنا نام عبدالرحمان رکھ لے اس لئے جتنی ضد مشرکین کو رحمان کے انکار پر تھی اتنا ہی اصرار آنحضرت اور مسلمانوں کو رحمان کے اقرار پر تھا حتیٰ کہ بدر میں مہاجرین کا لقب "بنی عبدالرحمان" مقرر ہوا تھا۔ اور قریش کو رحمان سے اتنی نفرت تھی کہ باوجود یہ کہ شکست بدر کے بعد امیہ بن خلف موت کے منہ میں تھا لیکن اس نے عبدالرحمان سے اتنی نفرت تھی کہ باوجودیکہ شکست بدر کے بعد امیۃ بن خلف موت کے منہ میں تھا لیکن اس نے عبدالرحمان لینا پسند نہ کیا بلکہ جاہلیہ کے نام عبد عمرو سے پکارا

Marfat.com

(دیکھئے غزوہ بدر۔ ابن ہشام) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمان ایسا لفظ تھا جس کو یا تو قریش نہ جانتے تھے۔ یا اسے نصاریٰ کا خدا سمجھ کر نفرت کرتے تھے۔ لیکن ایک قوم تھی جس میں وہ اللہ کا نام مانا جاتا تھا۔ وہ کون سی قوم تھی جو اللہ کو رحمان کہتی تھی؟

یمن کے کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں جو نصرانی رہتے تھے وہ اللہ کو رحمان یا رحمانان کہتے تھے۔ کتبوں میں رحمانان، کرستوس اور مریم کا نام ایک ساتھ لکھا ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حبشی اور عربی زبانیں دونوں بہنیں ہیں۔ حبشی نہایت قدیم نصرانی تھے اور ممکن ہے کہ ان کے اثر سے یا عبری زبان بولنے والے یہودیوں کے اثر سے یمن اور حبشہ میں اللہ کو رحمان کہتے تھے۔ پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہجرت حبشہ ۵ نبوی میں ہوئی اس وقت قرآن کا روئے سخن نصاریٰ کی طرف تھا اور قرآن وہی الفاظ استعمال کر رہا تھا جو حبشہ یا یمن کے نصرانی سمجھتے تھے۔ مثلاً اللہ کے لئے رحمان اور سورہ مریم میں حضرت عیسیٰ کا قصہ۔ خود آنحضرت کے لئے مبشر یا بشیر کا لفظ بھی اسی مسیحی تصور کو ظاہر کرتا ہے، جو حضرت عیسیٰ کے متعلق نصرانیوں کا ہے کہ وہ مبشر یعنی خوشخبری یعنی (انجیل) سنانے والے (EVANGELIST) تھے۔ بہرحال رحمان کے معنی وہی ہیں جو قرآن بتاتا ہے یعنی رحمان اللہ کا نام ہے اور عیسائی اسے رحمان کہتے ہیں تو ہم بھی رحمان کے بندے ہیں۔ یا مثلاً انگریز اسے گاڈ یا ہندو اسے پرماتما کہتے ہیں تو ہم بھی گاڈ یا پرماتما کو خدا مانتے ہیں اور اسی کے بندے ہیں ولہ الاسماء الحسنیٰ (خدا کے جتنے اچھے نام ہیں سب کو ہم مانتے ہیں) اس توحید کا تصور عربوں کے لئے خصوصاً قریش کے لئے بالکل نیا تھا۔ وہ بنو اسرائیل کی طرح یہ نہیں چاہتے تھے کہ دوسری قوم کے خدا کو اپنا الہ مانیں یا اللہ کی جگہ اس "عجمی" نام کو عربی سمجھیں۔ غرضیکہ قرآن، حدیث اور مغازی سب سے ثابت ہے کہ رحمان عربی لفظ نہیں ہے، عبری، حمیری یا حبشی لفظ ہو سکتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مصری سے رع امون (سورج دیوتا) سے رعمان یا رحمان بنا ہو یا سنسکرت کے کسی مشابہ الصوت لفظ سے یہ لفظ یمن ہوتا ہوا حجاز اور حجاز سے مصر و حبشہ پہنچا ہو۔ بہرحال یہ واقعہ ہے کہ قریش اس لفظ سے نفرت کرتے تھے اور کہتے تھے اَنَسجُدُ لِمَا تَامُرُنَا)

کیا آپ جس کسی کو کہیں کہ تم سجدہ کرو تو ہم سجدہ کرنے لگیں گے؟ یعنی ہم رحمان کو معبود نہیں مان سکتے۔

کشمکش حق و باطل

ڈیڑھ سال تک مشرکین قریش میں تبلیغ اسلام کرنے کے زمانے میں یہ چیز پورے طور پر واضح ہو گئی تھی کہ دنیا میں صرف دو تصورات کی کشمکش ہے ایک جماعت خدا اور روحانیت پر اخلاق کی بنیاد کھڑی کرتی ہے اور بے غرضی کو اپنا شعار بناتی ہے۔ دوسری جماعت شیطان یا مادیت کی قائل ہے اور نفرت و خود غرضی کے ذریعے اپنا ذہنی اقتدار قائم کر کے لوٹ کھسوٹ سے دنیا کو غلام بنائے ہوئے ہے۔ اس نیکی و بدی، محبت و نفرت، بے غرضی و خود غرضی کی لڑائی میں مالداروں نے تو ایک منظم پارٹی بنا رکھی ہے لیکن ناداروں اور غلاموں کا کوئی پرسان حال نہیں۔

نور و ظلمت، محبت و نفرت کی کشمکش دور کرنے اور عام رواداری سے خوف اور بھوک کا علاج بتانے والے چند بزرگ پیدا ہو چکے تھے۔ ۲۷۷ء میں مانی یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے کہ روح نور ہے اور مادہ ظلمت ہے۔ ایک خیر ہے۔ دوسرا شر۔ ۵۲۵ء میں مزدک بھی یہ کہتے ہوئے مار ڈالے گئے تھے کہ اشتراکی روحانیت میں دنیا کی نجات ہے اور آسمانی بادشاہ تدبر، عقل، حافظہ اور مسرت کے ذریعہ روحانی دنیا میں حکومت کرتا ہے۔ اس آسمانی خدا سے اسی دنیا میں قربت حاصل ہو سکتی ہے اور انسان تناسخ ارواح سے نجات پا جاتا ہے غرضیکہ یہ تصورات ایرانی علاقے میں اور نصرانی تصورات محبت و رحم رومی سلطنت میں پھیلے ہوتے تھے۔

آنحضرت نے محسوس کیا کہ یہود تو ایک مردہ قوم بن چکی ہے اور غلامی و جلاوطنی کی زندگی میں مبتلا ہے لہذا صرف مجوس و نصاریٰ سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ خدا کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنے میں مدد دیں۔ شمالی عرب میں بدامنی (فساد) اور فارس و بازنطیہ کی کشمکش کی وجہ سے مجوس و نصاریٰ تک رسائی مشکل تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نصرانیوں اور مجوسیوں میں اتنی فرقہ بندی ہو چکی تھی کہ وہ حقیقت سے بہت دور ہو

گئے تھے۔ اگرچہ یہ سب خدا کا نام لیتے تھے لیکن خدا پرستی اور اس کا لازمی جزنیک عملی کو دونوں قومیں بھول چکی تھیں۔ ہاں ان سلطنتوں کی ہوس استعمار سے دور بعض نصرانی راہب، اور ایک نصرانی سلطنت باقی تھی۔ یہ سلطنت سمندر پار حبشہ میں تھی۔ اور یہاں وہ نصرانیت رائج تھی جو آریوس اور نسطوریس کی پیدا کردہ تھی۔ یعنی وہ نہ تو مریم کو خدا مانتے تھے اور نہ مسیح کو خدا کا وارث اور بیٹا سمجھتے تھے۔ ان کی زبان حبشی تھی اور اصل انجیل یعنی مسیحی تعلیم جس زبان میں تھی۔ اس کو بڑی حد تک سمجھتی تھی، وہ ابن اللہ کو ایک استعارہ سمجھتی تھی اور اس کا ترجمہ خدا کا بیٹا نہیں بلکہ اللہ والا یا اچھا آدمی کرتی تھی۔

جب المنذر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تصدیق کرنے والوں پر اہل مکہ نے ظلم وستم کی بارش شروع کی تو آپ نے نصاریٰ کی طرف رخ کیا اور چاہا کہ کم از کم وہ لوگ جو خدا پرست ہیں ایک متحدہ محاذ بنالیں اور اللہ کا بول بالا کریں۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے سخن نصاریٰ کی طرف ہو جاتا ہے اور ان کے یہاں جو دینی اصطلاحات ہیں۔ ان ہی اصطلاحوں میں ان سے گفتگو کی جاتی ہے۔ اس زمانے کا قرآن آنحضرت کو وہی تعلیم دیتا ہے تو نصرانی اپنے نبیوں کو اور خصوصیت سے حضرت مسیح دیتے تھے۔ اب قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر، صدیق، صادق الوعد، شاہد مبشر، نبی امام، ہادی، عبدہ وغیرہ کے لقب دیتا ہے اور خود قرآن کو رحمت، امر، فصل خطاب، حق، الکتاب (توراۃ یا اوستا) ھدیٰ، ضیاء، ذکر مبارک، بلاغ مبین، کتاب مبین، فرقان، احسن الحدیث اور بشارت (انجیل) قرار دیتا ہے۔

کثرت لفظ الرحمان

اس دور میں خصوصیت سے رحمان کا لفظ اللہ یا رب کی جگہ استعمال ہوا ہے اور بعض سورتوں میں جن میں مسیحی تعلیمات کا ذکر ہے۔ سوائے رحمان کے دوسرا اسم الہی استعمال ہی نہیں ہوا۔ مثال کے طور پر سورہ مریم میں اللہ کا لفظ چھ مرتبہ اور رحمان کا سولہ مرتبہ ہے۔ الانبیاء میں سات مرتبہ اور الشعراء میں بھی کثرت سے ہے۔ اس لفظ سے

Marfat.com

مشرکین مکہ کو سخت نفرت تھی۔ یعنی وہ خدا کے لئے وہ نام بھی نہیں پسند کرتے تھے جو نصرانی عام طور سے یمن اور حبشہ میں استعمال کرتے تھے۔ اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ نصرانی تصورات کو نصرانی اصطلاحات میں بیان کیا گیا ہے اور مشرکین مکہ سے اعراض کرنے کی کوشش جاری ہے۔ قرآن ان کے بعض اعتراضات کا ضرور جواب دیتا ہے لیکن آنحضرت کو یقین ہو گیا ہے کہ اب یہ مادہ پرست خود غرض کسی طرح راہ ہدایت نہ اختیار کریں گے۔

نصرانیت کی مجمل حالت

اس سے پہلے کہ اس دور کی تعلیم قرآن اور آنحضرت کے طریقہ کار سے بحث کی جائے ضروری ہے کہ حقیقت نصرانیت کو سمجھ لیا جائے :۔

یورپین تنقید اور مسیح ناصری ۴ ق م تا ۳۰ء

آرچی بلڈرابرٹسن نے اپنی کتاب "یسوع، تاریخی شخصیت تھی یا افسانہ" میں لکھا ہے۔ "یسوع ایک فرضی شخصیت ہے۔ "خدائی انسان" کی کہانی ایک ادبی تخلیق ہے (اور جیسا کہ سیلوس نے دوسری صدی میں بتایا ہے) کہ اس کہانی کو تین مرتبہ چار مرتبہ بلکہ کئی مرتبہ بار بار نئی شکل دی گئی۔ تاکہ جس تحریک نے یہ کہانی گھڑی تھی اس کو ترقی ہو۔ انجیلوں کی قوت کا راز خدائی عظمت یا اس کے ہیرو کی انسانی عبقریت میں نہیں ہے بلکہ حقیقتاً پہلی اور دوسری صدیوں کے ان آدمیوں میں اس راز کو تلاش کرنا چاہیئے جو غلام بنانے والے رومی سامراج کے بے ایمان یاس انگیز اور نفرت پرور ماحول میں موجود تھے، اور یسوع کو خدا مان کر اپنے آزادی مساوات اور اخوت کے پامال جذبات کے اظہار اور پورے ہونے کا ذریعہ تصور کرتے تھے۔ جو مذہب انہوں نے پیدا کیا تھا وہ ایک مردہ اور جامد عقیدہ بن کر رہ گیا۔ اور ہماری دنیا نے اس عقیدہ کو ایک حد تک توڑ کر ______ دوسرے ذرائع پیدا کر لئے۔ اسی لئے (سوائے سخت دل فلسطینیوں کے) یہ زمانہ ماضی کی زندہ یادداشتیں دل پر چوٹ لگائے بغیر نہیں رہ سکتیں۔"

Marfat.com

"لیکن یسوع کی حیثیت تاریخی بھی ہے۔ اگر ان کو محض ایک افسانہ سمجھ لیا جائے اور محض افسانے کے سوا کچھ نہ مانا جائے تو اس طرح مشکلات حل نہیں ہوتیں بلکہ زیادہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر ایک چیز فرض کی جائے تو اس سے جملہ واقعات ثابت ہو جانے چاہئیں۔ اور وہ سب باتیں نہایت آسانی سے حل ہو جاتی ہیں اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ ایک واقعی یسوع موجود تھا جسے پلاطوس نے صلیب دی۔"

اس مصلوب یسوع کے متعلق ہمیں جو معلومات ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے وہ کسی ایسی چیز کا بانی نہیں جسے ہم نصرانیت کہہ سکیں۔ وہ تاریخی تنقید کا صرف ایک مسئلہ بن کر رہ جاتا ہے وہ ایک شکست خوردہ مقصد کا حرف باطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ یعنی وہ ایسی ہستی رہ جاتا ہے جس کے متعلق کچھ موعظت کی باتیں منسوب کی جا سکیں یا اس کے متعلق ایک افسانہ گھڑ لیا جا سکے۔ اس نے "خدائی انسان" کی کہانی میں صرف ایک عنصر کا اضافہ کیا۔ اگر وہ پیدا نہ ہوا ہوتا تب بھی نصرانی مذہب تقریباً بالکل اسی طرح کا ضرور پیدا ہو جاتا جیسا کہ وہ موجود ہے۔ البتہ پلاطوس کا نام زندہ جاوید نہ بنتا۔ ہزارہا مرد و عورت کے متعلق ہماری معلومات یسوع سے زیادہ ہے۔ لیکن لاکھوں انسان ایسے ہیں جن کے متعلق ہمیں یسوع سے بھی کم معلومات ہے۔ ظاہر ہے کہ تاریخ یہی لاکھوں آدمی بنایا کرتے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔" (صفحات ۱۰۶-۱۰۷)

حضرت یسوع کے متعلق قرآن کا نقطہ نظر

مسلمانوں کے ذریعہ یورپ میں جب تیرھویں صدی میں کاغذ پہنچا تو چند صدیوں میں وہاں اصلاح مذہب اور تجدید (Reformation & Renaissance) کے نام سے علم اور علمی تنقید کا دروازہ عام لوگوں کے لئے کھل گیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں فرانس کے معارفین (Encyclopedists) اور جرمنی کے فلسفیوں نے تنقید اعلیٰ (High Criticism) سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ تو ہمات انسانی خصوصاً توریت و انجیل الہامی نہیں بلکہ انسانی اور خصوصاً خود غرض کلیسا کی تصانیف ہیں اور تاریخ ہی سے نہیں بلکہ ان کتابوں کے اندرونی تضاد سے یہ دکھایا

Marfat.com

کہ حقیقت سے ان کا خیال قریب تر ہے۔

لیکن جس زمانے میں ظہور اسلام ہوا اسی زمانے میں مسلمانوں کو یہ بتایا گیا کہ توراۃ اور انجیل محرف نہیں ہیں بلکہ وہ بنیادی طور پر سچی ہیں اور خدا پرستی سکھاتی ہیں وہ ہدایت و نور ہیں۔

قرآن کا مقصد یہ نہیں تھا کہ فضول بحثوں میں پڑ کر جن لوگوں کو اسلام کے زمرے میں داخل کرنا ہے انہیں داخل کرنے سے پہلے ہی اسلام (خدا پرستی) سے بد ظن کر دے۔ جہاں موعظت کے لئے مختلف قصے اور تمثیلیں بیان کیں وہاں بطور دلیل و ثبوت کے یہ بھی بتایا کہ تم جن کتابوں پر ایمان رکھتے ہو ان میں بھی اکثر باتیں ایسی ہیں جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے یعنی متشابہ آیتوں کو محکم آیتوں کی روشنی میں دیکھ کر تمہارے علماء جن کا علم پکا ہے (راسخین فی العلم) وہ قرآن کو اسی طرح من جانب اللہ جانتے ہیں۔ اگرچہ نصرانیوں وغیرہ کے وہ اہل ضیغ جو قرآن کو نہیں ماننا چاہتے وہ صرف آیات متشابہات کو فتنہ انگیزی کے لئے مانتے ہیں اور محکمات کے منکر ہیں۔

توریت اور انجیل وغیرہ روشنی دینے والی کتابیں ہیں

اس لئے ہم یہاں یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ توراۃ و انجیل اور دیگر بزرگوں، نبیوں اور حکیموں کا ذکر جو کچھ قرآن میں ہے۔ اس سے قرآن کا منشا یہ نہیں ہے کہ تاریخی طور پر وہ سب موجود تھے یا نہیں، یا محض ان کے نام سے مختلف مذاہب و فلسفے دنیا میں رائج ہو گئے تھے۔ قرآن کے سامنے صرف یہ نظریہ تھا کہ "انظرالی ماقال" وہ اس سے بحث کر کے تقریر کو طویل اور مقصد کو پیچیدگی میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا کہ "من قال" لہذا نہ صرف توریت و انجیل بلکہ دنیا کی سب مقدس تعلیمات الٰہیہ، اہل نظر اور متلاشی حق کے لئے اپنے اندر ہدایت اور روشنی رکھتی ہیں، صرف شرط یہ ہے کہ وہ شیطان کی پیروی کی جگہ خدا اور روحانیت کی طرف لے جاتی ہوں۔ البتہ ہم اس عہد میں پہنچ چکے ہیں کہ قرآن کی تعلیم کی روشنی میں بتا سکتے ہیں کہ مختلف مذاہب کے دین فطرت پر پردے ڈالنے کے لئے نہ صرف اپنی کتابوں کو کس کس طرح محرف کیا۔ بلکہ جن

افراد کے نام پر انہوں نے اپنی تعلیمات کو رائج کیا۔ ان کے کردار کو بھی غیر انسانی بلکہ پست اور ناموزوں دکھانے میں اپنے قلبی جذبات اور اپنے ماحول کے غلط نظریات میں رنگ دیا۔

محرف کرنے سے یہ مطلب ہے کہ روحانیت اور خدا پرستی سے ہٹا کر اپنے مقاصد کے لئے خود نوشت تصانیف میں شیطانی باتیں لکھ دیں، یا کسی فرد یا جماعت کے دنیوی نفع کو سامنے رکھ کر عام انسانیت کے مفاد کو قربان کر دیا۔ اس کا ثبوت آئندہ سیرت کے صفحات سے مل سکتا ہے۔

کیا توریت وانجیل محرف ہیں

ایونز بل (Evans Bell) اپنی کتاب خدائے بائیبل (The God of Bible) میں کہتا ہے۔

"انجیل کی ستائیں کتابوں کے ماخذ اور تاریخ کے متعلق بھی اتنا ہی شک پایا جاتا ہے جتنا کہ اس سے زیادہ قدیم عبرانی کتابوں کے متعلق موجود ہے۔ جنہیں "یہودی کتابیں" کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ میں انجیل کی بہت سی کتابوں کے متعلق یہ بحث جاری ہے کہ وہ اصلی ہیں یا موضوع اور یہ کہ بہت سی ردشدہ کتابوں کا بھی دعویٰ ہے کہ وہ بھی اس مجموعہ میں شامل کئے جانے کے لائق ہیں اور تین سو سال (بعد مسیح) جب ایک کونسل نے انجیل کے مجموعہ کو متعین کیا اس وقت سے بہت سے مسیحی عالموں نے اناجیل کے بعض اجزاء کو ان سے نکال دینے کی تجویزیں کیں اور اسی طرح کئی خطوں اور یوحنا کے الہاموں میں سے بھی بعض اجزا کو نکال دینا چاہا" (ص ۴۴)

سب سے پہلی انجیل، لوقا، یعنی یسوع مسیح کی کہانی۔ مسیح کے تیس سال بعد لکھی گئی۔ لیکن اس سے بحث نہیں کہ وہ کب لکھی گئی۔ بحث صرف یہ ہے کہ وہ معمولی انسانوں نے بطور کہانی یا مسیح کے حالات زندگی کے طور پر لکھی ہے اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مسیح پر الہام ہوا اور انہوں نے اسے لکھوایا، یہ خود نصاریٰ بھی مانتے ہیں یا نہیں؟ اس کا مفصل اور مدلل جواب ٹامس پین (Thomas Paino) (۱۷۳۷ء، ۱۸۰۹ء)

Marfat.com

نے اپنی کتاب "زمانہ عقل" (Age of Reason) میں دیا ہے جو ۱۷۹۶ء میں چھپی تھی اور اب دوبارہ تھنکرز لائبریری میں چھپی ہے۔ وہ کہتا ہے:-

"کہا جاتا ہے کہ ہر چیز بائیبل سے ثابت کی جا سکتی ہے۔ لیکن بائیبل سے کسی چیز کو ثابت کرنے سے پہلے خود بائیبل کا سچا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے اگر بائیبل ہی اصلی نہ ہو یا اس کی اصلیت مشتبہ ہو تو اس کی سند ناقابل قبول ہو جاتی ہے اور اس سے کسی چیز کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔" (ص ۶۴)

اس کے بعد وہ خود بائیبل سے ثابت کرتا ہے کہ یہ الہامی نہیں ہے۔ معمولی انسانوں کی تصنیف ہے اس میں تضاد ہے۔ پیشین گوئیاں اور معجزات خود تصنیف کر کے لکھے گئے ہیں یا جو حوالے دیئے گئے ہیں وہ غلط معنوں پر محمول کئے گئے ہیں۔ اس نے خواب یا رویا کے ذریعہ سے جو الہامات پر بحث کی ہے اس سے پہلے خواب کے نفسیاتی عناصر کو پورے طور پر واضح کیا ہے۔ خوابوں کی بناء پر قوانین قدرت اور خدا کی مرضی کا انکشاف ہونا معمولی انسان کا ایک دھوکا ہے۔ وہ بعض دفعہ نہایت سخت زبان استعمال کرنے لگتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے:-

"بعض نصرانیوں کا وہم ہے کہ نصرانیت تلوار کے ذریعے سے نہیں پھیلائی گئی۔ لیکن ان سے پوچھیئے کہ وہ کس زمانے کا ذکر کرتے ہیں؟ یہ ناممکن تھا کہ بارہ حواری تلوار سے یہ کام شروع کرتے۔۔۔ نصرانیت اپنی کامیابی کا مدار بائیبل پر رکھتی ہے اور بائیبل سوائے تلوار کے اور کسی چیز سے قائم نہیں کی گئی۔ بائیبل کا اس سے بدتر استعمال ہی نہیں ہو سکتا کہ یہ نہ صرف ڈرنے کے لئے استعمال کی گئی بلکہ فنا کر دینے کے لئے کام میں لائی گئی۔ یہودیوں نے کسی کو یہودی نہیں بنایا بلکہ سب کو قتل کر ڈالا۔۔ ہمیں اس مصنوعی چیز سے جسے الہامی مذہب کہا جاتا ہے کیا حاصل ہوا؟ کوئی ایسی چیز نہیں حاصل ہوتی جو انسان کے لئے مفید ہو بلکہ ہر وہ چیز ملی جو اس کے خالق کے لئے باعث ننگ ہے۔ بائیبل ہمیں کیا تعلیم دیتی ہے؟ لوٹ، ظلم اور قتل کی تعلیم۔ یہ عہد نامہ ہمیں کیا سکھاتا ہے؟ یہ کہ قادر مطلق نے ایک ایسی عورت کے ساتھ عیاشی کی جو ایک شخص کی منگیتر تھی اور اس عیاشی پر عقیدہ رکھنے کا نام ایمان ہے۔ (نعوذ باللہ۔

Marfat.com

نقل کفر کفر نہ باشد)

۔۔۔ جہاں تک اخلاقیات کا تعلق ہے اس کی کوئی تعلیم نئی نہیں ۔۔۔ انتقام نہ لینے کا ذکر "امثال سلیمان" میں زیادہ بہتر طریقہ پر بیان کیا گیا ہے، جو ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں یہودی اور غیر یہودی دونوں کے اقوال موجود ہیں ۔۔۔ اس میں تحریر ہے کہ "اگر تیرا دشمن بھوکا ہو تو اسے کھانا کھلا اور اگر وہ پیاسا ہو تو اسے پانی پلا" (امثال ۲۵ ۱) لیکن جب انجیل میں یہ کہا جاتا ہے کہ "اگر کوئی تیرے ایک گال پر تمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دے۔" تو گویا یہ کہا جاتا ہے کہ عفو و درگزر کرنے سے وقار کو خاک میں ملا دے اور انسان کو بزدل کتے (For beavanee and sinking man) کے درجے پر پہنچا دے۔" (ص ص ۲-۱۶۱) (P161-21) Into a Spaniel (P

اسی نوعیت سے وہ "دشمنوں سے محبت کر" اور تثلیث کو ماننے کا سخت لفظوں میں ذکر کرتا ہے اور نصرانیت کو خدا کی اہانت کرنے والا مذہب بتاتا ہے۔

نصرانیت کی تعلیم

بہرحال نصرانیت کی جو بھی تعلیم ہے وہ اپنے زمانے کی پیداوار ہے اور یہودیت سے اس لئے بہتر ہے کہ (اگرچہ مسیح خود یہودی تھے اور اس یہودی عقیدے کی تعلیم دیتے تھے کہ ایک مسیح (بادشاہ) جو آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں اور دنیا میں خدائی سلطنت قائم کر دوں گا) اس میں بے کسوں، غلاموں، کس مپرسوں، بیماروں، اچھوتوں اور غریبوں کے لئے ایک امید افزاء اور خوف اور غم سے نکالنے والا پیغام تھا اور بخلاف یہودیت کے۔ اس مذہب میں لوگوں کو داخل ہونے کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی اس کی تعلیم کا خلاصہ جو انجیلوں سے لیا گیا درج ذیل ہے۔

(۱) ٹائبریس قیصر کے زمانے میں یسوع جو داؤد کی نسل سے یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ روح القدس کے ذریعے شکم مادر میں آئے تھے ۳۰ سال کی عمر میں سال نو کے تہوار کے زمانے میں بیت المقدس میں آئے اور کہا (یا لوگوں نے کہا) کہ میں وہی مسیح

Marfat.com

(یعنی بادشاہ یہود) ہوں جس کی پیشین گوئی توریت میں ہے کہ وہ آکر یہودیوں کی سلطنت قائم کردے گا اور کل کافر (جنٹائل) قومیں یہود کی غلام بن جائیں گی۔

(۲) وہ دشمن تک سے محبت کی تعلیم دیتے تھے اور غیر ملکی حکومت یعنی رومیوں کے ٹکس جمع کرنے والوں کی مخالفت سے منع کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ بدی کا بدلہ نیکی سے دو۔

(۳) وہ معجزانہ طور پر پیدا بھی ہوتے تھے، اور کئی معجزے دکھاتے تھے۔ یعنی کبھی پانی کو شراب، کبھی بھوتوں کو سوروں پر سوار، کبھی مردے کو زندہ، کبھی بیمار کو اچھا، کبھی تھوڑے سے کھانے سے بہتوں کو شکم سیر کر دیتے تھے۔ وہ پانی پر چلتے تھے اور ہوا کو حکم دیتے تھے تو طوفان تھم جاتا تھا۔ وہ انجیر کے درخت پر غصہ کرتے تو وہ سوکھ جاتا تھا۔ یہ سب باتیں اس لئے کرتے تھے کہ لوگ پہچان لیں کہ وہ خدا کے برگزیدہ ہیں۔

نوٹ:- مترجمین انجیل نے یہ غلطی کی کہ عبرانی محاورہ کا لفظی ترجمہ کر دیا اور دنیا میں یہ تصور پھیل گیا کہ وہ "خدا کے بیٹے" اسی طرح تھے جس طرح آدمی یا جانور اپنے باپ کا بیٹا ہوتا ہے۔ حالانکہ عبرانی میں "ابن اللہ" اچھے یا خدا والے انسان کو، اور "ابن الشیطان" شریر انسان کو "سانپ کا بچہ" مکار انسان کو کہتے ہیں اور بہت سی زبانوں میں یہ استعارہ پایا جاتا ہے۔

(۴) چونکہ اس زمانے میں گناہوں کا کفارہ، گناہ کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف جانوروں کو (مقدس) قربان گاہ پر ذبح کر کے اور اس کو جلا کر اس کی خوشبو آسمان کی طرف بھیج کر کیا جاتا تھا۔ اس لئے یہودیوں کے گناہ کا کفارہ عموماً اور حضرت آدم کی نافرمانی کا کفارہ خصوصاً اس طرح کیا گیا کہ خدا نے اپنے برگزیدہ ترین شخص (اپنے بیٹے کو بقول اناجیل) اس دنیا میں بھیجا اور اس کو سولی پر چڑھوا کر، خوش ہوا اور آدم کا گناہ جو نسلاً بعد نسل انسانیت کو داغدار بناتے ہوتے تھا اسے معاف کر دیا۔ اس طرح خدا نے ایک بے گناہ انسان کے ذریعے کفارہ ادا کر دیا لیکن یہودیوں کا خیال ہے کہ مسیح معصوم نہ تھے۔ ورنہ انہیں خدا ہرگز سولی نہ دیتا۔

(۵) یہودی یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے دادا ابراہیم اور خدا کے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا

Marfat.com

ہے کہ آخر کار خدا صرف یہودیوں کو دنیا کی قوموں میں سربلند کرے گا لیکن یسوع ناصری نے مزدوروں کی تمثیل سے بتایا کہ خدا صرف یہود کا خدا نہیں وہ کل مخلوق کا خدا ہے اور اچھے برے سب سے محبت کرتا ہے۔ خدا کی رحمت سب پر یکساں محیط ہے۔ اور (جیسا کہ یہودیوں نے زردشتیوں سے سیکھا تھا کہ خدا کی بادشاہت آسمان پر ہے اور زمین پر اہرمن کی حکومت ہے) یسوع نے فرمایا کہ اس دنیا میں بھی خدا کی بادشاہت آجاتے گی۔ بشرطیکہ کل انسانوں سے رواداری اور محبت کو کام میں لاؤ اور صرف ماں یا بیٹے اور خاندان ہی تک اپنی فیاضی و محبت کو محدود نہ رکھو۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں سے یہودیوں کے نسلی افتخار و برگزیدگی اور خاندانی یکجہتی کے تصور پر ضرب کاری لگتی تھی اور انہوں نے یسوع پر یہ الزام لگا کر کہ وہ رومی سلطنت کے باغی ہیں اور اپنے کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں انہیں سزا دلوانے میں کوتاہی نہیں کی۔

(۶) انہوں نے دولت اور دولت مندی دونوں کی برائی کی اور کہا کہ دولت مند کا جنت میں داخل ہونا اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ کسی اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا۔ اسی بنا پر اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ دولت کی مساوی تقسیم کے حامی (یعنی سوشلسٹ) تھے۔

(۷) وہ یہودی تھے اور عہد قدیم پر پورا ایمان رکھتے تھے۔

نصرانیت کی شکست

موجودہ سائنٹیفک ترقی سے بہت پہلے نصرانیت کو اسی وقت شکست ہو چکی تھی۔ جب ایک بے دین بادشاہ قسطنطین کی سیادت میں یہ طے کیا جانے لگا کہ حقیقتاً اصلی نصرانیت اور نصرانیت کا اصول کیا ہے اور لطف یہ ہے کہ وہ لوگ جو مذہب کی حقیقت سے آشنا تھے اور واحد خدا کے تصور کو عام کرنا چاہتے تھے مثلاً آریوس وغیرہ وہی مجلس نصاریٰ کی رائے میں ملحد و کافر قرار پاتے اور توحید باری تعالیٰ کی جگہ ایک ایسی چیز نے لے لی جو عام لوگوں کی بھی سمجھ سے باہر تھی۔ یعنی باپ اور بیٹا دونوں ایک ساتھ تھے اور ایک دوسرے سے زمانے کے لحاظ سے آگے پیچھے نہ تھے۔ یہ غلطی محض "ابن اللہ"

Marfat.com

کے محاورے کے نہ سمجھنے کی وجہ سے تھی جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

نصرانیت کی یہ سب سے بڑی شکست تھی اس لئے اس کی وجہ سے نصرانیوں میں ایک مذہبی جماعت یعنی کلیسا نے علم و عقل کا اجارہ حاصل کر لیا اور رسول عربی کے زمانے تک (اور نصرانی ملکوں میں اب تک) وہ عقل سے دور لے جانے اور علم کو اپنے غیر عقلی طریقے پر چلانے پر مصر رہے اور خواہ کوئی شخص کتنا ہی خدا کو باپ مانے، لیکن جب تک کلیسا کو ماں نہ تسلیم کرے اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شروع ہی سے نصرانیت میں ایک انتشار برپا ہو گیا۔ نسطوری، سامی قوم کے تھے۔ یعقوبی مصری تھے اور دوناتی بربر تھے۔ یہ سب تثلیث پرستوں کے نزدیک ملحد تھے۔

انیسویں صدی کے انکشافات نے مسیحی دنیا میں اور زیادہ خلفشار پیدا کر دیا۔ امریکہ کی دریافت نے یہ بتا دیا کہ زمین چپٹی نہیں بلکہ گول ہے۔ مسلمانوں نے پہلے ہی کائنات کے لامتناہیت کو اپنے علوم ہندسہ و نجوم و ریاضی و طبعیات سے عالم آشکارا کر دیا تھا۔ لیکن جب مثلثات و مخروطات، جبر و مقابلہ۔ مناظر و مرایا، جر ثقیل اور کیمیا کا علم یورپ پہنچا اور عربوں کی شیشہ گری نے دوربین و خوردبین کی شکل میں ظہور کیا، اور کاغذ کی فراوانی نے عوام کو علم کے دروازے پر لا کھڑا کر دیا تو نصرانی انجیل نویسوں کے بہت سے معجزات اور معتقدات غلط ثابت ہونے لگے۔ کلیسا نے بہت زور لگایا کہ اس علمی اور عقلی رد کو روکے لیکن اب حال یہ ہے کہ بقول مارجوری بوون:-

"نصرانیت مردہ ہو چکی ہے۔ اب اس کی تنقید کرنا ایسا ہے کہ گویا مردہ گھوڑے پر چابک مارنا۔"

(کلیسا اور سوشل ترقی۔ دیباچہ۔ تھنکرز)

یہی مصنفہ اچ جی ولز کا ایک قول نقل کرتی ہے کہ اس سے بڑا اور کوئی ظلم نہیں ہو سکتا کہ پیدا ہوتے ہی بچہ کی آنکھیں نکال لی جائیں۔ منشا اس کا یہ ہے کہ مدارس میں جو مذہب کے نام پر خرافات پڑھائی جاتی ہے وہ بچوں میں سوچنے کی صحیح صلاحیت پیدا کرنے کی جگہ ان میں عقل ہی کی روشنی کو بجھا دیتی ہے اور یہ سب ایک منظم مذہبی جماعت کرتی ہے جسے "کلیسا" یا "چرچ" کہتے ہیں آخر میں کہتی ہے۔

Marfat.com

دنیا کے نقصان کے لئے نصرانیت پھر اسی طرح زندہ رہ گئی جیسا کہ وہ پہلے "اصلاح نصرانیت" اور انقلاب فرانس ۱۷۷۹ء سے بچ گئی تھی۔ یہ نہ صرف سائنس کے حملہ سے بچ گئی بلکہ "تنقید اعلیٰ" سے بھی بچی رہی جس نے یہ ثابت کر دیا کہ بائیبل اس سے زیادہ الہامی نہیں جتنا کہ شکسپیئر شاعر یا بیٹ ہوون موسیقار تھا۔ جب یہ علماء کے پیش کردہ حقائق کا انکار نہ کر سکی تو اس نے خندہ پیشانی سے سائنس اور علم کو تسلیم کر لیا تاکہ اس کا اقتدار باقی رہے۔ اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم بھی یہ سب باتیں جانتے تھے۔ لہذا نصرانیت کی صداقت پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔"

"کلیساؤں کو استعارہ اور تمثیل پھر معین ثابت ہوتے یعنی کتاب پیدائش بہرحال "سچی" ہو سکتی ہے۔ سات دنوں سے مراد سات قرن ہو سکتے ہیں۔ اور آدم کی پسلی سے حوا کا پیدا ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ عورت مرد کی مددگار ہوتی ہے۔ اور گویا وہ اسی کا ایک جزو ہے۔ یہ دونوں جنت سے نکالے گئے یعنی علم سے مسرت ضائع ہو جاتی ہے۔ اولین گناہ (پیدائشی گناہ) کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں عالمگیر بدی کا تصور قدرتی طور پر موجود ہے اور کفارہ اور قربانی کا یہ مطلب ہے کہ انسان اپنی قسمت یا مقدر کو ہر حال میں درست کرنا چاہتا ہے۔ محبت (یعنی مسیح) اسے مصیبتوں سے بچا سکتی ہے۔۔۔ خدا نے ان ابدی صداقتوں کو پرانی اساطیر کے مسالے سے تیار کر کے الہام کیا۔ یعنی کنواری سے بچہ پیدا ہونا۔ اس کا مر جانے کے بعد زندہ ہونا، ستارہ، تین عقلمند آدمی، معجزات، غضبناک خیر محض یا خدا کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے خیر محض یعنی مسیح ہی کو ایذا دینا، اسے قربانی کا بکرا بنا کر سولی دے دینا" (ص ۸۲)

نصرانیت اور یہودیت میں فرق

(۱)۔ یہودیوں نے اپنے مخصوص خدا۔ یہود کو عام طور پر بائبل میں ایک خونخوار ظالم خدا دکھایا ہے جو سوائے یہودیوں کے کسی پر رحم نہیں کھاتا، بلکہ یہودیوں پر بھی خفا ہو کر قتل عام کا حکم دے دیتا ہے۔ لیکن نصرانی تصور ایک رحمت و محبت کا تصور پیدا کرتا ہے اور صرف یہودی اقوام پر نہیں بلکہ وہ ہر قوم پر جو یسوع کو انسانی گناہ کا کفارہ سمجھے

اپنی رحمت کے دامن میں لے لیتا ہے۔

(۲) یہودیت صرف یہودی نسل کے لوگوں کے لئے تھی لیکن نصرانیت رومن سامراج کی پیداوار تھی، اور غلاموں اور بے کسوں کی ہمدرد تھی جس میں نہ صرف مصری تصور ہے (کہ خدائے نجات دھندہ عزیر یا اوسی رس (OSIRIS) جو اگرچہ قتل کر دیا جاتا ہے۔ مگر پھر زراعت کی طرح پیدا ہو جاتا ہے۔ اور مردوں پر حکومت کرتا اور انصاف پھیلاتا ہے) بلکہ یونانی تصور بھی شامل ہے کہ جس طرح (دایونی سی اس کو دیوزادوں (TITANS) نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ لیکن وہ پھر جی اٹھا اور روحوں کی دنیا کا حاکم ہے۔ زرتشتی تصور بھی قریب قریب یہی تھا کہ جاڑوں کے ختم پر مہر منیر (متھرا) اپنے پرستاروں پر آب و تاب سے ظاہر ہوتا ہے اور قدرت کی ہر چیز کو زندگی عطا کرتا ہے اس پر افلاطون کے فلسفہ کا بھی اثر پڑا جو عالم مثال کو حقیقی علم بتاتا تھا اور موجودہ دنیا میں غلاموں کی محنت و مشقت کو ایک سطحی چیز یعنی محض فریب تصور قرار دے کر ان بے چاروں کو غلامی پر قانع رکھنا چاہتا تھا۔ اس میں رواقیوں (Stoics) کے فلسفہ کا بھی اثر تھا جو انسانی اخوت اور مساوات اقوام کا سبق دیتے تھے اور ترک لذات پر زور دے کر عقل اول (لوگاس۔ نطق و عقل) یا دین فطرت کی پیروی کرنا سکھاتے تھے۔ فیلو (PHILO) یہودی تھا اور سکندریہ میں یونانی فلسفہ اور مختلف مذاہب عالم کے سنگم پر رہنے کی وجہ سے اس تصور کو عام کرنے لگا تھا کہ لوگاس یا عقل اول ہی خدا کا عکس ہے۔ یہی خدا کا اکلوتا بیٹا ہے یعنی یہ ایک "دوسرا خدا" ہے جو انسان اور خدا کے درمیان کی شفاعت کرنے والی کڑی ہے اور علم و نیکی اسی عقل اول سے حاصل ہوتی ہے جو مادی دنیا سے نجات دے کر ابدی زندگی اور وصال الٰہی سے فیض یاب کرتی ہے۔

اور چونکہ رومی سلطنت کی سختیوں سے تنگ آ کر یہودیوں میں یہ عام خیال پھر تازہ ہو گیا تھا کہ ایک بادشاہ (مسیح) پیدا ہو کر ہماری سلطنت قائم کر دے گا اور رومی غلامی سے نجات دلائے گا۔ اس لئے یہودی بھی پھر مسیح کے منتظر تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہودی سمجھتے تھے کہ مسیح اس دنیا میں بادشاہت دلانے کے بعد ایک ہزار سال

تک امن وانصاف واقتدار۔یہود کو قائم رکھے گا اور زندہ رہے گا، لیکن نصاریٰ (جن میں اکثر پہلے یہودی تھے) جب انتظار کر کے تھک گئے اور مسیح کے حواریوں کی زندگی کے زمانے میں یسوع خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھ کر یہودی سلطنت قائم نہ کر سکے تو انہوں نے ایک ہزار سال تک دجال (Anti- christ) کا انتظار کیا۔اور ۱۰۰۰ء میں دجال کی آمد کے خوف سے ہزاروں عیسائی آگ میں کود کر زندہ جل گئے لیکن دجال نہ آیا۔اب یہ تصور ہے کہ مسیح نے آسمانی بادشاہت قائم کی ہے۔یہودی اس بات کو نہیں مانتے اور اپنی دنیاوی سلطنت کے قیام کے لئے اب تک مسیح کے منتظر ہیں۔

اس تصور کے ماتحت عیسائیوں نے ہر اس شخص کو جو دنیاوی مصائب سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا یہ دعوت دینا شروع کر دی کہ نجات دہندہ (مسیح) آ چکا ہے اور بخلاف نسلی یہودیت کے انہوں نے ہر شخص کو جو دکھ سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہو مسیحی بنانا شروع کیا۔بدھ مذہب کے بعد دنیا میں یہ دوسرا مذہب تھا جس نے عام طور پر ہر انسان کو اپنے اندر ایک تصور کے ماتحت لوگوں کو داخل کرنا شروع کیا۔یعنی یہ دوسرا تبلیغی مذہب تھا جو دنیا میں پیدا ہوا۔

(۳)۔یہودیوں میں ربیوں اور احبار کی ایک مخصوص جماعت ہوا کرتی تھی۔جو نصرانی کلیسا یا مذہبی جماعت کی طرح یا ہند کے برہمنوں، اور ایران کے دستوروں اور موبدوں کی طرح مذہبی قانون کی رکھوالی کرتی تھی اور قانو موسوی کی شرح کیا کرتی تھی۔مسیحیوں میں پہلے یہ جماعت نہ تھی۔فولتیر کہتا ہے۔

"یسوع قانون موسوی کے ماتحت پیدا ہوتے تھے اسی قانون کے ماتحت ان کا ختنہ ہوا تھا۔انہوں نے اپنے اوتار ہونے کا راز کبھی ظاہر نہیں کیا۔انہوں نے۔یہودیوں سے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ کنواری سے پیدا ہوتے ہیں انہوں نے کسی کو بپتسمہ نہیں دیا۔نہ انہوں نے اپنی زندگی میں کوئی مذہبی جماعت (کلیسا) قائم کی۔" (والیٹر کی لغت فلسفہ ۱۷۶۴ء)

(۴)۔یہودی قانون موسوی پر عمل کرتے تھے لیکن رومی کلیسا نے غیر۔یہودیوں (Gentiles) کو نصرانی بنانے کے لئے قانون موسیٰ کی پابندی ہٹا دی تھی۔حقیقت

Marfat.com

میں خود۔یہودیوں پر یونانی فلسفہ اور رومی قانون و معاشرت کا ایک اثر پڑا تھا کہ ان میں ایک جماعت قانون موسیٰ کو قطعی چھوڑ چکی تھی۔ عرصہ تک مقدس کی قربان گاہ پر سور کا ذبیحہ ہوتا رہا تھا اور لوگوں نے یونانی اکھاڑوں میں ورزش کرنے کے خیال سے ختنہ کرانے کو بھی معیوب سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ بہرحال نصرانی مذہب نے اپنی ترقی کا یہ ذریعہ قرار دیا کہ قانون موسیٰ کو ماننا بھی ضروری سمجھا اور مصلحت کی بنا پر سور کھانا اور ختنہ نہ کرانا بھی اختیار کر لیا۔

بعث بعد الموت کا تصور عہد نامہ قدیم میں قطعی نہیں ہے۔ اگر جزا و سزا کا ذکر ہے تو اسی دنیا میں گناہ گار کی اولاد کو جزا و سزا دینے کا ذکر ہے۔ مثلاً طور سینا پر خدا نے خود اپنی انگلی سے پتھر پر یہ قانون کندہ کیا تھا "کہ اے موسیٰ میں تیرا خدا ایک غیور خدا ہوں اور باپ کے گناہوں پر تیری چوتھی نسل تک بچوں کو سزا دوں گا۔" البتہ اس مبہم الفاظ میں یہ ذکر ضرور ہے کہ چند مخصوص اور برگزیدہ بندوں کو آئندہ زندگی میں عام لوگوں سے بہتر زندگی کی آرزو ہے لیکن نصرانیت میں آئندہ زندگی اور جنت و دوزخ کا تصور بھی موجود ہے جو زرتشتیوں سے ماخوذ ہے۔

(۶) یہودیت میں جس طرح معجزات بھوت پریت اور شعبدہ بازی کا ذکر ہے وہ سب انجیل میں بھی ہے اور جس طرح بار بار یہودی بعل اور دوسرے بتوں کی پوجا کرنے لگتے تھے اور توحید کی طرف مائل کئے جاتے تھے۔ یہ بات نصرانیت میں کلیسا کی "وسیع المشربی" کی وجہ سے باقی نہ رہی۔ ساتویں صدی مسیحی تک ہر گرجے میں مسیح اور مریم کے علاوہ ولیوں اور بزرگوں کے بت رکھے جا چکے تھے اور بقول جے ام رابرٹسن:-

"پرانا مصری و رومی عقیدہ پھر عود کر آیا کہ جس ہستی کی تمثیل بنائی جاتی ہے اس کی روح اس میں آ جاتی ہے اسی لئے بزرگوں سے جو دعائیں کی جاتی تھیں وہ سب ان کے بتوں سے کی جاتی تھیں۔" (مختصر تاریخ نصرانیت ص ۱۴۸)

مسیحیوں اور مجوسیوں کی عصری حالت

اس زمانے میں نصرانیوں میں سخت ذہنی انتشار پھیلا ہوا تھا اور ایک کو نسل کے بعد

Marfat.com

دوسری کونسل مختلف عقائد پر فتوے صادر کر رہی تھی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس دور کی پوری تاریخ میں نصرانی و مجوسی تصورات کی کشمکش کا صحیح جائزہ لیں تب ہی یہ معلوم ہو گا کہ قرآن نے جو تعلیم دی ہے وہ دینی پس منظر کے اعتبار سے کتنی مکمل اور صاف ہے۔ مسیحی کفر سازیوں کی مجمل حالت یہ تھی۔

(۱) ۳۲۱ء میں نکائیہ کی کونسل نے آریوس کو کافر و ملعون قرار دیا۔ اس کا خیال تھا کہ مسیح خدا کا مثیل و ہمسر نہیں ہے۔ نہ خدا اور مسیح ایک ہی جوہر سے ہیں۔ نہ مسیح بیٹا ہونے کی وجہ سے قدیم ہو سکتا ہے لیکن کونسل نے فیصلہ کیا کہ مسیح بھی خدا ہے اور قدیم ہے، خدا سے الگ ہے۔ پھر بھی ایک ہی ذات ہے۔ دونوں ایک ہی جوہر سے ہیں۔

(۲) ۳۸۱ء اپولی نے ایس کو قسطنطنیہ کی کونسل نے اس لئے کافر قرار دیا کہ وہ کہتا تھا کہ یسوع انسانی روح نہ تھی۔ صرف خدائی روح تھی اور مریم خدا کی ماں تھیں۔ یعنی مسیح خدا تھا۔ لیکن کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ اگرچہ وہ خدا تھا مگر انسان بھی تھا (یعنی مریمؑ یسوع انسان کی ماں تھیں)

(۳) ۴۳۱ء میں افیس کی کونسل نے نسطوریس کو نہ صرف کافر بلکہ یہود غدار سے بھی زیادہ ملعون قرار دیا۔ اس لئے کہ وہ کہتا تھا کہ مسیح کی فطرت انسانی تھی اور خدائی بھی۔ وہ کہتا تھا کہ مریم کو خدا کی ماں نہ کہو بلکہ یسوع کی ماں کہو اس لئے کہ یسوع انسان تھے۔ اگرچہ ان میں خدائی روح بھی تھی۔ یہی نسطوری ساسانی حکومت کا دست راست بن گئے اور ایشیا میں نصرانی کہلاتے۔ کونسل نے نسطوریس کو کافر کر کے بتایا کہ مسیح کی دونوں فطرتیں ایک ہی ہیں۔

(۴) ۴۵۱ء میں خالسیدون (CHALSIDON) کی کونسل نے یوتی خنیس (EUTYCHES) کو کافر بنایا جو نمبر (۲) کی طرح یہ تعلیم دیتا تھا کہ مسیح میں صرف خدائی روح تھی۔ یہ یک جوہری (MONO PHYSICIST) کہلاتے تھے۔ مصر میں ان کی کثرت تھی۔ یہ قبطی کہلاتے تھے۔ اور مسیح میں خدا اور مسیح کی انسانی روح اس

Marfat.com

طرح ترکیب پاتے جانے کے قائل تھے کہ "من تو شدم تو من شدی" کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ بعد میں یہی جماعت یعقوبی کہلائی۔ بہرحال کونسل نے فیصلہ کیا کہ مسیح کی دونوں فطرتیں اگرچہ ایک ہی ہیں لیکن الگ الگ بھی ہیں۔

اب ان چاروں فیصلوں کو ملایئے تو نتیجہ انسانی سمجھ سے باہر ہے۔ (یعنی (۱) مسیح واقعی خدا اور قدیم ہے۔ (۲) وہ انسان بھی ہے (۳) خدا کی دونوں فطرتیں ایک ہی ہو گئی ہیں اور ایک ہی ہیں (۴) اگرچہ الگ بھی ہیں۔ غرضیکہ اصلی نصرانیت نے عوام کے قدیم توہمات کا جامہ پہن کر ایک مخلوط عقیدہ بنالیا تھا، جس میں خدا یسوع اور مریم کی تثلیث بنا کر تین خداؤں کا مجموعہ تیار ہو گیا تھا۔ بعض فرقے روح القدس یا لوگاس یا کلمہ (عقل اول) کو بھی خدا یا خدا کا جز مانتے تھے۔

ان کی نظری بحثوں اور خدا اور مسیح و مریم کے متعلق موشگافیوں نے عوام کے لئے موت کا دروازہ کھول دیا تھا۔ ذرا بھی کسی کو لغزش ہوئی تو وہ فنا کر دیا جاتا تھا۔

اس زمانے میں مجوسی دنیا کا بھی یہی حال تھا۔ مانی اور مزدک ختم کیے جا چکے تھے اور سرکاری ثنویت کے خلاف زبان کھولنا جرم تھا۔ ہند میں انکار و اقرار، الحاد و ایمان کے جتنے اقسام ہو سکتے ہیں سب پیدا ہو چکے تھے اور دیوتاؤں کی پیدائش اور ان کے مجسم ہونے کے خیالات نے عوام کو ہزاروں فرقوں میں بانٹ دیا تھا۔

بہرحال مسیحی دنیا میں یہ تصور عام تھا کہ آدم کی موت ان کے گناہ کا نتیجہ تھا اور ان کا گناہ نسلاً بعد نسل برابر منتقل ہوتا رہے گا۔ تاآنکہ کوئی شخص خدا کے بیٹے کی قربانی پر ایمان نہ لاتے۔ حتیٰ کہ وہ بچے (اور نیکوکار انسان) جو بغیر پتسمہ لئے مر جائیں وہ بھی دائمی جہنم میں جلیں گے۔ پھر اس سے بحث نہیں تھی کہ مقدمہ اولیٰ صحیح ہے یا نہیں یہ تو مان ہی گیا تھا کہ مسیح ابن اللہ ہیں۔ بحث یہ تھی کہ بچہ ہونے کے بعد خدا کی ماں کنواری کیسے رہ سکتی ہے۔ لہٰذا جس نے اس میں شک کیا وہ کافر قرار دیا گیا اور جواب دینے والوں نے بالکل منطقی بات کہی کہ مسیح تو صرف نور تھے اس لئے جس طرح شیشے سے روشنی آتی جاتی ہے اور شیشہ باقی رہتا ہے اسی طرح مسیح بھی پیدا ہو گئے اور ان کی ماں کنواری کی کنواری رہیں۔

Marfat.com

غرض کہ مصری اور بابلی نسل کے لوگوں نے یونانی فلسفے اور لوگاس سے ٹکر کھا کر ایک عجیب خلفشار پیدا کر رکھا تھا اور مشکل یہ تھی کہ خدا کو واحد مانیں تو مسیح خدا نہیں رہتا اور اگر مسیح کو خدا مانیں تو وہ توحید ختم ہو جاتی ہے جو تورات کی بنیادی تعلیم تھی۔

شہادت مسیحؑ

اس وقت قرآن کا فیصلہ جس صفائی کے ساتھ دیا گیا وہ نہایت موزوں اور حشو و زوائد سے پاک ہے۔ قرآن نے کہا کہ مسیح خدا کے بیٹے نہ تھے۔ وہ انسان تھے اور مریم کے بیٹے تھے۔ مریم معصومہ تھیں اور جو یہودی ان پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں وہ غلط ہے۔ خود حضرت عیسیٰ کا پیغام یہ تھا کہ خدا میں کسی کو شریک نہ کرو۔ اس کا کوئی رشتہ دار نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ شاہ حبشہ نے اسلام کے اس تصور کو سچ جانا اور ان کو پناہ دی۔ مسیح قتل (یعنی ذلیل) نہیں ہوتے بلکہ رفع (یعنی بلند مرتبہ) کر دیئے گئے۔ یعنی اللہ نے انہیں شہادت کا درجہ دیا۔ اسی استعارہ کو قرآن نے کئی جگہ کہا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مرتے ہیں وہ ہمیشہ کی زندگی پاتے ہیں اور گو بظاہر مردہ ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں اللہ ان کا درجہ بلند کر کے انہیں عام انسانوں کی طرح زندہ رکھتا ہے حتیٰ کہ وہ کھاتے ہیں اور فرحت جسم و دماغ حاصل کرتے ہیں ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم اللہ) اسی لئے یہ بھی کہا کہ یہودی شبہ میں ہیں کہ حضرت مسیحؑ مر گئے وہ زندہ ہیں۔ جس طرح سب شہید زندہ جاوید ہیں۔

المبشرؐ اور عالمی معلومات

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ آنحضرت صرف مکہ میں رہ کر بھی احوال عالم سے واقف ہو سکتے تھے۔ اس لئے کہ مکہ کل قوموں کی تجارتی گزرگاہ اور کل مذہبوں اور ذہنی تصورات کا مرکز بن گیا تھا۔ اس کے علاوہ آنحضرت نے اپنے تجارتی سفروں میں کل اقوام کے ادیان اور ان کی معاشرت پر گہری نظر ڈالی تھی اس کا ثبوت ان تجارتی سفروں سے بھی ملتا ہے جو آپؐ نے کئے تھے اور ان مکتوبات سے بھی ملتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے دولت مدینہ کے بانی اول کی حیثیت سے مختلف بادشاہوں اور سرداروں کو ۹ھ میں لکھے تھے۔ لہٰذا بعض ناواقفوں کا یہ کہنا کہ وہ صرف بحیرا راہب یا کسی نصرانی سے نصرانیت کو جان سکتے تھے غلط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف نصرانیت سے واقف تھے، بلکہ یہودی، زرتشتی اور ہندی مذاہب پر ناقدانہ نظر رکھتے تھے۔

مصدقین یوم الدین پر مشرکین مکہ کا نرغہ

۶۱۱ء میں فارس والوں کا قیساریہ پر قبضہ ہو چکا تھا۔ اور مشرقی رومی سامراج کے بڑے بڑے شہروں پر فارسی فوجیں قبضہ کر چکی تھیں۔ ہرقل نے اس سامراج کی فرسودہ عمارت کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن عام تعیش فرقہ بندی اور غلامی نے عوام کو بزدل اور کمزور کر دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ٹھیک اس وقت جبکہ مصدقین یوم الدین کو قریش مکہ پریشان کر رہے تھے۔ ۶۱۴ء میں بیت المقدس بھی فارسیوں کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ صلیب مقدس اور بطریق اعظم دونوں تیسیفون (Ctesiphon) پہنچائے جا چکے تھے اور صلیب پرستوں کو ذلت و خواری کے کنارے پہنچا دیا گیا تھا۔ جو تجارت مکہ سے گزر کر ان ملکوں کو جاتی تھی وہ بند ہو گئی تھی۔

مکہ والوں نے دیکھا کہ المنذر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انقلاب بپا کرنے کا وہ وقت چنا ہے جبکہ نہ صرف تجارت بلکہ زیارت و حج بھی بند ہو رہا ہے۔ اس لئے انہوں نے باغی غلاموں اور کمزور رشتہ داروں پر مظالم کی انتہا کر دی۔ غلاموں کو زندہ داغا جانے لگا۔ بلال کو دھوپ میں وزنی پتھر کے نیچے لٹایا جاتا۔ عمار بن یاسر کو گرم ریت پر لٹا کر کوڑے برسائے جاتے۔ ان کی ماں سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابو جہل نے برچھی مار کر ہلاک کر ڈالا۔ صہیب رومی کو مارتے مارتے پاگل بنا دیا۔ اور یثرب جاتے وقت سب مال چھین لیا۔ جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جلتے ہوئے کوئلوں پر بھونا۔ ابو فکیہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسی میں باندھ کر کوچہ و بازار میں گھسیٹا اور ایک گبریلے کیڑے کو لا کر کہا کہ یہ تیرا خدا ہے۔ زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابو جہل نے مارتے مارتے اندھا کر دیا۔ اور ام عُبیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتنا پٹیں کہ زندگی بھر کے لئے بیکار ہو گئیں۔

آزاد شرفا بھی اس تعذیب سے نہ بچے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے چچا نے رسی میں باندھ کر خوب پیٹا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العوام کو چٹائی میں لپیٹ کر اتنا دھواں دیا گیا کہ دم نکلتے نکلتے رہ گیا۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خوب پٹے اور سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے چچا عمر بن الخطاب نے جانوروں کی طرح رسی میں باندھ کر قید کر دیا۔

لیکن ان سب نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنی آزادی ضمیر کو کسی ایذا دہی کے مقابلے میں چھوڑ دیتے اور اللہ کی خواجگی سے انکار کر کے دوسرے آقاؤں یا دیوتاؤں کو اس کا شریک بناتے یا بعث بعد الموت کی تصدیق نہ کرتے۔

خود المبشر صلی اللہ علیہ وسلم کا استہزاء و تعذیب

ابولہب خاندان سے الگ ہو گیا تھا۔ اس کی بیوی جان کی بھوکی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر شہر کے لفنگوں اور اوباشوں نے المنذر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے لونڈوں کو ابھار دیا تھا کہ جب آپ نکلیں ان پر پتھر برساؤ۔ راستہ میں کانٹے بچھاؤ اور موقع پا کر لیکن بنو ہاشم کی نظر بچا کر جسمانی ایذائیں پہنچاؤ۔ قرآن کی ہر بات کا مذاق اڑاؤ اور باہر سے آنے والوں سے کہہ دو کہ محمد مجنون ہے تاکہ کوئی ان کے قریب نہ جائے۔

ان حالات میں کوئی معمولی شخص ہوتا تو ہمت ہار جاتا۔ لیکن المبشر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مقصد تھا اور اس مقصد کے لئے بڑی سے بڑی قربانی ہیچ تھی۔ قرآن میں بار بار یہ حکم آ رہا تھا کہ ان لوگوں سے منہ پھیر لو۔ اعراض کر لو۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اسی لئے آپ نے نہایت متانت سے یہ مظالم برداشت کئے اور دوسرے ملکوں کے اللہ والوں سے رشتہ جوڑنا شروع کر دیا۔

یاد رہے کہ بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ عرب اس وقت تیار تھے۔ اور ان میں بحیثیت ایک قوم کے یہ صلاحیت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ انقلاب کر دیں۔ یہ سراسر نہیں تو بہت بڑی حد تک غلط ہے۔ میوڈ نے کیا خوب کہا ہے کہ "مٹی تو ہر جگہ موجود ہے

Marfat.com

لیکن ضرورت ایک صناع کی ہے۔ ایک ایسے کوزہ گر کی تخلیقی قوت ہی اس مٹی میں جان ڈال سکتی ہے جس کا ایک مقصد ہو، جس میں ہمت و جوش ہو اور جو مٹی کی مختلف حالتوں سے واقف ہو کر ان میں صنعت کے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کر سکے۔"

اسی لیے ہمارا یقین ہے کہ آنحضرت نے اس مردہ مٹی میں جان ڈالی ہے نہ کہ وہ مردہ مٹی خود بخود کوزہ بننے کو تیار بیٹھی تھی۔

مسئلہ شفاعت و کفارہ

اس زمانے میں یہ خیال عام تھا کہ ایک اللہ، جو کل کائنات کا خالق ہے، ضرور موجود ہے لیکن ہمارے دیوی دیوتا اور کاہن و پجاری اس اللہ سے سفارش کر سکتے ہیں۔ یہی خیال نصرانیوں میں بھی تھا کہ خدا اپنے بیٹے کی قربانی کر کے لوگوں کے پیدائشی گناہ کو معاف کر سکتا ہے۔ المبشر نے بذریعہ وحی فرمایا کہ رحمان کی اجازت کے بغیر نہ تو کوئی سفارش کر سکتا ہے اور نہ کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا کفارہ بن سکتا ہے۔ جو کرے گا وہ بھرے گا لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔

۸۸۔ الغاشیہ۔ عدل و احسان

المبشر نے زبان قرآن سے فرمایا کہ لوگو ایک دن اللہ کے پاس جانا ہے اور وہاں اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا ہے قیامت (الغاشیہ) ضرور آنے گی لہذا عدل و احسان کرو اور ظلم و کنجوسی سے باز آؤ۔

۷۸۔ النبا۔ بڑی خبر

پھر فرمایا کہ سب سے بڑی خبر (النبا العظیم) یہی ہے کہ قیامت آنے والی ہے اس مسئلہ پر بہت سے لوگوں میں اختلاف ہے۔ بہت سے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ لہذا جتنا چاہو ظلم کرو۔

۷۶۔ الدھر

Marfat.com

اچھوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ خدا کی محبت میں مسکینوں یتیموں اور اسیروں کی مدد کرتے ہیں اور یہ کام کسی بدلے کی امید میں نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو جنات نعیم ملیں گی اور خدا ان سے خوش ہو گا۔"

جبر واختیار

ہذا اے لوگو تم وہ راستہ اختیار کرو جو نیکی کا راستہ ہے۔ تمہیں اختیار دیا گیا ہے کہ اپنے حواس و عقل کا شکر ادا کرو اور اسے صحیح طور پر لاؤ۔ اور یہ بھی اختیار دیا گیا ہے کہ ناشکرے (کفور) بن جاؤ اور بت پرستی و خود ستائی میں پڑ کر تاریکی (کفر) میں گر جاؤ۔ پہلا راستہ جنت کا ہے۔ دوسرا دوزخ کو لے جاتا ہے (۷۶۔ الدھر)

۵۵۔ الرحمان۔ جنت۔ حوریں۔ شراب

لوگو یہ کلام اس رحمان نے سکھایا ہے جو نصرانیوں کا ہی نہیں ہمارا بھی خدا ہے۔ جنت میں ایسا عیش و مسرت ہو گا جو خواب و خیال میں بھی پیدا نہیں آ سکتا۔ بس یوں سمجھ لو کہ شرماتی ہوئی عورتیں، بہار کا موسم، دور شراب اور سلام سلام کے نغمے جو لطف پیدا کر سکتے ہیں وہ ان سے بھی بلند ہو گا۔ جو نہ آنکھ نے دیکھا ہے نہ کان نے سنا ہے۔ وہاں کوئی لغو اور بیہودہ گفتگو نہ ہو گی۔ نہ وہاں جھوٹ کا گذر ہو گا۔ (۵۵۔ الرحمان)

سورۃ ق۔ بعث و یوم الجزا

"یاد رکھو کہ خدا کا قانون اٹل ہے (مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ) کہ ہر عمل کی جزا ہے۔ بروں کو یقیناً جہنم میں جانا ہو گا اور جس طرح سبزی مر جاتی ہے اور پھر پیدا کی جاتی ہے اسی طرح تم بھی مٹی میں مل کر پھر پیدا کئے جاؤ گے (کذالک الخروج) میں تم سے زبردستی یوم جزا کو نہیں منوا سکتا۔ پہلے بھی ایسی قومیں مثل اصحاب الایکہ، قوم تبع، ثمود، عاد، قوم فرعون اور اخوان لوط کے گزری ہیں جو یوم جزا کی قائل نہیں تھیں۔ دیکھو وہ اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے کیسی تباہ ہوئیں۔ وہ بھی کہتے تھے کہ مٹی میں مل جانے کے بعد کون زندہ کر سکتا ہے (أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ) مجھے تو حکم ہے کہ جو کچھ تم

Marfat.com

مظالم کرو اس پر صبر کروں۔ لیکن یاد رکھو کہ میں تمہیں تاریخی مثالیں دے کر سمجھاتا ہوں اگر راہ راست پر نہ آئے تو ان ظالم قوموں کی طرح تم بھی مٹ جاؤ گے۔

خدا ہمارے نہایت قریب ہے

خدا ہماری رگ جان سے زیادہ قریب ہے۔ وہ دلوں کا حال جانتا ہے وہی قیامت میں جزا و سزا دے گا۔" (۵۰۔ق)

موذیوں کی جماعت

آنحضرت کی دعوت کا ایک اچھا نتیجہ ضرور نکلا کہ خود کفار قریش یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ ہماری حالت کیا ہے اور ہمیں کس طرح اسلامی تحریک کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ جب کبھی کوئی ہادی اور مصلح ایک اصلاحی پروگرام لاتا ہے تو ہمیشہ ارتجاعی ذہنیت والوں پر ایسی ہی ہذیانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہ اپنی برائیوں اور جکڑ بندیوں سے چھوٹنے کی بجائے اپنے مصلح کو جبر و زور سے فنا کر دینا چاہتے ہیں۔ آج بھی دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔

غرض کہ ابولہب کی صدارت میں ایک مجلس بیٹھی اور کعبہ کی پنچایت کے پچیس مالکان یا سردار غور کرنے لگے کہ کس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست دی جائے۔ ابھی ان کے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ بنوہاشم اور بنوالمطلب سے مقابلہ کرنا آسان نہیں اور حرب فجار وغیرہ میں جو کمزوری پیدا ہو گئی تھی وہ بھی اس خانہ جنگی سے روک رہی تھی۔ غرض کہ پروگرام یہ بنا کہ کمزوروں کو مار پیٹ کے ذریعے اپنی راہ پر ڈالا جائے اور خود آنحضرت کا مذاق اڑایا جائے تاکہ لوگ یوم الدین کی جزا اور سزا کی تصدیق سے باز آ جائیں اور المبشر کو معمولی کاہن یا ساحر سمجھنے لگیں۔

ولید بن مغیرہ نے کہا کہ میں نے بیسیوں کاہنوں کا کلام سنا ہے۔ لیکن کہاں ان کے زمزیم اور غیب دانی کے دعوے اور کہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدھی سیدھی باتیں اور ایک نیا تصور۔ مرنے کے بعد یہ ہو گا۔ وہ یہ تو نہیں بتاتا کہ کل پانی برسے گا یا نہیں۔

Marfat.com

اور سفر کے لئے یہ دن اچھا ہے یا نہیں، یا اونٹنی کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ یا انتقام لینے میں کس دیوتا سے مدد ملے گی۔ وہ تو ان سب باتوں کو من گھڑت اور شیطانی بتاتا ہے۔

لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم بھی اس کی پڑھنت (قرآن) کو سحر اور منگھڑت باتیں (افترا) بتائیں گے اور کہیں گے کہ یہ باتیں تو ویسی ہی ہیں جیسے ہمارے ساحر کہتے ہیں یا شاعر سناتے ہیں۔

ولید نے کہا وہ تو جادوگری کو بھی وسواس الخناس کہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ رب الناس ان کو جہنم میں بھیجے گا اور شاعروں کی طرح وہ گپ شپ نہیں ہانکتا بلکہ پرانے قصے سنا کر کہتا ہے کہ سب کا مطلب یہ ہے کہ ساحروں اور شاعروں پر لعنت بھیجو اور صرف خدا کی غلامی پر سب متفق ہو جاؤ۔ ارباب من دون اللہ کی غلامی کو مٹادو اور مفلسوں کو کھانا کھلاؤ۔ وہ نہ جادوگروں کی طرح بال الجھائے ہوئے گندگی میں رہتا ہے نہ ان کی طرح ان کی صورت خوفناک ہے۔

تو ہم اسے مجنون کہیں گے اور لوگوں سے کہیں گے کہ اس کا جن اس پر ہر وقت سوار رہتا ہے وہ پاگل پن میں مختلف باتیں بکتا رہتا ہے۔ کوئی اس کی باتیں نہ سنے۔ مگر ولید نے کہا کہ حاجیوں اور تاجروں کے سامنے یہ بات بھی نہ چلے گی۔ وہ محمدؐ کے کلام سے سمجھ لیں گے کہ یہ جن یا شیطان کی باتیں نہیں ہیں بلکہ صاف بولی (عربی) میں سمجھ میں آنے والی باتیں ہیں۔ آخر وہ لوگ حیران ہو گئے کہ کس طرح اس تحریک کو روکیں۔

دنیوی لالچ عتبہ بن ربیعہ کی پیش کش

مشرکوں نے جب یہ دیکھا کہ المنذر صلی اللہ علیہ وسلم کے جہنم اور المبشر کی جنت نے بہت سے لوگوں کو ان کی طرف مائل کر دیا ہے تو انہوں نے عتبہ بن ربیعہ سردار قریش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ یہ ایک شریف آدمی تھا اور کلام عرب کا ماہر تھا اور کہا کہ "اے محمدؐ اس ہنگامہ آرائی سے تمہارا کیا منشا ہے؟ اگر تم دولت چاہتے ہو تو ہم دولت جمع کر دیتے ہیں۔ اگر عزت چاہتے ہو تو مکہ بھر کے تاجروں اور پجاریوں کا سردار مان لیتے ہیں۔ اگر کسی حسینہ کو چاہتے ہو تو اس سے نکاح کرا دیتے ہیں۔ ورنہ اگر

Marfat.com

کسی جن یا آسیب نے ستا رکھا ہے اور اس کا اثر تمہارے دماغ پر ہے تو ہم اس کا علاج کرائیں تاکہ تم اچھے ہو جاؤ اور مکہ والوں کو بھی امن نصیب ہو۔"

المبشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان میں سے کسی چیز کی خواہش نہیں۔ نہ یہ کلام کسی جن یا شیطان کا ہے کہ کوئی مقصد نہ ہو، نہ کچھ سمجھ میں آتے۔

حم - تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت اٰیتہ قراٰناً عربیاً لقوم یعلمون۔ بشیراً ونذیراً فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون

اے انسان یہ اس "رحمان" کی طرف سے دل پر نازل ہوا ہے جو نہایت مہربان ہے۔ "یہ علم" خفیہ نہیں ہے کہ سحر سمجھو بلکہ صاف صاف دلیلیں ہیں اور سمجھ میں آنے والی پڑھنت یا زبان ہے تاکہ تم اس کو سمجھ سکو اس پر عمل کرو۔ یہ کلام جنت کی بشارت ان لوگوں کو دیتا ہے جو نیک عمل کریں اور بد عملی پر اصرار کرنے والوں کو جہنم اور تباہی سے ڈراتا ہے لیکن تم لوگ نہیں سننا چاہتے اور اس نصیحت سے منہ پھیر لیتے ہو۔

عتبہ نے پہلی مرتبہ براہ راست یہ کلام آنحضرت سے سنا تھا۔ اس میں نہ تو پیشین گوئی تھی نہ غریب دانی کا دعویٰ تھا وہ سمجھ گیا کہ المبشرؐ نے جو تحریک شروع کی ہے اس میں مکہ والوں ہی کا فائدہ ہے۔ وہ یہ بھی مان گیا کہ جب تک کل قبیلوں میں اتحاد اور کل انسانوں میں مساوات کی روح نہ ہو۔ وہ بے غرضی سے ترقی کا دروازہ نہیں کھٹکھٹا سکتے۔ وہ واپس گیا۔ اور حقیقت حال سے قریش کے سرداروں کو آگاہ کیا۔ اور کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمدؐ کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ کامیاب ہو گیا تو ہماری سرخروئی ہو گی مارا گیا تو قصہ ختم ہو جائے گا۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو چل گیا اور انہوں نے مصدقوں کو پہلے سے زیادہ ستانا شروع کر دیا۔

Marfat.com

ملک حبشہ کے نصرانی اور بنو المطلب

چوتھی صدی مسیحی میں اتھاناسیوس (Athanaseus) سکندریہ کا بطریق تھا اس نے ۳۳۰ء میں حبشہ کے دارالسلطنت آکسیوم (Auxume) میں پہلا بشپ بھیجا تھا۔ اس ملک کی نصرانیت کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ مسیحی فرقہ پرستوں کی لڑائیوں سے دور تھی۔ یہاں قدیم زمانے سے یہودی تجارت کرتے تھے۔ اور حبشیوں کا قول ہے کہ ملکہ بلقیس جو حضرت سلیمان سے ملی تھی وہ حبشن تھی اور شاہان حبشہ اس کی اولاد سے ہیں۔ مسلمان مہاجرین جب ساتویں صدی عیسوی میں یہاں پہنچے تو آکسیوم کافی رونق پر تھا اور اس کا بندرگاہ ادولس (Adolis) تھا۔ پانچویں صدی مسیحی میں یہاں مسیحی راہبوں کی ایک جماعت نے بود و باش اختیار کر لی تھی۔ اور ان کا اس ملک پر گہرا اثر قائم ہو گیا تھا۔ ورنہ نصرانیوں کے مختلف فرقوں میں ایک عجیب انتشار تھا۔ آریوس کو ۳۲۵ء میں محض اس لئے نکایئہ کی کونسل نے کافر قرار دے دیا تھا کہ وہ مسیح کو قدیم نہیں مانتا تھا بلکہ اسے خدا کا پہلا مخلوق کہتا تھا جو عدم سے وجود میں لایا گیا ہے۔ اتھاناسیوس کے ہم خیال خدا اور مسیح کو ایک ہی جوہر سے ہم ذات سمجھتے تھے اور قدیم، غیر مخلوق، لوگاس یا کلام مانتے تھے۔ یعنی مسیح خدا کا اوتار تھے اور عدم سے وجود میں نہیں آتے تھے۔ یہ کلمہ ۳۸۱ء میں قبول کر لیا گیا تھا اور یونانی مشرقی کلیسا کا سنگ بنیاد بنا۔

شہنشاہ جسٹی نین اول (Justinian) کی درخواست پر ۵۲۵ء میں شاہ حبشہ نے یمن کے نصرانیوں کی مدد کے لئے یمن پر حملہ کیا اور فتح کے پچاس سال حکومت کی اور ان کا اس تجارتی راہ پر قبضہ ہو گیا جو سیلون اور ہند سے ہوتی ہوتی یمن تک آتی تھی۔ اسی زمانے میں ابرہہ حبشی گورنر نے مکہ پر حملہ کیا تھا تاکہ بت خانہ کعبہ کو ڈھا دے یا اسے مسیحی گرجا بنا دے۔

عبدالمطلب بن ہاشم اور حملہ آور نصرانیوں سے دوستانہ گفتگو ہوتی تھی اور عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ نے واپس کر دیئے تھے۔ شاید اسی زمانہ سے بنو ہاشم کی

تجارت بنو ہاشم کی تجارت یمن اور حبشہ سے جاری تھی اور نصرانی اقوام دے دوستی بھی اسی خاندان کے بزرگوں نے قائم کرائی تھی۔

ملک حبشہ کا نوروز

یہاں یہ بھی نوٹ کر لینا کہ مسلمانوں نے رجب ۵ نبوی میں حج اصغر کے موقع پہ ہجرت کی تھی۔ یہ مہینہ ہمیشہ ستمبر میں ہوا کرتا تھا۔ حبشہ میں جو سال جاری تھا وہ بھی رجب کے مہینہ میں یکم۔ مسکرم (۱۱ ستمبر) سے شروع ہوتا تھا۔ حبشہ کی جنتری میں ۱۲ مہینے تیس تیس دن کے ہوتے ہیں اور آخری مہینہ ۵ یا ۶ دن کا ہوتا ہے اور ہر چوتھے سال ایک دن بڑھانے کا بھی قاعدہ ہے۔ گویا ان کی جنتری شمسی ہے اور ان کی بہار اس وقت ہوتی ہے جب ایران میں نوسردہ اور ہند میں دسہرہ ہوتا ہے اور ملک بھر میں نوروز کا میلہ بہت شان سے منایا جاتا ہے۔ اس ملک میں باہر سے نمک اور یمن سے سوتی کپڑے اور چادریں اور مکہ سے چمڑا جایا کرتا تھا۔ اور اس کے بدلے میں حبشی غلام، سونا، ہاتھی دانت حبشہ سے آتا تھا۔ غرضیکہ عربوں کی رحلۃ الشتاء کا یمن اور حبشہ سے خاص تعلق تھا اور دونوں جگہ نصرانی اللہ کو رحمان یا رحمانان کہتے تھے جو اس زمانے کے یمنی کتبوں سے اب پورے طور پر منکشف ہو گیا ہے۔

رحمان سے مکہ والوں کی نفرت

چونکہ ابرہہ کے حملے کے زمانے سے نصرانیوں کے اقتدار اور ان کے دیوتاؤں اور خداؤں سے ایک قسم کی نفرت پیدا ہو چکی تھی۔ اس لئے جب قرآن میں اللہ کے لئے رحمان کا لفظ استعمال ہوا تو مکہ کی مخالف نصاریٰ پارٹی نے فوراً یہ رائے قائم کر لی کہ اب المبشرؐ نصرانیوں سے ساز باز کر کے کعبہ کو گرجے میں تبدیل کرنے والے ہیں اسی لئے انہوں نے "رحمان" کو "اللہ" کا مترادف ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم نہیں جانتے وہ کون ہے شاید وہ یمامہ کا ایک باشندہ ہے۔

رحمان اور اللہ

Marfat.com

اسی زمانے میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے پہلی مرتبہ بلند آواز سے کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر سورہ رحمان کی تلاوت کی۔ مکذب پہلے تو سنتے رہے۔ آخر ان کے منہ پر طمانچے مارنا شروع کیے۔ ان کا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ لیکن وہ پڑھنے سے باز نہ آئے اور پوری سورت ختم کر کے چھوڑی۔ مکذبین کو خیال ہوا کہ نصرانیوں کا خدا رحمان ان کے کعبہ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اس کی سخت مخالفت شروع کر دی اور کہنے لگے کہ ہم رحمان کو نہیں جانتے۔ (قالوا وما الرحمن) (الفرقان)

ہجرت حبشہ اولی

آخر المبشر نے یہ اجازت دی کہ جو لوگ ترک وطن کر سکتے ہوں وہ خفیہ طور پر تیاری کر لیں اور رجب ۵ نبوی میں حج اصغر کے موقع پر حبشہ کے تاجروں کے ساتھ نکل جائیں اس وقت جن مصدقوں پر خاص طور پر مظالم ہو رہے تھے ان میں صرف بارہ آدمیوں اور چار عورتوں کو نکل جانے کا موقع ملا۔ ان میں مختلف خاندان کے لوگ تھے اور یہ سب بعد میں اسلام کے سچے خدمت گزار ثابت ہوئے۔ عثمانؓ بن عفان مع اپنی بیوی رقیہؓ بنت رسول کے اس قافلہ میں تھے۔ اسی عتبہ کا بیٹا ابو حذیفہؓ بھی ان مہاجروں میں تھا جس نے قریش کی طرف سے آ کر آپ کو بادشاہت پیش کی تھی۔ اس میں زبیرؓ (المبشرؐ کے پھوپھی زاد بھائی) اور مصعبؓ بن عمیر عبدری بھی تھے۔ (آخر الذکر وہی ہیں جو بدر میں مسلمانوں کی طرف سے بنو عبدالدار سے لڑنے نکلے تھے۔ گویا رحمان پرستوں کی طرف سے اسی قبیلہ کا ایک سردار لڑ رہا تھا جو اپنے کو خانہ کعبہ کے بندے یا بنی عبدالدار کہتے تھے) عبدالرحمان بن عوف بھی تھے جنہوں نے رحمان کی بندگی اختیار کر لی تھی اور عشرہ مبشرہ میں تھے۔ ان کے علاوہ ابو سبرہؓ (آنحضرت کے پھوپھی زاد بھائی) عبداللہ بن مسعود آنحضرت کے خادم خاص اور دیگر چند بزرگ بھی تھے۔

غرضیکہ بارہ مرد اور چار عورتیں، رجب کے پرامن مہینے میں غالباً تاجروں کا بھیس بنا کر یا تاجروں کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے اور شعیبہ کی بندر گاہ پر پہنچے۔ وہاں سے حبشہ جانے والی ایک کشتی میں سوار ہو کر حبشہ پہنچ گئے۔

Marfat.com

(زاد المعادج ۱۔ ص ۲۴)

یہاں یہ یاد رکھیئے کہ ماہ حرام رجب کا زمانہ تھا۔ اس میں حج اصغر ہوتا تھا اور قتل و غارت گری حرام تھی۔ قریش اسی زمانے میں رحلتہ الشتاء (سردی کا تجارتی سفر) کیا کرتے تھے۔

اسم رحمان اور استہزاء

مکذبین نے مارپیٹ ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس سے سخت حربہ استعمال کرنا شروع کیا۔ کوئی کہنے لگا کہ محمدؐ شیطان کا رسول ہے اس پر بھی ایک جن آتا ہے۔ وہ قرآن سکھاتا ہے یہ بھی سحر یا کہانت ہے۔ آپ بذریعہ وحی جواب دیتے کہ یہ کلام شیطان کا نہیں اللہ کی طرف سے آتا ہے اور ایک پاکیزہ ہستی جسے ملک، رسول یا فرشتہ کہتے ہیں وہ لاتا ہے۔ بلکہ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے جنت ماوٰی کے قریب افق پر صاف صاف دیکھا ہے۔ میں رسول اللہ (اللہ کا پیغام سنانے والا) ہوں خدا پرستی سکھاتا ہوں۔

پھر کہنے لگے کہ یمامہ میں ایک شخص رحمان رہتا ہے۔ وہ آپ کو قرآن سکھاتا ہے۔ اس لئے رحمان نہ تو عربی لفظ ہے نہ ہم اللہ کو رحمان کہتے ہیں۔ یہ بات سورہ رحمان کے نازل ہونے کے بعد کہی جانے لگی۔ آنحضرت جواب دیتے اللہ کہو یا رحمان کہو بات ایک ہی ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل)، جتنی قوموں میں، جتنی زبانوں میں اللہ کے مختلف اچھے اچھے نام ہیں وہ سب اللہ کے نام ہیں (طا۔ ھا۔ کلیم) اللہ دو نہیں ہیں۔ اگر نام بہت سے ہوں تو موسوم کئی نہیں ہو جاتے۔ وہ ایک ہی رہتا ہے۔ وہی اللہ ہے وہی رحمان ہے وہی خدا یا گاڈ ہے لیکن قریش ان دونوں باتوں کے صلح حدیبیہ تک منکر رہے۔ ایک یہ کہ المبشرؐ اللہ کے رسول ہیں۔ دوسرے یہ کہ دوسری قوموں میں جو اللہ کے نام ہیں وہ عربی زبان میں رائج ہوں اور رحمن کو اللہ کا مترادف مانا جاتے۔

المبشرؐ کا منشا یہ تھا کہ مختلف قومیں جو اللہ کو پوجتی ہیں۔ خواہ کسی نام سے پوجتی ہوں۔ وہ الحاد و شرک کے خلاف ایک محاذ بنالیں۔ اس لئے رحمان کا لفظ زیادہ تر نصارٰی سے مخاطب ہو کر کہا گیا تھا اور اس کا اثر بھی اچھا ہوا۔ اس لئے کہ شاہ حبشہ نے مہاجرین حبشہ کو

Marfat.com

رحمان پرست سمجھ کر پناہ دی اور ان کو قریش کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔

علم غیب عدل واحسان اور رحمان

جب مشرکوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ آپ کی تعلیم بھی شیطانی تعلیم ہے تو آپ نے فرمایا کہ شیطان یا جن کو علم غیب نہیں ہو سکتا یہ صرف رحمان کو ہے اور شیطانی و رحمانی تعلیم میں یہ فرق ہے کہ شیطان پرست ظلم و نفرت پھیلاتے ہیں جیسا کہ تم مصدقوں کے ساتھ کر رہے ہو، اور رحمان عدل و احسان کی تعلیم دیتا ہے اور خود قرآن امام و رحمت ہے۔

صبر و ثبات کے معنی

پھر آپ نے فرمایا خواہ تم کتنے ہی مظالم کرو یا لالچ دو، میں جانتا ہوں کہ مظالم سے دل برداشتہ ہونا الوالعزمی کے خلاف ہے۔ موسیٰ نے راہ حق میں کتنی مصیبتیں اٹھائیں اسی طرح اور میرے ساتھی ہر سختی کو برداشت کریں گے اور قدیم تعلیمات محبت و ایثار پر عمل کرتے رہیں گے۔ وہ تعلیمیں بھی ہمارے لئے نور و ہدایت ہیں۔ وہ تعلیمیں صحف ابراہیم و موسیٰ زبور وانجیل وغیرہ میں موجود ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف اللہ کو اپنا رب یا آقا مانو اور بندہ ہونے کی حیثیت سے سب انسانوں کو برابر سمجھو۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ ہر کام انسانی فلاح کے لئے ہو گا۔ خود غرضی کی جگہ محبت اور اجتماعی فلاح قائم ہو گی اور دنیا جنت بن جائے گی۔ اس لئے کہ غلام اور آقا کا فرق مٹ جائے گا اور انسان کی تخلیقی قوتیں آزاد ہو کر انسانیت کے بھلے کے لئے کام کرنے لگیں گی۔

تعذیب واستہزاء

غرضیکہ مصدقوں کے سامنے یہ سخت ترین آزمائش کا زمانہ تھا۔ مشرکوں کی ایذا رسانی اور استہزا کی حد ہو گئی تھی۔ ابھی خدا پرستی کے پودے کی کونپلیں ہی نکلی تھیں کہ باد سموم کے جھونکوں نے اسے خشک کر دینے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ یاد رکھئے کہ جب کبھی ایسے دور سے کوئی بھی تحریک گزر رہی ہو تو اس کے لئے صحف قدیمہ کی

تعلیم صبر و ثبات ہی کام دے سکتی ہے اور نفرت کی جگہ موعظت حسنہ یا بدرجہ مجبوری خاموشی سے مصیبتوں کو جھیل لینا ہی مفید ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کے اس دور میں بار بار المبشر کو الوالعزمی اور بردباری کے ساتھ اعراض عن الکفار اور انتظار کی تعلیم دی گئی ہے۔ انتظار اس بات کا تھا کہ نصرانی یا دوسری خدا پرست قومیں کس حد تک آپ کے پیغام کو لبیک کہتی ہیں مشرکین نے تو حد کر دی تھی کہ نہ صرف مصدقین یوم الدین اور رسالت کو ایذا دی جا رہی تھی بلکہ خود یوم الدین اور رسول اللہ کا مذاق اڑایا جا رہا تھا اور رحمان کے نام سے تو انہیں چڑ ہو گئی تھی۔

۵۳۔ والنجم۔ اس دور کا اہم ترین واقعہ

لات و عزیٰ کا شفاعت پر مکذبین کا اصرار

مکذبین نے جب یہ دیکھا کہ باوجود ظلم و ستم کے المبشر کی جماعت بڑھتی جا رہی ہے بلکہ ظلم و ستم ہی اس جماعت کی ترقی کا باعث ہے تو وہ کہنے لگے کہ آؤ سمجھوتہ کر لیں وہ آنحضرت کے پاس آتے اور کہنے لگے کہ ہم ال الہ کو مانتے ہیں۔ جب سمندر میں ہمارے دیوتا ہمارے ساتھ نہیں ہوتے تو ہم اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ ہمارے دیوتاؤں میں خلق کرنے کی قوت نہیں۔ لیکن یہ ہماری روزی کا سہارا ہیں۔ مختلف ملکوں کے لوگ آ کر اپنے اپنے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کعبہ میں کر لیتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا رواداری ہو گی۔ ہم اس پر تیار ہیں کہ ہم ال الہ کو مان لیں اور ان دیویوں کو صرف سفارشی سمجھیں۔ کہ وہ اللہ سے سفارش کر کے دنیوی مصیبتوں کو دور کرا سکتی ہیں۔ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ان کی ماں جنیہ ہے آنحضرت نے ان خرافات کو ماننے سے انکار کر دیا کہ اپنے لئے تو تم لوگ بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ کے لئے بیٹیاں مانتے ہو۔ یہ عجب بیہودہ تصور ہے۔ کہتے ہو کہ ایک طرف اللہ بھی خوش، دوسری طرف جن اور شیطان بھی خوش یزدان و اہرمن دونوں کو پوجو آخر اس میں نقصان ہی کیا ہے، قرآن نے کہا کوئی سفارش کام نہیں دے سکتی اور ایک کا بوجھ دوسرا نہیں

Marfat.com

اٹھا سکتا۔ انسان جو کرے گا وہ پاتے گا (لیس للنسان الا ما سعی۔۔ والنجم)

القائے شیطان یا نفس امارہ

بعض محدثوں کا خیال ہے کہ پہلے تو آنحضرتؐ کی طبیعت اس طرف مائل ہوئی کہ ان دیویوں کو غرانیق علی اور شفاعت کرنے والیاں مان لیں۔ قرآن بھی کہتا ہے وَاِنْ کَادُوْ لَیَفْتِنُوْنکَ عَنِ الَّذِیْ اَوْحَیْنَا الیک لتفتری علینا غیرہ)

یعنی کفار چاہتے تھے کہ آپ وحی الہی کے خلاف ان مکذبین کی طرف جھک جائیں (لقد کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلاً) آپ کو شاید یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ رفتہ رفتہ وہ اس شرک کو چھوڑ دیں گے (النجم)

لیکن خدا نے انہیں اس سمجھوتہ سے محفوظ رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان منحرف نہ کر سکا (سورہ الحج مدنیہ) اس سے پہلے سورہ القیامہ میں آپ کو تاکید کر دی گئی تھی کہ وحی الہی کے بولنے میں جلدی نہ کیا کریں تاکہ جو بات منہ سے نکلے وہ محکم ہو۔ وحی کو قلب رسول میں جمع کرنے اور اس کو درست الفاظ میں بلوانے کا ذمہ خدا نے لے لیا تھا (ان علینا جمعہ وقرآنہ) پھر اس واقعہ کے بعد سورہ طہ کلیم میں فرمایا کہ وحی ختم ہونے سے پہلے بولنے کی جلدی نہ کرنا چاہیے (ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضیٰ الیک وحیہ رکوع)

تم اسے بھول نہیں سکتے۔ اسی جگہ حضرت آدم کی مثال دے کر سمجھایا گیا ہے کہ جلد بازی میں وہ بھی شیطان کے وسوسے میں آگئے تھے اور بہک گئے تھے لیکن خدا نے معاف کر دیا (طہ رکوع ۷) (ابن سعد ۷ ۱۳-۱۳۸)

سمجھوتہ کی خبر ۵ نبوی

لیکن مشرکین نے یہ خبر مشہور کر دی کہ آنحضرت سے سمجھوتہ ہو گیا اور شوال ۵ نبوی میں یہ خبر حبشہ پہنچ گئی اور تارکین وطن خوش خوش مکہ لوٹ آئے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ مکذبین کی شرارت تھی۔ لہذا عبداللہؓ بن مسعود جو کسی کی حمایت میں رہنا پسند نہیں

کرتے تھے حبشہ واپس چلے گئے اور بقیہ اصحاب نے دوسروں کے جوار میں مکہ ہی میں رہنا پسند کر دیا۔ (طبقات ابن سعد ص ج ۱۲۷۔۱۳۸)

والنجم: جیسی کرنی ویسی بھرنی:۔علت و معلول کالزوم

مکذبوں اور نصرانیوں کے نظریہ شفاعت اور نظریہ کفارہ سے اسی زمانے میں بار بار انکار کیا گیا اور کہا گیا کہ لیس للانسان الا ماسعیٰ نہ تو کوئی دیوتا سفارش کر سکتا ہے نہ کوئی قربانی بد عملی کو اپنے خون سے دھو سکتی ہے۔ ہر عمل کی جزا لازمی و یقینی ہے۔ یہ دنیا دار المکافات ہے عمل صالح ہی سے ترقی ہو سکتی ہے ورنہ دوسروں کا عمل تمہارے لیے کار آمد نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ تم چاہو تو اپنا رستہ بنا سکتے ہو۔ اور سربلند ہو سکتے ہیں (والنجم)

عمل سے زندگی سے بناؤ

اسلام پر یہ اتہام ہے کہ اس نے قسمت پر شاکر رہنا اور بے عملی کی زندگی سکھائی ہے۔ اس کا بنیادی پتھر ہی عمل صالح ہے جو ایک معین مقصد کے ماتحت ہو۔

نصرانی تعلیم کا اسلامی تصور متشابہات

المبشر نے اہل حبشہ کے ذریعے مختلف نصرانی قوموں کو جو قرآنی تعلیم اس زمانے میں دی یا جو لوگ ہجرت حبشہ ثانیہ کرنے والے تھے ان کو دی، وہ یہ تھی۔ (دیکھئے سورہ کہف)

"اللہ کو بیٹے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ دنیا والے یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہماری ملکیت کا کون وارث ہو گا۔ اگر بیٹا نہ ہوا تو یہ دولت کس کے کام آئے گی۔ یا کسی سے لڑائی ہو تو بیٹے ساتھ دیتے ہیں۔ لیکن خدا کو موت نہیں وہ حی و قیوم ہے۔ اسے وارث کی ضرورت نہیں۔ وہ قادر و توانا ہے اسے مددگار کی ضرورت نہیں۔ وہ مریم کا شوہر نہیں۔ نہ مسیح ابن اللہ تھے اور اگر اللہ کا جز ہوتے تو انہیں موت نہ آتی۔ اللہ کا کوئی رشتہ دار یا ہمسر نہیں ہے۔"

رہا یہ سوال کہ مسیح علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے تو یقیناً آپ کا باپ خدا ہو گا۔ اس کا یہ جواب دیا کہ وہ خدا جو مٹی سے آدم کو بے ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے جس نے زکریا جیسے بوڑھے اور اس کی بانجھ بیوی کو اولاد دی وہ اس پر قادر ہے کہ کسی عورت سے بے باپ کے بیٹا پیدا کر دے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔

خدا کی عظمت و قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ مردہ زمین سے کھیتی اور زندہ انسان سے مردہ بچہ پیدا کرتا ہے۔ وہ سبز درخت سے آگ پیدا کر دیتا ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہی مرنے کے بعد جب تم مٹی میں مل جاؤ گے اور نسیاً منسیا ہو جاؤ گے تو دوبارہ قیامت میں اٹھائے گا۔ دیکھو اس طرح کا قصہ خود تمہاری کتابوں میں اصحاب الکہف والرقیم کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ سینکڑوں سال مردہ رہنے کے بعد وہ زندہ ہو گئے (دیکھئے سورہ ۱۸ الکہف) تو ان چیزوں پر حیرت کی کیا بات ہے۔ خدا مردوں کو زندہ کرتا ہے تو کیا یہ نہیں کر سکتا کہ کسی کو بے باپ کے پیدا کر دے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ مسیح کے باپ کا نام قرآن میں مذکور نہیں اور اسی طرح کہ مشابہ تعلیم انجیل میں بھی ہے تو تم اس متشابہ آیت کو مان کر یہ نتیجہ نکالتے ہو کہ مسیح کا باپ اللہ تھا۔ یہ کہنا سراسر غلط ہے۔ تم اس ملتی جلتی آیت کو تو مانتے ہو مگر اس محکم آیت کو کیوں نہیں مانتے جس میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ خدا کسی سے پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ (سورہ ۱۱۲۔ الاخلاص مریم و آل عمران وغیرہ)

(دیکھئے بحث متشابہات۔ فصل دہم سورہ الم۔ آل عمران)

یہاں یہ نوٹ کر لیجئے کہ سیرت نگاروں نے عیسائیوں کے دو وفدوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک مکہ میں اور دوسرا مدینہ میں۔ بہت ممکن ہے کہ سورہ کہف کی وہ باتیں جو سورہ آل عمران میں ہیں، مدینہ میں دوبارہ دہرائی گئی ہوں۔

۶۷۔ الملک۔ غیب کا علم سوائے اللہ کے کسی نہیں۔

اب مشرکین قریش کو پھر بتایا گیا کہ غیب کا علم سوائے اللہ کے نہ تو دیویوں کو ہے نہ ان سے پوچھنے والے ساحروں اور شاعروں کو ہو سکتا ہے اگر

Marfat.com

تمہارے شیاطین اس کی کوشش بھی کریں تو ان کو آگ کے شعلوں سے فنا کر دیا جائے
ان اللہ علیم بذات الصدور لہذا دیویوں اور شیطان کے گرگوں کی بندگی چھوڑو (الملک)

یہ دیویاں کسی چیز کی خالق نہیں

لوگوں جنہیں تم معبود سمجھ کر پکارتے ہو وہ سن تو سکتے نہیں، وہ تمہاری پکار (دعا) کیا سنیں گے۔ تم خود جانتے ہو کہ وہ کسی چیز کے خالق نہیں۔

۴۶۔ حم الاحقاف تحدی برائے تورات و قرآن

دیکھو یہ کلام اسی طرح خدا کی طرف سے ہے جیسا کہ توراۃ ہے۔ یہ نیکوں کے لئے بشارت (انجیل) ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اس طرح کی تعلیم بنا لاؤ۔ ہم نے پہلے بھی یہی تعلیم دی تھی (ائتونی بکتاب من قبل ھذا او اثرۃ من علم ان کنتم صدقین ۵) (۴۶ حم الاحقاف)

غیب کی خبر لانے والے جن اور فرشتے

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب کی خبریں لانے والی ذی روح ہستیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک کو ملک یا فرشتہ کہتے ہیں جو سراسر نور ہوتا ہے اور اس میں حکم الٰہی سے انحراف کرنے کی قوت و صلاحیت نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کو جن کہتے ہیں جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور چونکہ اربع عناصر (آتش و باد و آب و خاک) میں سب سے اونچا درجہ رکھتی ہے لہذا اس میں بڑائی یعنی تکبر کا احساس بدرجہ اتم موجود ہے۔ ان میں نیکی بدی دونوں کی صلاحیت ہوتی ہے یہ بھی فرشتوں کی طرح انسانی نظر سے اوجھل رہتی ہیں اور احکام شرعیہ کی مکلف ہوتی ہیں اور قیامت میں اپنے اعمال کی انسان کی طرح جواب دہ ہوں گی۔ یہ لوگ شعلہ خو ہونے کی وجہ سے متکبر و مغرور ہوتے ہیں۔

انسان (یعنی آدم) مٹی سے بنایا گیا ہے اس لئے اس میں فطرتاً حلم و بردباری پائی جاتی ہے اور اسے انس و محبت کا پتلہ ہونا چاہئے۔ شیطان جو جنوں کا سردار ہے انسان کا پشینی دشمن ہے۔ اس نے ہمیشہ انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اللہ

Marfat.com

والے انسانوں پر اس کی دسترس نہیں ہوتی اور اگر بھولے سے کوئی انسان غلط روی اختیار کر لیتا ہے تو معافی مانگنے یعنی توبہ وانابت کے بعد خدا اسے شیطنت کی راہ سے بچا لیتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کفار قرآن کو کلام شیطان یعنی کلام ساحر و شاعر و کاہن کہتے تھے اور رسول اللہ اسے کلام فرشتہ (قول رسول کریم) من عنداللہ کہتے تھے اور اس کا ثبوت (آیت) یہ دیتے تھے کہ کلام من عنداللہ میں اچھی باتیں ہیں اور کلام من عندالشیطان میں بری باتیں۔ اس کے علاوہ یہ اچھی باتیں دیگر کتب الہیہ میں بھی ہیں۔

اس سورہ سے پہلے کہا جا چکا ہے کہ جنوں کو علم غیب نہیں ہوتا وہ ادھوری باتیں چرا لاتے ہیں۔ موجودہ سورہ حم الاحقاف میں کہا گیا ہے کہ جنوں نے قرآن سنا اور اس پر عمل کیا۔ مقصد یہ ہے کہ جب جن تک قائل ہیں کہ اچھا کلام خدا بھیجتا ہے تو ان شیطان پرستوں کو چاہئے کہ وہ بھی کہانت و ساحری چھوڑ کر قرآن اور دیگر کتب الٰہیہ کو منجانب اللہ مان لیں اور خود آنحضرت کو اس خدائی پیغام کا رسول مان لیں۔ آیات یہ ہیں۔

واذ صرفنا الیک نفراً من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا فلما قضی ولوا الی قومھم منذرین
قالوا یقومنا انا سمعنا کتاباً انزل من بعد موسیٰ مصدقاً لما بین یدیہ یھدی الی الحق والی طریق مستقیم یاقومنا اجیبوا داعی اللہ وامنوابہ (احقاف ع ۴)

اور جب خدا نے رسول کی طرف جن کے لوگوں کو متوجہ کر دیا اور وہ قرآن خاموشی کے ساتھ سننے لگے اور اس کے ختم ہونے پر اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے واپس گئے۔ انہوں نے کہا اے ہماری قوم ہم نے ایسا کلام (قانون یا علم) سنا ہے جو موسیٰ کے بعد آیا ہے اور سب اگلی تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے وہ حق کی طرف اور سیدھی راہ (اسلام) کی طرف لے جاتی ہے۔ اے قوم اللہ کی طرف بلانے والے کو مان لو اور اس کی رسالت کو مانو (احقاف ع ۴)

Marfat.com

مستہزئین قریش کے سامنے دو باتیں تھیں جن کی تکذیب کر کے وہ اپنے شیطانی مذہب کو بچانا چاہتے تھے۔ اول یہ کہ خدا یکتا و یگانہ نہیں ہے بلکہ اس کی قدرت و مشیت میں شیطانوں جنوں اور دیوی دیوتاؤں کو بھی دخل ہے۔ دوسرے یہ کہ خدا اپنے پیغامات شیطانوں اور جنوں ہی کے ذریعے سے بھیجتا ہے۔ اس لئے یہ اس کے رشتہ دار یا شریک مملکت و قدرت ہیں۔ لہذا قرآن بھی یا تو شیطانی کلام ہے یا خود ساختہ (افترا) ہے اس لئے آپ اللہ کے ایلچی نہیں بلکہ شیطان کے ایلچی ہو سکتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ہمارے شیاطین نے ہمیں ہمیشہ یہی بتایا کہ جو چاہو کرو۔ ظلم و قصاص و نسب وغیرہ پر فخر کرو۔ کوئی ایسی قوت نہیں جو دوبارہ پیدا کر سکے اور سزا دے سکے یعنی ہم کسی احکم الحاکمین اور یوم الدین کے تصور کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی ایسی طاقت ہے تو اس کا ثبوت آیت لائیے کہ اس نے آپ کو بھیجا ہے۔

آنحضرت نے معترضین، مستہزئین و مکذبین کو بار بار قرآنی جواب دیئے ہیں اور بتایا ہے کہ :-

۱۔ اگر خدائے واحد اس کائنات کا خالق نہ ہوتا اور دو خدا یا کئی خدا ہوتے تو فساد (CHAOS) پیدا ہو جاتا ہے اور یہ کائنات کائنات (COSMOS) نہ رہتی۔

۲۔ جو ہستی خلق اول کر سکتی ہے وہی خلق جدید کرنے پر بھی قادر ہے۔ لہذا بعث بعد الموت یقینی ہے۔

۳۔ اگر شیطان کے ایلچی ساحر و کاہن ہو سکتے ہیں تو کون سی وجہ ہے کہ خدا کے ایلچی نبی و رسول نہ ہوں۔

۴۔ خدا کے وجود کا ثبوت یہی ہے کہ وہ خالق ہے اور ارباب من دون اللہ نے ایک شے بھی خلق نہیں کی حتیٰ کہ وہ سمع و بصر تک سے محروم ہیں۔ یہی خدا کے وجود کی آیت (نشان و معجزہ) ہے۔

۵۔ جس طرح کاہن و ساحر کا کلام اس کی بری تعلیمات سے شیطانی ثابت ہوتا ہے

Marfat.com

اور یہی اس کی آیت (نشان) ہے اسی طرح اللہ کے رسولوں کا کلام ان کی اچھی تعلیمات کی وجہ سے رحمانی ثابت ہو سکتا ہے یہی کلام شیطان و کلام رحمان کی علامت (آیت) ہے اور اسی کسوٹی پر جانچا جا سکتا ہے کہ کون شیطان کا ایلچی ہے اور کون خدا کا۔

حم الدخان تا السجدہ

ہجرت حبشہ ثانیہ سے پہلے قرآنی زبان میں آنحضرت نے فرمایا: ۔اے مکذبو! اس قسم کے عذاب کا انتظار کرو جو فرعون پر آیا تھا (۴۴۔ الدخان) اے نصرانیوں خدا کا کسی کو شریک نہ بناؤ (الاخلاص) یہ قرآن حق ہے سحر نہیں ہے۔ المبشرؑ نہ شاعر ہے نہ آسیب زدہ (مجنون) وہ اس دین ابراہیمی کی تعلیم دیتا ہے جس میں بت پرستی اور خود پرستی دونوں کفر ہیں (۳۷ والصافات) دیکھو جس طرح کتاب موسیٰ حق پرستی سکھاتی ہے اسی طرح اس قرآن میں بھی طاعت الٰہی اور خیرات کی تعلیم ہے (۳۲ الم السجدہ) اے نصاریٰ میں مسیح کی طرح المبشرؑ ہوں اور رحمان کو خدا مانتا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ اللہ میں یہ قدرت ہے کہ نہ صرف عاقر کو بلکہ کنواری کو بھی بیٹا دے دے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں جو اس طرح پیدا ہوا اس کا باپ خدا ہے (۱۹ مریم) دیکھئے فصل دہم سورہ آل عمران (متشابہات)

قصہ مختصر یہ کہ اللہ ہی میں سب قدرت ہے۔ شیطان اور اس کی ذریات میں کچھ قدرت نہیں۔ سب مخلوق بے بس ہیں۔ علم صرف اللہ ہی دیتا ہے اور یقیناً اس کا قانون عدل و مجازات، ظالموں کو یہاں نہیں تو قیامت پیدا کر کے کیفر کردار کو پہنچاتے گا اور مصدقین یوم الدین کو ان کے اچھے اعمال کی جزا دے گا۔

(یہاں یہ نوٹ کر لیجئے کہ اس زمانے کی سورتوں میں نصاریٰ کے عقائد کا زیادہ ذکر ہے اور روئے سخن مہاجرین حبشہ کے ذریعہ نصاریٰ کی طرف ہو رہا ہے)

Marfat.com

ہجرت حبشہ ثانیہ

مہاجرین حبشہ واپس آتے تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا۔ نہ مکذبین رحمان اور یوم الدین کو مانتے ہیں۔ نہ آنحضرت کو رسول اللہ تسلیم کرتے ہیں نہ خود آنحضرت ان کی دیویوں کو سفارشی مان سکتے ہیں۔ لہذا جب بڑے حج کا زمانہ ذی الحجہ ۵ نبوی میں آیا تو حبشہ والوں کے ساتھ " اور ان کے کئی قافلوں میں محرم ۶ نبوی کے آخر تک تراسی مرد اور گیارہ عورتیں اور بچے حبشہ پہنچ گئے۔ اس مرتبہ اس جماعت کے سردار حضرت جعفر بن ابی طالبؓ تھے۔ ان لوگوں کو وہ سب قرآن یاد تھا جو اس زمانے میں نازل ہوا تھا۔ اس میں زیادہ تر سچی مسیحی تعلیم کا وہ تصور تھا جو قرآن نے بتایا تھا۔ اس کے علاوہ قرآن نے یہ بھی بتایا تھا کہ توراۃ و انجیل بھی نور و ہدایت ہیں اور قرآن ان کا مصدق یعنی خاتم ہے۔ یعنی ان پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

مصدقوں کے خلاف مکذبوں کی سفارت

قریش نے جب یہ دیکھا کہ مصدقین محمدؐ نے اب پھر ان نصرانیوں سے ساز باز شروع کیا ہے جو پینتالیس سال پہلے کعبہ کو ڈھانے کے ارادے سے آتے تھے تو انہوں نے فوراً حبشہ کے بادشاہ کے پاس ایک وفد روانہ کیا۔ اس زمانے میں مکہ کا چمڑا بہترین مال تجارت سمجھا جاتا، وہ بھی نجاشی اور اس کے سرداروں کے لئے بطور نذرانہ کے ساتھ کر دیا۔ حبشہ پہنچ کر عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص بن وائل (جو بعد میں فاتح مصر ہوئے) نے پہلے تو بطریقوں کو تحفے پیش کئے اور کہا کہ بادشاہ سے سفارش کر دو کہ ہماری برادری کے چند لونڈے یہاں بھاگ آتے ہیں وہ ہمارے دین کو بھی نہیں مانتے اور نہ تمہارے دین میں داخل ہوتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ انہیں ہمارے سپرد کر دیں۔ دوسرے دن نجاشی کے سامنے عبداللہ اور عمرو نے اپنی عرضداشت پیش کی تو بطارقہ نے ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ لیکن نجاشی نے کہا کہ پناہ گزینوں کو بھی بلایا جائے

Marfat.com

تاکہ یکطرفہ فیصلہ نہ ہو۔ معتقین نے اپنا لیڈر جعفر بن ابی طالب کو بنایا اور انہوں نے بتایا کہ میں المبشر عربی کا چچا زاد بھائی ہوں۔ اور ہم لوگوں نے یہاں اس لئے پناہ لی ہے کہ ہم جاہلیہ میں بت پرستی کرتے تھے۔ ہمارے اخلاق برے ہو گئے تھے نہ عہد و قسم کی پابندی تھی نہ امانت و صلہ رحم باقی رہا تھا۔ نہ پڑوسی سے حسن جوار سے پیش آتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جو صرف اس اللہ کی پرستش کا حکم دیتا ہے جسے تم رحمان کہتے ہو اور جو مکارم اخلاق کی طرف بلاتا ہے اور حرام باتوں خصوصاً خونریزی (کف عن المحارم والدما) سے روکتا ہے۔ اس پر یہ بت پرست اور کمزوروں کو ستانے والے ناراض ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمیں لے جا کر فتنہ یا دین کو بدلنے پر مجبور کریں۔ ہم نے دوسرے ملکوں پر تیرے ملک کو ترجیح دی ہے اور پناہ لینے اور رحمان کو پوجنے کے لئے یہاں آتے ہیں۔ اس کے بعد کھیعص سنائی جسے سن کر وہ اور سب پادری رونے لگے۔

نجاشی نے یہ سن کر کہا کہ ایسے لوگوں کو پناہ دینا ہمارا فرض ہے۔ یہ رسولؐ اور عیسیٰ دونوں ایک ہی مشکاۃ سے نکلے ہیں۔

دوسرے دن عمرو بن العاص نے کہا کہ خیر آج تو بچ نکلے۔ کل میں ان کا یہ قول کہ وہ عیسیٰ کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں، نجاشی تک پہنچاؤں گا تب ان کو مزہ چکھنا پڑے گا۔

عمرو نے دوسرے دن پھر حاضری دے کر نجاشی سے عرض کیا کہ اے بادشاہ یہ لوگ عیسیٰؑ روح اللہ کے متعلق قول عظیم کہتے ہیں (جعفرؓ نے کہا کہ ہمارے نبی نے یہ بتایا ہے کہ ھو عبد اللہ ورسولہ وروحہ و کلمتہ، القاھا الی مریم العذراء البتول (وہ اللہ کے بندے ہیں۔ اس کے رسول ہیں اس کی روح و کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم کی طرف بھیجا تھا) یہ سن کر نجاشی نے کہا۔ واللہ یہ قول بالکل سچا ہے۔ جاؤ آرام سے رہو۔ پھر سفارت قریش کو ان کے ہدیے واپس کر دئے اور انہیں واپس کر دیا۔ اس کے بعد مسلمان ہمیشہ نجاشی کا ساتھ دیتے رہے اور اس کی فتح و کامرانی پر خوش ہوتے رہے۔ یہی نہیں بلکہ جب وہ مرا تو رسول اللہ نے اس کی مغفرت کی دعا کی اور حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ نجاشی کے مرنے پر یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی قبر سے برابر نور نظر آتا رہا۔

Marfat.com

بہرحال اس طویل قصہ کی لکھنے کی غرض یہ ہے کہ (۱) عام لوگوں کا یہ خیال صحیح نہیں کہ آنحضرت اور مکہ والے یہ نہیں جانتے تھے کہ دنیا میں کون سی قومیں آباد ہیں اور ان کے ادیان کا کیا کلمہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت نے حقیقت ادیان کو سمجھ لیا تھا اور قرآن میں جو کچھ تذکرہ ان ادیان کا ہے وہ اس لئے تفصیلی نہیں ہے کہ جن لوگوں کی طرف روئے سخن تھا وہ تفصیلات سے واقف تھے (۲) چونکہ قرآن بنیادی باتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے مسیح کی الوہیت کا تو قطعی انکار کر دیا لیکن اس مسئلہ کو زیادہ صاف لفظوں میں نہیں کہا کہ مسیح کی سولی دیئے جانے کے بعد وہ کہاں گئے۔ اگرچہ کنایہ یہ بتایا کہ وہ مقتولین کی سبیل اللہ کی طرح زندہ ہیں۔

حضرت ابو بکر کی ہجرت اور واپسی

سفارت قریش کی واپسی پر معدقین پر مظالم کی بوچھاڑ ہو گئی۔ حضرت ابو بکر نے اسیروں یعنی غلاموں اور مقروضوں کو غلامی سے نجات دلانے پر کمر باندھ لی، اور کئی غلاموں اور مقروضوں کو خرید کر یا قرض ادا کر کے آزاد کر دیا۔ ان پر بھی ایک دن حملہ کر دیا گیا۔ آخر وہ بھی مکہ چھوڑ کر نکل گئے۔ لیکن مکہ سے پانچ راتوں کے فاصلہ پر جب وہ برک الغماد پر پہنچے تو ابن الدغنہ، سردار بنو قارہ مل گیا اور اپنے جوار میں انہیں واپس لے آیا۔ قریش نے صرف یہ شرط کی کہ وہ بلند آواز سے قرآن نہ پڑھا کریں۔ لیکن وہ چند روز بعد یہ شرط توڑنے پر مجبور ہو گئے۔ قریش نے ابن الدغنہ سے کہا کہ دیکھو ابو بکر پھر قرآن پڑھ کر روتے ہیں اور ہماری عورتوں اور بچوں پر اس کا خاص اثر پڑتا ہے۔ انہیں روکو۔ ابن الدغنہ نے آکر یہ ماجرا کہا تو آپ نے اس کا جوار واپس کر دیا اور کہا اللہ کا بھروسہ کافی ہے۔ اس کے بعد وہ کئی مرتبہ پٹے۔ لیکن آنحضرتؐ کا حکم تھا کہ صبر و تحمل ہی شان صدیقت ہے اس لئے وہ برداشت کرتے رہے۔

علانیہ تبلیغ کا تیسرا سال ۶ نبوی

مکہ میں علانیہ تبلیغ کے تین سال ختم ہو چکے تھے بڑا حج آیا اور تجارت و زائرین کی

Marfat.com

وہی کساد بازاری رہی جو پہلے تھی۔ اس لئے معاش کی تنگی اور عام بدامنی نے قریش کی جھنجلاہٹ کو اور بڑھادیا۔ شام و عراق کے بازار بند پڑے تھے۔ اب حبشہ والوں سے بھی نفرت بڑھ رہی تھی اور بڑھتی ہوئی بیکاری سے جو غصہ پیدا ہو رہا تھا وہ سب مصدقین پر اتارا جارہا تھا۔

اس زمانے میں چند ایسے واقعات پیش آئے جو اسلام کی آئندہ تاریخ میں بہت پیچیدہ بن گئے مثلاً وحی و رسالت، عصمت انبیاء معجزہ اور اعجاز و قرآن وغیرہ، ہم قرآنی روشنی میں ان مباحث کو درج ذیل کرتے ہیں۔

۵۲۔ الطور تحدی یعنی اللہ کی سب کتابیں معجز ہیں (صرف قرآن ہی نہیں)

المبشر نے دنیا کو سب سے پہلی مرتبہ یہ بتایا کہ علم غیب سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہوسکتا اور وحی جس بندہ پر مہربانی فرما کر غیب کی باتوں کا انکشاف کر دے تو ہوسکتا ہے۔ موجودہ اہل سائنس اور فلسفی سب اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ قوانین قدرت کا انکشاف غور و فکر سے نہیں بلکہ یکایک ایک معمولی انسان پر الہامی طریقے پر کوئی قدرت کا راز ظاہر ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ آگ کا جلانا ہو، یا بھاپ سے انجن بنانا، یا ذرات کو تحلیل کر کے اس سے ایٹم بم تیار کرنا۔

آنحضرتؐ کا یہ دعویٰ نہ تھا کہ قرآن سب انسانوں کے لئے ایک معجزہ ہے۔ یعنی اس میں وہ معلومات ہیں جس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ بلکہ واقعہ دوسرا ہے، اور مفت میں ہزار برس سے لوگوں نے اعجاز قرآن کی ایک بحث شروع کی اور جواب تک ختم نہیں ہوئی۔

بات صرف اتنی ہے کہ کفار مکہ نے جب سوچا کہ اب المبشر کو کس طرح تنگ کیا جائے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تعلیم (قرآن) بھی ہمارے کاہنوں اور ساحروں کی سی تعلیم ہے جو وہ جنوں اور شیطانوں سے سیکھ کر ہمیں سناتے ہیں اور غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔

Marfat.com

لہذا یہ شیطانی کلام ہے اور اس کا لانے والا کاہن یا شاعر ہے۔

المبشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کا علم جنوں اور شیطانوں کو کہاں ہو سکتا ہے اگر ہوتا تو وہ بھی وہی باتیں بتاتے جو قرآن بتاتا ہے۔ یعنی صرف الٰہ کی عبادت کرو اور جنوں شیطانوں، دیوی، دیوتاؤں کی باتوں کو نہ مانو۔ وہ یہ بھی بتاتے کہ مرنے کے بعد زندہ کیے جاؤ گے اور تم سے اعمال کی بازپرس ہوگی۔ جزا سزا ملے گی۔ جہنم یا جنت میں جاؤ گے۔ غرضیکہ غیب کی یہ باتیں خدا بتاتا ہے اور وہی اپنے ایلچیوں کے ذریعے مختلف قوموں کو بتاتا رہتا ہے۔ اگلے زمانہ میں بھی جو خدا کے رسول مختلف ملکوں اور قوموں میں آتے وہ بھی یہی باتیں بتاتے تھے۔ اس طرح کی باتیں بتانے والا اب تک تمہاری قوم میں کوئی نہیں آیا۔ اگر کسی کاہن یا ساحر یا شاعر کو اس بات کا دعویٰ ہو، یا تم اس کے گواہ بن کر اس کے کلام کو پیش کرنا چاہتے ہو تو لاؤ وہ کلام کون سا ہے اور وہ کس ساحر یا شاعر کا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مشرکین اس جواب کو سن کر لاجواب ہو گئے۔ اس کو اعجاز قرآن کی تحدی کہا جانے تو اس کی ابتدا سورہ ۵۲۔ الطور سے ہوتی ہے اور فتح مکہ کے بعد اس بحث کو قرآن نے مکہ والوں کے سامنے ختم کیا ہے۔ اس سورہ کو غور سے پڑھئے۔ اس میں صرف یہی کہا گیا ہے کہ قرآن بھی توراۃ کی طرح ایک قانون حیات ہے۔ اس میں بھی قدیم کتابوں کی طرح صرف اللہ کی عبدیت اور بعث بعد الموت کے بعد جزا و سزا پر زور دیا گیا ہے۔ یہ تعلیم جو سب کتابوں میں یکساں ہے کسی کاہن یا ساحر کی تعلیم نہیں ہے۔ غرضیکہ یہ تعلیم ایسی ہے جو عرب میں اس سے پہلے موجود نہ تھی اور جتنے مشرک تھے اس طرح کی تعلیم کا نمونہ پیش کرنے سے عاجز تھے۔ مقصد صرف قرآن کا معجز ثابت کرنا نہیں بلکہ جملہ کتب اللہ کی تعلیم کفار کے لئے معجز ہے اس لئے کہ شیطانی کلام میں اللہ کی عبدیت، بعث بعد الموت یوم الدین اور نیک عملی کا ذکر ہی نہیں ہو سکتا۔ یہی ثبوت ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ شیطان کی طرف سے نہیں۔ (سورہ الطور)

یوم الدین وحی و رسالت

Marfat.com

اسی سورہ میں یہ بھی بتایا ہے کہ مشرک یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تعلیم المبشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے گھڑ لی ہے۔ اس کا جواب قرآن یہ دیتا ہے کہ یہ کلام اس خالق کی طرف سے وحی کیا گیا ہے جس نے نہ صرف زمین و آسمان بناتے بلکہ خود انسان کو بنایا اور اسے بیان کی قوت دی۔ مشرک بھی اس بات کو دل ہی دل میں سمجھتے ہیں کہ خدائی کلام ہے شیطانی کلام نہیں۔

لیکن انہیں اتنی ضد ہو گئی ہے کہ اگر آسمان بھی گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں گے کہ یہ تو بادل کا ٹکڑا ہے' یہ وحی انسانی کوشش سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ عطیہ الٰہی ہے۔ یہ عطیہ ہر ملک و قوم میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ صرف عرب میں حضرت اسماعیل کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوا کہ توحید الٰہی اور بشارت جنت بعد الموت دیتا۔ پھر سورہ "ص" میں بتایا کہ غرور اور شقاق کی وجہ سے یہ لوگ یوم الدین کی خبر کو جھٹلاتے ہیں ورنہ جانتے ہیں کہ المبشر صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ اور آگے چل کر شوریٰ میں صاف کہہ دیا ہے کہ وحی خدا کے منشاء کا ایک خفیہ پیام ہوتا ہے جو قلب رسول محسوس کرتا ہے کہ پردہ کے پیچھے سے کوئی اشارہ قلبی کر رہا ہے۔

نہ تو قرآن انسانی تصنیف ہے۔ نہ دوسرے لوگوں نے اس میں مدد دے کر اسے بنایا ہے۔ جیسا کہ مشرکین کا خیال تھا کہ بعض نصرانی جو مکہ میں کام کرتے تھے۔ انہوں نے اہل کتاب کے قصے آنحضرت کو سناتے ہیں اور وہ انہیں عربی زبان میں بیان کر دیتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا بیشک وہ اہل کتاب جن کی طرف کفار کا اشارہ ہے' ان قصوں کو اپنی عجمی زبان میں بیان کرتے ہیں۔ لیکن یہ باتیں ان کی تصنیف کردہ نہیں ہیں۔ قرآن بار بار تسلیم کرتا ہے کہ توراۃ و انجیل وغیرہ اللہ کی دی ہوئی ہدائتیں ہیں۔ ان ہی باتوں کو میں عربی زبان میں بیان کرتا ہوں۔ دونوں کا سرچشمہ ایک ہے۔ چونکہ اہل عرب کی سمجھ میں عجمی کلام نہیں آتا' لہذا قدیم خدائی تعلیم کو عربی میں بیان کیا جاتا ہے (النحل ع ۱۴۔ حم السجدہ ع ۵)

سورہ ص : عصمت انبیاء

ایک مسئلہ انبیاء کی معصومیت یعنی شیطان سے محفوظ رکھے جانے کا بیان ہوا ہے۔ کفار کے استہزاء اور تعذیب کے زمانے میں المبشر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ شفاعت کے معاملہ میں ایک بیچ کی راہ نکل آتے اور قریش مسلمان ہو جائیں تو اچھا ہوتا لیکن خدا نے آنحضرت کو اس لغزش سے بچا لیا اور بعد میں جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں بتایا کہ "شیطان ہمیشہ بہکایا کرتا ہے۔ لیکن غلطی سرزد ہو جانے کے بعد اگر صدق دل سے آئندہ نہ کرنے کا عہد کیا جاتے تو خدا معاف کر دیتا ہے۔ مثلاً خدا نے داؤد کی خطا کو معاف کر دیا جبکہ انہیں اچانک ایک فیصلے کے وقت مذمت ہوئی۔ اسی طرح سلیمان علیہ السلام کو دولت کی اتنی محبت ہو گئی تھی کہ وہ اپنی قوم اور ولی عہد کو صحیح قومی اتحاد کی تربیت نہ دے سکا۔ اس غلطی سے اس نے توبہ کی تو خطا تو خدا نے معاف کر دی لیکن ولی عہد ناکارہ تھا لہٰذا اس کے مرنے پر دس قبیلے باغی ہو گئے۔ ان پر ایک غلام بادشاہ بن بیٹھا اور دو قبیلوں کی یہودی سلطنت گویا جسد بے جان کی طرح ۶۰۴ تک باقی رہی۔ آخر بابلی قید میں جا کر وہ بھی ختم ہو گئے۔ اسی طرح ایوب علیہ السلام کو شیطان نے آزمائش میں ڈالا اور خدا نے اس کی مدد کی کہ وہ مستقل مزاج رہا۔" (سورہ ص)

۱۵۔ الحجر: جزائے اعمال سے کوئی نہیں بچ سکتا

اس کے بعد قرآن نے یہ بتایا ہے کہ "محمدؐ المنذر ہیں اور غیب کی یہ خبر عظیم (نبأ عظیم) بتاتے ہیں کہ اللہ الواحد القہار کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ دوبارہ پیدا کرے گا اور نیکوں کو جنت اور حوریں دے گا اور اشرار کو جہنم اور عذاب الیم۔

عصمت و حفاظت مخلصین

محمد فرشتے نہیں" نہ انسان سے کچھ زیادہ ہیں یا غلطی سے پاک ہیں۔ لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ مخلص بندوں تک شیطان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ نہ شیطان کو علم غیب حاصل ہو سکتا ہے اور نہ قرآن میں شیطانی القا کو کسی طرح کا دخل ہو سکتا ہے اور قرآن جو کچھ جزا و سزا کے متعلق کہتا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہ قانون الٰہی ہے۔ یاد رکھو کہ عمل

صالح اور شرک سے اجتناب ہی لقائے الٰہی کا باعث ہو گا۔

"لہٰذا اے اہادیٔ جو کچھ کہا جاتا ہے کھول کر بیان کر اور اپنے آقا (رب) کی حمد و عبودیت میں وقت صرف کر اور مشرکین مکہ سے اعراض کر۔" (سورہ الحجر)

۱۸۔ الکہف۔ نصاریٰ سے خطاب

اب پھر نصاریٰ کی طرف روئے سخن ہے کہ یہ قرآن تمہارے لئے بھی الکتاب یا قانون زندگی مثل توراۃ کے ہے۔

اللہ ہر طرح خلق پر قادر ہے

یاد رکھو اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا لیکن وہ جس طرح چاہے خلق کرے۔ مثلاً اصحاب کہف کو صدیوں تک موت کی سی نیند سلا دیا اور پھر زندہ کر دیا۔ کفار چاہتے ہیں کہ میں قرآن کے دلائل بدل دوں۔ دیکھو میں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ خدا زندہ کرنے پر قادر نہیں کلمات (قوانین) الٰہیہ ہرگز نہیں بدل سکتے (لَا مُبَدِّلَ لکلماتِ ربہ)

ابلیس جن تھا

لوگو تم جن اور اس کی لڑکیوں (لاۃ، منات عزیٰ) کو اپنا شفیع مانتے ہو۔ ابلیس بھی جن تھا۔ لہٰذا جس طرح وہ انسان کا دشمن اور گمراہ کرنے والا تھا۔ اسی طرح یہ دیویاں بھی تمہیں گمراہی میں ڈالے ہوتے ہیں۔ یہ ہرگز شفاعت نہیں کر سکتیں۔ یاد رکھو کہ یہ دیویاں ہوں یا مسیح و مریم ہوں کسی مخلوق کی پرستش تمہارے کام نہ آئے گی۔ قیامت کے دن یہ سب تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور بتائیں گے کہ ہم مجبور ہیں۔

عمل صالح اور شرک سے اجتناب

لہٰذا عمل صالح کے ساتھ ساتھ شرک سے بچو۔ دونوں ضروری ہیں۔ دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک ہو، دوسرا نہ ہو تو بے کار ہے (۱۸۔ الکہف)

اسلام حمزہؓ بن عبد المطلب ۶ نبوی

Marfat.com

ایک دن ابو جہل نے آنحضرت کو اکیلا سمجھ کر گالیاں بھی دیں اور مارا بھی۔ جناب حمزہؓ شکار کھیلنے جایا کرتے تھے اور انہیں مکہ کے معاملات سے زیادہ بحث نہ تھی۔ وہ آنحضرت کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔ واپسی پر ایک لونڈی نے بتایا کہ ان کے بھتیجے پر کیا گذری اور کس طرح وہ گالی مار کے بعد خاموشی سے چلے گئے۔ حمزہؓ بہت شہ زور انسان تھے۔ یہ سنتے ہی ابو جہل کو مسجد حرام میں ڈھونڈ نکالا اور جو کمان ہاتھ میں تھی اس سے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ خون بہنے لگا۔ اسی وقت ہنگامہ ہو جاتا لیکن خود ابو جہل نے معاملہ رفع دفع کر دیا اور کہا کہ واقعی میں نے محمد کو سخت گالی تھی۔ اس وقت حضرت حمزہ نے اعلان کر دیا کہ میں بھی اسی دین پر ہوں جو محمدؐ کا ہے اور میں بت پرستی اور شرک پر لعنت بھیجتا ہوں۔ دیکھوں میرا کوئی کیا کر لیتا ہے۔

مشرکین کا عذاب الہی طلب کرنا

المبشرؐ نے نیکو کاروں کو جنات نعیم اور مشرکوں اور ظالموں، مغروروں اور طاغیوں کو خدائی عذاب سے بار بار ڈرایا تھا اور فرمایا تھا کہ پرانی قومیں نفاق و شقاق، ظلم و طغیان کی وجہ سے تباہ ہو چکی ہیں وہ بھی جزائے اعمال کی پروا نہ کرتی تھیں اور خدا کی منکر تھیں۔ لہذا اگر توحید الہی اور بعث بعد موت کو مان کر نیک عملی نہ اختیار کرو گے تو عذاب الہی آئے گا اور عاد و ثمود، قوم فرعون و لوط کی طرح تباہ کر دیئے جاؤ گے۔

کافروں نے کان ہی تذکروں کی بناء پر ایسا نظر آنے والا نشان (آیت) مانگنا شروع کیا جس سے یہ ثابت ہو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے وقالوا لولا یاتینا بایة من ربہ۔ (طٰہٰ)

خدا کے آیات یا نشانات یا دلائل

آنحضرت نے اس کا قرآنی جواب یہ دیا کہ اللہ کی قدرت کی آیتیں (نشان یا دلائل) ہر جگہ موجود ہیں۔ وہی آسمان سے پانی برساتا ہے۔ اسی نے کل کائنات پیدا کی ہے۔ وہی عادل بادشاہ (ملک الحق) ہے۔ اہل کتاب سے پوچھ لو کہ کس طرح خدا فرعون

Marfat.com

کو اپنے قادر مطلق ہونے کے نشانات موسیٰ کے ذریعہ سے دکھاتے لیکن اس کے پجاری اسے خدا بنائے ہوتے تھے وہ کہتے تھے کہ موسیٰ جو کچھ خدا کی طرف منسوب کرتا ہے یہ محض سحر و نظربندی ہے۔ آخر اس نے موسیٰ کا پیچھا کیا اور خدا کی قدرت سے سمندر میں غرق ہو گیا۔ اس کا دعویٰ خدائی کام نہ آیا۔

خدا کے رسول ہونے کا ثبوت دو

کفار نے کہا ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اور چونکہ خدا سے تمہاری دوستی ہے۔ اپنا گھر سونے کا بنوا لو یا ہم پر مہربانی کرا سکتے ہو تو یہاں ایک دریا بہا دو۔ اگر یہ کچھ نہیں کر سکتے تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دو۔ ہم انکار کرتے ہیں کہ خدا میں اتنی قدرت ہو سکتی ہے، یا تم اس کے ایلچی ہو۔

نفاق و توہم پرستی نشہ ہے

آپ نے فرمایا کہ خدا کا یہ قانون رہ چکا ہے۔ اس پر تاریخ شاہد ہے کہ خدا کسی قوم پر اس وقت عذاب نازل نہیں کرتا جب تک کہ ایک نذیر یا ہادی ان کو راہ ہدایت نہ دکھا دے۔ میں خبردار کر چکا۔ یقیناً تم ذلیل و رسوا کیے جاؤ گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جو قوم نفاق و توہم پرستی میں مبتلا ہوتی وہ تباہ ہو کے رہی۔ ہاں قوم یونس کی طرح توبہ کر لے اور بدعملی کو چھوڑ کر نیک عمل اختیار کر لے تو وہ عذاب الٰہی سے بچ سکتی ہے۔

قرآنی وحی بولنے میں جلدی نہ کرو

یہاں پھر سورہ القیامہ کی طرح کہا گیا کہ قرآنی وحی بولنے میں جلدی نہ کرو۔ پوری وحی قلب میں جمع ہونے کے بعد بول کر سنایا کرو۔ یاد رکھو خدائی قانون عادلانہ ہے اس قانون کے مطابق کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ ہاں جو اپنی عقل کھو کر توہمات کے نشے میں پڑے ہیں وہ ضرور تباہ ہوں گے۔ (طٰہٰ کلیم)

اسلام اور کل دینوں کا پیغام

نہ صرف میرا بلکہ جتنے خدا کے ایلچی گذرے ہیں سب کا یہی پیغام ہے کہ توحید الٰہی کو مانو۔ وحدت دین سے وحدت خیال پیدا ہوتی ہے اور لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ وحدت انسانی یعنی سماجی مساوات ہی میں دنیا کا بھلا ہے اور آئندہ زندگی میں نجات ہے۔ وحدت و مساوات انسانی ہی عدل ہے۔ لہٰذا برائی کا بدلہ بھلائی سے دو۔ کیا یہ مجنوں کی باتیں ہیں۔

۲۳ المومنون

لوگو تم ایک مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ یہ زمین آسمان بیکار نہیں بنائے گئے۔ ان کا بھی ایک مقصد ہے۔ صرف لہو و لعب اور خود پرستی میں تو جانور بھی مبتلا ہیں۔ کیا تمہارے لئے اس سے بہتر مقصد، بلند تر زندگی اور فراغت کاملہ کا تصور قابل قبول نہیں؟ (۲۱۔ المومنون)

اس میں شبہ نہیں کہ ہر رسول بشر ہوتا ہے۔ لیکن قرآن نہ سحر ہے نہ بیہودہ خواب۔ یہ زمین و آسمان ایک اٹل قانون پر چل رہے ہیں۔ انسانی زندگی کا بھی یہی قانون ہے کہ ہر عمل کی جزا ملے اس کے لئے معجزہ مانگتے ہیں۔ رحمان کے کوئی بیٹا نہیں۔ خدا کی خالقیت ہی عاجز کرنے والی دلیل ہے۔ وہ عدل کے ساتھ حکومت کرتا ہے۔ اسی لئے صالح بندے بنو، تو تمہیں بھی خدا حکومت عطا کرے گا۔" (الانبیاء)

۳۶۔ یاسین

آدمی ہی مرسل ہوتا ہے۔ بلا اجرت کے نصیحت کرتا ہے۔ یہ معجزے مانگتے ہیں۔ ان سے کہہ دے کہ جس طرح خدا مردہ زمین کو نباتات سے زندہ کر دیتا ہے اسی طرح وہ خالق مردوں کو پیدا کرے گا۔ ہر مخلوق خالق کا زندہ معجزہ ہے۔ شیطان خالق نہیں (۳۶ یاسین)

۲۶۔ الشعراء: المبشر کی خواہش کہ معجزہ ملے

Marfat.com

اس زمانے کے قرآن سے معلوم ہوتا ہے (سورہ شعراء) کہ آنحضرت کو بھی یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ کوئی ظاہری نشان ایسا دکھا سکتے کہ مشرکین کا منہ بند ہو جاتا مگر قرآن نے صاف صاف کہہ دیا کہ خدا کے وجود کے لئے عقلی دلائل ہی آیات ہیں اور ان لوگوں کے دل اتنے تاریک ہیں کہ اگر کوئی ظاہری نشان بھی دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ نظر بندی ہے جس طرح موسیٰ کے زمانے میں فرعون نے عذاب کی مختلف اقسام کو سحر کہا تھا۔

شعرا شیطنت سکھاتے ہیں

رہا یہ امر کہ وہ سیدھی سیدھی باتوں کو بھی سحر کہتے ہیں اور قرآن کی صاف عبارت کو بھی کلام شیطان یا شعر سمجھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ اہل کتاب سے پوچھیں کہ اسی طرح خدائی کلام پہلے بھی نبیوں کے ذریعے سے مختلف قوموں کو دیا جا چکا ہے اور شعراء کا کلام شیطنت سکھاتا ہے جو کہتے ہیں مگر کرتے نہیں یہی معیار عمل ہے جس پر کلام کو جانچا جاتا ہے۔

اپنے خاندان پر توجہ

اب بہتر یہی ہے کہ ان مشرکوں سے قطعی اعراض کرو اور اپنے خاندان والوں کو اس بات پر تیار کرو کہ وہ عملی طور پر اسلام کی خدمت کریں اور جو دوسرے مومن ہیں ان کی مدد کریں۔ (۲۶۔ طسم ۱۔ الشعراء)

قریش کی آنحضرت سے براہ راست گفتگو

اب تک قریش ابوطالب سردار بنو ہاشم سے گفتگو کرنے آتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے محسوس کیا کہ خود آنحضرت ایک پارٹی کے سردار بن گئے ہیں تو مکذبین کے سردار جمع ہوئے اور آنحضرت کو مسجد حرام میں گفتگو کے لئے بلایا۔

آپؐ وہاں بہت سی امیدوں کو لئے ہوئے گئے۔ لیکن ان لوگوں نے یہی کہا کہ ہمارے دیوتاؤں کو برا بھلا نہ کہو۔ اپنی تحریک سے دست بردار ہو جاؤ تو ہم تمہیں اپنا

Marfat.com

بادشاہ بنالیں گے۔ کافی مال پیش کریں گے اور تمہارے اوپر جو جن آتا ہے اس کا بھی علاج کروائیں گے۔ یا کوئی معجزہ دکھاؤ یا فرشتوں کی گواہی دلواؤ کہ تم نبی ہو یا آسمان پر چڑھ جاؤ تو ہم مان لیں گے۔ غرضیکہ یہ گفتگو بھی بغیر کسی نتیجے پر پہنچے ختم ہو گئی اور آنحضرت نے صاف کہہ دیا کہ میں تمہاری اصلاح چاہتا ہوں" تاکہ تم ایک زندہ قوم بن جاؤ، مگر ان کوتاہ فہموں کی سمجھ میں بات نہ آئی۔ المبشرؐ نے ان سے پھر کہا کہ رسول آدمی ہوتا ہے۔ فرشتہ نہیں ہوتا اور ہر زمانے میں مختلف اقوام ایک خاص قانون کی پابند ہوتی ہیں اور خدا ہر زمانے کے اعتبار سے اپنے احکام نافذ کرتا رہتا ہے۔ (لکل اجل کتاب) اور چونکہ سرچشمہ علم " قانون خدا ہے۔ اس لئے وہ جس قانون کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے وہی خالق و قدیر ہے۔)

اسلام عمر بن الخطاب ۶ نبوی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے تھے لیکن انہوں نے براہ راست المبشر کی تعلیم کو نہیں سنا تھا۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا چرچا سنا تو ایک دن یہ سوچا کہ لاؤ المبشر صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل ہی کر دوں تاکہ معاملہ ختم ہو جائے۔ تلوار لے کر چلے تو کہا کہ لاؤ پہلے میکدہ میں جا کر کچھ پی لوں۔ وہاں کچھ نہ ملا تو سوچا کہ لاؤ طواف کعبہ کرتا چلوں وہاں دیکھا کہ المبشر صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سامنے کھڑے ہوئے مصروف دعا ہیں۔ پردوں کے پیچھے داخل ہو کر آنحضرت کے سامنے پہنچ گئے اور کلام الٰہی سنتے رہے اس نے دل پر اتنا اثر کیا کہ رونے لگے اور خدا نے دل میں نرمی پیدا کر دی۔ تلاوت قرآن کے بعد جب المبشر صلی اللہ علیہ وسلم چلے تو وہ بھی پیچھے ہو لئے۔ عباس کے مکان کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی آہٹ محسوس کی مڑ کر دیکھا تو عمر ہیں اور شائد کچھ ایذا دینے آ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن الخطاب اتنی رات گئے کہاں؟ عمرؓ نے کہا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لئے اور اس چیز کی تصدیق کرنے کے لئے جو آپ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم پر خدا کے پاس آتی ہے۔ رسول اللہ نے یہ سن کر خدا کا شکر کیا اور دعا کی کہ خدایا عمر کو ہدایت نیک دے۔ پھر ان کے سینہ پر مسح کیا اور ثبات کی دعا کی اور اپنے گھر چلے گئے۔

اسلام عمر کی شہرت اور ابوجہل

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسلام کی خبر جمیل بن معمر کو دی۔ یہ نہایت ہی گپی آدمی تھا۔ سنتے ہی مسجد کی طرف دوڑا اور پکارا اے معشر قریش عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے دین ہو گیا۔ حضرت عمرؓ پہنچے اور بولے یہ جھوٹا ہے میں راہ پر آگیا ہوں۔ لوگ جمع ہو گئے۔ مارپیٹ تک نوبت آتی۔ آخر عاص نے انہیں اپنی حمایت میں لے لیا۔

اس کے بعد آپ اپنے ماموں ابوجہل کے گھر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ نکلا اور کہا خیر تو ہے؟ آپ نے کہا کہ میں یہ خبر دینے آیا ہوں کہ میں نے ال الہ اور اس کے ایلچی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو مان لیا ہے۔ ابوجہل نے یہ سنتے ہی زور سے دروازہ بند کیا اور کہا تیرا برا ہو اور جو تو کہتا ہے اس کا برا ہو۔

اسلام عمر کے بعد

اب تک مسلمان مسجد حرام میں علانیہ قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن اسلام عمر و حمزہ کے بعد ان کو اتنی تقویت ہو گئی کہ وہاں علانیہ قرآن پڑھنے لگے۔ جھگڑے کے وقت حضرت عمر سینہ سپر ہو جاتے تھے۔ اور کفار ڈر کے بھاگتے تھے۔

اسلام عمر کے بعد قرآنی تعلیم

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین بھی ستاتے ستاتے اور اعتراضات کرتے کرتے تھک گئے تھے اور حضرات حمزہ و عمر کے اسلام لانے کے بعد مختلف قبائل میں اتنی قوت نہ تھی کہ الگ الگ اسلامی جماعت کا مقابلہ کر سکتے۔ المبشر صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار خدائی ہدایت ہو چکی تھی کہ مشرکین سے اعراض کرو۔ اس لئے آئندہ سورتوں میں سوائے

الفرقان کے کسی سورہ میں الرحمان کا ذکر نہیں ہے۔ گویا جہاں تک مشرکین کا تعلق ہے یہ بحث ختم کر دی گئی۔ البتہ اس آخری سال میں خدا کی جو صفات مثلاً عزیز و نصیر، علی، کبیر اور سمیع و بصیر استعمال ہوئیں ان میں گویا مصدقین کو یہ بتایا ہے کہ رب جو خالق ہے وہ سمیع و بصیر ہے وہ ضرور مدد کرے گا۔ اس کا نام نصیر ہے، وہی عظیم و قدیر ہے اور اس کی عظمت و قدرت کے سامنے مخالفوں کی مخالفت سب ہیچ ہیں۔

۲۵۔الفرقان:۔ مشرک، جانوروں سے بھی بد تر ہیں

باوجود مخالفت کے قرآن کا لب و لہجہ ویسا ہی پر ہیبت اور منطقی ہے جیسا کہ پچھلے دور میں تھا۔ وہ مشرکوں کی خرافات کا اب جواب ہی نہیں دینا چاہتا اور اگر دیتا بھی ہے تو اس وقار کے ساتھ دیتا ہے کہ اس سے مصدقوں کی ہمت افزائی ہوتی ہے اور انہیں اپنی کامیابی کا یقین ہو جاتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ " یہ مشرک جانوروں سے بد تر ہیں انہوں نے نفاق و خود پرستی کو اپنا شیوہ بنالیا ہے اور انسانی فطرت سے منحرف ہو گئے ہیں۔ انسان کو محبت و ہمدردی کا پتلا ہونا چاہئے۔ یہ مسلموں کو بھی فرقہ پرور اور کج نظر بنانا چاہتے ہیں کہ عام انسانیت کی بھلائی ان کی نظر سے اوجھل ہو جائے اور ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہیں کہ خدا کیا ہے۔ وہ دکھائی کیوں نہیں دیتا۔ فرشتے کیوں نہیں نازل ہوتے۔ ہم لوگوں کو جو عباد الرحمان ہیں (یعنی مسلمان و نصاریٰ) دونوں کو چاہئے کہ ان سے کہہ دیں کہ خدا کی مانند کوئی چیز نہیں اور فرشتے تو تمہیں اس وقت نظر آنے لگیں گے جب اللہ کا عذاب تم پر مسلط ہو جائے۔ تب تمہاری عقلیں سیدھے راستے پر پڑیں گی اور سب کچھ دیکھنے لگو گے۔ لیکن اس وقت تمہاری گریہ و زاری اور اعتراف شکست کام نہ آئے گا اور رزق کی فراخی نے جو خدا سے بغاوت کی سپرٹ تم میں پیدا کر دی ہے وہ ختم ہو جائے گی۔" (۲۵ الفرقان)

۴۲۔الشوریٰ

لوگو! میں محبت کا بھوکا ہوں۔ میں کاہنوں کی طرح فیس لیکر کوئی بات نہیں بتاتا۔ میں صرف تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔ خدا کی حمد کرو، غریبوں کی مدد کرو اور جو کام کرو آپس کے مشورہ سے کرو۔ اس طرح کام کرنے والے جنتی ہوتے ہیں۔ (نوٹ: الامرشوریٰ بینھم کی آیت مکی ہے یہ ہدایت صرف مسلمانوں کے لئے ہے) اے محمدؐ تو تم ان مظالم سے پریشان نہ ہو جس نے ظلم و جور کو سہہ لیا اور معاف کر دیا اس نے بڑا کام کیا۔ یہ ہمت والوں کے کام ہیں۔ یاد رکھو اللہ انسان سے براہ راست کلام نہیں کرتا جو وحی بھی وہ بھیجتا ہے وہ پردہ کے پیچھے سے آتی ہے۔ (۴۲ الشوریٰ)

۳۴ سبا: دولت مند عموماً مکذب ہوتے ہیں

"اے مکذبو! اہل علم (یعنی اہل کتاب) تک اس قرآن کو اللہ کا نازل کیا ہوا مانتے ہیں۔ پھر بھی تم الساعہ (قیامت) کا انکار کرتے ہو اور مجھے جن زدہ کہتے ہو، اس لئے کہ تم جن پرست ہو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ سلیمان کے قبضے میں جن تھے لیکن جنوں کو اتنا بھی علم غیب نہ تھا کہ وہ بتا سکتے کہ سلیمان مر گیا۔ حالانکہ جب دیمک نے سلیمان کی لاٹھی کو کھا لیا تو وہ سمجھے کہ سلیمان مر چکا اور ہم مفت میں محنت میں مبتلا رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ سلیمان ہمیں کھڑا ہوا دیکھ رہا ہے۔ دولت مندوں کی گمراہی کا ہمیشہ یہی حال رہا ہے کہ وہ یوم الدین کو کبھی نہیں مانتے، تاکہ وہ اپنے ان بنیادی مظالم کا مزہ چکھنے سے بچ سکیں وہ اپنے جنوں اور شیطانوں کے فریب میں ہیں کہ یوم الجزا نہ آئے گا۔ اسی لئے وہ قرآن کو افترا علی اللہ (جھوٹ) کہتے ہیں اور کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں اور قرآن سے پہلے کی کتابوں کو بھی نہیں مانتے۔ انہیں اپنے اموال و اولاد پر گھمنڈ ہے انہیں سبا سے عبرت (آیت) حاصل کرنا چاہئے۔ وہاں ہر طرف باغات تھے۔ رزق کی کثرت تھی لیکن نیک عملی کو چھوڑنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ سیل عرم آیا اور ان کے باغات خار دار درختوں میں بدل گئے۔ کیا یہ نصیحت شیطانی ہے اس حق کو دولت مند مکذب سحر کہتے ہیں۔ حالانکہ المبشر کی تعلیم کل انسانوں کے لئے ہے۔ حق ہے باطل نہیں ہے قیامت ضرور آئے گی اور ظالموں کو ضرور سزا ملے گی۔"

Marfat.com

۰ ۴ حم المومن : ربنا اللہ

پھر اسی سلسلہ میں زبان وحی سے فرمایا۔ "مکذبو! یہ کلام اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ نہ مانو گے تو وہی حشر ہو گا جو قوم نوح کا ہوا۔ تم کہتے ہو کہ تمہاری دیویاں ملائکہ ہیں۔ یہ غلط ہے۔ خود ملائکہ قیامت میں شہادت دیں گے کہ یہ لوگ جنوں کو پوجتے تھے (السبا)۔ بہرحال سیروا فی الارض پر عمل کرو۔ اور تاریخ سے عبرت حاصل کرو۔ دیکھو مصر میں فرعون کا کیا حشر ہوا۔ وہ موسیٰ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ فرعون کی ربوبیت سے انکار کر کے موسیٰ نے کل انسانوں کے آقا (رب العالمین) کو اپنا آقا مانا تھا۔ اسی طرح یوسف نے خدا سے علم غیب حاصل کر کے بتایا، لیکن بعض مصری مشرک ساحر اتنے جاہل تھے کہ وہ خدا کو دیکھنا چاہتے تھے اور مینار بنا کر آسمان پر چڑھنا چاہتے تھے۔ آخر ان کا بھی برا انجام ہوا۔" (المومن ع ۳)

"میں تمہاری دیویوں کو معبود نہیں مانتا۔ میں اس آقا کو مانتا ہوں جو زندہ ہے اور سب کا آقا (رب العالمین) ہے۔" (المومن ع ۷)

دیکھو ہر قوم میں اللہ کے رسول آ چکے ہیں۔ اسی طرح موسیٰ پر بھی وحی آئی۔ معجزے بھی ملے لیکن کافروں نے کہا یہ سب شعبدہ بازی ہے۔ اب مکہ کے مشرک کہتے ہیں کہ عذاب الٰہی نازل ہو۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ عذاب آنے پر توبہ قبول نہیں ہوتی۔ بہرحال آیات الٰہی اللہ کی قدرت کی نشانیاں، جانوروں اور کشتیوں تک میں موجود ہیں۔ اللہ ہی جسے چاہے معجزے دے۔ مکذبوں کے لئے جہنم تیار ہے اور مصدقوں کے لئے جنت ہے۔ (۴۰۔ المومن)

نصاریٰ سے خطاب

اب پھر روئے سخن نصاریٰ (خصوصاً حبشہ والوں) کی طرف ہو گیا اور المبشرؐ نے زبان وحی سے فرمایا "اللہ کے کوئی بیٹا نہیں۔ نہ اسے اس کی ضرورت ہے۔ یاد رکھو کہ کفارہ کا اصول غلط ہے۔ کیا ایک آدمی دوسرے کا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ (لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ)

مسلمانو، ہجرت کرو

مسلمانو! نیکی کا پھل اسی دنیا میں مل جاتے گا۔ اللہ کی زمین وسیع ہے۔ (ارض اللہ واسعۃ) لہذا ہجرت کر کے چلے جاؤ۔ مصائب پر صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر و ثواب ملے گا۔

کتاباً متشابہا مثانی

یہاں (سورۃ الزمر کی ۲۱-۲۲-۲۳ آیات میں نصاریٰ کو مخاطب کر کے جو بات کہی گئی ہے وہی بات مدینہ میں سورہ آل عمران میں کہی گئی ہے۔ کہ یہ قرآن احسن الحدیث (نہایت ہی اچھا کلام) ہے اور ایسی تعلیم (کتاب) ہے جو ایک دوسرے سے مشابہہ (متشابہ) ہے اور بار بار دہرائی گئی (مثانی) ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو تعلیم اس قرآن میں دی گئی ہے اور خود اس قرآن میں اور اس سے پہلے کی کتابوں توراۃ وانجیل وغیرہ میں بار بار دہرائی گئی ہے اور ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوتی ہے اس تعلیم سے اللہ سے ڈرنے والوں (یعنی اہل کتاب نصاریٰ) کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔ یہ تعلیم سچا دین یعنی اسلام یا خدا بندگی سکھاتی ہے۔ اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔ یہ ایک نور ہے جو دل سے تاریکی کو دور کرتا ہے۔

تعذیب المسلمین کی انتہا

آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ جس ملک میں پدری یا قبائلی قانون کے علاوہ اور کوئی قانون نہیں ہوتا۔ وہاں خاندان کے بزرگوں کا اپنے خاندان والوں پر کتنا اقتدار ہوتا ہے اور وہ غصہ اور انتقام میں کیا کیا کر گزرتے ہیں۔ لونڈی غلاموں کی تو کوئی داد فریاد ہی نہ تھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ عرب کے قانون جوار یا حمایت کو بھی سمجھ لیجئے اگر کوئی شخص کسی کو اپنی حمایت میں لے لیتا تھا تو وہ جان و مال سے اس کی حفاظت کرتا تھا اور پناہ گزین سے لڑائی کے معنی یہ تھے کہ خود پناہ دینے والے کو لڑائی کا چیلنج ہے۔

اس زمانے میں بعض مشرکین نے مصدقین کو اتنی اذیتیں پہنچائیں اور اتنا مارا کہ ان

Marfat.com

کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ ظالموں نے مظلوموں سے نہ صرف شرک کی باتیں کہلائیں بلکہ راستے میں ایک گبریلا کیڑا جا رہا تھا تو اس کو بھی خدا (معبود) تسلیم کرایا اور مجبوری و دماغی پریشانی نے مظلوموں سے سب کچھ کہلوا دیا۔ الہادی نے سنا تو زبان وحی سے فرمایا۔

گنہگاروں پر اللہ کی مغفرت

"اے مصدقو۔ اے خدا کے بندو، اگر تم سے اپنی جانوں پر زیادتی ہوتی ہے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تم اللہ کی مہربانی سے مایوس نہ ہو، بلاشبہ اللہ سب گناہ معاف کر دے گا۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔" یعنی شرک و انکار بھی خدا معاف کر دے گا۔ بشرطیکہ تم اپنے آپ کو اللہ کے بندے سمجھتے ہو اور اضطراراً گناہ کیا ہو (لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً ۳۹ الزمر)

دیویوں کی شفاعت سے المبشر کا قطعی انکار

اسی زمانے میں مکذبین اولی النعمۃ نے پھر اصرار کیا کہ آنحضرت غیر اللہ کو شفیع مان لیں۔ آنحضرت نے صاف انکار کر دیا اور زبان وحی سے فرمایا" اے جاہلو کیا یہ ممکن ہے کہ میں تمہارے کہنے پر غیر اللہ کی بندگی کرنے لگوں؟ مجھے اور مجھ سے اگلوں کو یہی وحی کی گئی ہے کہ اگر شرک کیا تو تیرے سب عمل اکارت ہو جائیں گے اور تو خسارے میں پڑ جائے گا۔ یہ دیویاں شفاعت نہیں کر سکتیں۔ صرف اللہ ہی کے اختیار میں شفاعت ہے قل اللہ الشفاعۃ جمیعاً لہ ملک السموات والارض)۔ بہر حال متکبروں کے لئے جہنم ہے اور متقیوں کے لئے جنت ہے (۳۹۔ الزمر)

مکذبین سے اعراض کا حکم

اہل کتاب، خصوصاً نصاریٰ کی طرف روئے سخن ہونے سے پہلے ہی المنذر کو حکم مل چکا تھا کہ مشرکین سے زیادہ بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں۔ ان سے خندہ پیشانی کے ساتھ اعراض کر لو اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ جو بکتے ہیں بکنے دو (واصبر علی مایقولون،

Marfat.com

واھجرھم ھجراً جمیلا۔ المزمل) اور اپنے آقا (رب) کے حکم پر قائم رہو، یونس کی طرح بے صبری نہ کرو (فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت ۔ ن والقلم) اگرچہ تم ان کی ہدایت کے لیئے آتے ہو لیکن وہ یوم الدین کو نہیں مانتے تو ان سے منہ پھیر لو تم پر کوئی ملامت نہ ہوگی (فتول عنھم فما انت بملوم۔ الذاریات القمر)

جب نصاریٰ کی طرف روئے سخن ہوا اور مصدقین کی تعذیب بڑھ گئی تو آنحضرت کو بار بار اعراض کا حکم ہوا کہ ان کی باتوں پر صبر کرو (فاصبر علی ما یقولون۔ ق) ایسا صبر کرو جیسا کہ اولوالعزم رسولوں نے کیا ہے (فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل۔ حم الاحقاف (فارتقب انھم مرتقبون حم الدخان) فتول عنھم حتی حین ، وابصر فسوف یبصرون۔ والصافات) (فاعرض عنھم وانتظر انھم منتظرون۔ الم السجدہ) (قل تربصوا انی معکم من المتربصین۔ واصبر لحکم ربک۔ الطور) اور داؤد و ایوب کے صبر کو پیش نظر رکھو (واصبر علی ما یقولون واذکر عبدنا داؤد ذالاید انہ اواب۔ ص) جو حکم ہے اس کو صاف صاف بیان کرو اور مشرکین سے اعراض کرو (واصدع بما تومر واعرض عن المشرکین۔ الحجر) البتہ گفتگو میں نرم لہجہ اختیار کرو (وقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی کل متربص فتربصوا۔ طہ کلیم) اس لئے کہ انسان کو خدا اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا (لا نکلف نفساً الا وسعھا۔ المومنون) لہذا اگر وہ اللہ اور آخرت کو نہ مانیں گے تو کیا تم اپنی جان کھپا دو گے (لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین طسم۔ الشعراء) دیکھو اللہ کسی قوم کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے میں تبدیلی کا شعور و صلاحیت نہ پیدا کرے۔ (ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیرو ما بانفسھم۔ المر۔ الرعد) بہر حال وہ چاہتے ہیں کہ خود ان کی دیویوں اور بتوں کو اپنے دین میں جگہ دے دو۔ ان کی بات ہرگز نہ ماننا اور اس سلسلے میں سخت جدوجہد کرنا (فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً) لیکن اس جہاد (کوشش) میں خوش اخلاقی اور نرمی کو ہاتھ سے نہ دینا (واذا خاطبھم الجاھلون قالو اسلاماً الفرقان) بلکہ ان سے کہنا کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں۔ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں ہم ایک دوسرے سے حجت نہ کریں گے (لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجتہ بیننا وبینکم ۔ حم عسق

الشوری (قل یا قوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون) جو صحیح راستہ اختیار کرے گا اس میں اسی کا بھلا ہے اور جو غلط روی اختیار کرے گا وہ خود ہلاک ہو گا (فمن اهتدی فلنفسه ومن ضل وانما یضل علیها۔ الزمر)

۱۰۹۔ الکافرون

اور آخر کار مشرکین مکہ سے یہ کہہ کر معاملہ ختم کر دیا کہ تم اپنی راہ پر اور میں اپنی راہ پر چلتا ہوں۔ ہمیں ایک دوسرے سے کوئی مطلب نہیں۔ لکم دینکم ولی دین۔ (۱۰۹۔ الکافرون)

Marfat.com

چوتھی فصل

محمدؐ المرسل یا قرآن مظلومان

مقاطعہ کے تین صبر آزما سال اور رسالت الی العالمین کی تیاری در شعب ابی طالب

محرم ۷ نبوی (مارچ ۶۱۶ تا ذی الحجہ ۹ نبوی مارچ ۶۱۹۔

لا الہ الا ھوالحق، وما یدعون من دون اللہ الباطل ان الحکم الا للہ۔ ھوالفاتح الوکیل۔ الحمید۔ سمیع الدعاء۔ الفاتح ان وعداللہ حق

نوٹ:- اس دور میں اسم رحمان استعمال نہیں ہوا۔

خدایا یہ تو نے بنی اسرائیل کو یوسف کے ذریعے فاقوں سے بچایا

الٰہی تو نے موسیٰ کے ذریعے غلاموں کو آزادی کا رستہ دکھایا

اے ملک الملک تو نے داؤد و سلیمان کو حکومت بخشی

تو نے بنو اسرائیل کو نبوت، حکمت اور سلطنت کے ذریعے معزز کیا۔

اب بنو اسماعیل کی باری ہے

یہ بھی اسی ابراہیم کی اولاد ہیں جسے تو نے لوگوں کا امام بنایا تھا۔

تو نے مجھ پر وحی کی ہے کہ ہم ملۃ ابیکم ابراھیم حنیفا کی اتباع کریں

Marfat.com

ابراہیم نے خود پرستی کو چھوڑ کر خدا پرستی کا راستہ دکھایا تھا۔

اسرائیل کی اولاد نے آزادی کا سبق پڑھ کر علم و تہذیب (کتاب) کی شمع روشن کی

ملک اور دین، حکومت اور قانون لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرا زندہ نہیں رہ سکتا۔

لہٰذا اب بنو اسماعیل کو کتابی بنا دے کہ وہ دنیا کو علم و محبت سے منور کر سکیں

اسوہ یوسفی و موسوی در شعب

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم
حدیث دل بکہ گویم عجب غمے دارم

مژدہ اے یعقوب دل کان یوسف کنعاں رسید
محنت بے منتہائے ہجر باپایان رسید

(خالد ترک)

المرسلؐ

یا حق

ان الحکم الا للّٰہ (اللہ کے سوا کوئی قاضی نہیں ہے۔ یوسف ۷)

یحکم اللہ لی وھو خیر الحاکمین (یوسف ۸)

الملک والدین توامان (سیاست اور قانون جڑواں بھائی ہیں (رسول عربی)

(ملک سے مراد وہ سیاست ہے جس کی بناء وحدت انسانی پر ہو اور دین سے وہ قانون مراد ہے جو خدا پرستی اور نیک عملی کی ایسی راہ بتاتے جس سے کل بنی نوع انسان کا خوف اور بھوک مٹ جاتے۔)

۱۔ دین اور سیاست

عرب کے اس خطے کے علاوہ، جسے اب ہم حجاز و نجد کہتے ہیں، دنیا میں ہر جگہ مختلف قسم کی سلطنتیں قائم ہو چکی تھیں، ترقی بھی کر چکی تھیں۔ اور فنا بھی ہو چکی تھیں۔ مختلف قسم کے قومی اور عالمی مذہب بھی پیدا ہو کر نئے نئے لباس پہن چکے تھے یا گدڑیوں میں ملبوس تھے۔ لوگوں نے توہمات سے نکلنے کے لئے اپنی عقلیں بھی دوڑانا شروع کر دی تھیں۔ اس کا یہ نتیجہ تھا کہ فلسفہ میں علوم طبعی بھی داخل ہو گئے تھے۔ غرضیکہ توہمات سے نہ مذہب خالی تھا نہ فلسفہ۔ ہر ملک کی سیاست پر مذہبی جماعتوں نے اپنا اقتدار جما لیا تھا۔ اس لئے یونان تک میں جہاں ہر قسم کے مذہبی توہمات کو آزادی تھی سقراط کو محض اس لئے مرنا پڑا کہ وہ قومی مذہب کے خلاف بیرونی تصورات کو

Marfat.com

ایتھنز میں داخل کر رہا تھا۔

ترقی و قدامت پرستی

مصریوں اور سامیوں کی مذہبی حکومتوں سے آریوں کا جب اختلاط ہوا تو رفتہ رفتہ ہند، یونان اور چین میں ایسی عقلی تحریکیں پیدا ہو گئیں جو انسانی تجربات اور مشاہدات کی بناء پر نتائج اخذ کرنے لگیں۔ اسے فلسفہ بھی کہہ سکتے ہیں اور اس کا نام سائنٹیفک علم بھی رکھا جا سکتا ہے لہٰذا یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ دنیا میں ہر جگہ جو علم عقل کے ذریعہ سے حاصل کیا گیا۔ وہ حقیقتاً سائنٹیفک علم تھا لیکن وہی عوام کے لئے مذہب بن گیا۔ یعنی عقلی ترقی کی جگہ لوگوں نے نئی معلومات پر پرانی معلومات کو ترجیح دینا شروع کی اور آگے بڑھنے کو برا سمجھنے لگے۔ اسی کا نام قدامت پرستی یا ہٹ دھرمی ہے اور جب مختلف ملکوں کی مذہبی جماعتوں نے سیاست پر قابو پا لیا تو ہر ملک کی سیاست ان پجاریوں کی رائے سے اثر لینے لگی۔ یعنی سیاست بھی مذہب کا آلہ بن کر قدامت پرست بن گئی۔

ا۔ قومی اور عالمی سیاست

ان مذہبوں میں جو اسلام سے پہلے دنیا میں آئے دو قسم کے مذہب تھے۔ ایک تو وہ جو قومی اور نسلی ترقی کی بنیادوں پر قائم تھے جیسے یہود اور ہنود اور دوسرے وہ جو عام انسانی برادری کو ترقی دینا چاہتے تھے جیسے چینی، بدھی، نصرانی اور مانوی یعنی ایسی قومیں بھی پیدا ہو گئی تھیں جو صرف اپنی قوم کو دوسروں سے اونچا سمجھتی تھیں۔ یہ تفاخر نسل و رنگ ہر جگہ موجود تھا۔ ان میں سے وہ سب قومیں فنا ہو گئیں جنہوں نے دوسروں کو غلام بنا کر یا تو زبردستی اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرائی جیسی کہ بابلی، آشوری، مصری، خالدی، ساسانی، یونانی اور رومی سلطنتیں تھیں۔ ان کی قومی ترقی، قدامت پرستی کی وجہ سے رک گئی اور وہ دوسروں کی دست نگر بن گئیں۔

البتہ وہ قومیں جنہوں نے عالمیت کو اپنی سیاسی زندگی کے پروگرام میں داخل کیا اور اپنے دین و ملک کا مقصد فلاح انسانیت، قرار دیا اور اپنی سیاست کی بنیاد ہی انٹرنیشنل

Marfat.com

انٹرنیشنل مساوات و ہمدردی پر رکھی۔ وہ اس وقت تک زندہ رہیں جب تک ان میں یہ عالمی سپرٹ کام کرتی رہی۔

اسلام سے پہلے یہودی مذہب کی تعلیم سیاسی آزادی اور نیک عملی سکھاتی تھی۔ چند دنوں کے لئے یہ سلطنت بنی اور جب تک قوانین الہیہ کی پابند رہی زندہ رہی۔ ایران و سنٹرل ایشیا۔ میں مزدیسناتی مذہب اور ہند میں مختلف مذاہب کے پیروں کو بھی سلطنت کا موقع ملا لیکن خود ان مذاہب میں ملک اور دین دونوں کو ملا کر چلانے کی تعلیم ختم ہو گئی۔ وہ محض اخلاقی طور پر فلسفیانہ رنگ میں لوگوں کو نیک زندگی کی تعلیم دینے لگے پھر سلطنت کرنے والی ایک ذات الگ کر دی گئی جو خود سوچ بچار کا کام برہمنوں یا بھکشوؤں سے لیتی تھی اس طرح حقیقی جمہوریت قائم نہ ہو سکی۔

بہرحال اشوک اعظم ۲۶۱ ق م کی سلطنت میں گوتم بدھ کی پیدا کردہ مساوات انسانی کو بہت کچھ دخل تھا۔ اس دور کا مطالعہ مفید ہے۔ گو خود گوتم بدھ کو سلطنت کرنے کی خواہش نہ تھی۔ لیکن انہوں ن جو آرین مارگ (یا قدیم راستہ) بتایا تھا اس میں فکر و عمل کی صحت کا مدار فیاضی و رواداری پر رکھا گیا تھا تاکہ جتنے راجا یا بادشاہ بنیں وہ مساوات انسانی کو مان لیں اور خواہشات نفسانی کو ضبط میں رکھ کر قربانی اور ذات پات کو ختم کر دیں۔ بمبسار اور اشوک نے ان تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کی اور بدھ دھرم کو بھی سیاسی ترقی کے لئے استعمال کیا جو بہت کامیاب رہا۔

۲۔ زبان اور سوسائٹی

ہند میں مسیح سے ہزار سال پہلے مہابھارت اور راماتن دو رزم نامے لکھے گئے۔ اس میں اس زمانے کے سب قصے جمع کر دیئے گئے۔ یونان میں بھی اسی زمانے میں دو رزم نامے الیڈ و اوڈیسی تیار ہو گئے تھے۔ بعینہ عرب میں بھی عربی زبان اتنی ترقی کر چکی تھی کہ پورے جزیرہ العرب کی شاعری کی زبان بن گئی تھی اور رزم و بزم اخلاق و مروت کے جو معیار وہاں بنے وہ مسیح کے پانچ سو برس بعد تک جاری رہے۔ غرضیکہ دنیا میں ہر جگہ قومی یکجہتی کی بنیاد ملکی زبان نے ڈالی۔ اسی کے ذریعہ مذہب، فلسفہ اور اخلاق ہر

شخص تک پہنچا۔ لیکن بد قسمتی سے جب کبھی سیاست نے ملکی حدود سے باہر قدم رکھا۔ اس نے غیر قوموں کو فاتح قوم سے کمتر بنانے کی کوشش کی اور ان کی زبان اور معاشرت کو مٹا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غلامی کا رواج ہر ملک میں ہو گیا۔ گو رزمیہ شاعری نے شجاعت ، مروت اور فیاضی کے معیار کو ہر جگہ بلند کیا لیکن سپاہی کے سادہ اور پاکیزہ اخلاق اور پجاری کے غلام ساز اخلاق میں ہر جگہ کشمکش شروع ہو گئی۔

یونان میں مسیح سے چار سو سال پہلے سے گاؤں پنچایتیں قائم ہو گئی تھیں۔ یہی حال ہند کا تھا۔ عرب میں مفاخرت و مفاخرت کا قبائلی دستور بن گیا تھا۔ ان سب چیزوں نے خطابت کو ترقی دی۔ داستان گوئی کی بنیاد پڑی اور امثال کے ذریعے اخلاقی تعلیم عام ہو گئی۔

۳۔ غلامی

لیکن ہر جگہ سیاسی فتوحات نے غلاموں کی تعداد بڑھا دی اور فلسفیوں کا فلسفہ بھی غلامی کو ایک انسانی ضرورت سمجھنے لگا۔ سقراط کے بعد افلاطون (۴۲۷۔۳۴۷ ق م) نے مثالی سلطنت بنائی اس میں بھی حکومت اشراف سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کے بعد ارسطو مقدونی نے سکندر اعظم کی اتالیقی کی۔ منطق کو مدون کیا اور بجائے افلاطونی افکار مجردہ اور عالم مثال کے اس نے تجربہ و مشاہدہ (یعنی سائنس) پر علم کی بنیادوں کو قائم کیا اور سب سے بڑی بات یہ کی کہ اس نے سکندر کی بڑھتی ہوئی سلطنت کے لئے ایک کتاب اخلاقیات کی لکھی اور اس کی بنیادوں پر سیاست کو چلانے کے لئے ایک کتاب سیاست کی بھی تصنیف کی لیکن وہ بھی غلامی کے خلاف ایک لفظ نہ کہہ سکا۔ ارسطو کا قول تھا کہ غلامی ایک ضروری اور فطری چیز ہے۔ یونان میں یہ دستور تھا کہ خود یونانی ایک دوسرے کو غلام بنا لیتے تھے اور اپنے بچوں کو غلامی میں فروخت کر دیتے تھے۔ شاید اسی لئے وہ غلاموں پر نرمی کرنے کا حامی تھا مگر ان کو منہ لگانے اور رتبہ دینے کا سخت مخالف تھا۔ اسی لئے اس کے شاگرد سکندر نے جب فتوحات کا آغاز کیا تو اس نے قدیم فونیقی شہر طائر کو ۳۳۲ ق م میں تباہ کیا اور اس کے باشندوں کو غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ ارسطو

Marfat.com

کے بعد کے فلسفیوں نے غلامی پر کوئی توجہ نہیں کی۔ البتہ رواقیوں نے انہیں یہ تسکین ضرور دی کہ آزادی پر فخر کرنا اور غلامی پر کڑھنا دونوں بے معنی باتیں ہیں بخلاف ارسطو اور دیگر فلسفیوں کے یونانی شعراء زیادہ رحم دل اور غلاموں کے ہمدرد تھے اور یہ یونانی قانون کہ غلام کو حق حاصل ہے کہ آقا کو قیمت دے کر آزاد ہو جائے۔ اسلام نے زیادہ نرم بنا کر قبول کر لیا اور اسے ہر آقا کے لئے فرض بنا دیا۔

۴۔ لادینی سیاست

بہرحال یونان میں جو سیاست قائم ہوئی تھی اس میں انسانی مساوات کی جگہ یونانی قومی تفاخر نے لے لی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ بحیثیت قوم کے ان کے فلسفہ، سیاست، نیچر پرستی، موسیقی، سنگتراشی نے یونانی معیار زندگی کو کافی اونچا کیا تھا لیکن ان کی بہت سی فلسفیانہ اور کلچرل قدریں غلامی کے رواج سے ختم ہو گئیں۔ پھر بعد کے زمانے میں سکندر کے بنائے ہوئے شہر سکندریہ میں وہی نئے نئے تصورات کے امتزاج کا باعث ہوئیں۔ لیکن جہاں تک سیاست کا تعلق ہے وہ عالمگیر فلاح کے تصور سے خالی تھی اس لئے سکندر کے بعد بہت جلد ختم ہو گئی اور سوائے یونانی کلچر کے انسانیت نواز حقائق کے کچھ باقی نہ رہا۔

رومی سیاست میں غلامی اور سود دونوں چیزیں موجود تھیں۔ جنگ کا مقصد ہی غلاموں کا حاصل کرنا اور مفتوحہ ممالک میں سودی کاروبار کرنا تھا۔ اٹلی سے باہر جب ان کا سامراج پھیلا تو ہر جگہ تباہی اور بربادی پھیل گئی۔ ۱۴۶ ق م میں مقدونیہ بھی غلام بنا لیا گیا اور جس طرح سکندر نے طائر اور غازہ کے فونیقیوں کو غلام بنا کر بیچ ڈالا تھا۔ اسی طرح رومیوں نے کارنتھ کے ساتھ سلوک کیا۔ سات سو سال پرانے فونیقی شہر قرطاجنہ کی سخت محاصرہ کے بعد اینٹ سے اینٹ بجادی اور پچاس ہزار بقیہ السیف فونیقیوں کو غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ اسی کے بعد بطلیموسی مصر کو ۳۰ ق م میں اور سلیوکسی شام کو ۶۳ ق م میں ہڑپ کر لیا۔

سکندر نے سکندریہ آباد کر کے یہودیوں کو کافی حقوق دے دئے تھے جو رومیوں

Marfat.com

کے وقت تک جاری رہے مگر یونانیوں اور یہودیوں میں مسلسل جھگڑے ہوتے رہے۔ پھر آگسٹس ہی کے زمانے میں یمن فتح کرنے کی کوشش کی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو یمن ہوتی ہوئی جو مصالحوں کی تجارت بحر احمر سے گزرتی تھی۔ وہ رومیوں کے ہاتھ آ گئی اور اہل عرب اس سے محروم ہو گئے۔ غالباً اسی زمانے میں جو شاہراہ (صراط) مکہ سے گزرتی تھی وہ بند ہو گئی اور اونٹوں کے کاروانوں کی جگہ کشتیوں نے لے لی۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مکہ کی اہمیت ختم ہو گئی۔ آخر پہلی صدی مسیحی میں یہودیوں کی بغاوت کا یہ نتیجہ ہوا کہ یونانیوں اور یہودیوں کا قتل عام کر دیا گیا اور اسکندریہ کے یہودیوں کا خاتمہ ہو گیا۔

اسی زمانہ میں یہودیوں کو آپس کی لڑائیوں نے فلسطین کو کمزور کر دیا تھا۔ آخر ۷۰ء میں رومیوں نے یروشلم کو فتح کر کے معبد اور سارے شہر کو مسمار کر دیا اور یہودی منتشر ہو گئے۔ غرضیکہ رومہ میں فتوحات کی کثرت نے دولت اور غلاموں کی تعداد کو کافی ترقی دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلطنت جو ابتداء میں صرف رومی غریبوں اور امیروں کی جمہوریت تھی وہ رفتہ رفتہ حکومت خواص اور آمریت میں تبدیل ہو گئی۔ ان کا احساس شہریت مردہ ہو گیا اور لالچ اور خود پرستی نے ناشتی زندگی کو پامال کر دیا۔ لیکن رومی قانون رومی سڑکوں (صراطوں) کی طرح ہر ملک میں پہنچ چکا تھا اور غلاموں میں اک ایسی روح پھونک رہا تھا کہ وہ اس غیر فطری نظام کو ختم کر دیں۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ظلم اور لوٹ کھسوٹ نے ایک ایسا مذہب پیدا کر دیا جو بعد میں مسیحیت کے نام سے پکارا گیا۔ خود رومی قانون اور رومی مذہب میں ایسی خوبیاں نہ تھیں کہ وہ عام انسانیت کی فلاح کو پیش نظر رکھتا۔ لہذا رومی قانون کے صرف وہ عنصر باقی رہ گئے ہیں جن سے عام انسانیت کو ترقی کرنے کا موقع ملتا تھا اور اگرچہ جسٹینین نے ۵۲۹ میں وہ مدارس فلسفہ بند کر دیئے جو افلاطون کے وقت سے جاری تھے لیکن وہ انسان کی فلسفہ سازی کو رومی قانون کی تدوین سے نہ روک سکا۔ جو مسیحیت پانسو برس پہلے سامراج اور غلامی نے پیدا کی تھی وہ سکندریہ کی فلسفیانہ آب و ہوا اور یہودیوں، یونانیوں اور غلاموں کی مشترکہ پکار تھی۔ اس نے ایک طرف (یعنی مشرقی رومن سامراج میں) پھر پوپوں کی اجارہ داری پیدا کر دی اور دوسری

Marfat.com

طرف مانی کے مذہب کو پیدا کیا اور ان دونوں نے مل جل کر دنیا کے سب سے قدیم شہر کو موقع دیا کہ وہ اسکندریہ کی طرح مذہب اور فلسفہ ہی کو نہیں بلکہ اس کے ساتھ عملی سیاست اور عملی اخلاق کو بھی ملا دے۔ یہ قدیم ترین شہر مکہ تھا۔

۵۔ اسلام اور دوسرے فکری نظریے

دنیا میں جتنے مذہب یا فلسفے پیدا ہوئے وہ سب بہتر اور ترقی پذیر زندگی کے طریقے بتاتے تھے۔ سامی قوموں نے جو طریقہ مذہب کے ذریعہ سوچا وہ آریہ قوموں نے فلسفہ کے ذریعے سے بتایا۔ لیکن مختلف مذہبوں اور فلسفوں کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی کے مختلف شعبے ایسے نہیں ہیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ کر دیا جائے تو وہ زیادہ مفید ہو سکیں گے۔ انسان ایک سوشل حیوان ہے اور سوسائٹی کی زندگی اور ترقی کے لئے جس طرح مذہب و فلسفہ کارآمد ہے اسی طرح سیاست بھی ہے۔ اگر مذہب کو دنیوی زندگی سے الگ کر کے رہبانیت اور سنیاس اختیار کر لیا جائے تو انسانی ترقی رک جاتی ہے۔

اسی طرح صرف نظری فلسفہ اور اخلاقی نصیحتیں اگر صرف خیال تک محدود رہیں اور عملی زندگی سے ان کا چولی دامن کا ساتھ نہ ہو تو وہ بے معنی اور بے سود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ لہٰذا جن قوموں نے اپنی عملی زندگی سے اپنا مذہب اور فلسفہ بنایا اور ایسے قوانین زندگی وضع کئے جو فطرت انسانی کے مطابق ہوں اور انسانی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے رہیں، وہ سب مسلم تھیں۔ وہی قومیں خود ترقی کر سکیں۔ اور دوسروں کو بھی ترقی کی راہ پر لگا سکیں بالفاظ دیگر سوشل توازن، اعتدال، خدا پرستی، اسلام اور ترقی ہم معنی لفظ ہیں۔ ان کی بنیاد صرف قرآن نہیں بلکہ جملہ کتب الٰہیہ ہیں۔ قرآن کا کام ہی یہ ہے کہ کتب الٰہیہ کی تصدیق کرے۔

۶۔ اخلاقی سیاست ہی نبوت کا مقصد ہے

آنحضرت سے پہلے حضرت موسیٰ نے انسان کو سیاسی غلامی سے نجات دے کر

Marfat.com

ایسے اصول قائم کئے تھے جن کی بناء پر دینی (عام انسانیت کے فلاح کی) سلطنت قائم ہو سکتی ہے۔ یہ سلطنت حضرت سلیمان کے زمانے میں اپنے عروج پر پہنچی۔ اسی طرح کوروش (ذوالقرنین) کی حکومت کی بھی قرآن نے تعریف کی ہے۔ مسیح کا بھی اسی لئے صراحتاً قرآن میں ذکر ہے کہ وہ ایک ایسی سلطنت قائم کرنا چاہتے تھے جو انصاف و رحم کو پیش نظر رکھے۔ قرآن نے بھی یہی کہا کہ کل قوموں میں معاشرۂ انسانی کو درست کر کے اخلاقی و دینی بنیادوں پر نظام سیاست قائم کرنے کے لئے ہادی و مصلح پیدا ہو چکے ہیں۔ آدم سے شروع کر کے بعثت نبوی تک کی تاریخ کے حوالے اسی غرض سے دیئے گئے ہیں کہ اب صرف ایسی سیاست باقی رہے گی جو کل نبیوں، ہادیوں، مصلحوں، حکیموں، دینوں (قانونوں) اور کتابوں (قانونوں) کی مندرجہ ذیل بنیادی حقیقتوں کو کبھی فراموش نہ کرے:۔

(۱) بہت سے معبودوں یا ایک مرکب خدا کی بندگی (عبودیت) ویسی ہی ہے جیسے کہ شیطان یا اس کے ذریات اور نفس امارہ کی پیروی۔ لہٰذا اسے ترک کر دینا چاہئے اور صرف ایک آقائے خالق (رب الاکرم) کے احکام پر عمل کرنا چاہئے۔ تاکہ تحزب و تفریق جمعیت انسانی نہ ہو اور وحدت ادیان حقہ قائم ہو۔

(۲) وحدت و مساوات کا نظریہ جب تک عملی طور پر سیاسی معاشرہ میں استعمال نہ کیا جائے اس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ لہٰذا ایمان سے عمل صالح سے ایمان کو الگ کرنا حقیقت اسلام کو فراموش کر دینا ہے۔

(۳) جو لوگ اس عادلانہ سیاست کے لئے کام کرتے ہیں وہی سچے مومن ہیں۔ اسی طرح ہر نبی کی نبوت کی نظری تعلیم کی روشنی میں سیاست یا عملی نبوت باقی رکھی جاتی ہے اور متممین رسالت ہر دور میں یہ کام کرتے رہتے ہیں۔

قرآن۔ یہود

المبشرؐ والہادیؐ کو خود ان کے ہم وطنوں نے مجبور کیا کہ وہ قبائلی اور قومی دین و سیاست کو عالمی بنانے کے لئے تنہا چھوڑ دیئے جائیں۔ شعب ابی طالب کے محصوری

Marfat.com

کے تین سال آنحضرت کے ان افکار کو ظاہر کریں گے جو اس زمانے میں آپ نے اصلاح انسان کے لئے سوچے۔ اس زمانے میں قرآن نے تاریخ یہود بالکل اسی ترتیب سے بتاتی ہے جس طرح بائبل میں ہے۔ شعب سے نکلنے کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا اور مشرکین مکہ نہیں سمجھ سکے کہ اس قرآن سے کتابیوں کو اتحاد کی دعوت دی جارہی ہے۔

بنی عبدالدار اور بنی ہاشم

۶ نبوی کا چج بھی پھیکا تھا، ساسانی و رومی سامراج ٹکرا رہے تھے اور نہ تو فارس کے نوروز نے دلوں کی کلی کھلائی تھی۔ نہ یروشلم میں ایسٹر کی بہار میں خدا کے بیٹے کی آمد کی دعائیں تھیں۔ ہاں جنگ نے یتیموں، بیواؤں اور غلاموں کو خوف اور بھوک کے اہرمن پر لعنت کرنا سکھا دیا تھا۔ یروشلم میں نصرانیت سرنگوں ہو چکی تھی ۶۱۶ میں ساسانیوں نے فلسطین کو اور ۶۱۹ میں مصر کو مغلوب کر لیا تھا۔ یہ زمانہ تھا کہ خانہ کعبہ کے پروہتوں کے لیڈر بنو عبدالدار مصدقین یوم الدین کو کچل رہے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ آنحضرت کے حمایتی خاندان یعنی بنوہاشم کو بھی آپ کی حمایت سے روک رہے تھے

مکہ کی اس دور کی تاریخ پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ ہمیں صرف اندازوں اور قیاسوں کی بنا پر یہ کہنے میں تامل نہیں کہ چونکہ اہل حبشہ نصرانی تھے اور ایک مرتبہ کعبہ پر حملہ کر چکے تے۔ اس لئے مکہ والوں کو ان سے نفرت ہو گئی تھی اور چونکہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو وہاں پناہ لینے کے لئے بھیجا گیا تھا اس لئے آنحضرتؐ جانتے تھے کہ ساسانی اور نصرانی کشمکش میں صرف نصرانیوں سے دینی و سیاسی اتحاد کی امید کی جا سکتی ہے۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ اس دور میں نجاشی کے علاوہ دوسرے نصرانی ملکوں سے مسلمانوں کی کیا بات چیت رہی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین مکہ کے دشمنوں سے محض اس بنا پر دوستی کر لی تھی کہ وہ بھی خدا پرست موحد تھے اور بعث بعد الموت مانتے تھے۔

مقاطعہ بنوہاشم و بنوالمطلب

Marfat.com

اس زمانہ میں کعبہ کے متولین نے ایک جلسہ دارالندوہ میں بلایا اور بنی عبدالدار کے ایک سردار منصور بن عکرمہ کی تجویز اور دوسرے سردار النضر بن الحارث کی تائید سے یہ طے ہوا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کے سردار ابو طالب سے کہا جائے کہ محمد بن عبداللہ نے ہمیں پریشان کر دیا ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ کر دو کہ ہم اسے قتل کر دیں اور یا اس پر تیار ہو جاؤ کہ ہم تمہارا مکمل مقاطعہ کر دیں اور تم سب کی زندگی دوبھر ہو جائے۔

عرب کی شرافت و نجابت کا بنیادی معیار یہ تھا کہ دشمن بھی پناہ مانگے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ اپنے بھائی کے لخت جگر کو بے کس و بے چارہ بنا کر قاتلوں کے حوالہ کیا جائے۔ ابوطالب نے اس ذلت کو برداشت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور سوائے ابولہب کے دونوں خاندانوں نے اس پر صاد کیا۔

مقاطعہ نامہ کی شرطیں

فیصلے کے مطابق مشرکین نے ایک مقاطعہ نامہ ایک چمڑے پر لکھا اور اسے مقدس بنانے کے لئے کعبہ کے اندر لٹکایا۔ شرطیں بہت ہی سخت تھیں

۱۔ بنو ہاشم اور بنو المطلب کے ہاتھ نہ تو کوئی چیز بیچی جائے نہ ان سے خریدی جائے (یعنی ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ رہے)

۲۔ ان سے شادی بیاہ کے تعلقات بھی منقطع کر لئے جائیں (یعنی صلہ رحمی باقی نہ رہے)

۳۔ ان کے پاس اگر کوئی حمایتی کسی قسم کی خوراک پہنچانا چاہیے تو وہ بھی نہ پہنچنے دی جائے اور اس کی پوری نگہبانی کی جائے (طبری و ابن سعد)

۴۔ یہ شرطیں صرف اس وقت اٹھائی جا سکتی ہیں جبکہ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالے کر دیں (مواہب)

قرآن اور مقاطعہ

Marfat.com

تاریخ اسلام کے اس اہم واقعہ کا قرآن میں ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح ہجرت حبشہ اور نصاریٰ سے گفتگو وغیرہ کا حال بھی اس زمانے کے قرآن سے معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ ان ادوار میں قرآن حکیم کی تعلیمات اور بعض اہم اشارات سے یہ جانا جا سکتا ہے کہ اسلام کس دور سے گذر رہا تھا۔

شعب سے پہلے کے قرآن میں ارض اللہ واسعۃ اور اہل کتاب خصوصاً نصاریٰ کے عقائد اور رحمان کے ذکر سے یہ ثابت ہے کہ یہ قرآن ہجرت حبشہ کے زمانے کا ہے۔ اسی طرح اس زمانے کے قرآن کی چند خصوصیات ہیں۔

شعب کے زمانے کے قرآن کی خصوصیات

حبشہ ہجرت ثانیہ کر جانے کے بعد تینتیس مرد اور چھ عورتیں واپس آ گئی تھیں۔ (ابن ہشام ج (ص ۲۲۳) ان کے علاوہ مکہ میں گنتی کے چند مسلمان اور تھے جو آزاد تھے۔ تقریباً یہ جب کسی نہ کسی مشرک کی حمایت میں تھے۔ اور جو غلام تھے وہ بدستور مصائب میں مبتلا تھے۔ بنو ہاشم اور بنو المطلب میں سوائے حمزہ اور علی اور زید کے کوئی اور مرد ایسا نہ تھا جو آنحضرت کی تصدیق کرتا ہو۔ بقیہ سب محض قبائلی عصبیت اور رشتہ داری کی وجہ سے آنحضرت کے حامی تھے۔ انہیں اس سے سروکار نہیں تھا کہ وہ کیا کہتے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ خود مکہ میں آنحضرت کو نہ تبلیغ کی اجازت تھی نہ کوئی بات سننے کا روادار تھا۔ لہذا سب سے اہم سوال یہ ہے کہ جو قرآن شعب میں تین سال تک نازل ہوتا رہا وہ کیا ہے تفاسیر و احادیث اس سوال کے جواب میں خاموش معلوم ہوتی ہیں۔

غور طلب یہ امر ہے کہ اس زمانے کی سورتوں میں کیا تعلیم ہے اور روئے سخن کس کی طرف ہے۔ ظاہر ہے کہ شعب میں چند مومن اور باقی سب کافر تھے اور شعب سے باہر جو مسلمان تھے وہ بھی اپنی پریشانیوں میں مبتلا تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح ان مصائب سے نجات ملے۔ تعلیم دین تو پہلے ہی دن مکمل ہو چکی تھی۔ لہذا بار بار مسلمانوں یا مشرکوں کو یہ بتانے کی ضرورت نہ تھی کہ اسلام کیا ہے۔ نہ اس سلسلے میں کسی نئی وحی کی ضرورت تھی۔ اسلامی تعلیم کا بنیادی تصور الٰہ اور بعث بعد الموت کی شکل میں

Marfat.com

پیش ہو چکا تھا۔ یہ بھی بتایا جا چکا تھا کہ اسلام کا خدا دوسری قوموں کے خدا کی طرح عادل ہی نہیں ہے بلکہ وہ رحیم بھی ہے یعنی وہ مجرم کو سزا تو دے گا لیکن معاف کرنے پر اپنے قانون رحمت کا پابند ہے۔

تیاری رسالت فی العالمین

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح پہلے دور میں تین سال تک فترۃ الوحی رہا اور صرف ایک مقصد کے لئے تین سال تک خفیہ جماعت کام کرتی رہی۔ اسی طرح خدا نے پھر یہ سامان کر دیا کہ اقوام عرب کو اسلام کا پیغام پہنچانے سے پہلے المرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سال کی تیاری کا زمانہ ملے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو اسوہ یوسفی (قید و بند) اور اسوہ موسوی (ہجرت و جہاد) پر عمل کر کے یہ دکھا سکیں کہ خدا پر بھروسہ کرنے والا ایک تنہا شخص ہر مشکل پر فتح حاصل کر سکتا ہے۔

اس زمانے میں روئے سخن نہ کفار کی طرف ہے نہ مومنین کی طرف۔ بلکہ جو سورتیں نازل ہوئیں ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ "الملک والدین توامان" یعنی اب جو وحی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ملک و حکومت کے اصول بیان کرتا ہے اور اس کا روئے سخن صرف آنحضرت کی طرف ہے موجودہ زمانے کی اصطلاح میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ قدیم روحانی سیاست کی تاریخ سے جو سبق حاصل ہوتا ہے۔ اس پر آنحضرت دل ہی دل میں غور کر رہے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ جب تک حکومت و سلطنت نہ ہو اس وقت تک دین کو قائم کرنا مشکل ہے یا یوں سمجھئے کہ دین اور سلطنت لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرا ناکافی ہے۔

تین سال کے مقاطعے کے مصائب

ایک دو دن نہیں تین سال تک مشرکین مکہ اس کوشش میں رہے کہ شعب ابی طالب میں جو لوگ محصور ہیں ان تک غلہ کا ایک دانہ یا کھجور کا ایک خوشہ بھی نہ پہنچ سکے۔ تاریخ خاموش ہے کہ کن ذرائع سے یہ لوگ ایسی قید کو گزار رہے تھے جس میں جیلروں کا منشا

Marfat.com

تھا کہ وہ قیدی بھوک سے تنگ آ کر یا تو اعتراف شکست کر لیں یا مر جائیں۔ بچے بھوک سے بے قرار ہو کر روتے تھے تو ظالم مشرکین ان کی دردناک آوازوں سے خوش ہوتے تھے۔ نوبت یہ آ گئی تھی کہ وہ طلح جھاڑی کے پتوں اور جڑوں کو کھا کر بھوک کی آگ بجھاتے تھے۔ سعد بن وقاص کو ایک چمڑا مل گیا تو وہ اسے بھون کر کھا گئے۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ گیہوں بھیجے تو ابوجہل نے دیکھ لیا اور کہا چل مکہ میں تجھے رسوا کروں گا۔ اتنے میں ابوالبختری پہنچ گیا۔ اس نے معاملہ کو ٹال دیا اور کہا کہ یہ غلہ حکیم کے یہاں امانت تھا وہ اپنی پھوپھی کو دینے جا رہا تھا۔ اسی طرح ہاشم بن عمرو (جو بنو ہاشم کا ننھیالی رشتہ دار تھا) موقع پا کر غلے کے اونٹ شعب میں ہانک دیا کرتا تھا۔

نصاریٰ کے بعد بنو اسرائیل اور مجوس پر توجہ

ہجرت حبشہ کے بعد بہت سے مسلمانوں کو نصرانی حکومت حبشہ نے پناہ دے دی تھی لیکن نہ تو شاید وقت آیا تھا، اور نہ آنحضرت مناسب سمجھتے تھے کہ ان کی مدد سے مکہ پر قبضہ کیا جاتے اور بجبر شیطان پرستی کا خاتمہ کر دیا جاتے۔

عرب میں ایک مضبوط تاجر قوم بنو اسرائیل کی بھی تھی جو خانماں برباد ہو کر عرب کے مختلف حصوں میں اپنا وطن بنا چکی تھیں۔ ان میں دو خصوصیتیں تھیں ایک یہ کہ وہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو دنیا کی ایک برگزیدہ اور منتخب قوم سمجھتی تھیں اور دوسرے عرصہ دراز سے محکوم اور غلام رہنے کی وجہ سے ان میں سود خوری اور کنجوسی یا دنائت حد درجہ پیدا ہو گئی تھی۔ آنحضرت نے انہیں خدا پرست سمجھ کر ان کی طرف توجہ کی اور ان کے علاوہ مجوسیوں کو بھی حقیقی خدا پرستی اور نیک عملی کے مشترک پروگرام پر متوجہ کیا۔

توراۃ اور عبری قوم

قرآن نے عبری قوم کو کہیں بنو اسرائیل اور کہیں یہود کہا ہے اس قوم کا حال جو

Marfat.com

کچھ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے وہ بہت مبالغہ آمیز ہے۔ اس لئے خود توراۃ کے متعلق سنڈر لینڈ کہتا ہے کہ "یہ خیال محض ایک روایت ہے کہ توراۃ کے مصنف حضرت موسیٰؑ تھے اور یہ روایت بھی بہت بعد کی ہے اور خود توراۃ میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔" اس مجموعہ میں بہت سی کتابیں ہیں۔ پانچویں صدی قبل مسیح میں مختلف افسانے، نظمیں، اور نصیحتیں چمڑوں پر لکھ کے جمع کر لی گئیں اور خراب روشنائی نے لفظوں اور اعراب کو ایسا مٹایا کہ مضمون مسخ ہو کر رہ گیا۔ یہ معیاری توراۃ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ ثانی عزیزؑ نے ۴۰۰ ق م سے ۳۶۰ ق م تک کاتبوں کو اسے زبانی لکھوا دیا تھا۔ بہرحال یہ بائیبل تھی ۷۷۳ ق م تک بالکل ضائع ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ ایک توراۃ السبعین تھی جو ۷۰ ق م میں یروخیم کے کتب خانے کی آگ سے نہیں بچی۔ اب صرف توراۃ السامرہ (SMARITAN ROLL) باقی ہے جس میں سامرہ کے حبروں نے بہت کچھ تحریف کی ہے۔

مسیح سے دو سو سال پہلے توراۃ یا قانون (Canon) کا یونانی ترجمہ ہوا۔ چونکہ یہ شروع کی پانچ کتابیں تھیں اور ان کو الکتاب یا قانون کہا جاتا تھا۔ اس لئے اس کا نام پنتاطوش (کتب خمسہ) رکھا گیا۔ ان پانچ کتابوں میں چار نظام قانون ہیں۔ اس ابتدائی معاہدہ میں جو خدا نے بنو اسرائیل سے کیا تھا جو احکام عشرہ بیان ہوتے ہیں وہ قانون حمورابی سے اتنے مشابہہ ہیں کہ محققین کا خیال ہے کہ یہ اسی سے ماخوذ ہیں اور جب بنو اسرائیل غلامی سے نجات پا کر ۱۹۲۱ سال قبل مسیح میں مصر سے چھوٹے تو آشوری اور بابلی تمدن نے ان پر اثر ڈالا اور حضرت سلیمان کے بعد جب عبری قوم کے دو ٹکڑے ہو گئے تو ان کی دو سلطنتیں بن گئیں۔ اسرائیل شمالی فلسطین کے حکمران بنے اور یہودی یروشلم کے مالک ہوئے۔ ۷۲۲ ق م میں بنو اسرائیل کے دس قبیلے منتشر کر دیئے گئے اور آشوریوں نے اسرائیلی سلطنت کو تباہ کر دیا۔ اب صرف بنی یہودا اور بنی یامین باقی تھے جو یروشلم میں حاکم تھے۔ ۶۰۴ ق م میں ان کو بنو خد نصرد (بخت نصر) نے قید کر کے بابل بھیج دیا۔ یہاں آ کر ان لوگوں نے پینسٹھ سال کی غلامی میں بابلی قانون و معاشرت سیکھ کر اپنی کہانی لکھی۔ اس کہانی کا مقصد یہ تھا کہ یہودی اپنے آپ کو ایک زندہ قوم اور برگزیدہ

Marfat.com

قوم سمجھنے لگیں اور اپنے خدا (یہوہ) کو دوسری قوموں کے خداؤں سے زیادہ طاقتور مانیں سوال یہ ہوتا تھا کہ بار بار تم برگزیدوں (ابناء اللہ) پر کیوں یہوا کا قہر نازل ہوتا رہتا ہے۔ تو اس کا جواب بائیبل یہی دیتی ہے کہ چونکہ یہودی یہوا کو چھوڑ کر (جو طوفان اور بارش کا دیوتا تھا) دوسری قوموں کے خداؤں مثل بعل بلخ اشتر اور زہرہ کی پوجا کرنے لگے تھے اور اپنے مندروں کے قریب جو باغ ہوتے تھے ان میں زنا کاری کے اڈے بنا رکھے تھے۔ اس لئے یہوا بطور سزا کے ان پر غلامی کی ذلت اور قید و بند اور جلا وطنی کی مسکنت نازل کیا کرتا ہے۔ یہوا چاہتا ہے کہ یہ قوم پوری دنیا پر سلطنت کرے وہ اس کے دشمنوں کو قتل اور تباہ کرنا چاہتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ یہ لوگ عمل صالح اختیار کریں۔

کے روش یا کا ئروش کوروش (Cyrus) نے ۵۳۹ ق م میں جب بابل فتح کیا تو اس نے مصر کی سرحد پر دوبارہ یہودیوں کو آباد کیا اور انہیں آزادی دی کہ جا کر یروشلم کے معبد کو دوبارہ بنائیں اسی لئے توراۃ میں کوروش کو موسیٰ ثانی کا لقب دیا ہے۔ قرآن غالباً اسی کو ذوالقرنین کہتا ہے، اس لئے کہ اس نے بابل میں بھی مذہبی آزادی دے رکھی تھی اور ہر قوم کے خداؤں کی بے روک ٹوک پرستش ہوتی تھی۔

توراۃ کی پہلی پانچ کتابوں میں سے ایک کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ۶۲۱ ق م میں یروشلم کے سردار پروہت کو معبد کے اندر اتفاقیہ مل گئی تھی۔

قانون کا تیسرا حصہ طہارت کے احکام پر مشتمل ہے (لیوی ٹکس ۷ ۱-۲۴)

بقیہ قانون موسیٰ پروہتوں یا حبروں سے متعلق ہے۔

قرآن اور توراۃ

توراۃ میں حضرت موسیٰؑ سے ہزاروں سال پہلے کے قصے موجود ہیں۔ یہی نہیں کہ اس میں آدم سے ابراہیم تک کا نسب نامہ اور حضرت موسیٰ کے زمانے تک کی کہانیاں موجود ہیں بلکہ آدم کے پیدا ہونے سے پہلے کے حالات بھی ہیں کہ زمین و آسمان کس طرح بنے اور اس کے بعد خدا نے تھک کر ایک دن (ہفتہ کے دن: یوم السبت) کی

Marfat.com

چھٹی منائی اس لئے کسی یہودی کو اس دن کوئی کام نہ کرنا چاہیئے۔ قرآن نے ان سب قصوں کو عقلی معیار پر لا کر اس سے صرف خدا کی عظمت و بزرگی ثابت کی ہے۔

آدم و نوح علیہ السلام

آدمؑ کے باغ عدن سے نکالے جانے کے سلسلے میں قرآن نے بھی ایک مسلک اختیار کیا کہ شیطان کے فریب میں آنے سے انسان کو سزا ملتی ہے اسی لئے آدم جو مسجود ملائکہ تھے وہ بھی محنت و مصیبت میں مبتلا کر دیئے گئے۔ قرآن میں یہی سبق طوفان نوح کے متعلق دیا گیا ہے کہ خدا پرستی کو چھوڑ کر شیطانی وسوسوں میں پڑنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ خود پسر نوح اور زوجہ نوح تباہی میں پڑ جاتے ہیں۔

موجودہ تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آدم و نوح کے قصے بابل اور دوسری قوموں میں بھی موجود تھے جن سے اخذ کر کے یہودیوں نے اپنی قومؐ کو برگزیدہ اور معزز ثابت کرنے کے لئے اپنے آباؤ اجداد سے منسوب کر لیا ہے لیکن قرآن ان قصوں کی حقیقت سے بحث نہیں کرتا۔ وہ یہود کو توجہ دلاتا ہے کہ الکتاب "یعنی توراۃ میں بھی یہ قصے ہیں اور ان سے سبق حاصل کریں۔ اور خدا کو مان کر شیطان سے دور بھاگیں۔

ایوب علیہ السلام

بروایت توراۃ یہ ۲۲۳۳ ق م میں پیدا ہوتے تھے۔ یہ عرب کے ایک شیخ قبیلہ تھے اور سخت آزمائشوں میں ڈالے گئے تھے۔ پھر خدا نے ان کو دوبارہ اولاد و مال و جاہ عطا کیا۔

ابراہیم علیہ السلام

بروایت توراۃ ۱۹۲۱ ق م میں سام کی آٹھویں پشت میں پیدا ہوتے۔ عرب مستعربہ اپنا سلسلہ نسب ان تک پہنچاتے تھے۔ یہ اصل میں عرفہ (خالدیہ) کے باشندے تھے اور قرآن ان کو موحد اور خدا پرست بتاتا ہے انہوں نے بابلی نجوم پرستی سے منہ موڑ کر خدا پرستی اختیار کی تھی۔ قرآن ان کی زندگی سے بھی یہی سبق لیتا ہے کہ دین

Marfat.com

حنیف یعنی دین اللہ یہی ہے کہ خدا کو مانا جائے اور جو تشبیوں اور کاہنوں نے سورج چاند ستاروں کو دیوتا بنا رکھا ہے۔ ان سے منہ موڑ لیا جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بابلی تمدن کی بنیاد وہی اجرام فلکی پر مبنی تھی اور بعل دیوتا در حقیقت وہی "را" یا "سوریہ" ہے جو مصر و ہند میں سورج دیوتا کے نام سے پوجا جاتا تھا۔

اسمٰعیل علیہ السلام و اسحاق علیہ السلام

توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات ابرام (اچھے باپ) کے بیٹے تھے اور جب ابرام کی اولاد بڑھ گئی تو وہ اب رہام (گروہ کے باپ) ہو گئے تھے۔ قرآن یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسحاق (یعنی اسرائیل) اور اسماعیل دونوں کی نسلوں کو چاہیے کہ قدیم دین ابراہیمی یعنی خدا بندگی کی طرف متوجہ ہوں اور دونوں قومیں متحد ہو جائیں اور دنیا میں اللہ کا نام بلند کریں۔ اسماعیل ۱۹۱۱ اور اسحاق ۱۸۹۲ قبل مسیح میں پیدا ہوئے تھے۔

توراۃ اور قرآن میں اس بات پر اختلاف ہے کہ ابراہیم نے کس کو بطور قربانی کے خدا کے سامنے پیش کیا تھا قرآن کہتا ہے کہ وہ اسماعیل تھے اس لئے کہ وہ بڑے بیٹے تھے۔ بہرحال قرآن یہ سبق دیتا ہے کہ ابراہیم نے اپنے بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن خدا نے ان پر رحم کیا اور انسانی قربانی منسوخ کر دی بلکہ شکرانے کے طور پر خدمت بیت اللہ کو بطور فدیہ کے مقرر کیا۔ یہ خدمت اس شکریہ میں تھی کہ خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا کہ ابراہیم کی نسل بڑھاؤں گا اور سرزمین موعود یعنی کنعان کی حکومت بخشوں گا۔ قرآن بھی یہی چاہتا ہے کہ دین اللہ یعنی خدا پرستی اسی میں ہے کہ ایک اخلاقی حکومت قائم ہو اور جب قائم ہو جائے تو اس کی خوشی منائی جائے۔ مسلمان ہر سال حج کے موقع پر اس یادگار ابراہیمی کو مناتے ہیں اور مکہ میں جمع ہو کر ابراہیم و اسماعیل و اسرائیل کا نام زندہ کرتے ہیں ور کل دنیا کو دعوت امن و اتحاد و خدا پرستی یعنی خدمت خلق دیتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف ؑ یعقوب بن اسحاق کے بیٹے تھے۔ یہ مصر میں حاکم بنے۔ انہیں خواب کی تعبیر کے علاوہ اقتصادی نظم قائم کرنے کا بھی سلیقہ تھا۔ اسی لئے انہوں نے مصر کو قحط سے بچا لیا۔ یہ قصہ بائبل میں ہے اور زلیخا کے عشق کی روداد بھی ہے۔ یوسف نے اپنے خاندان کو مصر میں آباد کر لیا تھا۔ جب ان کی اولاد بڑھنے لگی تو ان کو دیکھ کر مصری ڈرنے لگے۔ اس لئے کہ ان سے پہلے حی عکسو (عمالقہ) یعنی سامی النسل چرواہے بنو اسرائیل کی طرح مصر میں آتے تھے اور یہاں کئی سو سال تک نہایت ظالمانہ حکومت کر چکے تھے۔ یہ دیکھ کر مصری بادشاہوں نے یہ قانون بنا دیا کہ اسرائیلی لڑکے پیدا ہوتے ہی دریائے نیل میں غرق کر دیئے جائیں تاکہ یہ قوم رفتہ رفتہ برباد ہو جاتے۔ اس قصے سے قرآن کا یہ مقصد ہے یوسف کی طرح حق پرستی سے فتح ہوتی ہے خواہ اپنے بھائی جان کے دشمن ہوں جس طرح قریش میں

موسیٰ علیہ السلام

اتفاق سے موسیٰ (مو: پانی، اسے نکالا ہوا، یعنی پانی سے نکالا ہوا) کو نیل سے فرعون کی بیوی نے نکال لیا اور شاہی محل میں پرورش کی۔ انہوں نے مصری پجاریوں کے خفیہ علوم و فنون یعنی سحر و کیمسٹری کو سیکھ لیا۔ پھر اصلی علم (سائنس) سے مصری ساحروں کو شکست دی۔ انہوں نے اپنی قوم کو ہجرت کر جانے پر آمادہ کیا اور غلامی سے بچا کر سینا کے میدان میں لے آئے۔ مگر یہ غلاموں کی بھیڑ دو سو برس کی غلامی میں رہ کر اس قابل نہیں رہی تھی کہ کنعان کو فتح کر لے بلکہ بقول قرآن کہتی تھی کہ ہم میں لڑنے کی سکت نہیں۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ غلامی سے نکل کر اچھی زندگی اور سرسبز و شاداب زمینیں ملیں گی۔ لہٰذا اے موسیٰ جاؤ تم اور تمہارا خدا (یہوا) دونوں لڑ کر وہ زمین ہمیں دلا دو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس سال سینا کے میدانوں میں سرگرداں رہنے کے بعد ایک نئی مضبوط قوم بنی تب اس نے کنعان کا ایک حصہ فتح کر لیا۔ المرسل کو اسوہ موسوی سے ہجرت و جہاد کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

شعب کے زمانے میں ان قصوں سے یہی نصیحت قرآن نے دی ہے کہ سعی و جہد

Marfat.com

و جہاد کے بعد ہی ایک مردہ قوم زندہ اور غلام قوم آزاد ہو سکتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو تا کہ بغیر سعی کے سلطنت و عزت حاصل ہو۔

حکومت اور دین جڑواں بچے ہیں (الملک والدین توامان)

ہم وطن، ہم قوم مشرکوں کے علانیہ اصلاح حال کو بمشکل دو سال گزرے تھے کہ وہی دشمن جان بن گئے۔

آگ دی جب باغباں نے آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

شعب میں جتنے ساتھی تھے سوائے بی بی خدیجہ، امیر حمزہ، علی، زید اور ام ایمن کے سب مشرک تھے۔ لیکن رشتہ داری کی بنا پر سینہ سپر تھے۔ شعب سے باہر چند مجبور مسلمان تھے باقی حبشہ جا چکے تھے۔ آپ کے ساتھ اللہ تھا اللہ کی بخشی ہوئی ہمت تھی اور کافروں اور بے کسوں سے محبت۔ وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ سننے والے بہت کم تھے یا یوں کہنا چاہیئے کہ صرف چند مسلم تھے جو قید میں ساتھ تھے۔ زیادہ تر یہ تعلیم آنحضرت ہی کے لئے تھی، دین حق کے قیام کے لئے صبر و استقامت کے ساتھ مصائب کی بھٹی سے گزرنا ضروری تھا۔ آپ کے ضمیر منیر پر یہ روشن ہو گیا تھا کہ دین اور سیاسی اقتدار اور ملک اور دین دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک کے بغیر دوسرا زندہ نہیں رہ سکتا۔ دنیا میں بہت سے نبی آئے لیکن جو سلطنت قائم نہ کر سکے وہ دین کو بھی آگے نہ بڑھا سکے، موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ سلطنت قائم کر کے اللہ کے دین کو قائم کر سکے۔ سلطنت گئی تو یہودی دین بھی ختم ہو گیا۔ مسیح علیہ السلام کو سلطنت ہی نہ ملی اور جب تیسری صدی میں مسیحیوں کو سلطنت ملی بھی تو اس وقت تک مسیحیت کا کلمہ بھی متعین نہ ہو سکا تھا۔ پروہتوں نے (یعنی پادریوں اور پوپوں) نے دین کو کھلونا بنا لیا۔ آخر سچی مسیحیت پردے میں چھپ گئی۔ اسی طرح بہت سے فلسفی پیدا ہوئے لیکن سلطنت کے بغیر اپنے اصول کو رائج نہ کر

سکے۔ گورمارکس، آربلیس یا اشوک کے زمانہ میں سلطنت کے بل بوتے پر عوام تک بلند فلسفیانہ اصول پہنچے لیکن فلسفی بادشاہوں کے ختم ہونے پر نہ فلسفہ باقی رہا نہ دین۔ لہذا سلطنت ہو تو کتابی ہو اور ایسی ہو کہ جمہور اسے اپنی سمجھیں تاکہ فرد کے مرنے کے بعد بھی فنا نہ ہو یعنی غیر پروہتی نظام کی پابندی ہو

کتابی سیاست کی تمہید

غرضیکہ اس زمانے کا قرآن، کتابی سیاست کی تمہید ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ دین کی غرض دنیوی زندگی کی اصلاح ہے۔ صرف دین یا صرف سیاست انسانی اصلاح و ترقی کے لئے کافی نہیں۔ ایک گوشے پر نظر رہے گی تو دوسرا خالی رہ جائے گا

بقول نصرت لاہوری

شیشۂ ساعت بود آئینۂ دنیا و دیں
گر یکے آباد گردد دیگرے ویراں شود

یہ صرف آنحضرت کا کارنامہ تھا کہ آپ نے عقل کو آزادی دے کر دین و دنیا کو ایک کر دیا اور لوگوں کو جمہوری اور روحانی، غیر پروہتی سلطنت کا تصور دے کر دین و دنیا کے تضاد کو مٹا دیا۔

اس دور میں جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں مرکزی سیاسی پارٹی کے لئے چند زریں اصول بیان کئے گئے ہیں اور خاص طور سے بنو اسرائیل کی سیاسی تاریخ کو پیش نظر رکھا گیا ہے مثلاً

۱۔ اخلاقیات اور پارٹی فنڈ

مرکزی جماعت کو نیک کاموں کی عادت ڈالنا چاہیے۔ اگر ماں باپ بھی روکیں تو مقصد کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ مصیبت پر صبر کرنا، لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آنا، غرور نہ کرنا، قدامت پرستی کی تفریط سے بچ کر اعتدال اختیار کرنا اور ان اعمال کے

Marfat.com

ساتھ اللہ کو ماننا ہی عروۃ الوثقیٰ کو پکڑ لینا ہے۔ خدا کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک پارٹی فنڈ ہو جس سے یتیموں، مفلسوں اور اسیروں کی مدد کی جائے۔ جب معاشی مساوات اور اتحاد عمل پیدا ہو جائے گا تو حکومت قائم کر لینا آسان ہو گا (سورہ لقمان)

خلاصہ سورہ ۳۱۔ لقمان

لقمان کو خدا نے علم و حکمت دی اس نے بھی شرک کی برائی کی۔

معجزات الہیہ

کل مظاہر قدرت اللہ کی نشانیاں (آیات) ہیں۔ ان ہی نشانیوں سے اللہ کو پہچانو۔

صبر واستقامت فتح کی کنجی ہے

اللہ کو مان کو مضبوطی سے مقصد پر متحد ہو کر جمے رہو۔ عروۃ الوثقیٰ کو پکڑو۔ غرور چھوڑ دو۔ سکھ میں بھی اللہ کو یاد کرو اور مسکینوں، یتیموں اور اسیروں کی مدد کرو جو ان اصول پر کاربند ہو گا وہ یقیناً کامیاب ہو گا۔

کتابی سیاست

"اس زمانے کی قرآنی تعلیم یہ بھی بتاتی ہے کہ اللہ کے ماننے والوں کی سیاست ایسی ہونی چاہیے کہ دنیا میں قانون الٰہی (کتاب اللہ) جاری ہو جائے یعنی جس طرح خدا نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے کہ اسی طرح آزاد رہے اور کوئی دینی یا سیاسی گروہ ان کے دماغوں اور جسموں کو اپنا غلام نہ بنا سکے۔ یہ اسی طرح ممکن ہے کہ صرف اللہ کو آقا مانا جائے اور جب کبھی نمرود فرعون یا پروہتوں اور ساحروں کی جماعت اپنی خدائی قائم کرنے لگے تو ابراہیم و موسیٰ علیہ السلام کی طرح ان سے بغاوت کر دی جائے۔ بغاوت کا طریقہ بھی بتایا کہ یا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام (۱۹۲۱ ق م) کی طرح نمرود کی کوکب پرستی کے خلاف بغاوت کر کے صرف ایک بھتیجے (لوط علیہ السلام) کے ساتھ ہجرت کر دی جائے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح پہلے تنہا ہجرت کی جائے اور موقع پا کر پھر

Marfat.com

مصر سے اپنے غلام ہم قوموں کو لے کر (۱۴۹۲ ق م) نکلا جاتے اور سلطنت قائم کرنے کی کوشش کی جاتے۔ قرآن اسے تسلیم کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم سے خدا نے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ خدائی قانون پر چلیں گے تو وہ اور ان کی اولاد ہمیشہ معزز رہے گی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بڑے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو خدا خانے کی خدمت کے لئے قربان کر دیا۔ یعنی انہیں خدمت خلق اللہ کے لئے وقف کر دیا۔ یہی ذبح عظیم یا بہت بڑی قربانی خدا سے نزدیکی ہے کہ خدا پرستی اور خدمت خلق کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی جاتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام (۱۷۰۰ ق م) کا قصہ بھی یہ ظاہر کرنے کے لئے بیان ہوا کہ خدا پرستی کا اجر اسی دنیا میں مل جاتا ہے اور ایک غلام تخت سلطنت تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن جب بنو اسرائیل نے عزیر (OSIRIS) پرستی اور گوسالہ (MEMPHIS) پرستی شروع کر دی تو پھر غلام بنا دئے گئے۔ آخر دو سو سال کی غلامی کے بعد خدا نے دشمن ہی کے یہاں موسیٰ کی پرورش کرائی اور انہوں نے خدا کی مدد سے ایک غلام قوم کو پھر آزادی کا سبق دیا اور انہیں بتایا کہ عزیر کی جگہ یہوا (اللہ) کو پوجو اور یہ نہ سمجھو کہ تم ابراہیمؑ و اسرائیل کی نسل سے ہو تو خدا تم پر رحمتیں نازل کرتا رہے گا۔ بلکہ اگر تمہارے اعمال اچھے ہوں گے، یعنی جب خدا پر بھروسہ کر کے معاشی مساوات اور آزادی کی کوشش کرو گے تب حکومت حاصل ہوگی۔ یہ نہ ہوگا کہ خدا کو ساتھ لے کر میں جاؤں اور کنعانیوں کو شکست دے کر تمہیں سرسبز و شاداب ملک کا حکمران بنا دوں اگر خود عملی زندگی نہ شروع کرو گے تو بیابان سینا میں فاقوں میں مر جاؤ گے اور من اور بٹیر بھی نہ میسر آئیں گے، پیاز اور پھل ترکاریاں تو درکنار بقول کلیم کاشانی اگر عملی اقدام نہ ہو تو رونا چلانا بے سود ہے

اے جرس تلبکے از نالہ گلو پارہ کنی
کس دریں بادیہ دیدی کہ بفریاد رسید؟

سورہ ۲۵۔ البقرہ رکوع ۳۵

تاریخ یہود کی ابتدا حضرت ابراہیم کے بیٹے اسرائیل سے ہوتی ہے۔ ان ہی کے بڑے بیٹے اسماعیل تھے جن سے اہل عرب نسبی نسبت رکھتے تھے۔ اور جنہوں نے عرب میں پہلا خدا خانہ (کعبہ) بنایا تھا۔ چونکہ قرآن توراۃ کا مصدق ہے اس لئے حضرت ابراہیم کے واقعہ سے قرآن توراۃ شروع کی گئی ہے۔ شعب ابی طالب کے ماحول میں تاریخ یہود کتنی امید افزا بن جاتی ہے۔

اللہ ہی مارتا اور جلاتا ہے

نمرود کا خیال تھا کہ موت و حیات ان کے اختیار میں ہے لیکن ابراہیم علیہ السلام نے بتایا کہ اختیار صرف اللہ کو ہے اور نمرود کو بھی قائل کر دیا کہ اگر تو قادر ہے تو سورج کو بجائے مشرق کے مغرب سے نکال دے۔ وہی مردہ قوموں کو زندہ کر سکتا ہے (اور بہت ممکن ہے کہ قریش کے مردہ دلوں میں وہ جان ڈال دے) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کو بیان کیا ہے کہ انہوں بچشم خود دیکھا کہ چار مردہ اور کاٹے ہوتے جانوروں کو خدا نے زندہ کر دیا (بائبل میں دو پرندوں اور چوپایوں کی سوختنی قربانی کا ذکر ہے اور خدا کی خوشنودی کا ذکر ہے کہ ابراہیم کی اولاد میں ترقی ہوگی اور سرزمین کنعان انہیں ملے گی۔ یعنی ایک زندہ قوم بن جائے گی۔ دیکھئے تکوین ۱۵)

نوٹ۔ یہ رکوع فصل ششم ۲ھ میں دوبارہ مذکور ہوا)

مکہ دار السلام بنے گا

خدا کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو عہد تھا وہ یہی تھا کہ بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل دونوں خدا پرستی کی وجہ سے ترقی کریں گے اور مکہ بھی دار السلام بن جائے گا۔ اس کا ذکر خصوصیت سے سورہ ابراہیم کی دعا میں ہے۔

سورہ ۱۴۔ ابراہیم: قرآن و توراۃ کا کام

ہر قوم کا رسول اپنی زبان میں خدا کا کلام سناتا ہے۔ قرآن کا بھی وہی کام ہے جو توراۃ کا تھا کہ ظلمات سے نکال کر لوگوں کو نور کی طرف لاتے۔ اس کام کے لئے مشہور

Marfat.com

نبیوں کے علاوہ بہت سے ایسے نبی بھی آ چکے ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
(لا یعلمهم الا اللہ

سلطان یا ثبوت

پھر بھی لوگوں نے خالق سماوات و ارض کے وجود میں شک کیا اور خدا کے وجود کی دلیل مانگتے رہے اور نبیوں کو اذیت دیتے رہے لیکن انہوں نے صبر بھی کیا اور اللہ پر توکل بھی۔

مکہ سے اخراج کا اشارہ

پھر منکروں نے نبیوں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ ہماری ملت میں واپس آ جاؤ لیکن اللہ نے ظالموں کو تباہ کیا اور اس کے بعد جہنم دیا۔

بیت اللہ میں دعائے ابراہیم

خدایا اس شہر (مکہ) کو دار الامن یا دار السلام بنا دے۔ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے بڑھاپے میں اولاد دی۔ خدایا ہمیں اصنام پرستی سے بچا۔ تو ہی عالم الغیب ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔

نوعیت علم غیب بذریعہ وحی

سورہ یوسف کے گیارھویں رکوع میں ذلک من انباء الغیب نوحیه الیک وما کنت لدیهم اذ اجمعوا امرهم وهم یمکرون ○ یعنی برادران یوسف جب مکر و فریب میں مشغول تھے تو اس وقت کی باتیں خدا نے تجھے بتائی ہیں تو خود وہاں موجود نہ تھا۔ اے المرسل یقین رکھ کہ یوسف کی طرح تیری فتح ہو گی۔

اسی طرح سورۃ القصص کے پانچویں رکوع میں ہے (وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسیٰ الامر وما کنت من الشاهدین --- وما کنت بجانب الطور اذ نادینا--- یعنی الامر (توراۃ) جب موسیٰ کو دی گئی تو تو وہاں مشاہدہ کرنے والا نہ تھا نہ

Marfat.com

اس وقت تو موجود تھا جب خدا نے موسیٰ کو آواز دی تھی۔

مقصد یہ ہے کہ قرآن جن گذشتہ احوال کو بیان کرتا ہے۔ ان کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ انہیں قصہ کہانی سمجھا جائے بلکہ ان کی ایک غرض و غایت ہے جسے خدا بذریعہ وحی اپنے رسول پر ظاہر کرتا ہے۔ علم غیب یہ نہیں کہ یوسف علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام پر کیا واقعات گزرے بلکہ ان واقعات سے جو بات پیدا ہوتی ہے اور جس کے لئے رسول اللہ کو تیار کیا جا رہا ہے وہ مقصد وحی ہے۔ رسول اللہ شعب میں ہیں بے یار و مددگار ہیں اور خدا بذریعہ وحی انہیں امید و کامرانی کے قصوں کے ذریعے تیار کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کی فتح یقینی ہے۔

۲۸۔ القصص

موسیٰ نے فرعون کو شکست دی لیکن سلطنت قائم کرنے سے پہلے مدین میں تجربہ حاصل کیا۔ واپسی میں وادی ایمن میں (مثل شعب ابی طالب کے) وحی ہوئی کہ غلامی سے اپنی قوم کو نکالو۔ یہ باتیں اللہ والوں کو اللہ کی وحی سے معلوم ہوتی ہیں کہ موسیٰ کی غرض کیا تھی (ورنہ کتابوں اور کہانیوں سے یہ کب پتہ چلتا ہے۔)

توراۃ اور قرآن کے لئے تحدی

موسیٰ کو الکتاب (یعنی توراۃ دی گئی جو لوگوں کو راستہ بتانے والی رحمت (بصائر ہدایت و رحمت) ہے اسی طرح محمد عربی کو قرآن دیا گیا تاکہ ان لوگوں کو نصیحت دے جن میں کوئی نذیر (ڈر سنانے والا) نہیں آیا۔ یہ بھی توراۃ کی طرح رحمت ہے اور خدا کا بھیجا ہوا کلام حق ہے تو کافروں نے دونوں کو جادو (سحر) کہا (حالانکہ یہ دونوں حق ہیں سحر نہیں ہیں)

اس پر رسول اللہ نے کفارہ کو چیلنج دیا کہ اگر تم سچے ہو تو ان دونوں تعلیموں (کتاب) سے بہتر تعلیم لاؤ تو میں تیار ہوں کہ اس کی پیروی کرنے لگوں۔ مگر وہ لوگ اپنی خواہشات نفسانی کے پیرو تھے۔ وہ ایسی تعلیم نہ لاسکے اور بجائے اللہ کی ہدایت کے

Marfat.com

شیطانی راہ پر چلتے رہے اور گمراہ ہوتے (قل فاتوا بکتاب من عند اللہ ھو اھدیٰ منھما، اتبع ان کنتم صادقین۔ رکوع ۵)

نوٹ:۔ تحدی یا چیلنج کے سلسلہ میں فصل سوم سورہ ۴۶ الاحقاف بھی دیکھئے اور اگلی فصل پنجم میں سورہ یونس بھی پڑھئے۔

اہل کتاب قرآن کو مانتے ہیں

(الذی آتینھم الکتب من قبلہ ھم بہ یومنون (القصص۔ رکوع ۶)

اس سورہ میں موسیٰ و فرعون کے حالات کے سلسلے میں رسول اللہ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ موسیٰ کی طرح ہجرت کرنے کے بعد اللہ کے بھروسہ پر کمزور غلاموں کی مدد سے ضرور کامیابی ہوگی۔ بہرحال جاہلوں کے منہ نہ لگنا چاہئے۔ ان سے نرمی سے کلام کرنا چاہئے (واذا سمعو اللغوا عرضوا عنہ و قالوالنا اعمالنا ولکم اعمالکم لا نبتغی الجاھلین) البتہ ان سے یہ کہہ دو کہ خدا کسی آبادی کو اس وقت تک تباہ نہیں کرتا جب تک اس کی بڑی بستی میں نصیحت کرنے والا نہ بھیج دے اور جب تک وہ لوگ ظلم پر اصرار نہ کریں۔

اسی سلسلہ قوم موسیٰ کے ایک فرد قارون کا حال بھی بتایا ہے کہ وہ بہت مالدار تھا۔ اپنی دولت پر اتراتا تھا اور بجائے احسان کے دنیا میں فساد پھیلاتا تھا۔ لوگ اس کی دولت پر رشک کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ مال میں نے اپنے ہنر سے کمایا ہے۔ دوسروں کو کیوں دوں۔ آخر اس کا مال تباہ ہو گیا اور مفلسوں نے یقین کر لیا کہ رزاق تو اللہ ہی ہے۔ اس قصے سے بھی مفلس مومنوں کو ڈھارس دی گئی ہے کہ خدا پر بھروسہ کرنے والوں کو آخر کار فتح ہوتی ہے اور قریش کے مالدار غلام ساز آخر ضرور تباہ ہوں گے۔

صبر و استقامت فتح کی کنجی ہے

یاد رہے کہ اس دور کا قرآن نہ صرف کتابی اور فطری سیاست کی تمہید ہے۔ بلکہ

Marfat.com

ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے اس میں جس صداقت کا اظہار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ پر بھروسہ کر کے مصائب و حوادث کا مقابلہ کرتے ہیں انہیں یقیناً فتح ہوتی ہے۔ آپ کے ہر دور زندگی میں خدا پر بھروسہ اور خود اعتمادی کی یہی شان ہر جگہ نظر آتی ہے۔ مرحوم اخگر مراد آبادی نے خوب کہا ہے کہ

مصیبت راہ حق میں ہمت مرداں بڑھاتی ہے
کہ جوہر اور بھی صیقل سے خنجر کے نکلتے ہیں

بہر حال جس قوم میں مصائب سے گزرنے کی ہمت پیدا کرنا چاہو اسے اس دور کا قرآن دے دو اور بتا دو کہ اسی قرآن کو پڑھ کر حافظ کہا کرتا تھا

در بیاباں گر بشوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنشہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

دور ہذا کے قرآن کی تعلیم کا خلاصہ

(۱) سورہ لقمان
اتحاد اور استقامت کی فتح کی کنجی ہے۔ غرور ترک کرو۔ رحم و محبت کرنا سیکھو۔

(۲) البقرہ رکوع ۳۵
ابراہیم نے نمرود کو بتایا کہ موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی اور کو یہ اختیار نہیں۔ لہذا سوائے خدا کے کسی کا ڈر نہیں ہونا چاہئے۔

(۳) سورہ ابراہیم

اللہ کا وعدہ ہے کہ مکہ دارالسلام بنے گا۔ یقیناً یہاں اسلام قائم ہو گا۔ یہی عہد قدیم ہے

(۴) سورہ یوسف

اہل حق قید و بند سے ڈر کر راہ کو حق نہیں چھوڑتے۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ یوسف کی طرح محمد المرسل کی فتح ہو گی اور مکہ اطاعت کرے گا۔

(۵) القصص

موسیٰؑ نے ہجرت کے بعد جہاد کیا اور یروشلم کو بنی اسرائیل نے حاصل کر لیا۔ قوم موسیٰؑ غیر اللہ (فرعون) کی غلامی سے آزاد ہو گئی۔

اے اہل مکہ بت پرستی چھوڑنے سے تمہاری تجارت کو نقصان نہ ہو گا۔ اللہ کا حکم اور فیصلہ جاری ہو کر رہے گا اور حق کی فتح ہو گی۔ استقامت شرط اولیں ہے۔

= =

Marfat.com

پانچویں فصل : رسول اللہ الی العالمین

محرم ۱۰ نبوی (مارچ ۶۱۹ء) تا صفر ۱۳ نبوی (مئی ۶۲۲ء)
مکہ کے باہر کے قبائل اور مجوس و بنو اسرائیل پر توجہ

{ نوٹ :- اس دور میں ہجرت مدینہ تک عمر رسول اللہ کی زندگی تین مختلف اور اہم ادوار سے گذرتی ہے }

پانچویں دور نبوت کی قرآنی تعلیم

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ۔ اَلْغَنِیُّ ۔ ربُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۔ اَلَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ ۔ اَلْمُجِیْبُ الْمَجِیْدُ ۔ اَلْحَفِیْظُ ۔ مُدَبِّرُ الْمُلْکِ ۔ القاھر ۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَیُدْرِکُ الْاَبْصَارَ

نصاریٰ و یہود سے :- یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْئٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرَاۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْکُمْ مِنْ رَبِّکُمْ

مجوس سے :- لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ ۔ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ ۔ اَلَّذِیْ خَلَقَھُنَّ (حم السجدہ) لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا ھُوَاِلٰہٌ وَّاحِدٌ (النحل)

رسول اللہؐ سے :- اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (السجدہ)

مصدقین سے :- وَلَا تُجَادِلُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا

Marfat.com

مِنْهُمْ) وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (العنکبوت ع ۵)

مشرکین سے :- قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۔ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (بنی اسرائیل) اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا (بنی اسرائیل) لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (بنی اسرائیل) فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ○ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا (الر۔ یونس)

جان باستقبال جاناں می رود۔۔۔ تشنہ سوئے آب حیوان می رود
بلبل شیدا شد آزاد از قفس۔۔۔ سوئے گلگشت گلستان می رود
(ضیاء الدین خالد ترک)

لوگو! میں تو صرف تمہاری اصلاح کرنا چاہتا ہوں۔
یہ تاریخی حقیقت ذہن نشین کر لو کہ ظلم و تکبر قوموں کی تباہی لاتا ہے۔
یہ سنت اللہ ہے جس میں نہ تحویل ہے نہ تبدیل۔
مکافات عمل سے کوئی نہیں بچ سکتا۔
یہاں بچ گئے تو قیامت میں مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ جزا و سزا دے گا۔

Marfat.com

رسول اللہ الی العالمین (۱)

یا ملک الحی القیوم القاہر اللطیف الخبیر ذوانتقام

حصہ اول: شعب سے رہائی تا وفات ابو طالب

اس دور میں رحمان کی بحث کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بنو اسرائیل اور قبائل حول المکہ پر خصوصیت سے توجہ کی گئی۔ دو خداؤں کے ماننے والوں کو بھی دعوت توحید دی گئی لیکن جب مکہ میں رہنا ناممکن ہو گیا اور مدینہ میں انصار پیدا ہو گئے تو بادل ناخواستہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے مکہ کو خیرباد کہا۔

المرسل اور ان کے خاندان کی رہائی

۱۰ نبویؐ کے شروع میں جبکہ ۹ کا حج (مارچ ۶۱۹ء) ختم ہو رہا تھا تو ان کے خاندان سے چند ہمدردی رکھنے والے جمع ہوتے انہوں نے دیکھا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب پر تین سخت سال گزر چکے ہیں اور قریش مکہ مطمئن بیٹھے ہیں کہ اب اسلام جلد ختم ہو جائے گا۔ تجارتی حالات بھی بہت کچھ قریش کے موافق ہوتے جا رہے ہیں اور شام و مصر پر ایرانیوں کے قبضہ کی وجہ سے مکہ کی ایران دوست پارٹی کا کاروبار چل نکلا ہے۔ نصاریٰ کے دوستوں اور مسلمانوں پر اس کا اثر یہ پڑا ہے کہ حبشہ سے بہت سے مہاجر واپس آ گئے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ کے آئین کے دینی تفرقے خورشید پرستوں کی تلوار کی آگ میں بھسم ہو جائیں گے۔ اور ہر جگہ دو خداؤں یعنی یزدان واہرمن کی پرستش ہونے لگے گی۔

بنو ہاشم اور بنو المطلب کے بہت سے ننھیالی رشتہ دار مکہ کے مختلف خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ہاشم جو شعب میں غلہ پہنچایا کرتا تھا۔ ایک دن زہیر مخزومی سے

Marfat.com

ملا۔ زہیر ابو طالب کا بھانجہ تھا۔ اور کہا کہ تمہارے ماموؤں پر جو مصیبت ہے وہ اگر ابوالحکم (ابوجہل) کے خاندان پر پڑتی تو وہ کبھی برداشت نہ کرتا۔ آخر یہ دونوں مطعم بن عدی کے پاس گئے مطعم نے بھی ہمدردی کی اور ابوالبختری بھی ساتھ ہو گیا۔ اور زمعہ مطلبی بھی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے ساتھی بن گیا۔ اب ان پانچ آدمیوں نے صبح کو حرم کعبہ میں ملنے اور معاہدہ چاک کرنے کا عہد کیا۔ دوسرے دن زہیر نے حرم میں آ کر کہا یہ مقاطعہ نامہ سخت ظالمانہ ہے میں اسے پھاڑ ڈالوں گا۔ ابو جہل موجود تھا۔ اس نے مخالفت کی لیکن زہیر کے چار ساتھیوں نے کہا کہ ہم پہلے ہی اس مقاطعہ کے خلاف تھے۔ مطعم نے معاہدہ نامہ کو پھاڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو دیکھا کہ دیمک نے اس کی ظالم شرطوں کو چاٹ ڈالا ہے۔ اس کے بعد یہ لوگ ہتھیار باندھ کر گئے اور سب کو شعب سے نکال لائے اور مخالفین نے جو پہرے بٹھائے تھے وہ بھی اٹھ گئے۔

نصرانیوں کی شکست پر مشرکین مکہ کی خوشی

مکہ میں پہلے ہی دو پارٹیاں تھیں۔ ہاشم بن عبد مناف نے نصرانی ملکوں سے تجارت کا راستہ کھولا تھا اور شام و مصر کے علاوہ حبشہ کے نجاشی سے بھی معاہدہ تجارت کیا تھا۔ ہاشم کے مقابلہ پر نوفل بن عبد مناف نے عراق و فارس کے ساسانی حکمرانوں سے تجارتی سفر کے معاہدے کئے تھے اور یہ بھی کوشش کی تھی کہ مکہ کی حکومت کے دو محکمے اپنے بھائی سے چھین لے۔ اس طرح مکہ میں دو پارٹیاں بن گئی تھیں۔ آنحضرت اس خاندان سے تھے جو نصاریٰ کے دوست تھے اور مصر و شام و حبشہ میں خصوصیت سے تجارت کرتے تھے۔ اور چونکہ آنحضرت خود اکثر ممالک میں سفر کر چکے تھے۔ لہذا ان لوگوں کی رسم و رواج اور ادیان کے علاوہ ان کی فرقہ بندیوں سے بھی واقف تھے۔

کتابی سلطنت

شعب کے زمانے ہی میں خدا نے آپ کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ بغیر سلطنت قائم کئے یہ ممکن نہیں کہ لوگوں کی اخلاقی حالت درست ہو سکے۔ ایک تو ہر قوم

میں پروہت پیدا ہو گئے ہیں جو عوام کے دماغوں کو بیکار کر کے ایسے قوانین بناتے ہیں جن میں "خدا کے بیٹوں" کا فائدہ ہو اور خدا کے بندے تباہ ہوں۔ دوسری طرف لٹے ہوئے مفلس اتنے جاہل و بے عقل بنا دیئے گئے ہیں کہ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں ان شیطانوں کے لئے جان دے رہے ہیں جو پر ت، ساحر یا کاہن کہلاتے ہیں۔

عاد و ثمود کی پرانی قومیں ان ہی خود غرض لوگوں کی نذر ہوئیں۔ مصری فرعونوں کی خدائی اور یونان و رومہ اسی لئے مٹ گئے کہ سب کے سب غلام ساز تھے اور محنت کا کام کرنا تو درکنار، خود قومی دفاع بھی غلاموں کے ذریعے کراتے تھے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے جو قومیں تھیں ان میں۔ یہود کی ہزار سال کی شاندار تاریخ تھی۔ شاندار اس لئے نہیں کہ حضرت موسیٰ نے بہت کوشش کے بعد سرزمین موعود کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا حاصل کر لیا تھا، یا داؤد علیہ السلام یا سلیمان علیہ السلام نے ایک ننھی سی سلطنت اور ایک مختصر سا معبد بنا لیا تھا۔ بلکہ شاندار ان معنوں میں کہ یہ قوم بار بار غلام بنی اور بار بار اس نے ایسی جدوجہد کی کہ آزاد ہو جاتے اور کتابی سلطنت قائم کر سکے۔ اس سے پہلے حبشہ کے نصرانی بادشاہ نجاشی سے گفتگو ہو چکی تھی۔ اب بنو اسرائیل اور ایران و عراق کے خدا پرستوں سے گفتگو شروع ہونے کا زمانہ آ گیا تھا۔ اسی زمانے میں ۶۱۹ء تک نصرانی شہنشاہ قسطنطنیہ کو ایرانیوں نے شکست پر شکست دینا شروع کی تھی اور ساسانیوں نے مصر تک فتح کر لیا تھا: مشرکین مکہ بہت خوش تھے کہ جلد ہی ساسانی فوجیں حبشہ پہنچکر مسلمان مہاجروں اور نصرانی فوجوں کا صفایا کر دیں گی۔ اور قسطنطنیہ کا بادشاہ آتش پرست ہو جائے گا۔ لیکن آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے زبان وحی سے فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ رومی مغلوب ہو گئے ہیں تو ان کا خاتمہ ہو گیا ہے چند ہی سال میں وہ فاتحانہ آگے بڑھیں گے۔ اس وقت مشرکوں کی خوشی خاک میں مل جائے گی اور دو خداؤں (یزدان اور اہرمن) کے پوجنے والوں کو ایک توراتی خدا کے سامنے سر جھکانا پڑے گا جسے نصرانی مانتے ہیں اور میں بھی مانتا ہوں۔ اور ہوا بھی یہی کہ ۶۲۴ء سے رومی نصرانیوں نے جو حملے شروع کئے تو ۶۲۷ء تک بوڑھے خسرو پرویز کو بالکل ہرا دیا۔ رومیوں نے دجلہ کا صوبہ فتح کر لیا اور پرویز شکست کھا کر بھاگ گیا۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ

Marfat.com

عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے ساسانیوں (اور عام طور پر ہر قوم) کی شکست کی وجہ یہ بتائی کہ ظالم ہمیشہ شکست کھاتے ہیں۔ ظلم کی ایک شکل سود خوری ہے مظلوم ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ سود خور ظالم کی غلامی سے نکل جائے اور کوئی دوسرا عادل حکمراں آجائے۔ دوسری شکل عدم مساوات و غلامی ہے۔ یہ دونوں باتیں کم و بیش ہر جگہ پھیلی ہوئی تھیں، حتیٰ کہ ایرانیوں کی اکثر فوج غلام ہوتی تھی۔

فرقہ بندی فطری دین نہیں

مختلف دینوں میں فرقہ بندی پیدا ہو گئی تھی۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے بتایا کہ یہ غیر فطری چیز ہے۔

۳۰۔ الروم: قوموں کی تباہی کے وجوہ

لوگو! دین فطرت پر نظر کرو۔ تاریخ شاہد ہے کہ جو قوم بھی تباہ ہوئی ہے وہ آپس کے تفرقہ اور فرقہ بندی کی وجہ سے تباہ ہوئی۔ فطری دین (یا طریق زندگی) یہ ہے کہ انسانی اتحاد کی بنیاد مضبوط ہو۔ اسی دین فطرت پر اللہ نے انسانی فطرت کو تراشا ہے۔ اتحاد کی اولین شرط مساوات ہے۔ اگر کسی قوم میں غلام سازوں نے ایک پامال غلاموں کا طبقہ پیدا کر دیا تو اتحاد ناممکن ہو جاتا ہے طبقاتی کشمکش اور دونوں طبقوں کی بے عملی و کاہلی اس قوم کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس فطرۃ اللہ یعنی تاریخی حقیقت میں تحویل و تبدیلی نہیں ہوتی۔ لہٰذا نصرانیوں کی طرح فرقہ بندی کو چھوڑو۔ اصل دین (یا طریق زندگی) یہ ہے کہ سب انسان ایک جنس سے ہونے کی وجہ سے مساوی ہیں اسی لئے نہ صرف رشتہ دار بلکہ مسکین و مسافر بھی ہر طرح کی مدد کے مستحق ہیں۔ سوسائٹی پر ان سب کا حق ہے کہ وہ ان کی خوشحالی کو اپنی خوشحالی سمجھے۔ سود خوری سے ایک دوسرے کا گلانہ کاٹے۔ یاد رکھو کہ اس طرح کے ایثار اور صدقے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے اور کل قوم دولت مند ہو جاتی ہے۔ جو لوگ سود لیتے ہیں اور انسان کی مدد کے لئے اپنا مال خرچ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں اور ظلم کا نتیجہ نفاق و بزدلی اور ان کا نتیجہ تباہی ہے یہ اٹل

Marfat.com

قانون الٰہی ہے۔

قرآن اور یہود

شعب ابی طالب میں یہود کی تاریخ بیان کی گئی تھی۔ اس زمانے کا قرآن یہود کو بتاتا تھا کہ توراۃ و قرآن کا ایک ہی سرچشمہ اور ایک ہی تعلیم ہے۔ شعب سے نکلنے کے بعد جو سورتیں بنو اسرائیل سے متعلق ہیں ان میں صاف صاف یہ کہا جارہا ہے کہ آؤ ہم تم دوسری اہل اللہ قوموں سے مل کر دنیا کو پھر دین اللہ کا سبق پڑھائیں اور دین الشیطان سے بچائیں۔ سب سے بڑی شیطنت شرک و فرقہ بندی ہے اسی سے قومیں تباہ ہوتی ہیں۔

اس دور کے قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ رسول اللہ کی تعلیم ایک آسان تعلیم ہے اور ان خود ساختہ پابندیوں کو ختم کرتی ہے جو ربیوں، پوپوں اور دستوروں نے فطری دین اللہ میں داخل کر دی ہیں۔ دیکھئے النبی الامی ---- یَأمُرُهُم بِالمَعرُوفِ وَيَنهٰهُم عَنِ المُنكَرِ، وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيهِمُ الخَبٰئِثَ، وَيَضَعُ عَنهُم إِصرَهُم وَالأَغلٰلَ الَّتِي كَانَت عَلَيهِم (اعراف ع ۹) یعنی ان کے بوجھ ہلکے کر دئے گئے اور بندھن توڑ دیئے گئے مثلاً سبت کے دن بھی شکار کر سکتے ہو اور اونٹ کا گوشت بھی کھا سکتے ہو۔

بنو اسرائیل پر خصوصی توجہ

بنو اسرائیل کی بار بار تباہی کی وجہ سے اصلی توراۃ ضائع ہو چکی تھی۔ موجودہ زمانے میں توراۃ السامرہ باقی ہے عزیز نے جو توراۃ لکھوائی تھی وہ بھی موجود نہیں ہے۔ بہر حال بابل کی قید کے زمانے میں اسرائیلیوں نے بابل میں تمدن و تاریخ کا سبق پڑھا اور اپنی قوم میں جوش اور زندگی پیدا کرنے کے لئے ایسی باتیں لکھ لیں جو موجودہ تحقیق سے بالکل بے سروپا نہیں تو حقیقت سے بہت دور ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کو دنیا بھر کی قوموں سے اونچا بنانے کے لئے یہ قصہ گھڑا کہ وہ خدا کے خاص منظور نظر ہیں بلکہ بیٹے ہیں دوسری ہزاروں قومیں ان کی غلامی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کا ایک

Marfat.com

خاص خدا (یہوا) ہے جو دوسری قوموں کے خداؤں سے توانا تر ہے۔ اس نے معاہدہ کیا ہے کہ اسرائیلیوں کو ہمیشہ سربلند رکھے گا اور دنیا کا بہترین ملک (کنعان) انہیں دے گا۔ ان کا ایک بادشاہ (مسیح) پیدا ہو گا جو سب قوموں سے اسرائیلیوں کی غلامی کرائے گا۔

اس زمانے کے قرآن نے توراۃ کی تعریف اور ان کی غلط بیانیوں اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے پر زیادہ توجہ نہیں کی بلکہ جو باتیں اس توراۃ میں موجود تھیں ان ہی پر توجہ دلائی کہ اگر اس کی باتوں کو نہ مانو گے تو تمہیں ماننا پڑے گا کہ تم خدا کی برگزیدہ قوم نہیں ہو بلکہ جو نیک کام کرے وہ اللہ کا برگزیدہ ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ دیکھو خود توراۃ میں لکھا ہے کہ آدم کو شیطان نے بہکایا۔ ان کی غلطی کی انہیں سزا ملی۔ تو کیا کوئی شخص گناہ کرے تو خدا کا چہیتا ہونے کی وجہ سے وہ بچ جائے گا۔ چہیتا تو وہ ہے جو گناہ ہی نہ کرے اور اگر غلطی ہو جائے تو آدم کی طرح اعتراف گناہ کرے اور خدا کی رحمت پر بھروسہ کر کے پھر گناہ کا اعادہ نہ کرے یعنی توبہ کر لے۔ پھر یہ فرمایا کہ بنو اسرائیل میں بہت سے اچھے لوگ ہیں جو صرف خدا کی بندگی کرتے ہیں اور ظلم نہیں کرتے (یعنی سود لے کر لوگوں کو غلام نہیں بناتے) وہ حضرت موسیٰ کے سچے پیرو ہیں۔ وہ ساحروں اور شاہوں سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ خدا پرستی اور غریبوں کی مدد کی تعلیم انجیل میں بھی ہے۔ میں بھی انجیل و توراۃ کی طرح یہی کہتا ہوں کہ معروف کام کرو منکر کام سے بچو۔ میں خبردار کرتا ہوں کہ عدم مساوات یعنی فرقہ پروری (ذات پات) اور شیطان پرستی (پروہت و ساحر پرستی) سے تباہی آتی ہے۔ میں نہ تو ساحر ہوں نہ کاہن ہوں کہ غیب کی باتیں دام لیکر بتاؤں میں تو صرف پرانے نبیوں کی طرح ایک نذیر ہوں اور کہتا ہوں کہ ایسے کام کرو جس کا بدلہ یا پھل (نتیجہ۔ ثمرہ) کڑوا نہ ہو۔ (الاعراف)

گندم از گندم بروید جو بہ جو --- از مکافات عمل غافل مشو

یہودی تاجر یثرب اور یمن سے مکہ آتے جاتے تھے۔ یقیناً ان لوگوں کو یہ خبر پہنچی ہو گی کہ مکہ میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جو بنو اسرائیل کی تعریف کرتا ہے اور توراۃ

Marfat.com

کو ہدایت و نور کہتا ہے لیکن مسیح کو ابن اللہ نہیں، صرف ابن مریم کہتا ہے اور یہودیوں کو بھی ہدایت کرتا ہے کہ مسیح کو رسول اللہ مان لیں اور نصاریٰ سے کہتا ہے کہ کفارہ یا شفاعت کا خیال بالکل لغو ہے۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ لہذا جس طرح توراۃ و انجیل خدائی تعلیمات ہیں اسی طرح قران بھی ہے۔

شعب میں داخلہ سے پہلے حبشہ کے نصاریٰ سے تو ایک قسم کا معاہدہ ہو ہی چکا تھا۔ اس کے بعد شعب ہی میں دین ابراہیمی کا نقشہ بن چکا تھا اور یہ طے ہو چکا تھا کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام نے سیاسی جدوجہد کی تھی اسی طرح بغیر ملک کے دین (بمعنی قانون زندگی) کا قیام مشکل ہے۔ شعب کے قرآن کا روئے سخن بھی نصاریٰ، یہود و مجوس کی طرف تھا اور اب بھی جو قرآن نازل ہوا اس میں انہی کو اتحاد کلمہ کی دعوت دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو قومیں خدا پرست ہیں وہ سب ایک ہیں۔ فرقہ پرستی اور تنگ نظر قوم پرستی کو چھوڑ کر عالمی تحریک اسلام کو قائم کرنا چاہتے اور یہی پیغام ابراہیم و موسیٰ ہے۔

۷۔ الاعراف : اے اہل کتاب میں بھی ایک نذیر ہوں

"انسان کو شیطان بہکاتا ہے کہ ظلم و طغیان کرے ورنہ خدا پرست ہونے کے بعد سب انسان بھائی بھائی ہو جاتے۔ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ خدا خالق کل ہے اسی نے چھ دن میں زمین و آسمان بناتے ہیں۔ بنو اسرائیل میں اچھے لوگ موجود ہیں خواس خالق ارض و سماء کی بندگی کرتے ہیں اور موسیٰ کی پیروی میں غلامی سے آزاد ہو کر ساحروں اور شاہوں سے نجات پا چکے ہیں۔ انجیل میں بھی خدا پرستی سکھائی گئی ہے میں وہی ہوں جس کا ذکر ان کتابوں میں ہے۔ میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم توراۃ و انجیل کی طرح دیتا ہوں۔

میں عالم غیب نہیں ہوں

یاد رکھو کہ میں نہ تو علم غیب کا دعویٰ کرتا اور نہ سحر و ساحری جانتا ہوں میں صرف

Marfat.com

عدم مساوات و شیطان پرستی سے جو تباہی ہوتی ہے اس سے خبردار کرنے کو نذیر بن کر آیا ہوں۔ اگر میں عالم غیب ہوتا تو بہت بڑا خزانہ جمع کر لیتا اور برائی کے آنے سے پہلے واقف ہو جاتا تو مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ سکتا۔ (وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ)

نفع و ضرر میرے اختیار میں نہیں

لوگ سمجھتے ہیں کہ کاہن و ساحر جسے چاہیں اپنے جادو منتر سے نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ دیکھو میں نبی اللہ ہوں لیکن میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میں اپنی ذات کو فائدہ یا نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ نفع و ضرر کا اختیار اللہ کو ہے شیطان کو نہیں ہے۔ شیطان صرف فریب دے سکتا ہے اور لباس تقویٰ کو چھین کر ننگا کر دیتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ اپنی غلطی اور بھول چوک سے باز آجاتے ہیں اور پھر تقویٰ اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ صرف اللہ ہے جو اپنے بندوں کو ہدایت پر ڈالتا ہے اور شیطنت سے بچاتا ہے۔ غرضکہ کسی طرح کی سفارش یا شفاعت نبی تک نہیں کر سکتا سب اللہ کے اختیار میں ہے (قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ)

نرمی و حلم اختیار کرو

اے رسول جن حالات میں تم ہو اس کا تقاضا ہے کہ عفو و درگزر سے کام لو۔ معروف (یعنی نیکی) کا حکم دیتے رہو اور جو لوگ اس پر بھی ایذا رسانی کرتے رہیں تو ایسے جاہلوں کے منہ نہ لگو خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ○

انتظار کرو اللہ فیصلہ کرے گا

لوگو تم نے اپنے بتوں کے کچھ نام رکھ لیتے ہیں کہ لات میں یہ طاقت ہے اور منات میں یہ ہے اور اس پر مجھ سے جھگڑا کرتے ہو۔ تمہارے پاس ان کی قدرت و خالقیت کی کوئی دلیل نہیں۔ بہر حال میں زیادہ بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ انتظار کرو کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ (أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ

Marfat.com

سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَ اٰبَآءُ كُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ط فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○)

رسول کو معجزہ نہیں دیا گیا بلکہ دلائل دیئے گئے۔

کفار بار بار رسول اللہ سے معجزہ مانگتے تھے یعنی ایسا نشان طلب کرتے جو وہ خود دکھا سکیں اور اسے لوگ مان بھی لیں۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ ہمارا ملک بے آب و گیاہ ہے یہاں اپنے خدا سے کہہ کر دریا بہا دو۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے تھے کہ خدا کے وجود کا ثبوت کل مخلوق ہے۔ ہر چیز اس نے خلق کی ہے اگر تم سمجھتے ہو کہ اس نے نہیں کی اور تمہاری دیویوں میں یہ قدرت ہے کہ وہ خلق کریں تو مجھے دکھاؤ انہوں نے کیا خلق کیا ہے۔ بہر حال آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کوئی معجزہ (نشان) نہیں دکھایا جو ان کے مطالبہ کے مطابق ہوتا۔ اس پر وہ شرارت سے کہتے کہ کیا وجہ ہے کہ تم اپنے خدا سے کہہ کر ہمارا طلب کیا ہوا معجزہ نہ لے آئے۔ (وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا) آپ جواب دیتے کہ تم وجود باری تعالیٰ کے متعلق معجزہ (ثبوت دلیل) مانگتے ہو، اور میں تمہیں وہ دلائل دیتا ہوں جو عقلی دلیلیں ہیں۔ تم خود دیکھ سکتے ہو کہ ہر چیز اللہ نے پیدا کی ہے۔ ماننے والوں کے لئے یہی دلیلیں میں وحی الٰہی سے بیان کرتا ہوں (قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ج هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○) اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیطان نے ہر قوم اور ہر نبی کو آزمائش میں ڈالا ہے۔ جو اس کے فریب میں آگیا تو وہ تباہ ہوا اور جس نے خدا کا ساتھ دیا اور ظلم سے باز رہا اس نے نجات پائی۔

مسلمانوں پر مظالم

شعب سے نکلنے کے بعد المرسل صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دیکھا کہ ہر خاندان اپنے اپنے مومن افراد پر ظلم و ستم ڈھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتا ہے۔ مکہ میں کوئی ایسی عدالت نہ تھی کہ اس ظلم کی شنوائی کر سکتی۔ قبائلی زندگی کا وہ ڈھانچہ

Marfat.com

جو حضرت ابراہیم کے زمانے سے جاری تھا۔ برابر قائم تھا۔ قبیلہ کا شیخ ہی اپنے قبیلے والوں کی جان کا مالک تھا اور قبیلے کے اندر انفرادی آزادی قطع مفقود تھی۔۔ اسی زمانے میں سورۃ العنکبوت نازل ہوئی۔ اس کی تعلیم بھی گذشتہ سورۃ سے ملتی جلتی (مشابہ) ہے اور مومنوں کے دل بڑھانے اور صبر و ثبات سے رہنے کے لئے مشعل راہ ہے۔ مظالم کی انتہا ہو گئی تھی حتیٰ کہ بعض مسلمان مجبوراً دین سے پھر گئے تھے۔

۲۹: سورۃ العنکبوت: ایمان کا امتحان

اے مصدقو! جان لو کہ صرف زبانی ایمان لے آنا کافی نہیں۔ اس ایمان کا امتحان بھی ہو گا۔ مکذب بھی سمجھ لیں کہ بدی کے نتیجے سے وہ بھی نہ بچ سکیں گے۔ اے مومنو اللہ کے نام پر ایذا اٹھانے میں تمہارا ہی فائدہ ہے اور جو کافر تمہیں بہکاتے ہیں ان کے فریب سے بچنا بہتر ہے وہ جھوٹے ہیں وہ تمہارے گناہوں کا بوجھ ہرگز نہیں اٹھا سکتے۔ لہٰذا ان کی پیروی نہ کرو اور دین کو نہ چھوڑو۔

ظلم و شرک تباہی لاتا ہے

دیکھو نوح کی قوم ظلم و شرک سے تباہ ہوئی۔ لوط کی قوم برباد ہوئی۔ ابراہیم نے خدا پرستی اختیار کی تو اسحاق و یعقوب ملے اور ان کی اولاد کو نبوت اور قانون (کتاب و حکم) ملا۔ قوم لوط کے آثار (پمپے میں) اب تک باقی ہیں۔ عاد و ثمود بھی تباہ ہوئے قارون۔ فرعون۔ ہامان بھی تباہ ہوئے۔ لوگو بت پرستی و شرک مکڑی کے جالے سے بھی کمزور ہیں۔

اہل کتاب سے دوستی کرو

اہل کتاب سے علم و بردباری سے گفتگو کرو، اور ان سے کہو کہ ہم قرآن کو بھی مانتے ہیں اور تمہاری کتابوں کو بھی مانتے ہیں۔ جو ہمارا معبود ہے وہی تمہارا معبود ہے (اِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ اللّٰهُ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ) اور اے مومنو! مظالم پر صبر کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو (اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ)

Marfat.com

معجزہ نہ آنے کی وجہ

جب معجزہ نہیں آتا تو کافر کہتے ہیں کہ رسول پر نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوتیں ان سے کہ دو کہ نشانیاں دینا تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ میں تاریخی نشانیاں دیتا ہوں تاکہ تم ظلم کے نتائج سے خبردار ہو جاؤ (اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○) ایمان لاؤ گے تو یہ نصیحت یعنی اتفاق و عدل کی تعلیم تمہارے لئے رحمت ثابت ہوگی (اَنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَۃً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ)

کافر عذاب مانگتے ہیں

کافر کہتے ہیں کہ اگر تمہاری تاریخی دلیل صحیح ہے تو ہم پر ہمارے مظالم کی وجہ سے عذاب کیوں نہیں آتا؟ اے رسول ان سے کہدو کہ جب وقت مقررہ آپہنچے گا تو یکایک یہ عذاب ایک انقلاب کی شکل میں آجائے گا اور تم تباہ ہو جاؤ گے۔

نصرانیو! کفارہ بے معنی چیز ہے۔

یہ نہ سمجھو کہ ایک شخص کا بوجھ دوسرے پر ڈالا جائے گا۔ جو کفر کرے گا وہی سزا پائے گا۔ خدا کا یہ قانون ہرگز نہیں بدل سکتا کہ جو قومیں بدکار ہیں وہ تباہ نہ کی جائیں۔ (۳۵۔ الفاطر)

مشرکوں کی شرارتیں

اگرچہ اب جو کچھ تعلیم دی جا رہی تھی وہ اس نوعیت کی تھی کہ مسلمان سنیں اور یا اہل کتاب کو پہنچا دیں۔ لیکن مشرک یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے بلکہ جب آپ قرآن پڑھنے لگتے تو وہ شور مچاتے کہ مسلمان بھی نہ سن سکیں۔ بہر حال آپ یہی تاکید کرتے تھے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ خوش اخلاقی سے پیش آئیں اور میٹھی باتوں سے دشمنوں کو دوست بنائیں۔ کفار چاہتے ہیں کہ عذاب کے فرشتے آئیں تو وہ ضرور آئیں گے۔ لیکن جب تباہی سر پر آجائے گی تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ توبہ کریں اور عہد

Marfat.com

کریں کہ اب مظالم نہ کریں گے۔ پھر اتنی مہلت نہیں ملتی کہ قومی تعمیر کر سکیں۔

یہ عذاب کے فرشتے دنیا کی تاریخ میں کئی صورتوں میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ مثلاً قوم عاد کے لئے یہ آندھی بن کر آئے اور تباہ کر دیا۔ ثمود کے لئے صاعقہ (کڑک) بن کر آئے اور انہیں فنا کر گئے۔

حزن و خوف دور کرنے والے فرشتے

اسی طرح اللہ پر بھروسہ کر کے صبر و استقامت سے کام لینے والوں پر بشارت دینے والے فرشتے آتے رہے ہیں۔ جو خوف و حزن کو دور کر دیا کرتے ہیں۔ اس بشارت کے لئے اللہ والے بنکر عمل صالح کرنا ضروری ہے (اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ حم السجدہ)

مجوس کی ثنویت اور اللہ کے نشانات

اسی زمانے میں ان مشرکین کو بھی مخاطب کیا گیا جو مجوسی عقیدہ اثنینیت رکھتے تھے۔ ان سے کہا گیا رات اور دن، چاند اور سورج اللہ کے خالق ہونے کی نشانیاں یا دلیلیں ہیں۔ روشنی اور تاریکی یا یزدان و اہرمن دو معبود نہیں کہ ان کی پرستش کی جائے۔ صرف اللہ کو سجدہ کرو (اُسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ) جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔

دشمن سے بھی نیکی کرو

"نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ لہذا اگر دشمن سے بھی نرمی سے گفتگو کی جائے تو وہ ایسا دوست بن جائے گا کہ گویا رشتہ دار دوست (ولی حمیم) ہے۔

عربی زبان میں قرآن کیوں ہے

"اس قرآن میں وہی کہا گیا ہے جو پہلے رسولوں سے کہا گیا تھا کہ اللہ نیک کاموں کی جزا اور برے کاموں کی سزا دیتا ہے۔ اگر عربوں کے سامنے عجمی زبان میں یہ تعلیم پیش

Marfat.com

کی جاتی تو وہ نہ سمجھ سکتے اور اعتراض کرتے کہ ہم کو کیوں عجمی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے ہم تو عرب ہیں۔ پھر بھی یہ لوگ بہروں کی طرح سے نہیں سنتے۔ یہی حال موسیٰ کی الکتاب (توراۃ) کا ہوا تھا کہ اس کی زبان جاننے والوں ہی نے اسے سنا اور اس میں اختلاف ڈالا۔ بہرحال بہرسن لو کہ قرآن کی تعلیم کیا۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

قرآن یہ کہتا ہے کہ جس نے بھلائی کی تو اپنے لئے کی اور جس نے برائی کی وہ اپنے لئے کی ان کی جزا ملے گی لیکن سزا میں خدا حد سے نہ بڑھے گا یعنی ظلم نہ کرے گا بلکہ اس میں بھی اس کی رحمت شامل ہو گی۔ (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○)

خدا کی نشانیں اور قیامت

قیامت کب آنے گی۔ اس کا علم صرف اللہ کو ہے البتہ وہ خدا کے وجود کی دلیلیں آفاق میں اور خود اپنے اندر جلد دیکھ لیں گے۔ انہیں خدا کے ہونے میں شبہ ہے حالانکہ اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ (اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۴۱ حم السجدہ)

وفات سیدہ خدیجہ

رمضان ۱۰ نبوی میں شعب سے نکلنے کے چند ماہ بعد، سیدہ خدیجہ کی وفات ہو گئی۔ آپ پہلی مصدقہ تھیں اور اپنا مال و آرام رسول اللہ و اسلام کے لئے قربان کر چکی تھیں۔ شعب کے مصائب نے تندرستی برباد کر دی تھی اور ابولہب کی بیوی ام جمیل کی سازشوں نے ذہنی یکسوئی کو ختم کر دیا تھا۔ یہ عورت جسے قرآن نے حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (چغل خور اور لڑائی کی آگ لگانے والی) کہا ہے۔ اتنی بد نفس تھی کہ رسول اللہ کی بیٹیوں کو اس لئے پریشان کیا کرتی تھی کہ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نیک خوئی اور صلح جوئی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ آپ کی چار بیٹیاں تھیں۔

۱۔ زینب بنت رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

Marfat.com

۳۰ عام الفیل یعنی نبوت سے دس سال پہلے پیدا ہوئی تھیں اور سیدہ خدیجہ کی بہن ہالہ کے بیٹے ابو العاص بن ربیع سے قبل بعثت بیاہی گئی تھیں ۲ ھ میں ابو العاص غزوہ بدر میں گرفتار ہوئے اور اس کے فدیہ میں زینب نے حضرت خدیجہ کا وہ گلو بند بھیجا جو انہیں جہیز میں ملا تھا۔ اسے دیکھ کر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی یاد تازہ ہو گئی آپ بہت روئے قلادہ واپس کر دیا اور ابوالعاص کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ زینب کو واپس کر دے۔ اس نے بی بی زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیا۔ اس کے بعد ۷ ھ میں ابو العاص مسلمان ہو کر مدینہ آ گئے اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے بی بی زینب کو پہلے نکاح پر ان کے حوالہ کر دیا (ابن اثیر)

۲۔ رقیہ بنت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

۳۲ عام الفیل میں پیدا ہوئیں۔ عتیبہ بن ابی لہب سے عقد ہوا۔ ام جمیل نے پہلے تو پورے خاندان نبوی کو بہو کی وجہ سے پریشان کیا اور آخر طلاق دلوا دی اور حضرت عثمان سے نکاح کر دیا گیا۔ ۵ نبوی میں اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت حبشہ کی۔ آپ کا انتقال ۲ ھ میں ہوا۔

۳۔ ام کلثوم بنت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

ان کا نام آمنہ تھا ۳۴ میں پیدا ہوئیں۔ یہ ابولہب کے دوسرے بیٹے کو بیاہی گئی تھیں۔ اور رقیہ سے دو سال بعد پیدا ہوئی تھیں۔ ان کو بھی ام جمیل نے طلاق دلوا دی تھی۔

سیدہ رقیہ بنت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد ۳ ھ میں آپ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا گیا۔ لیکن شعب کی زندگی نے ان کی تندرستی خراب کر دی تھی۔ ۹ ھ میں انکا بھی انتقال ہو گیا۔

۴۔ فاطمہ زہرا

۲ ھ میں آپ کا نکاح حضرت علی سے ہوا تھا اس وقت آپ کی عمر بروایات مختلف

نو سال ۔ بارہ سال یا بیس سال کی تھی ۔ ہم آخری روایت قرین قیاس سمجھتے ہیں اس اعتبار سے سیدہ فاطمہ کی ولادت ۳۵ عام الفیل میں نبوت سے پانچ سال پہلے ہوئی جبکہ سیدہ خدیجہ کی عمر پینتالیس ۴۵ سال کی تھی اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے نکاح کو پانچ چھے سال ہو چکے تھے۔ ولادت سے ہجرت مدینہ تک آپ رسول کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھیں۔ شعب کے زمانے میں آپ کی عمر بارہ سال کی تھی۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیوہ بہن ام کلثوم بھی شعب ابی طالب میں تھیں۔ رسول اللہ کی وفات کے چھ ماہ بعد آپ ۱۱ ھ میں وفات پا گئیں۔

ہجرت مدینہ کے بعد جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اہل و عیال کو مدینہ بلوایا تھا تو حضرت عباس (باوجودیکہ اس وقت تک اسلام نہیں لاتے تھے) سیدہ فاطمہؓ اور ام کلثومؓ کو مدینہ لے چلے۔ اتنے میں الحویرث بن نقید نے ان پر نیزہ چلایا اور یہ دونوں اونٹ سے گر گئیں (ابن ہشام ج ۲ ص ۲۰۷ ذکر فتح مکہ) ابن ہشام نے لکھا ہے کہ الحویرث کو ایک غلام کے قتل کے بدلے میں بعد فتح مکہ قتل کیا گیا۔

تاریخ الخمیس میں بحوالہ کتاب الغزی لکھا ہے کہ سیدہ خدیجہ نے اپنے گھر میں انتقال کیا جس کا نام دار خزیمہ تھا۔ اسے مولد فاطمہ بھی کہتے تھے۔ اسی مکان میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے ان کی تمام اولاد پیدا ہوئی اور ہجرت تک آپ اسی مکان میں رہے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے کوئی نکاح نہیں کیا۔ اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال چھے ماہ اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی عمر انچاس سال آٹھ ماہ چودہ یوم تھی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حجون میں دفن کی گئیں اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے خود قبر میں اتارا۔ رسول اللہ کے دل میں ہمیشہ اپنی مرحوم بیوی کی یاد قائم رہی۔

شیخ قبیلہ ابو طالب کی وفات

شعب ابی طالب سے نکلے ہوئے چند ماہ گزرے تھے کہ شیخ قبیلہ ہاشمیہ ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ وفات کے وقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابو امیہ موجود تھے۔ حضرات حمزہ رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بھی تھے۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے آپ کے لئے دعائے مغفرت کی اور وہاں بھی لوگوں کو توحید کی طرف بلایا۔ مشرک ہنسنے لگے اور بولے أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۝ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (ص) یعنی عجیب بات ہے کہ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے بہت سے دیوتاؤں کو واحد بنا دیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ بہت سے معبودوں کی عبادت میں یہ فائدہ ہے کہ ایک نے دعا نہ سنی تو دوسرے سے التجا کر سکتے ہیں۔ ایک خدا ہونے سے کیا فائدہ!

ابو طالب کی حمایت کی وجہ سے اب تک مشرکین مکہ کی یہ ہمت نہ ہوئی تھی کی رسول اللہ کو قتل کر سکتے۔ اب شیخ قبیلہ ابو لہب قرار پایا وہ اگرچہ آنحضرتؐ کا سخت دشمن تھا۔ لیکن شیخ بننے کے بعد آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے پاس آیا اور انہیں اپنی حمایت کا یقین دلایا لیکن بقول بعض وہ عقبہ بن ابی معیط او ابو جہل کے کہنے سے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے برگشتہ ہو گیا (روضتہ الاحباب) اور بقول دیگر آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے قبول نہ کیا۔ اب آپ کی زندگی اس طرح کی ہو گئی جیسے ایک مجرم کی ہوتی ہے یعنی جو چاہے قتل کر دے اور قاتل سے پوچھنے والا اور قصاص لینے والا کوئی نہ ہو۔ آپ کا صرف ایک منہ بولا بیٹا زید رضی اللہ عنہ تھا، جو قبائلی قانون کے مطابق آپ کا جائز وارث مانا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ جو چند آزاد مسلمان ہجرت حبشہ سے باقی رہ گئے تھے وہ اپنی اپنی مصیبتوں میں گرفتار تھے اور سوائے خفیہ امداد کے اور کچھ نہ کر سکتے تھے۔

رسول اللہ کے ظالم ہم وطن

شعب میں جانے سے پہلے ہر قبیلہ والا اپنے اپنے افراد پر مظالم کرنے میں آزاد تھا۔ سوائے ابو لہب کی بیوی کے اور کسی غیر قبیلہ والے کی اتنی ہمت نہ تھی کہ علانیہ رسول

Marfat.com

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر حملہ کر سکے۔ لیکن شعب سے نکلنے اور شیخ قبیلہ ابوطالب کی وفات کے بعد وہ زمانہ آگیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کوئی حامی نہ رہا۔ اب بدمعاشوں نے علانیہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر حملے شروع کر دیئے اور اب یہ حالت ہو گئی کہ اگر آپ کو کوئی قتل کر دیتا تو کوئی نہ پوچھتا۔

ایک دن ایک سفیہ نے آپ کے سر پر خاک ڈالدی۔ آپ گھر میں خاموشی سے چلے گئے۔ آپ کی ایک لڑکی (سیدہ فاطمہ۔ یا ام کلثوم) نے سر دھوتے ہوتے رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا بیٹی نہ رو۔ اللہ تیرے باپ کو بچاتے گا الا تبکی یابنیہ فان اللہ مانع اباک (ابن ہشام ذکر وفات خدیجہ) رسول اللہ ایذا رسانوں سے صرف یہ کہتے کہ "اے بنی عبدمناف تم کیا خوب حق ہمسائگی ادا کرتے ہو"۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ رسولؐ اللہ کعبہ کے سامنے نماز میں مشغول تھے عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں چادر ڈال کر اتنا مروڑا کہ آپ کا دم گھٹ گیا۔ جناب ابوبکر یہ دیکھ کر دوڑ پڑے اور عقبہ کو بھگایا اور کہا کہ ظالمو، کیا صرف اتنی بات پر ایک شخص کی جان لینا چاہتے ہو کہ وہ اپنا آقا اللہ کو مانتا ہے۔ (اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ: قرآن) اس پر وہ لوگ حضرت ابوبکر پر پل پڑے اور انہیں خوب مارا

(صحیح بخاری مالقی النبی من المشرکین)

ایک دن ابوجہل نے ایک اونٹ کی اوجھڑی منگوائی اور سجدہ کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر رکھوا دی۔ مشرکین قہقہے لگانے لگے۔ عبداللہ بن مسعود موجود تھے مگر ان کی ہمت نہ پڑی کہ آپ کی مدد کر سکتے سیدہ فاطمہ نے آکر اوجھڑی ہٹائی۔

(صحیح بخاری۔ ابن مسعود۔ کتاب الجہاد)

اب وہ زمانہ آگیا کہ مکہ کے شراب خانوں کی قینات (آوارہ گانے والیوں) نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ہجو میں علانیہ گانا شروع کر دیا۔ اوباشوں نے گلیوں میں آوازے کسنے شروع کئے۔ سرداران قریش کے استہزاء کا مرکز بھی آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قرار پاتے۔ ابوجہل کہنے لگا اے عبدمناف وہ دیکھو تمہارا نبی آرہا ہے

۔ عقبہ نے کہا نبی تو کیا اگر وہ فرشتے بھی بننے لگیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ان بزدلوں کی شرارتوں سے درگذر فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن آخر کب تک! ابو جہل سے آپ نے فرمایا کہ "تیرے لئے وہ وقت قریب ہے جب تو ہنسے گا کم اور روئے گا زیادہ" پھر عتبہ سے کہا کہ تم ضدی آدمی ہو۔ تم نے کبھی حق کی حمایت نہ کی اور دوسروں کی طرف ہو کر فرمایا کہ "وہ دن دور نہیں جب تم راہ ہدایت پر پڑ جاؤ گے۔"

(تاریخ طبری ۱۳۲۱)

Marfat.com

رسول اللہ الی العالمین (۲)

حصہ دوم

وفات ابو طالب سے جوار مطعم بن عدی تک

جلاوطنی یا موت

(۲۷ شوال ۱۰ نبوی مطابق مارچ ۶۱۹ء) تا (۲۳ ذی قعدہ ۱۰ نبوی مطابق اپریل ۶۱۹ء)

(تاریخ الخمیس)

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا

(حم السجدہ)

جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا آقا ہے اور پھر اس قول پر مضبوطی سے جم جاتے ہیں ان پر اللہ خوف و حزن دور کرنے کے لئے اپنے فرشتے نازل کرتا ہے۔

(حم سجدہ) (دیکھئے حصہ اول)

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ، قَوْلُہُ الْحَقُّ وَھُوَ خَیْرُ الْفَاصِلِیْنَ ○ وَلَہُ الْمُلْکُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ

(الانعام)

(فیصلہ کرنا صرف اللہ کے اختیار میں ہے وہی بہترین قاضی ہے وہی قیامت میں جج ہو گا)

Marfat.com

غم کیست کہ گرد دل مرداں گرد   غم گرد فسردگاں و سرداں گردد
اندر دل مرداں خدا دریائیست   کز موج خوشش گنبد گرداں گردد
(جامی)

شوال ۱ء کی تاریک راتیں شروع ہو رہی تھیں۔ موسم معتدل تھا اور بہار کے ریگستانی پھول اپنی جانفزا نکہتوں کو فضا میں پھیلا رہے تھے۔ مکہ میں ماہ حرام ذی قعدہ کی آمد کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور مکہ والے دور دور سے اپنے وطن واپس آ رہے تھے تاکہ حج کی بہارستان کا لطف اٹھائیں اور حاجیوں اور تاجروں کے ذریعے اپنی جیبیں گرم کریں۔

لیکن ..... یہ کون ہے جو ایسے آنے والے پر امن و پر لطف زمانے کو چھوڑ کر صعوبت سفر اختیار کر رہا ہے اور چاندنی راتوں کی آمد کا بھی انتظار نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے جو اسی کی طرح کالی کملی میں لپٹا ہوا اور اسی کی طرح خاموش اور چوکنا ہے۔ قاتل تو یہ ہو نہیں سکتے۔ اس لئے کہ عربوں کا یہ دستور نہیں کہ سوتے ہوئے دشمن پر تلوار چلائیں وہ تو للکار کر مارتے ہیں۔ سارق بھی نہیں معلوم ہوتے، اس لئے کہ ان کے سفری تھیلوں میں سوائے تھوڑی سی کھجوروں اور ستو کے اور کچھ نہیں۔ معلوم ہوتا۔ پھر نہ تو کوئی سواری کی اونٹنی ہے نہ ہتھیار کہ یہ سمجھا جائے کہ یہ لوگ مسافروں پر شب خون مارنے چلے ہیں۔ لیکن ان کی سرعت رفتار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسطرح جا رہے ہیں کہ کوئی دیکھ نہ لے اور ان کا جرم نہ کھل جائے۔

یہ سارق ہیں نہ قاتل، ڈاکو ہیں نہ مجرم، بلکہ اپنی جان بچا کر اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جلا وطنی پر مجبور ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک باپ ہے دوسرا بیٹا (ایک محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ہیں اور دوسرے زید رضی اللہ عنہ)

ان کا جرم یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کو اور کل دنیا کے غلاموں کو غیر اللہ کی غلامی سے

Marfat.com

آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ وہ شیطان پرستی کی جگہ خدا بندگی سکھاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شیطان کے دھوکے میں آکر اگر ظلم و نفاق اور غلام سازی کرتے رہو گے تو تاریخ گواہ ہے (وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ) کہ تم تباہ ہو جاؤ گے برے کام کا برا نتیجہ ہے۔

اہل وطن کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے کہ ہمیں کون سزا دے سکتا ہے نہ تو ہم خدا کو مانتے ہیں نہ ایسے خدائی پیغام کو بھلا مر کر بھی کوئی زندہ ہوا ہے اور ظلم کرنا تو شرافت کی دلیل ہے۔

رسول عربی نے غالباً یہ تاریک راتیں اسی لئے منتخب کی ہیں کہ کوئی دیکھ نہ لے ورنہ رات تو رات، دن کو بھی کوئی قتل کر دے تو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ دن تین میں یہ دور نکل جائیں گے اور ماہ حرام ذی القعدہ شروع ہو جائے گا۔ اس وقت نہ تو اہل وطن قتل کا ارتکاب کریں گے اور نہ باہر والے لوٹ مار کر سکیں گے۔

طائف

مکہ سے ستر میل کے فاصلہ پر طائف ایک جنت ہے جو باغوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہاں پانی کی بہتات ہے۔ اسی لئے ہر قسم کی ترکاریاں اور انگور، انار، آڑو، تربوز خربزہ، انجیر اور بیر وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس شہر کے گرد ایک مضبوط شہر پناہ ہے۔

طائف کے راستے میں عرب عاربہ یعنی عرب کے اصلی باشندوں کے قبیلے بھی آباد تھے۔ ان کا اصلی مسکن یمن تھا۔ ان میں ایک قبیلہ تیم اللات بھی تھا۔ یعنی یہ لات دیوی کے بندے تھے۔ لات دیوی خصوصیت سے قبیلہ ہوازن کی دیوی تھی۔ اس قبیلہ کا تعلق بنو عدنان سے تھا یعنی یہ حضرت اسماعیل کی اولاد تھے۔ ان ہی کی ایک شاخ بنی سعد میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے بچپن میں تربیت پائی تھی اور ہوازن ہی کی ایک شاخ بنی ثقیف تھی جس کا تسلط شہر طائف پر تھا۔ لات دیوی کے پروہت بنی مغیث تھے، اس دیوی کو ۹ ھ میں مغیرہ نے توڑا۔

طائف سے ایک رات اور مکہ سے تین رات کے فاصلہ پر مقام عکاظ تھا۔ جہاں ہر سال زمانہ جاہلیہ میں ایک بڑا میلہ لگا کرتا تھا۔ ویسے تو ہر اتوار کو اطراف کے لوگ اپنا مال

Marfat.com

بیچنے کے لئے بازار لگاتے تھے۔ لیکن سالانہ میلے میں جو دکانیں لگتی تھیں ان کا سلسلہ طائف سے نخلہ تک دس میل لمبا ہو جاتا تھا (ول ہاؤسن ر۔ ع۔ ۵۔ ص ۸۸۔ ۹۱) یہ میلہ زراعتی سامان کے علاوہ ہند و یمن کی مصنوعات بھی فراہم کرتا تھا اور یہیں عرب کے بڑے بڑے شعراور شہسوار اپنا کمال دکھاتے تھے۔ شراب کی مجلسیں جمتی تھیں اور ساقی بچے مجلسوں میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے معلوم ہوتے تھے (كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّنْثُوْرًا) یہ میلہ ایک ایک مہینہ تک قائم رہتا اور چونکہ بچپن میں صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ آنحضرت نے اسی نواح میں پرورش پائی تھی لہذا آپ نہ صرف عربی شاعری و خطابت سے واقف تھے بلکہ عکاظ اور مکہ میں رہ کر وہ ساحروں کاہنوں اور پروہتوں کے کرتوتوں سے پوری طرح واقف ہو گئے تھے۔ ان ہی مقامات پر آپ نے غیر ملکیوں اور عربی کی ذہنی و سوشل حالت کا گہرا مطالعہ کیا طائف اور مکہ ہی دو شہر تھے جن سے پوری مشرقی تجارت مصر اور روم تک پہنچتی تھی۔ اس زمانے میں تین بڑی تجارتی شاہراہیں تھیں۔ خلیج فارس سے جوف اور مکہ تک جو شاہراہ تھی وہ دمشق تک جاتی تھی۔ دجلہ سے وادی الرمہ ہوتی ہوئی خیبر تک دوسری شاہراہ تھی۔ تیسری سب سے اہم شاہراہ صنعاتے یمن سے طائف ہوتی ہوئی مکہ اور وہاں سے یثرت (مدینہ) اور معان ہوتی ہوئی شام تک جاتی تھی اور اس شاہراہ پر ہر موسم بہار میں ایک بڑا میلہ عکاظ میں لگتا تھا۔

غرض کہ آپ مکہ سے نکل کر بنی بکر اور قحطان کے بعض قبیلوں کے پاس تشریف لے گئے۔ لیکن کہیں ٹھہرنے کی صورت نظر نہ آئی آخر کار طائف پہنچے۔ یہاں آنحضرت صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے چچا عباس کی بہت کچھ جائداد تھی اور قریش میں سے دوسروں کی بھی جائیدادیں تھیں۔ عبدیالیل، مسعود اور حبیب تینوں بھائی یہاں کے رئیس تھے۔ جب آنحضرتؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور خواہش کی کہ اسلام کی نصرت کریں اور ان کی مخالف قوم سے بچائیں تو ایک بولا کہ "اگر خدا نے تجھ جیسی شخص کو اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے تو وہ کعبہ کے پردے کو پھاڑ رہا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ "کیا خدا کو تیرے سوا کوئی ایلچی نہ ملا۔ جس کے پاس چڑھنے کو سواری تک نہیں ہے۔" تیسرا بولا کہ "میں تجھ سے بات ہی نہ کروں گا۔ اس لئے کہ اگر تو واقعی خدا کا ایلچی ہے تو تجھ

Marfat.com

سے بات کرنا خطرے سے خالی نہیں اور اگر نہیں ہے تو بات کرنے کے لائق نہیں ہے"۔ اس پر رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ گفتگو اگر اپنے ہی تک محدود رکھئے تو بہتر ہو گا اور رسول اللہ نے اسے بہتر نہ سمجھا کہ یہ خبر قریش تک پہنچے اور وہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے زیادہ باعث تکلیف بن جائیں۔

اب تینوں نے اپنے غلاموں اور اوباشوں کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے پیچھے ڈال دیا۔ جو گالیاں دیتے تھے۔ شور مچاتے تھے اور پتھر مارتے تھے۔ آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے تا آنکہ خون بہہ کر چپل تک پہنچا اور وہ پیر میں چپک گئیں۔ زید رضی اللہ عنہ کا بھی سر زخمی ہوا۔ آپ ایک غرے کے درخت کے نیچے گر پڑے اور یہ دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِلیک اشکُوا ضعفَ قُوَّتِی وقِلَّۃ حِیلَتِی وھوانی علی الناس یا اَرْحَم الراحمین انت رب المُستضعفین

الٰہی اپنی کمزوری، کم سامانی اور لوگوں کی اہانت کی فریاد تجھ سے کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم والا ہے تو ہی کمزوروں کا آقا ہے۔ (الخ)

اسی طرح جب آپ درد و کرب سے بیٹھ جاتے تو بدمعاش آپ کو پکڑ کر اٹھا دیتے۔ حتیٰ کہ آپ نے عتبہ و شیبہ کے انگور کے باغ میں پناہ لی۔ انہوں نے اپنے نصرانی غلام عداس کے ہاتھ انگور کا ایک خوشہ بھیجا تو آپ نے قبول فرمالیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر کھانا شروع کیا۔ عداس نے "رحمان" کا نام سنا تو پوچھا آپ کون ہیں آپ نے بتایا کہ میں رحمان کا نبی ہوں۔ عداس نے بتایا کہ میں نصرانی ہوں اور نینوئی کا رہنے والا ہوں آنحضرتؐ اس شہر کی تاریخ سے واقف تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ وہاں میرا ایک بھائی یونس نبی آچکا ہے اور میرا حال بھی تمہارے نبیوں کی مانند ہے کہ خود اس قوم کے لوگ اسے ایذا دے رہے ہیں۔ یہ سن کر عداس نے آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہاتھ پاؤں اور سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ واقعی آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نبی ہیں۔

Marfat.com

سورہ جن اور علم غیب

واپسی پر آپ رات کو مقام نخلہ میں ٹھہرے اور تلاوت قرآن کی۔ وہاں کچھ جنوں نے قرآن سنا۔ لیکن آپ نے انہیں دیکھا نہیں۔ البتہ آپ پر وحی نازل ہوئی کہ تمہارا قرآن جن سن رہے ہیں۔ اس سورہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ جنوں کو علم غیب ہوتا ہے اور وہ کاہنوں کو بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ قطعی غلط ہے۔ صرف اللہ عالم الغیب ہے۔ اس کے بعد سورہ الحمد کا نصف اول نازل ہوا۔

سورۃ الحمد

چونکہ موجودہ ترتیب قرآن میں یہ فاتحہ الکتاب ہے۔ اس لئے یہاں ہم پوری سورۃ درج کئے دیتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ کثرت تعبیر سے اسے سورہ کا مفہوم کیا سے کیا ہو گیا ہے۔

اسماء

عام تفاسیر سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ سورہ الحمد کے ننانوے نام ہیں۔ کافیہ، شافیہ، سبع مثانی، کنز، ام القرآن وغیرہ وغیرہ اور کہا جاتا ہے کہ اس سورہ میں قرآن کی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ لیکن تاریخی فیصلہ یہ ہے کہ پہلی سورہ العلق ہے اور اس میں اسلام کی تعلیم کا نچوڑ ہے اور اسی کے مضامین کو بار بار مختلف پیرایوں میں قرآن میں ادا کیا گیا ہے۔

خود محدثین کہتے ہیں کہ اس سورہ کے نصف مضامین مکہ میں اور نصف مدینہ میں نازل ہوتے۔ بہر حال اسے الفاتحہ اس لئے نہیں کہتے کہ یہ سب سے پہلے نازل ہوئی بلکہ اسے قرآن کے شروع میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس لئے موجودہ ترتیب قرآن میں یہ الفاتحہ ہے۔

ام القرآن

یہ "ام القرآن" اس لئے نہیں ہے کہ یہ جملہ بھی قرآنی نہیں۔ لیکن قرآن میں ام الکتاب کا جملہ سورہ الرعد کے چھٹے رکوع میں استعمال ہوا ہے۔ (عِندَهٗ اُمُّ الكِتَابِ) اور اس "ام الکتاب" یا سرچشمہ علم و قانون سے دنیا والوں کو بقدر استعداد مختلف زبانوں میں علم" یا کتاب" دیا جاتا ہے۔ (لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ، يَمحُوا اللهُ مَايَشَاءُ وَ يُثبِتُ، عِندَهٗ اُمُّ الكِتَابِ) (الرعد) وہ "ام الکتاب" خدا کے پاس ہے۔

سبع مثانی

یہ جملہ سورہ الحجر (رکوع ۶) میں استعمال ہوا ہے وَلَقَد اٰتَینٰکَ سَبعاً مِنَ المَثَانِي وَالقُرآنَ العَظِيم) ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ سورہ پندرھویں سورہ ہے۔ اور سورہ الحمد کا نمبر بیاسی ہے یعنی سبع مثانی کا جملہ بہت پہلے نازل ہو چکا تھا۔ لہذا سبعا من المثانی سے سورہ الحمد مراد لینا درست نہیں۔ اصل میں سبعا کے معنی سات نہیں بلکہ کئی کے ہیں اور المثانی ان کتب قدیمہ یعنی (توراۃ، زبور وغیرہ) کو کہتے ہیں جن پر قرآن نے بار بار توجہ دلائی۔ مقصد صرف یہ ہے کہ خدا نے متعدد احکام بار بار بیان کئے ہیں۔ اسی لئے قرآن کے متعلق سورہ الزمر (رکوع ۳) میں کہا گیا کہ یہ بہترین کلام ایسی تعلیم پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے مشابہ ہے اور پہلے بھی بار بار نازل ہو چکا ہے (اللهُ نَزَّلَ اَحسَنَ الحَدِيثِ كِتَاباً مُتَشَابِهاً مَّثَانِي (الزمر۔ رکوع ۳)

کتب

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی الگ الگ آیتوں اور سورتوں کا فہم صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب پوری سورۃ بلکہ ایک دور کی جملہ سورتوں کا ماحصل سامنے رکھا جائے مختلف آیتوں اور سورتوں کو ترتیب تنزیل سے الگ کرکے سمجھنے کی کوشش میں وقت ضائع نہ کیا جاتے۔ اسی طرح قرآن پڑھنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ کتب، صحف، آیات، کلام، نور، ہدایت، تنزیل غرضکہ اس طرح کے جتنے لفظ الفرقان یا قرآن میں آتے ہیں ان کا منشا یہ نہیں ہے کہ مقصود صرف قران کی آیات و حکم ہوں بلکہ جیسا کہ بار بار کہا گیا ہے کہ جتنی اللہ کی کتابیں ہیں ان سب پر ایمان لانا ہر مسلم

Marfat.com

کا فرض ہے (وما اُنزِلَ مِن قبلِکَ ۔ بقرہ) یعنی یہ قرآنی تعلیم "مثانی" (بار بار بیان ہونے والی) تعلیم ہے اور گذشتہ نبیوں کی کتابوں میں بار بار بیان ہو چکی ہے ۔ وہ کتابیں "سبع" بمعنی متعدد ہیں ۔ مثلاً صحیفہ ابراہیمی، صحیفہ موسیٰ، زبور داؤد، امثال سلیمان و حکیم لقمان، انجیل یحیٰ و عیسیٰ، دندیداوزرداشتر ویدانت ہند چار مقالہ بودھا اور دوسری کتابیں ۔

نزول سورہ الحمد

سورہ الحمد کا نصف اول آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے شعب سے نکلنے اور طائف سے واپسی کے بعد نازل ہوا پھر آخری آیت مدینہ میں نازل ہوئی جہاں ۔ یہود و نصاریٰ تھے اور صراط کا لفظ عام طور سے رائج تھا اور جس جگہ مغضوب علیہم سود خوار مغرور یہودی پناہ گزینوں کی بڑی تعداد تھی ۔ شعب ابی طالب سے ۱۰ نبوی میں تین سال کے مصائب سے نجات ملی تو آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ طائف تشریف لے گئے شعب میں منجملہ اور سورتوں کے سورہ یوسف نازل ہوئی جس میں سو الحمد کا پورا تصور موجود ہے ۔ پھر طائف سے واپسی کے بعد نخلہ میں سورہ الجن نازل ہوئی جس سے "عالمین" کا تصور واضح ہو جاتا ہے اسے زمانے میں سورہ اسرار نازل ہوئی جس میں بنو اسرائیل کی طرف توجہ کا اشارہ ہے یہی وہ زمانہ ہے جب دنیا میں کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قطعی ہراساں اور ناامید نہیں ہوتے ۔ سورہ الحمد اسی کشمکش اور ابتلا کے زمانہ کی یادگار ہے ۔ اسی لئے سورہ یوسف اور سورہ جن کا مطالعہ اس سے پہلے ضروری ہے ۔

سورہ الحمد اور سورہ یوسف

شعب ابی طالب کے محاصرہ کے زمانہ میں سورہ یوسف نازل ہوئی تھی ۔ اگر وہی حالات کسی قوم یا فرد پر طاری ہوں جو اس وقت مسلمانوں کے تھے تو ان بے کسوں اور مجبوروں کے لئے پھر سورہ یوسف ایک پیغام ربانی ہے جو فتح و نصرت کی یقین پیدا کرتا ہے ۔ (لقد کان فی یوسف واخوتہ ایات للسائلین ۵ لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی

Marfat.com

الالباب۔ یوسف) اس کے بعد سورہ الحمد نازل ہوتی ہے۔

بعض الفاظ جو دونوں سورتوں میں ہیں۔

رب

بمعنی آقا قال عماذاللہ انہ ربی یوسف نے زلیخا سے کہا کہ تیرا شوہر میرا رب (آقا) ہے اما احد کما فیسقی ربہ خمراً (۴۱) تم میں ایک اپنے آقا (رب) کو شراب پلاتے گا۔ اذکرنی عند ربک وغیرہ میں رب بمعنی آقا کے ہیں۔

العالمین

بمعنی انسان ۔ قومیں۔ لوگ۔ ان ھوالا ذکر للعالمین (۱۰۴) یہ قرآن لوگوں کے لئے نصیحت ہے۔

ضلال

شش و پنج، اضطراب، دھوکا، بھول چوک، شک۔ مثلاً زلیخا کو کہا انا لنراھا فی ضلال مبین (۳۰) اور حضرت یعقوب کو کہا قالو تاللہ انک لفی ضلالک القدیم (۹۴)

دین

بمعنی قانون (طریق زندگی۔ راہ) ماکان لیاخذ اخاہ فی دین الملک وہ اپنے بھائی کو شاہی قانون میں نہ پکڑ سکتا تھا۔ امر الا تعبدوا الا ایاہ ذالک الدین القیم)
حقیقی قانون زندگی یعنی الدین کیا ہے اسلام یا خدا بندگی ہے (ان الدین عند اللہ الاسلام)

الصراط المستقیم

صراط کا رومی لفظ مدینہ میں استعمال ہوا ہے۔ سورہ یوسف میں صراط مستقیم کے لئے "الدین القیم" کا لفظ ہے۔ الصراط المستقیم اسلام کا دوسرا نام ہے اور اسلام عبودیت

Marfat.com

رب کو کہتے ہیں (ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ۔ ھذا صراط مستقیم) سورہ یوسف میں بھی یہی کہ آگیا ہے کہ عبودیت رب یا خدا کی غلامی اک دوسرا نام الدین القیم ہے (امر اا الا تعبدوا الا ایاہ۔ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون ○)

سورہ الجن اور سورۃ الحمد

العالمین

اس لفظ کا تلفظ عالمین کیا جاتا ہے اگر ہم سورۃ الجن کو دیکھیں تو اس میں " ثقلین " کا لفظ انس و جن کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح الرحمن میں ،، معشر الجن والانس،، سے بار بار تخاطب ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں العالمین کا لفظ ہے وہ تثنیہ کا صیغہ ہے اور عالم انس اور عالم جن کے دو عالموں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ نحویوں نے یہ قاعدہ کلیہ تسلیم کر لیا ہے کہ اگر تثنیہ کا صیغہ صرف دو تک محدود ہو تو اس کو مجموع کی شکل میں استعمال کر سکتے ہیں۔ غرض کہ عالمین کے معنی انسانوں کے ہیں یا اگر اسے تثنیہ مانا جائے تو جن وانس کے لئے لا سکتے ہیں۔ دو عالموں یا کل جہان سے اس کا تعلق نہیں (ھذا بصائر للناس وھدی ورحمۃ لقوم یوٗقنون) یہ قران انسانوں کے لئے ہے نہ کہ جمادات، انباتات، حیوانات، ناسوت، ملکوت، لاہوت وغیرہ ہیژدہ ہزار عالم کے لئے۔

یوم الدین

" دین " کے معنی نہ صرف سامی بلکہ آریائی زبانوں میں بھی " قانون " کے ہیں۔ یوم الدین سے مراد وہ دن ہے جس روز قانونی یعنی عادلانہ فیصلہ ہو گا۔

یوم الدین یا یوم الحساب و یوم الفصل بھی ایک فلسفیانہ بحث کی چیز بن گئی ہے۔ مختلف اقوام میں یہ تصور موجود ہے کہ ہم جیسا عمل کریں گے اس کا نتیجہ ہمیں ضرور ملے گا۔ نیکی کا بدلہ نیک اور بدی کا بدلا ملنا ناگزیر ہے خواہ اس زندگی میں ملے یا مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جائیں تو اس وقت ملے۔ قرآن نے یہ بتایا ہے اور شروع کی تعلیم ہی

میں بتایا ہے کہ اسی زندگی میں آخرہ یعنی یعنی بعد میں آنے والی حالت اولی یعنی گزری حالت سے بہتر ہوتی جاتی ہے اور نیک عمل انسان برابر بہتری کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے (الانشراح) اور مختلف سورتوں میں بتایا ہے کہ بد عملی سے اسی دنیا میںقومیں تباہ ہوتی رہتی ہیں یعنی اسی دنیا میں سزا ملتی رہتی ہے۔

لیکن بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ باوجود فاسد عملی کے مختلف لوگ اور مختلف قومیں اس دنیا میں سزا نہیں پاتیں بلکہ عرصہ دراز تک اپنے ظلم و جور سے دنیا والوں کو تنگ کرتی رہتی ہیں اس کی وجہ قرآن نے یہ بتائی ہے کہ مظلوم قومیں یا مظلوم افراد خود اس کے ذمہ دار ہیں انکا فرض تھا کہ وہ ظالموں کے خلاف جہاد شروع کر دیتے۔ یا کم از کم اس کی تیاری میں جان کھپا دیتے۔ اور اگر اس تیاری کی حالت میں انہیں موت آ جاتی تو غرو شرف کی موت ہوتی اور آئندہ زندگی میں بھی اس کا اجر ملتا۔ لیکن ظالموں اور بد کاروں کو ہمیشہ یہ بتایا گیا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ اس دنیا میں ظلم کر کے مر جاؤ گے اور دوبارہ پیدا کر کے تمہیں خالق اقوام سزا نہ دے گا۔ خدا ملک یوم الدین ہے اس دن وہ ذرہ ذرہ کا حساب کر کے آخری فیصلہ کرے گا۔ یہ دنیا آخری فیصلہ کی جگہ نہیں ہے یہاں ہر انسان اپنے اعمال کا مختار کل ہے۔

قدیم مصریوں میں یہ تصور عام تھا کہ مرنے کے بعد انسانی روح نہیں مرتی بلکہ وہ سورج کے مختلف برجوں میں سحر کے زور سے گردش کرتے کرتے تورا عظم یا "را" تک پہنچ جاتی ہے۔ یہی تصور دوسری شکل میں قدیم بابل میں بھی تھا۔ ہندی آریوں کے فلسفیوں اور بعض یونانی اور مصری فلسفیوں اور چند وحشی اقوام میں بھی یہ تصور عام تھا کہ انسان ہی نہیں بلکہ حیوان کے مرنے ہی اس کی روح کسی دوسرے قالب میں پیدا کر دی جاتی ہے اور اپنی گذشتہ زندگی کے اعمال کی سزا یا جزا پاتی رہتی ہے یہ تناسخ یا پیدائش کا چکر برابر جاری رہتا ہے اور نیک عملی ہی سے اس مخمصے سے نجات مل سکتی ہے مہا دیر اور گوتم بدھ بھی تناسخ سے نجات کو فراغت کاملہ یا جنت کہتے ہیں بہر حال تصورات کے ادا کرنے کے مختلف طریقے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یوم الحساب اور بعث بعد الموت دونوں کا منشا ایک ہی ہے کہ بد عملی کا نتیجہ عذاب والم اور نیک عملی کا ثواب و

Marfat.com

مسرت ہے کہ اجزائے اعمال دینے والا ہے اور وہ ملک یا قاضی ہے جو ضرور عادلانہ فیصلہ کرے گا سورۃ الحمد میں اس تصور کو اس وقت بیان کیا گیا ہے جبکہ عرصہ تک مشرکین مکہ کو یہ بتایا جا چکا ہے کہ تم اپنی بد عملی، ظلم اور شرک کی بدولت ایک دن اسی دنیا میں قدیم اقوام کی طرح تباہ کر دیئے جاؤ گے اور اتفاق سے بچ گئے تو مرنے کے بعد پیدا کئے جاؤ گے اور سزا پاؤ گے۔

تحقیق بقیہ الفاظ سورۃ الحمد

ملک

بادشاہ: قاضی القضاۃ: آخری فیصلہ کنندہ، دنیا میں تصور عام تھا کہ بادشاہ ہی آخری فیصلہ کنندہ دار حکم ہوتا ہے۔ وہی قومی فوج کا سپہ سالار ہوتا، اور وہی ہر محکوم کی جان، مال، عزت و آبرو کا مالک یا خداوند ہوتا ہے بعض قوموں میں اسے آسمانی بادشاہ سورج کا اوتار مانا جاتا تھا جیسے مصر میں فرعون۔ بابل میں بعل (سورج) کا اوتار حمورابی اور ہند میں سورج بنسی راجہ وغیرہ

قرآن نے خدا کو اسی لئے ملک کہا (ملک الناس الہ الناس) وہی ملک الملک ہے۔ وہی آخری فیصلہ کنندہ ہے (احکم الحاکمین - خیر الفاصلین- لم یکن لہ شریک فی الملک- ولہ الملک یوم ینفتح فی الصور) سے ثابت ہے کہ آج وہ فیصلہ نہ کرے گا۔ قیامت کے دن ملوکیت کی شان میں ہو گا۔ لہٰذا آخرت میں فیصلہ کرنے والے کا تصور اس طرح بتایا ہے کہ وہ یوم الدین میں ملک یا قاضی یا فیصلہ کرنے والا بادشاہ ہو گا۔ آج وہ آخری فیصلہ نہیں کرتا۔ اس لئے وہ اگرچہ مالک ہے لیکن آج اس نے انسان کو اختیار دے رکھا ہے کہ اچھا عمل کرے یا برا۔ اس کی جزا سزا قیامت کے دن دے گا۔ لہٰذا آج وہ مالک ہے، کل یعنی روز قیامت کو ملک ہو گا۔

انا نحن

Marfat.com

اکثر جگہ قرآن میں اس شان ملوکیت کے اظہار کے لئے قرآن نے خدائی واحد کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے یہی شاہانہ طرز خطاب تھا اور ہے مثلاً انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ○ یا انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون یا انا اعطیناک الکوثر سب سے ثابت ہے کہ سورہ الحمد میں ملک ہے نہ کہ مالک: یہی قرات امام مالک کی بھی ہے۔

عبد

نعبد و میں رب العالمین کی نسبت سے عبودیت و غلامی ترجمہ ہونا چاہئے۔ غلام کا کام حکم ماننا ہے نہ کہ صرف آقا کی حمد کے ترانے گانا۔ اگر حمد کرنے کا حکم ہے تو وہ بھی عملی حمد ہو یعنی غلامی کے تصور میں کل احکام کے ماننے کا تصور آجاتا ہے۔

غضب

سب سے بڑی نعمت یہ بتائی گئی ہے کہ انسان کا خدا کا بندہ ہو۔ شیطان سے اجتناب کرتا ہو اس میں اسی کا بھلا ہے۔ لہذا غضب ضد ہے نعمت کی۔ یعنی جو شخص مشرک یا منکر ہو وہ مغضوب ہے۔

سورۃ الحمد کے الفاظ کا مختصر مفہوم

الحمد: ہر قسم کی عملی شکر گزاری یعنی بندگی (نہ صرف زبانی تعریف)

اللہ: ال الہ: وہ معبود جو خالق و علیم ہے۔

رب: آقا۔ خواجہ (نہ کہ پروردگار) (نعبد کی نسبت سے رب کا تصور)

العالمین: قومیں۔ انسان (نہ کہ کل عالم) (جن و انس)۔

الرحمان: اللہ: وہ نام جو نصرانی وغیرہ اللہ کے لئے استعمال کرتے تھے (نہ کہ رحمت کرنے والا)

ملک: قاضی۔ بادشاہ (نہ کہ مالک)

دین: قانونی فیصلہ (ملک رحیم کی نسبت سے)

استعانت: کسی کام میں صبر و صلوۃ کے ذریعے مدد مانگنا (یعنی عمل کرنا اور خدا پر بھروسہ

Marfat.com

کرتا)

نعبد: ہم غلامی کرتے ہیں (نہ کہ پوجا کرتے ہیں) رب کی نسبت سے عبد

ہدایت: راہ پر لگنا۔ خدا بندگی یا اسلام کی راہ کو "ھدی اللہ" کہتے ہیں بمعنی راہ (ان ھدی اللہ ھوالدی) الانعام ۷۱

صراط: شاہراہ (نہ کہ راہ)

صراط المستقیم: الدین القیم: عبودیت رب: اسلام: ھدی اللہ

یہ رومی لفظ سطراطا (STRATA) ہے جو براہ راست رومہ کو جاتے تھے۔ یہ سڑک پختہ اور بلند ہوتی تھی اس کے محافظ و نگراں سرکاری ہوتے تھے۔ رستہ میں سرائیں اور بازار ہوتے اور مسافر کو کوئی خطرہ نہ ہوتا تا یعنی وہ شاہ راہ جو سب سے چھوٹی ہو، پر پیچ اور تکلیف نہ ہو۔ ایسی شاہراہ جس پر پڑھتے ہی بے راہ روی یعنی موت سے مسافر بچ جاتے اور منزل پر پہنچے یا نہ پہنچے یعنی اپنی زندگی میں مقصد تک رسائی ہو یا نہ ہو مگر گمراہی سے بچ جاتے اور ادھر ادھر بھٹکنے کی جگہ اسے یقین ہو جاتے کہ اس راہ پر پڑنا ہی نجات ہے۔ اب نہ رستے میں پیاس سے موت ہوگی۔ نہ ڈاکو لوٹیں گے۔ یہ محفوظ ترین شاہی سڑک ہے اور بحفاظت سفر طے ہونا یقینی ہے۔ یہ اسلام یا خدا بندگی ہی صراط مستقیم ہے (ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم ○

انعام: شرک سے بچ کر مسلم ہونا اور خلافت الہیہ فی الارض حاصل کر کے نعم الہیہ سے سرفراز ہونا۔

مغضوب: جو اسلام سے منحرف ہو کر ارباب من دون اللہ کے غلام بن گئے۔

ضال: وہ لوگ جو تشکیک میں مبتلا ہیں، جنہیں ابھی ہدایت نہیں ملی (نہ کہ گمراہ)

سورۃ الحمد کی تین آیتوں کا مفہوم

(سات حصوں میں)

1- جملہ عملی سپاس گزاری سوائے اللہ (ال الہ) کے اور کسی کے لئے مناسب نہیں

Marfat.com

اس لیئے کہ وہی سب لوگوں (یا قوموں) کا آقا ہے۔

2- جس کا (دوسری قوموں میں ایک) نام رحمان (بھی) ہے (اور وہ دوسرے آقاؤں یا دیوتاؤں کی طرح ظالم نہیں ہے بلکہ) بہت ہی رحم والا ہے۔

3- وہی روز جزا کا قاضی (یا بادشاہ) ہوگا اور اس کے انصاف میں رحمت و عفو کا غلبہ ہوگا۔ اس لیئے کہ وہ رحیم ہے اور گنہ گار کو معاف کر دینے پر قادر ہے۔

4- ہم اعلان یا تسلیم کرتے ہیں کہ ہم صرف تیرے غلام (یا بندے) ہیں (کوئی دوسرا ہمارا آقا (یا رب) نہیں ہے (یعنی ہم صرف تیرے مطیع و مسلم ہیں) ہم صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں (کسی دوسرے سے مدد نہیں مانگتے اس لئے کہ وہ خود مخلوق و لاچار ہیں۔ یعنی ہم مشرک نہیں ہیں)۔

5- ہم کو سیدھی (یعنی مختصر ترین شاہراہ (یعنی اسلام) پر ڈال دے جو تیری بندگی کا دوسرا نام ہے۔

6- ہمیں ان لوگوں کی شاہراہ پر ڈال دے جن پر تو نے اپنا فضل و کرم کیا ہے (یعنی وہ مسلم قومیں جو پہلے گزر چکیں یا اب بھی موجود ہیں اور تیرا حکم مانتی ہیں اور شک سے نکل کر یقین تک آ چکی ہیں)

7- خداوند ہمیں ان لوگوں کی راہ پر نہ ڈال جن سے تو خفا (ناخوش) ہوا۔ نہ ان کی راہ پر ڈال جو ابھی تک صحیح راستہ کی تلاش می☆ں سرگرداں ہیں اور تشکیک میں مبتلا ہیں (جن پر یقین و ایمان کا دروازہ ابھی نہیں کھلا)

سورہ ۴۵ : حم الجاثیہ

اسی زمانہ میں سورۃ الجاثیہ نازل ہوئی جس میں مندرجہ ذیل باتیں پھر دہرائی گئیں۔

۱۔ یہ الکتاب من اللہ ہے۔

یعنی یہ قانون زندگی خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ یہ اس امر کی تردید ہے کہ قرآن قول شیطان الرجیم ہے۔ جیسا کہ مشرکین کا خیال تھا۔

Marfat.com

۲۔ آیات (معجزات) اللہ کے ہوتے ہیں

انسان کوئی عاجز کرنے والی چیز خلق نہیں کر سکتا۔ اگر یہ معلوم کرنا ہے کہ اللہ موجود ہے اور اس کے نشانات (آیات) ڈھونڈتے ہو تو اللہ کو خالق مانو۔ ایمان کے بعد آسمان زمین میں اللہ کی قدرت ، خالقیت کی نشانیاں ہر جگہ نظر آئیں گی۔ جو چیز دیکھو گے تمہیں معلوم ہو گا کہ اس کا خالق اللہ ہے اور تم یا تمہارے دیوتا کوئی چیز خلق نہیں کر سکتے (ان فی السموات والارض لایات لقوم یؤمنون) (۲) تمہاری تخلیق جانوروں کی تخلیق، اختلاف لیل و نہار، آسمان سے بارش، ہوائیں سب اللہ کے وجود کی معجز نشانیاں (آیات الٰہیہ) ہیں۔ پھر بھی ان کا استہزاء کرنا اور غرور سے نہ ماننا جہنم میں لے جائے گا۔ دیکھو سمندر میں کشتیاں قانون الٰہی کے مطابق چلتی ہیں۔ اہل عقل و فکر کے لئے یہی آیات ہیں۔

۳۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی

من عمل صالحا فلنفسه و من اساء فعليها بھلا کرو گے تو اپنے لئے اور برا کرو گے تو اپنے لئے۔

۴۔ العالمین: قومیں

بنو اسرائیل کو خدا نے حکومت و نبوت و ستھرا رزق دیا اور قوموں پر فضیلت دی (فضلناهم على العالمين)

۵۔ بصائر بمعنی آیات

یہ قرآن انسانوں کے لئے عبرت کی باتیں بتاتا ہے۔ (هذا بصائر للناس وهدى و رحمة لقوم يؤمنون○

۶۔ نفس انسانی بھی الٰہ یعنی معبود بنا لیا جاتا ہے

الٰہ بمعنی رب یا معبود ہے یعنی جس کی غلامی کی جائے کچھ لوگ اپنے نفس کے

Marfat.com

بندے اسی غلام بن جاتے ہیں (افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ ○ واضلہ اللہ علی علم)

۷۔ فرقہ دہریہ کا جواب

یہ نفس پرست کہتے ہیں کہ دہر یا زمانہ ہی مارتا جلاتا ہے اللہ خالق نہیں ہے یہ محض ظن ہے اور جب ان سے خدا کے خالق ہونے کے نشانات بیان کئے جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اگر خدا خالق ہے تو ہمارے آباواجداد کو پیدا کر دے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ خدا ہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے اور وہی ضرور بلاشبہ تمہیں قیامت میں جمع کرے گا۔

۸۔ ملک : بادشاہی

اللہ ملک یا بادشاہ ہے۔ اسی کا راج آسمانوں اور زمین پر ہے اور وہی قیامت کے دن بھی ملک ہوگا یعنی آخری فیصلہ کرے گا۔ (وللہ ملک السموات والارض، ویوم تقوم الساعۃ)

۹۔ قیامت کا آنا یقینی ہے

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ قیامت یقیناً آئے گی (الساعۃ لا ریب فیھا) تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ظن تو ہوتا ہے مگر اس کا یقین نہیں آتا۔

طائف کے سفر سے واپسی اور مکہ میں داخل ہونے تک کی تعلیم کا یہ خلاصہ ہے۔ جو اس سورہ میں نہایت ایجاز سے بیان کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ الی العالمین (۳)

حصہ سوم۔ مطعم کی حمایت اور ہجرت مدینہ

۲۳/ ذی قعدہ ۱۰ نبوی (اپریل ۶۱۹ء) تا صفر ۱۳ نبوی (مئی ۶۲۲ء)

اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینہ علیہ وایدہ بجنود لم تروها.

(التوبہ ۹ھ)

جب وہ دونوں (محمد و ابوبکر) غار میں تھے تو محمد نے اپنے ساتھی سے کہا کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔
تب اللہ نے اس پر اپنی سکینہ نازل کی اور ایسی فوجوں سے مدد دی جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے

(غار کی یاد ۹ھ میں)

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا (فی الرؤیا) من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی
کتنی پاک وہ ذات ہے جو راتوں رات (خواب میں) اپنے بندے کو مکہ سے یروشلم تک کی سیر کرالائی

Marfat.com

عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ　عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

(غالب)

ایا عین فابکی سید القوم واسفحی بدمع وان انزفتہ فاسکبی الدما اجرت رسول اللہ منہم نامبجوا عبید ک مالبی مہل واحرما (قال حسان بن ثابت یبکی اطعم بن عدی حین مات)

اے آنکھ! سردار قوم کے لئے آنسو بہا۔ اور اگر آنسو خشک ہو جائیں تو خون رو۔

صرف تو نے رسول اللہ کو پناہ دی اور اسی لئے وہ سب قیامت تک کے لئے تیرے غلام ہو گئے۔

(مرثیہ مطعم بن عدی از شار رسول حسان بن ثابت)

جب آپ طائف سے تقریباً ایک ماہ بعد بے نیل مرام نخلہ پہنچے ہیں تو اس وقت کی قلبی کیفیتوں کا سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ ذی قعدہ ختم ہو رہا تھا اور حج کے نام پر جو امن عام تھا وہ بھی دو مہینے میں ختم ہونے والا تھا۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ پھر مکہ میں قیام کیا جائے اور مکہ چھوڑنے سے پہلے کسی نہ کسی قبیلہ کو اپنا حامی بنا لیا جائے۔ یہ سوچ کر کہ آپ نخلہ سے حرا کی پہاڑی تک آئے اور وہاں اپنے بیٹے زید کو مکہ بھیجا کہ کسی سردار کی حمایت طلب کرے رسول اللہ جانتے تھے کہ عربوں کا قاعدہ ہے کہ دشمن بھی پناہ مانگے تو وہ انکار کرنا ایک عام سمجھتے ہیں اس لئے آپ نے پہلے الاخنس بن شریق سے حمایت طلب کی۔ اس نے کہا کہ میں حلیف ہوں اور اس لئے اجیر یا حامی نہیں بن سکتا۔ پھر سہیل بن عمرو سے حمایت طلب کی اس نے کہا کہ بنی عامر کا قبیلہ، بن کعب کے خلاف اجیر نہیں بنتا۔ آخر کار آپؐ نے المطعم بن عدی عاری سے حمایت طلب کی اور وہ فوراً تیار ہو گیا۔ پھر مطعم اور اس کے خاندان والے مسلح ہو کر گئے اور مسجد حرام تک آ کر انہوں نے رسول اللہ کو بلایا اور کہا کہ مسجد میں داخل ہو جاؤ۔ آپ نے داخل ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور نماز پڑھی ..... اور مطعم نے منادی کر دی کہ اے گروہ قریش میں نے محمد کو امان دی ہے نہ تو کوئی اسے ایذا دے اور نہ ہجو کرے۔ پھر آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے گھر میں ٹھیرایا اور کچھ عرصہ تک آپ وہیں رہے

جب یہ حال ابو جہل کو معلوم ہوا تو اس نے مطعم سے پوچھا کہ تو اس کا تابع ہے یا مجیر اس نے جواب دیا کہ میں مجیر ہوں۔ اس پر ابو جہل نے کہا "جسے تو نے امان دی اسے ہم نے بھی امان دی" (روضۃ الاحباب)

قبائل میں دورہ

قریش سے گفتگو کرنا بے سود تھا۔ اس کے علاوہ وہ لوگ حج کے میلہ کی وجہ سے اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ اس لئے آپؐ نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ حج کے موقع پر جو قبائل باہر سے آتے ہیں ان سے مکہ سے باہر ہی گفتگو کا موقع نکالیں۔ اس لئے آپؐ منیٰ میں جاکر مختلف قبائل کو اسلام کی طرف بلاتے رہے اور اپنی تصدیق اور حمایت چاہتے رہے لیکن ہر جگہ ایک بھینگا شخص (ابولہب) آپؐ کا پیچھا کرتا اور قبائل سے کہتا کہ یہ شخص چاہتا ہے کہ تم لات و عزیٰ اور اپنے دوست دار جنوں کو چھوڑ کر بدعت و ضلالت میں پڑ جاؤ۔

چھ خزرجیوں کا اسلام

۱۰ نبوی کی ذی الحجہ میں قبیلہ خزرج کے چھ آدمی حج کو آئے آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں قرآنی تعلیم سنائی اور بتایا کہ اللہ اور یوم آخرت کو مانو اسی میں نجات ہے وہ مدینہ کے یہود سے سن چکے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ انہوں نے آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی باتوں کی تصدیق کی اور پھر مدینہ واپس چلے گئے۔ اب یہ سورت نازل ہوئی۔

۴۳۔ حم الزخرف: علم کا سرچشمہ اللہ کے پاس ہے

اے انسان! یہ واضح علم، عربی زبان میں اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ تم سمجھ سکو (یہ سحر نہیں کہ مہمل ہو) اس کا سرچشمہ (ام الکتاب) اللہ کے پاس ہے (یعنی سحر کی طرح یہ شیطانی کرافات نہیں) یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ یہ نہ کہا جائے۔ حالانکہ پہلے بھی اللہ کے نبی آتے رہے ہیں۔ کوئی نبی استہزاء سے نہیں بچا۔ لیکن اس کا نتیجہ ہمیشہ تباہی ہوا۔

Marfat.com

خالق کائنات

یہ لوگ بھی جانتے ہیں کہ ایک خالق کائنات ہے ۔ جو مردہ زمین میں بارش سے جان ڈال دیتا ہے ۔ پھر بھی بعث بعد الموت کو نہیں مانتے اور بندوں کو اس کا شریک بناتے ہیں ۔

خوشحالوں کی قدامت پرستی

یہ لوگ فرشتوں کو مؤنث سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں (اسی طرح لات منات کو بھی اللہ کی بیٹیاں مانتے ہیں) حالانکہ خود اپنے لئے بیٹیاں پسند نہیں کرتے اور جب اس کی ولادت کی خبر سنتے ہیں تو منہ لٹک جاتا ہے ۔ وہ کہتے ہیں جو زینت و آسائش میں پلے اور لڑائی میں بھی کام نہ دے وہ کس کام کی ! اسی طرح جب کسی قوم میں رسول گیا تو اس کے خوش حال لوگ (طائف کے سرداروں کی طرح) ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے ہیں (لات کو دیوی مانتے ہیں) اللہ کو لاشریک ماننے پر تیار نہیں ۔ ایسے لوگ آخر کار تباہ ہوتے ۔ ابراہیم کی بات اس کی قوم نے نہ مانی ۔

سرداران طائف کو جواب

اب مکہ اور طائف والوں کے لئے حق (قرآن) اور رسول آیا تو وہ حق کو سحر کہنے لگے اور اسکے ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ہمارے شہروں کے کسی عظیم آدمی پر یہ قرآن کیوں نہ نازل ہوا ۔ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح دنیوی دولت ان سرداروں کو زیادہ دی گئی ہے ۔ اسی طرح رسالت بھی ہے کہ ان ہی کو ملتی ۔ یہ رحمت رب ہے اور اس مال سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے رہتے ہیں ۔ دنیا میں یہ عیش کر لیں لیکن آخرت میں متقیوں کو آرام ہی آرام ہے اے رسول یہ لوگ بہرے ہیں ۔ اچھی بات نہیں سن سکتے ۔

لوگ موسیٰ کو بھی ساحر کہتے تھے ۔

Marfat.com

اے رسول جس طرح تیری صاف پڑھنت (قرآن) کو یہ لوگ سحر کہتے ہیں اسی طرح موسیٰ کو بھی ساحر کہتے تھے اور جب ان کی دعا سے عذاب ٹل جاتا تھا تو پھر وعدہ توڑ ڈالتے تھے فرعون بھی موسیٰ کو ذلیل سمجھتا تھا اور کہتا تھا کہ موسیٰ نہ مالدار ہے نہ اس کے ساتھ فرشتے ہیں۔

صراط مستقیم، عبودیت رب ہے (قول عیسیٰ)

اسی طرح حضرت عیسیٰ جب دلائل عقلی (بینات والحکمت) لے کر آتے اور بتایا کہ جو رب میرا ہے وہی تمہارا ہے یہی صراط مستقیم ہے (ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم) تو انہوں نے اختلاف کیا اور کئی فرقے بن گئے اور علم قیامت میں شک کرنے لگے۔ ان سے کہدو کہ اگر "رحمان" کے کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی بندگی کرتا۔ یہ نہ سمجھو کہ وہ صرف آسمان کا خدا ہے وہ زمین کا بھی ہے۔ یہ کافر بھی مانتے ہیں کہ زمین و آسمان اللہ نے بناتے ہیں. بہر حال یہ تیرا کہا نہیں مانتے۔ اس لئے اے رسول تو ان سے توجہ ہٹالے۔ انہیں سلام کر کے چھوڑ دے۔ انہیں جلد معلوم ہو جائے گا۔ (فاصفح عنھم وقل سلام)

جو لوگ جزائے اعمال اور قیامت کے منکر ہیں وہ سخت عذاب پائیں گے۔

۲۷۔ النمل: آخرۃ

نظر آنے والے عذاب کے نشان

موسیٰ نے آیات مبصرہ یعنی نظر آنے اللہ کے وجود کے ثبوت پیش کئے۔ کہ اے آل فرعون یہ سب عذاب تمہاری بد اعمالیوں کے لئے تنبیہ ہے اور ثبوت ہے اس بات کا کہ اللہ ان آیات (معجزات) پر قادر ہے۔ فرعون اگر رب العالمین ہوتا تو وہ انہیں نہ آنے دیتا۔ مگر ان لوگوں نے ان نشانات کو سحر بتایا۔

شمس پرست قوم

Marfat.com

اسی طرح یمن میں ملک بلقیس کی قوم آفتاب پرست تھی۔ سلیمان نے علم کتاب کے ذریعے اس پر ثابت کر دیا کہ اللہ نے سورج کو پیدا کیا اور جس خط میں یہ بات لکھی اس کی ابتدا بسم اللہ الرحمان الرحیم سے کیا ور ملکہ بلقیس کو بھی دکھا دیا کہ فضل رب سے ایسے عفریت ان کے قبضے میں ہیں جو ہر کام پلک جھپکاتے کر سکتے ہیں ملکہ بلقیس ایمان لے آئی اور اسے عذاب سے نجات ملی لیکن جو قومیں ثمود و قوم لوط کی طرح نہ مانیں وہ تباہ ہوئیں۔

بنو اسرائیل سے خطاب

اے بنو اسرائیل تم ان باتوں کو جانتے ہو۔ لہذا اختلافات سے بچو اور بعث بعد الموت کو مانو۔ دیکھو اللہ ہی قیامت میں فیصلہ کرے گا۔ (ان ربک یقضی بینھم بحکمہ)

اللہ کے نشانات آئیں گے

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مکہ کے رب (رب ھذاہ البلدۃ) کا حکم مانوں اور قرآن سناؤں جو راہ پر پڑے گا وہ اپنے لئے پڑے گا اور جو گمراہ ہو گا وہ اپنے لئے۔ اللہ جلد ایسی نشانیاں دکھائے کہ تم اسے پہچان لوگے۔

بی بی سودہ بنت زمعہ سے نکاح

چونکہ قریش یہ عہد کر چکے تھے کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب سے کوئی شخص رشتہ داری نہ کرے۔ لہذا شعب کا معاہدہ ختم ہو جانے کے باوجود کوئی اس پر تیار نہ تھا کہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے رشتہ قائم کرے۔ آپ کی ایک مطلقہ بیٹی بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ اور دوسری بیٹی سیدہ فاطمہ بھی عربوں کے قاعدہ کے مطابق صغر سنی ہی میں منسوب ہو سکتی تھیں، خود خود آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ۲۵ سالہ رفیقہ زندگی وفات پا چکی تھیں۔ لہذا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس ظالمانہ سوشل بائیکاٹ کو ختم کر دینا چاہا۔ اس وقت مہاجرین حبشہ حضرت سکرانؓ بن عمرو مع اپنی بی بی سودہؓ بنت زمعہ

کے مکہ واپس آ چکے تھے۔ یہ دونوں بنی عامر بن لوی کے قبیلے سے تھے سکران ؓ کا انتقال ہو گیا۔ بی بی سودہ بے یار و مدد گار رہ گئیں۔ آنحضرت ؐ بھی چاہتے تھے کہ قریش کی ضد ختم ہو۔ لہذا آپ نے بی بی سودہ سے نکاح کر لیا۔ یہ مہاجرہ اور مومنہ دونوں تھیں۔

حضرت عائشہ سے آپ ؐ کی نسبت

قریش کو شرمندہ کرنے اور آنحضرت ؐ کے افکار کو کم کرنے کے خیال سے ان کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی کم سن بچی کو آنحضرت ؐ سے منسوب کر دیا اور یہ دکھا دیا کہ ایسے کس مپرسی کے عالم میں، جبکہ ہر وقت مصدقوں کی جان خطرے میں تھی اور خصوصیت سے رسول اللہ پر دشمنان دین کا نرغہ تھا، ایک ایسا رفیق بھی موجود ہے جو اپنی جان و مال قربان کرنے کو تیار ہے۔ (ولو کرہ الکارون خواہ کافروں کو کتنا ہی برا کیوں نہ معلوم ہو) تیس سال بعد ۱ ھ میں بی بی عائشہ بلوغ کو پہنچیں یہی صرف ایک کنواری تھیں جو آنحضرت کے نکاح میں آئیں۔

نکاحوں پر اعتراضات

عموماً نصاریٰ تعدد ازدواج پر اعتراض کیا کرتے ہیں لیکن وہ قومیں جن میں تعداد ازدواج پر کوئی حد بندی نہیں ہے وہ کاموش ہیں نصاریٰ کا اعتراض اس بات سے قطع نظر کر لیتا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں عورت کی جو پست حالت تھی اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وہ زنا کے ذریعے روزی کماتے اس کے علاوہ اس زمانے میں غلامی بھی رائج تھی اور جو لوگ عورتوں کو خرید لیتے تھے ان سے زنا کروا کر ان کی کمائی کھانا برا نہیں سمجھتے تھے ایک طریقہ زنا کا یہ بھی تھا کہ دو دوست آپس میں کچھ دنوں کے لئے بیویاں بدل لیتے تھے۔ یہ بھی طریقہ تھا کہ ایک آزاد عورت کسی کے نکاح میں نہ ہو اور متعدد دوستوں سے زنا کراتے اور پھر اپنے بچے کا نسب قائم کرنے کے لئے جس دوست کا نام چاہے لے دے اس طرح وہ نامزد شخص اس مشترک بچہ کا واحد باپ سمجھا جاتا تھا اور اس کی پرورش و پرداخت کرتا تھا بعض اقوام میں یہ بھی طریقہ تھا

Marfat.com

اور شاید اب بھی ہے) کہ نامرد شوہر کے لئے کسی بھی مرد سے بچہ حاصل کرلیا جائے اسے زنا نہیں کہتے تھے۔ اسی طرح جن اقوام میں مادری اقتدار (MATRIARCHY) قائم تھی وہاں یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ بچے کا باپ کون ہے قبیلہ کا کوئی فرد بھی باپ ہو سکتا تھا وہاں اصل سوال یہ تھا کہ ماں کون ہے۔ اسی طرح بہت سی عورتیں مندروں، دیوتاؤں کے ناموں پر چڑھادی جاتی تھیں جن کی زنا زنا نہیں سمجھی جاتی تھی اور ان کی اولاد خدا کی اولاد مانی جاتی تھی۔

حقیقت میں مرد کی زنا کا تصور خالص اسلامی ہے۔ اس سے پہلے سامی اقوام (مثلاً یہود) میں عورت کی زنا کاری کا تصور موجود تھا جس کے معنی یہ تھے کہ شادی شدہ عورت کا زنا کرانا معیوب تھا یعنی مرد کے لئے زنا بری چیز نہیں تھی۔

حضرت سودہؓ سے اس لئے نکاح کیا گیا کہ وہ مہاجرہ و مومنہ تھیں اور بالکل بے یار و مددگار تھیں حضرت عائشہ سے نکاح کی غرض یہ بھی تھی کہ یہ ثابت ہو جائے کہ بنو ہاشم و بنو مطلب سے مشرکوں کی طرح مومنین نفرت نہیں کرتے اور اپنی کم سن بچیوں تک کو اس بائیکاٹ کے توڑنے کے لئے پیش کر سکتے ہیں۔ یہ حضرت ابو بکر کا ایسا احسان تھا جس کو خود آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے تسلیم کیا ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالاحد عندنا ید الا کافیناہ، ماخلا ابوبکر۔ ترمذی) کہ مجھ پر اگر کسی نے احسان کیا تو میں اس کا بدلا کر چکا۔ سوائے ابو بکر کے کہ ان کے احسان کا بدلہ نہیں کر سکا۔

بہر حال اس زمانے کے اعتبار سے کثرت ازدواج بلکہ زنا بھی معیوب نہ تھا آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے نہ صرف دونوں کو منسوخ کر دیا بلکہ ایسی حدود قائم کیں کہ زنا نا ممکن ہو جائے۔ یعنی طلاق کا قانون جاری کر کے عورت کو یہ حق دیدیا کہ وہ اپنے شوہر سے طلاق لے سکتی ہے اور بجائے زنا کرانے کے اپنی پسند کا شوہر تلاش کر سکتی ہے دنیا میں آج کل جو زنا جاری ہے اس کی ایک وجہ یہی ہے کہ عورت اپنے شوہر سے طلاق نہیں لے سکتی۔ دوسری وجہ عورت کی اقتصادی بد حالی ہے۔ اسلام نے عورت کو حق وراثت اور حق ملکیت دے کر اس اقتصادی بد حالی سے بھی بچالیا اور اس پر

Marfat.com

مزید یہ اضافہ کیا کہ نکاح کے عوض میں جتنی رقم چاہے اپنے شوہر سے مقرر کرلے جو اس کی ذاتی ملکیت ہوگی اور شوہر پر یہ فرض ہوگا کہ اپنی بیوی کو نہ صرف حالت زوجیت میں بلکہ طلاق یا موت سے علاحدگی کے بعد بھی چند مہاہ تک نان نفقہ دے اور مکان سے نہ نکالے۔

نوٹ

۱۔ یہاں یہ نوٹ کرلیجئے کہ دنیا کی کسی قوم میں اب تک عورت کو طلاق کا حق اور مہر و نفقہ و ملکیت کا حق حاصل نہیں ہے جس کی وجہ سے زنا عام ہے۔

۲۔ دنیا میں اکثر مقامات پر لڑکی کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔ ہندوستان، انڈونیشیا اور بعض مقامات پر یہ رسم تھی کہ شوہر کی لاش کے ساتھ اس کی جملہ بیبیاں اور لونڈی غلام زندہ جلا دیئے جاتے تھے۔ اب تک اکثر ممالک میں عورت کو اتنا پست سمجھا جاتا ہے کہ والدین اس کے مرنے کی تمنا کرتے ہیں اس لئے کہ لڑکوں کا جب تک شادی کرنے کی عوض میں کافی روپیہ نہ ملے وہ لڑکی سے شادی نہیں کرتے اور والدین کو جہیز کے لئے تمام عمر سر کھپانا پڑتا ہے ان حالات کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عورتوں کو جو درجہ دیا اس درجہ پر غیر مسلم عورتیں ابھی تک نہیں پہنچیں۔

(خفیہ) بیعت عقبہ اولیٰ۔ ذی الحجہ ۱۱ نبوی

طائف سے واپسی کے بعد ایک سال تک حسب الحکم خداوندی آپ نے اہل مکہ سے قطعی اعتراض کیا۔ لیکن رجب کے موقعہ پر حج اصغر میں اور حج اکبر کے تین محترم مہینوں میں آپ مکہ سے باہر کے قبائل میں جاتے اور گفتگو کرنے کا موقع پا جاتے تھے اور وہاں اپنے ہم خیال پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ کوشش خفیہ ہوتی تھی تاکہ دشمنوں کو خبر نہ ہو اور وہ ایذا رسانی میں زیادتی نہ کریں۔ ابولہب تو ہر جگہ کوشاں رہتا تھا کہ کوئی آنحضرتؐ کی بات نہ سنے۔ اس کے علاوہ بھی ہر دشمن گھات میں تھا۔ شعب سے آنحضرتؐ کا یہ رجحان زیادہ نمایاں ہے کہ وہ دشمنوں ہی سے نہیں بلکہ عام مسلمانوں

Marfat.com

سے بھی اپنی باتیں خفیہ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ قرآن کی بہت سی باتیں ایسی تھیں جو صرف مخصوص احباب سمجھ سکتے تھے بعد کے زمانے نے بتایا کہ ان کی حقیقی مراد کیا تھی۔ بہرحال ۱۱ھ کی ذی الحجہ کے میلے میں خفیہ طور پر بارہ مدینیوں نے آپ سے عہد کیا کہ وہ اللہ کو لاشریک مانیں گے اور چوری زنا، قتل بنات اور بہتان سے قطعی اجتناب کریں گے اور معروف باتوں میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کریں گے۔ یہ بیعت النساء کہلاتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں وہ احکام ہیں جن پر عورتیں بھی عمل کر سکتی ہیں یہ بیعت ایسی نہ تھی کہ اسے بیعت الحرب کہہ سکیں، درحقیقت اس خفیہ تیاری کا مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی جگہ مل جائے جہاں مسلمان اپنا سیاسی مرکز بنا سکیں۔

اس معاہدہ یا بیعت کی خصوصیت

اس سے پہلے مکہ کے مشرکوں اور حبشہ اور دوسرے مقامات کے نصرانیوں کو قرآن نے بہت سی اخلاقی باتوں کے ماننے پر زور دیا ہے خصوصاً بعث بعد الموت کو اسلام کی بنیادی باتوں میں سے بتایا ہے۔ لیکن یہاں صرف چند اخلاقی باتیں بتا کر صرف یہ کہدیا ہے کہ معروف میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کریں گے یعنی جب یہ مان گیا کہ خدا لاشریک ہے اور محمدؐ رسول اللہ ہیں تو پھر کسی نیک کام کی تفصیل غیر ضروری ہے حتیٰ کہ عام طور پر قتل انسان برا سمجھا جاتا تھا، اس کا بھی ممنوعات میں ذکر نہیں ہے صرف قتل بنات کی ممانعت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں لڑکیوں کو کتنا غیر ضروری اور ناقابل اعتنا سمجھا جاتا تھا اور عورت کا درجہ کتنا پست تھا۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہو سکے گا کہ رسول اللہ نے عورتوں کو بعد میں جو درجہ دیا وہ ان کے ذاتی تجربہ پر مبنی تھا۔

اس زمانے کی سوسائٹی نے بہت سی بری و منکر، باتوں کو لوگوں کی نظروں میں اچھا بنا دیا تھا لہذا آنحضرتؐ نے تصریح کردی کہ اگرچہ اہل عرب چوری، ڈکیتی، زنا، قتل اولاد، اور بہتان مبالغہ آمیز جھوٹ، کو برا نہیں سمجھتے بلکہ بہت سے شاعر اپنی فخریہ شاعری میں زنا کو دیکھئے (امرالقیس)، ڈکیتی اور شریف عورتوں سے عشق (تسبیب یا غزل

عربی) کو اچھا سمجھتے ہیں اور قتل اولاد کو سپارٹا اور ہندوالوں کی طرح شرافت کا نشان سمجھتے ہیں لہذا یہ باتیں بھی منکر سمجھی جائیں گی بعت کرنے والوں نے انہیں تسلیم کرلیا۔

رسول اللہ کا رسول

اب رسول اللہ نے قبیلہ عبدالدار کے پہلے مسلمان اور مہاجر حبشہ حضرت مصعب بن عمیر کو بالائی اومان لوگوں کے ساتھ مدینہ روانہ کردیا یہ ابتداء سے اسلام و کفر کی کشمکش سے واقف تھے اور خود اس مشہور قبیلے سے تھے جو تمام عرب میں اپنی پروہتی و بت پرستی کے لئے مشہور تھا۔ مدینہ میں جب رسول اللہ کے یہ رسول پہنچے تو چند ہی دنوں میں اکثر مشرکین مدینہ موحد بن گئے۔

بنواسرائیل کو شریک کرنے کا خواب

یہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ نے پھر بنی اسرائیل پر توجہ کی آپ کی دلی خواہش تھی کہ مدینہ کے مالدار یہودی جو پورے عرب کی تجارت پر چھائے ہوتے ہیں، مسلمانوں اور سچے نصرانیوں سے مل کر ایک متحدہ قوم بنالیں سب خدائے "لاشریک کو مانیں اور مسجد حرام (مکہ) سے مسجد اقصیٰ (یروشلم) تک ایک ہی اللہ کا نام بلند ہو۔ سب لوگ یوم آخر کو مانیں۔ یہودی توراۃ کے غیر محرف احکام احکام پر چلیں اور دنیا میں عدل پھیلائیں ظلم و سود خوری ترک کردیں نصاری مسیح ابن مریم مانیں اور کفارہ کے دھوکے سے نکل کر مذہبی پروہتوں (پوپوں) کو ختم کردیں اور موجودہ زمانے کے پروٹسٹوں کی طرح کلیسا کو چھوڑ کر صرف انجیل کو مانیں اور کلیسا کی مدد کے بغیر انجیل و توراۃ پر چلیں۔

اسی لئے آپ نے کواب میں دیکھا کہ اب وہ زمانہ آرہا ہے کہ مکہ سی یروشلم تک ایک مضبوط قوم بن جائے گی اور بہت ممکن ہے کہ بنواسرائیل اور نصاریٰ متحد ہو جائیں اور جن باتوں میں ان کا اختلاف ہے وہ قران کے بتائے ہوتے سوات اور معروف و منکر کے اصولوں کے مطابق فیصلہ کرلیں۔

اسراء (یا معراج)

سورہ بنی اسرائیل در حقیقت بنو اسرائیل کو ایک پیغام تھا کہ آؤ ہم تم مل کر ایک متحدہ محاذ بنالیں۔ اگر تمہارے مالدار خود غرضی چھوڑ دیں تو پھر آزادی مل سکتی ہے اور پھر یروشلم سے کذائے واحد کا نام بلند ہو سکتا ہے۔ توراۃ کے احکام عشرہ تو بہت اچھے ہیں لیکن ان کی غرض قرآن سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آنکھ کان اور دل کو برے خیالات میں نہ لگاؤ حواس ظاہر و باطن کو پاک رکھو غرور نہ کرو ظلم نہ کرو اور کسی کو دکھ نہ پہنچاؤ۔

شاید اس زمانے کے کفار اس کلام کی حقیقت کو پا گئے تھے انہوں نے آنحضرتؐ پر زور دینا شروع کہ اس قسم کے خیالات (رؤیائے بیت المقدس) کو قرآن سے نکال دو یا اتحاد اہل کتاب کی آیتوں کو بدل دو اس کے بعد ہی مشرکوں نے سوچا کہ پریشان کر کے آنحضرتؐ کو مکہ سے نکال دیں۔ قرآن نے اس کا یہ جواب دیا کہ اگر رسول کے ڈرانے سے تم باز نہ آتے تو شیطان کی طرح تم خود جلا وطن کر دیئے جاؤ گے۔ اللہ اک ہمیشہ یہ قانون رہا ہے کہ ظالم کو سزا ملتی ہے (بنی اسرائیل)

نوٹ

کلام اللہ کے طرز بیان سے ناواقفیت اور سورہ بنی اسرائیل کو سیاق و سباق سے الگ کر کے پڑھنے کی وجہ سے۔ بہت سے مسلمان اس سلسلہ میں اب تک پریشان ہیں کہ اسرار کی حقیقت کیا ہے حالانکہ اسی سورہ میں پھر درج ہے کہ یہ خراب ہے اور غیر مسلموں کے لئے مخبر ملعونہ ہے۔

سورہ ۱۷۔ بنی اسرائیل

بنو اسرائیل نے دو مرتبہ سرکشی کی یعنی شرک و نفس پرستی اور فساد کی راہ اختیار کی دو مرتبہ یروشلم تباہ ہوا اور یہودی غلامی میں فروخت ہوتے توبہ کی تو دشمنوں پر غالب آتے اور سلطنت ملی لہذا اب پھر شرارت کریں گے تو تباہ ہوں گے اے بنی اسرائیل آخرت کو تم مانتے (تو بد عملی نہ کرتے اور تباہ نہ ہوتے) ہمیشہ قومیں مالداروں کی عیش

Marfat.com

پرستی خود غرضی سے تباہ ہوتی ہیں۔ خدا پہلے خبردار کر دیتا ہے۔ پھر عذاب نازل کرتا ہے۔

دل کی پاکیزگی

احکام اخلاق اسلامیہ کی بنیاد یہ ہے کہ کان آنکھ، دل کو پاک رکھو اور غرور نہ کرو ظلم نہ کرو۔ دکھ نہ دو۔

معجزات کا انکار

اے مشرکو! معجزے نہ دیئے جائیں گے۔ اگلوں نے کب مانا تھا جو تم انہیں دیکھ کر بعث کا یقین کرو گے اگر آنکھیں ہیں تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھو کہ کل دنیا میں پھیلے ہوتے ہیں۔ ہر چیز خدا کی تسبیح کرنے پر مجبور ہے۔ ہم نے قرآن میں ثمود اور بنو اسرائیل وغیرہ کے حالات (جو وحی روحانی سے حاصل ہوتے بیان کئے ہیں یہ وحی ان مشرکوں کے لئے شجر ملعونہ بن گئی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ گزشتہ قوموں پر عذاب آخرہ سے نہ ڈرائیں تو بھی ان کی طرف کسی قدر مائل ہو چلا تھا اگر ایسا کرتا تو دگنا عذاب پاتا۔ بہرحال خدا کے نیک بندوں پر شیطان کی دسترس نہیں ہوتی۔ اس لئے تجھ پر ان مشرکون کی تخویف اور شیطنت کا اثر نہ ہوا۔

انکار معجزات مع تحدی

روح کیا ہے۔ یہ امر رب ہے۔ یہ وحی ہے یہ ایسے نفسیاتی معاملے ہیں جن کا خدا نے مشرکوں کو بہت کم علم دیا ہے لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اتنی اچھی باتیں تمہارے شاعروں یا کاہنوں کے اقوال میں موجود نہیں جیسی کہ قرآن میں اور دوسری خدائی تعلیمات میں ہیں تم ان خدائی تعلیمات کی مانند کوئی کلام قدیم پیش کر سکتے ہو۔ نہ نیا کلام بنا کر لا سکتے ہو خواہ تم اپنے انسان ساتھیوں اور شیطانوں سے کتنی ہی مدد لو۔ تم اچھی باتیں کہہ ہی نہیں سکتے۔ نہ شرک کو چھوڑ کر صرف خدائے یکتا و یگانہ کے حکموں کو ماننا چاہتے ہو۔ بہرحال میں بشر ہوں نہ چشمے بہا سکتا ہوں نہ آسمان گرا سکتا ہوں موسیٰ پر تو معجزے

Marfat.com

نازل ہوئے لیکن لوگ نہ مانے سچے۔یہود و نصاریٰ قرآنی تعلیم کو سن کر خشوع سے سجدہ میں گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بھی اسی سرچشمہ سے بزریعہ روح القدس نازل ہوا ہے جس سے توراۃ نازل ہوئی تھی اسے اللہ کہو یا رحمان کہو سب اچھی نام اسی کے ہیں۔

ایک ایران کے حلیف سے گفتگو

آپؐ ۱۲ نبوی میں قبیلہ بنو ذہل گئے حضرت ابوبکر آپؐ کے ساتھ تھے مفروق سردار قوم تھا۔ حضرت ابوبکر نے اس سے کہا کہ میرا ساتھی خدا کا پیغام لایا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا پیغام ہے آپ نے فرمایا کہ سوائے ایک اللہ کے اور کسی کی پرستش نہ کرو اور نیک عملی اختیار کرو اس وقت آپ نے سورہ الانعام کا چوتھا رکوع پڑھا مفروق سمجھ دار آدمی تھا۔ اسے افسوس ہوا کہ اتنی اچھی دلیلوں کو قریش نہیں مانتے بلکہ عذاب الہیٰ طلب کرتے ہیں اس نے کہا کہ میں شہنشاہ فارس کا حلیف ہوں ورنہ آپ کی ضرور مدد کرتا اور کسی قسم کا جنگی معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے اس کی راستبازی کی تعریف کی اور فرمایا کہ خدا خود اپنے دین کی مدد کرے گا (تفصیلات کے لئے روض الانف دیکھئے)

اس کے بعد یہ بتایا کہ یزدان واہرمن دونوں کو دو خدا سمجھ کر پوجنا سخت غلطی ہے ال الہ ایک ہی ہے (رکوع ۷۔ النحل)

صلاۃ یا نماز

اب تک نماز کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہ ہوا تھا۔ رسول اللہ کا یہ قاعدہ تھا کہ ال الہ کی آیات عظمت و شان کو مختلف اوقات میں پڑھا کرتے تھے جب موقع ہوتا تھا تو کعبہ کے سامنے بھی جا کر اللہ کا نام لیتے اور اس کی حمد کرتے لیکن مشرکوں کو یہ ناگوار گزرتا تھا وہ کہتے تھے کہ ہماری دیوی دیوتاؤں کی بھی تعریفیں کرو۔ یا کم از کم انہیں سفارشی مان لو بعض دفعہ آنحضرتؐ ان کی طرف کسی قدر مائل ہو جاتے تھے لیکن خدا نے آپ کو اس پر متنبہ کیا کہ کافروں کی طرف جھکنا درست نہیں۔ ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔ خدا کی مدد

سے آپ ان شیاطین کے پھندے میں نہ آسکے۔

ہر قوم میں اپنے الہ (دیوتا یا خدا یا فرشتے) سے مدد مانگنے کا طریقہ یہ تھا کہ اس کی تعریفیں کی جائیں یا اس کے سامنے گانا گا کر اسے خوش کیا جاتے یا قربانی کے خون و گوشت کو پیش کیا جاتے تاکہ وہ الہ (معبود) خوش ہو کر پجاری کی بات مان لے بعض قوموں میں انسان قربانی بھی دیوتاؤں کو خوش کرتی تھی اور اکثر جگہ ان کی خدمت کے لئے لڑکیں بھی نذر کر دی جاتی تھیں پھول۔ پھل، پانی، شراب تو اب تک بعض ملکوں میں دیوتاؤں کو خوش رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس پوجا کے وقت پروہتوں کی جماعت کچھ منتر بھی پڑھا کرتی تھی جو عوام نہیں سمجھتے تھے یا عوام کو ان کے پڑھنے کا حق نہیں تھا۔

قرآن نے پوجا یعنی عبادت کے طریقے کو بدل دیا اس نے بتایا کہ عبادت نہیں بلکہ آقا کی عبودیت (بندگی) کرنا چاہیے۔ یعنی اس کے حکموں کو ماننا ہی اس کی عملی حمد ہے زبانی تعریفوں سے کوئی آقا (رب) خوش نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے احکام نہ بجالاتے جائیں خدا رب ہے انسان عبد ہے إِيَّاكَ نَعْبُدُ (ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کا تعلق رب العالمین (کل انسانوں کے آقا) سے ہے۔ اس "نَعْبُدُ" سے عبادت کا مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے لیکن حقیقت رب العالمین کی عبودیت میں پنہاں ہے اس سے پہلے صلوۃ کی یہ اصطلاحی معنی نہ تھی بلکہ صلوۃ بمعنی اداتے فرض یا سلام کرنے کے تھے۔

سورہ ھود۔ تحدی

کل کتب الہیہ کافروں کے لئے معجز ہیں

اسی زمانہ میں سورہ ھود نازل ہوئی جس میں مخالفین قرآن سے یہ کہا گیا ہے کہ اگر قرآنی تعلیم ناقص ہے تو تم اپنے جنوں اور دیوتاؤں کی مدد سے اس قسم کی دس سورتیں ہی بنالاؤ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ نہ ان کے شیطانی ساحروں اور

Marfat.com

شاعروں نے اتنے بلند اصول اخلاق کو اجتماعی فلاح کے لئے استعمال کرنے کا کبھی دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے قرآن نے کہا کہ اب بھی سمجھ لو تو بہتر ہے کہ یہ تعلیم اسی چشمہ خیر سے ہے جہاں سے توراۃ و زبور انجیل وغیرہ آئی ہیں اور اس تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ ال الہ کے سوا کوئی معبود نہیں (یہ خدائی تعلیم ہے شیطانی تعلیم نہیں۔ اس لئے تم اور تمہارے شیاطین ایسی تعلیم نہیں بنا سکتے۔)

اس کے بعد مختلف اقوام کی تاریخ بتا کر یہ ثابت کیا ہے کہ بد عملی و ظلم کی وجہ سے ہمیشہ قومیں تباہ ہوتی رہی ہیں۔ اگر تم بھی باز نہ آتے تو تباہ ہو جاؤ گے۔ کافروں سے کہدو کہ اللہ کی مدد جلد آنے والی ہے۔ انتظار کرو۔ ہم تو اسی اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

ذی الحجہ ۱۲ نبوی بیعت عقبہ ثانیہ : عہد جاں نثاری

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ایلچی حضرت مصعبؓ بن عمیر ۱۲ نبوی میں مدینہ کے حاجیوں کے ساتھ آئے تھے۔ ان حاجیوں میں تہتر مرد اور دو عورتیں مسلمان ہو چکی تھیں۔ اس کے دوسرے یا تیسرے دن یہ سب منیٰ کے قریب رات کو خفیہ طور پر جمع ہو گئے اور ان کے ساتھ جو مشرک حاجی تھے ان کو خبر نہ ہوئی۔ دوسری طرف سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ آئے انکے ساتھ عباس بن عبدالمطلب تھے جنہوں نے اب تک اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ ان میں سے کسی کو معلوم نہ تھا کہ ابولہب جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا جانی دشمن تھا وہاں چھپا ہوا ہے اور سب باتیں سن رہا ہے۔

ابو العباس جنہیں مدینہ والے پہچانتے تھے۔ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ "اے خزرج والو! محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہماری قوم سے ہیں اور ہماری حفاظت میں عزت سے ہیں۔ وہ خود اس کے خواہش مند نہیں کہ مکہ چھوڑ تمہارے یہاں چلے جائیں لیکن اگر تم سمجھتے ہو کہ جو کام تمہارے پیش نظر ہے اسے پورا کرنے کے لئے ان کا مدینہ جانا ضروری ہے اور تم ان کی پوری حفاظت کر سکو گے تو ضرور لے چلو ورنہ اس کی ضرورت نہیں۔" (ابن ہشام ۲۶۶)

اس تقریر سے یہ صاف ظاہر ہے کہ پہلے سے یہ طے ہو چکا تھا کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مدینہ جا کر کوئی ایسا کام کرنے والے ہیں جس میں بہت سے خطرات ہیں اور جس میں قبیلہ خزرج کا بھی نفع ہے۔

جنگ کا ذکر

اب عباسؓ بن عبادہ انصاری جو مدینہ سے مسلمان ہو کر آتے تھے۔ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ "لوگو قریش محمدؐ کے جانی دشمن ہیں اگر تم ان کی حمایت کا عہد کرتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ لال کالی لڑائیوں کو دعوت دے رہے ہو۔ بہر حال اگر چاہتے ہو کہ دنیا اور دین دونوں کا بھلا ہو تو اپنے اموال کی تباہی اور اشراف کی ہلاکت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بغیر قربانی کے یہ چیز نہیں حاصل ہو سکتی"۔

رسول اللہ کی تقریر

آپؐ نے فرمایا کہ لوگو اللہ کی غلامی (یعنی روحانیت) کو عام کرنا ہی میرا پیغام ہے اور شیطان پرستی (یا مادیت) کو مٹایا اس کا انجام ہے جب خدا پرستی اور محبت عام ہو جائے گی اور خود پرستی اور نفرت کا خاتمہ ہو جائے گا تو اللہ کا دین سربلند ہو گا۔ یہ دنیا جنت بن جائے گی اس اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اگر تم تیار ہو تو عہد کرو کہ۔

(۱) خدا پرستی کے پیغام کو دنیا میں عام کرنے کے لئے ہم ہر طرح کی مدد کریں گے اور (۲) جب میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آؤں گا تو میری اور میرے ساتھیوں کی حفاظت و نصرت اسی طرح جان و مال سے کرو گے جیسی کہ اپنی عورتوں اور بچوں کی کرتے ہو۔

جنگ پر بیعت

اس کے بعد سب لوگوں نے ان باتوں پر آنحضرت صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے انہیں اطمینان دلایا کہ فتح کے بعد مدینہ چھوڑ کر مکہ نہ آؤں گا۔ اور فرمایا کہ میرا ذمہ تمہارا ذمہ ہے۔

Marfat.com

میری عزت تمہاری عزت ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تم جس سے لڑو گے میں بھی لڑوں گا اور جس سے صلح کرو گے میں بھی صلح کروں گا۔" (بل الدم الدم۔ والهدم الهدم انا ملکم وانتم منی۔ احارب من جاربتم واسالم من سالمتم)

نقیبوں کا انتخاب

اس کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے کزرج کے نو اور اوس کے تین آدمیوں کا انتخاب کیا اور انہیں حضرت عیسیٰؑ کے طور پر اپنا نقیب یا حواری قرار دیا۔ ان کا یہ کام تھا کہ مدینہ میں جا کر پارٹی کو مضبوط بنانے اور ترقی دینے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد کارروائی ختم ہو گئی۔

جاسوسوں کی شیطنت

یہ سب باتیں ایک جاسوس (ابولہب) سن رہا تھا اور بلند آواز سے پکارا اے خیمے والو! تمہیں خبر بھی کہ مذمم (یعنی محمدؐ) اور بے دین صابی (یعنی مسلمان) تم سے جنگ کرنے والے ہیں"۔

عباس انصاری نے یہ سنتے ہی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ اگر حکم ہو تو ابھی ہم اپنی تلواروں کی روانی دکھا دیں لیکن آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے پر امن رہنے کی ہدایت کی اور حکم دیا کہ اپنے خیموں پر واپس چلے جاؤ۔

صبح کو قریش نے عبداللہ بن ابی، سردار خزرج سے شکایت کی کہ آپ کی ہمراہی ہمارے خلاف ہمارے دشمنوں سے سازش کر رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ بات میرے مشورے کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ بہرحال واپس جانے والوں میں سے قریش نے مصدقوں کو پکڑنا چاہا۔ ایک تو مار پیٹ کے نکل گیا۔ اور دوسرے سعد بن منذر پر خوب مار پڑی۔ آخر انہوں نے جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب کی دہائی دی تو جبیر نے آکر انہیں اپنی پناہ میں لے لیا اور وہ مصیبت سے چھوٹ کر بمشکل مدینہ واپس پہنچے۔

سورہ یونس۔ مشرکوں کا اصرار کہ تعلیم قرآن کو بدل دیں

Marfat.com

آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اب تک جو تعلیم قرآن کے ذریعے دی تھی وہ یہ تھی کہ اللہ کی غلامی کا اعلان کرو اور یہ یقین رکھو کہ غلام ہونے کی حیثیت سے تم سب برابر ہو۔ اونچ نیچ کو مٹادو اور ظلم و تکبر کو شیطانی فعل سمجھو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے اور مرنے کے بعد زندہ کر کے خدا تم سے ان مظالم کی بازپرس کرے گا اور یہ بات کہ خدا دوبارہ زندہ کرے گا صرف عقل والے خدا کے نشانات (آیات) دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں۔ یاد رکھو کہ ہر قوم کا ایک مقررہ زمانہ ہوتا ہے۔ اگر وہ بداعمالی کرتی ہے تو تباہ ہو جاتی ہے۔ اسی لئے جب وقت آئے گا تو عذاب الٰہی کا نشان ظاہر ہو گا اور تم تباہ کر دیئے جاؤ گے۔

اللہ والوں کو خوف غم نہیں ہوتا

جو لوگ نفس پرست ہیں وہ شیطان کے بندے ہیں۔ یقیناً شیطان کی طرح جنت سے نکالے جائیں گے لیکن اللہ پر بھروسہ رکھنے والوں کو نہ اس دنیا میں کسی شیطان یا حاکم یا ساحر کا ڈر ہوتا ہے نہ آنے والی زندگی میں اس کا خوف ہوتا ہے کہ وہ جہنم میں جلیں گے ۔لہذا رسول اور رسول کے ساتھیوں کو صبر کرنا چاہئے او مشکرین سے کہہ دینا چاہئے کہ انتظار کرو دیکھو اللہ کیا کرتا ہے موسیٰ کی طرح حق بات سنائی جاتی ہو تو فرعون کی طرح یہ کافر اسے جھوٹ سمجھتے ہیں ان کا انجام بھی فرعون ہی کا سا ہو گا۔

۱۰۔ یونس

مشرکوں کو تعجب ہے کہ ہم نے ایک انسان پر یہ وحی نازل کی کہ لوگوں کو خبردار کرو کہ بدعملی نہ کریں ورنہ جہنم ملے گا اور مومنوں کو بشارت دو کہ جنت ملے گی اور یہ کل کائنات اسی قانون (حق) پر چل رہی ہے کہ جو جیسا کرے گا ویسا پاوے گا۔ جب کافر بھی مانتے ہیں کہ خدا مردے سے زندہ اور زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے تو یوم بعث کے لئے معجزے کی کیا ضرورت ہے ۔ یہ قرآن اسی طرح دیا ہوا خدا کا علم ہے جیسا کہ پہلے دیا گیا ہے میں نے اسے تصنیف نہیں کیا۔

پھر تحدی

Marfat.com

اگر اس طرح کا کلام ربانی انسان بنا سکتا ہے تو تم ایک ہی صورت اس طرح کی بنا لاؤ ہر امت میں ایک رسول آتا ہے میں بھی انسان ہوں نہ اپنے کو (معجزے کے ذریعہ) نفع پہنچا سکتا ہوں نہ نقصان میں خدا کو ہر امر کا کرنے والا مانتا ہوں میں یہ کلام ہدایت و نصیحت کے لئے سناتا ہوں (جیسا کلام تمہارے یہاں موجود نہیں) کتاب مبین یعنی علم الٰہی میں ہر شے ہے وہی جانتا ہے کہ عذاب کب نازل ہو گا۔ بہر حال مومنوں کو حق بات پہنچ گئی ہے بے ایمانوں کو تنبیہہ (آیات) اور نذر (خبردار کرنا) بے سود ہے۔ لہذا خدا کی وحی پر عمل کرو اور صبر کرو دیکھو اللہ کیا کرتا ہے یہ کافر اسے سحر اور جھوٹ سمجھتے ہیں ان کا انجام بھی فرعون کی فوج کا سا ہوگا۔ (سورہ یونس)

ہجرت مدینہ برائے جنگ

ابن ہشام کہتا ہے کہ "رسول اللہ کو خدا نے قتال کی اجازت دیدی۔ اس کے بعد آپ نے مسلمانان مکہ سے کہا کہ اللہ نے مدینہ میں تمہارے بھائی پیدا کر دیئے ہیں اور ایسی جگہ پیدا کر دی ہے جہاں تم امن سے رہ سکتے ہو۔ لہذا مدینہ چلے جاؤ" (ابن ہشام ص ۱۸۰) لیکن قرآن میں اس کی تصریح نہیں بلکہ یہ ثابت ہے کہ مدینہ جانے کے بعد بھی آپؐ نے اعلان جنگ یا قتال کا حکم نہیں دیا۔ البتہ مدافعت کے لئے مسلمانوں کو تیار کرتے رہے۔

بیعت عقبہ کے بعد ہی مشرکین مکہ نے یہ نتیجہ نکال لیا تھا کہ عرب کے دستور کے مطابق اب آنحضرتؐ موقع پاتے ہی جنگ یا قتال کے ذریعے مکہ پر قبضہ کر لیں گے اور پجاریوں اور ساحروں کی جماعت کو بجبر ختم کر دیں گے لیکن خود آنحضرتؐ نے نہ تو یہ اعلان کیا کہ جنگ شروع ہے۔ نہ جنگ شروع ہونے کے بعد بھی فوجوں کو بھیجتے وقت یہ بتایا کہ کہاں بھیجے جانے والے ہو۔ اسے فوجی اصطلاح میں توریہ کہتے تھے یعنی آپ اپنی جنگی چالوں کو قطعی خفیہ رکھتے تھے اور بسا اوقات ایسے راستوں سے فوجیں روانہ کرتے تھے کہ دشمن کو یہ اندازہ ہی نہ ہو کدھر کا رخ ہے یا کس پر حملہ ہے۔

سورہ ۱۶۔ النحل اور سورہ ۶۔ الانعام

Marfat.com

۱۲ نبوی کے آواخر اور ہجرت مدینہ محرم ۱۴ نبوی تک یہ دو سورتیں نازل ہوئیں۔ یوں کہنا چاہئے کہ ان میں آنحضرت کی بارہ سالہ مکی تعلیم کا خلاصہ ہے وہ صرف یہ ہے کہ صرف خدائے یگانہ کو مانو اور ظلم کی جگہ عدل و محبت سے کام کرو ورنہ خدا اس تمہیں دوبارہ پیدا کر کے اعمال کی سزا دے گا۔

ہجرت کی مشکلات

ہجرت کی اجازت ملتے ہی مسلمانوں نے کسی نہ کسی طرح مدینہ پہنچنے کی کوشش کی۔ لیکن بہت سے ایسے تھی جو غلام تھے۔ مقروض تھے یا کمزور تھے۔ وہ مجبور ہو گئے۔ بعض کو اپنا پورا مال مکہ میں چھوڑنا پڑا۔ ابو سلمہؓ کو اپنی بیوی اور بچے کے بغیر ہجرت کرنا پڑی۔ اس لئے کہ بیوی ام سلمہؓ کو اس کے خاندان والے چھین لے گئے اور بچے کو ابو سلمہ کے کاندان والوں نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ مشرکین مکہ نہیں چاہتے تھے کہ جو لوگ ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہیں وہ کسی طرح کہیں آرام پائیں۔ اسی لئے بعض مسلمانوں کو دھوکہ دیکر مدینہ سے واپس لے آتے اور بہت سے خفیہ طور پر گھر بار چھوڑنے کی مصیبت کا فخر حاصل کر سکے۔ البتہ حضرت عمر نے علانیہ ہجرت کی پہلے کعبہ کا طواف کیا اور مشرکین سے مخاطب ہو کر کہا لو میں بھی مدینہ جا رہا ہوں اگر کسی پتھر پوجنے والے کی خواہش ہو کہ اس کی جورو بیوہ اور بچے یتیم ہو جائیں تو آئے اور مجھے روکے۔

۱۶۔ النحل: مجوسیوں کو خدائی پیغام

اس سے پہلے قبیلہ بنی ذہل سے گفتگو ہو چکی تھی خود مکہ میں مجوسی اثرات پہنچ چکے تھے اور یمن میں ان کی سلطنت تھی۔ اس کے علاوہ اس زمانے میں مصر تک ان کا قبضہ تھا۔ لہذا جہاں نصرانیوں اور یہودیوں کو اللہ کی عبودیت کی دعوت دی گئی وہاں دو خداؤں کے پوجنے والوں یعنی آتش پرستوں کو بھی یہ پیغام دیا کہ ہرمن کی دنیا پر سلطنت ہونے کی تسلیم نہ کریں بلکہ یہ کہیں کہ زمین و آسمان پر ہر جگہ یزداں ہی کا راج ہے حقیقت میں یہی تصور جناب زرداشتر نے مسیح سے ہزار سال پہلے دیا تھا۔ مرور زمانہ نے بابلی

تصورات کو مزدیسنائیت یا "مذہب خدا پرستان" میں داخل کر دیا تھا اور مانی اور مزدک نے بھی اسے فلسفیانہ اور صوفیانہ رنگ دے دیا تھا۔

خلاصہ سورہ ۱۶۔ النحل

امر الٰہی قریب آگیا ہے (ہجرت کا وقت) لہذا جاری نہ کرو اے مجوسیو، دو خداؤں کو نہ پوجو! اہل ذکر سے پوچھ کہ ہر شے اللہ کے مطیع ہے لہذا طاغوت سے اجتناب کرو۔ یعنی اہرمن کو نہ پوجو صرف یزداں کی اطاعت کرو (انما ھو الہ واحد وہ اللہ عدل واحسان اور اتفاق کا حکم دیتا ہے۔

جبریلؑ

اے اہل کتاب اس قران کو عقل اول (لوگاس) یا روح القدس اللہ کے پاس سے لای اہے لہذا اس کو پڑھنے سے پہلے "اہرمن دور باش یزداں قریب شو" کہہ لیا کرو یعنی استعذ باللہ من الشیطن الرجیم

آیات و دلائل کی تبدیلی

جب خدا ایک (دلیل) کی جگہ دوسری بدل دیتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اسے خود بنا لایا ہوں حالانکہ اللہ کے اچھے بندوں پر شیطان یا نفس کا دخل نہیں ہوتا وہ اپنی نفسانی خواہش سے دلیلیں نہیں دیتے۔ (یعنی خواتین نہیں بناتے وہ سب خدا کی طرف سے ہوتی ہیں)

صحف ابراہیم یا ابراہیمی قوانین

اے یہودیو۔ پاکیزہ گوشت سب حلال ہیں لیکن تم نے بعض چیزیں خود اپنے لئے حرام کرلی ہیں ملت ابراہیمیؑ میں یہ حرام نہ تھیں اس ملت پر عمل کرو وہی قدیم ملت ہے حرام حلال میں نے اپنے دل سے نہیں بنایا یہ باتیں خدا نے بنائی ہیں وہی فطرت انسانی سے واقف ہے۔

Marfat.com

مشرکین کا اعتراض تبدیلی آیات قرآن پر

مشرکین نے کہا آیات یعنی دلائل قرآن کو آپؐ بدل دیتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساحروں کے کلام کی طرح آپ ہی کا کلام ہے آپ نے فرمایا کہ ایک موقع پر ایک دلیل اور دوسرے پر دوسری دلیل (یعنی آیت) اللہ ہی کے سمجھانے سے میرے دل میں پیدا ہوتی ہے اس میں شیطانی وسوسہ کا دخل نہیں ہے نہ یہ کسی انسان کی تعلیم ہے۔

قدیم الٰہی تعلیم عربی زبان میں

خود انجیل و توراۃ بھی اللہ کی عبودیت ہی پر زور دیتی ہیں اور وہ بھی خدا ہی کی طرف سے نازل ہوئی تھیں جنہیں میں عربی یعنی صاف اور سلیس زبان میں بیان کرتا ہوں (النحل) اور یہ نصرانی بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے مسیح اس کا شریک نہیں افسوس ہے کہ تم ان کی زبان نہیں سمجھتے نہ عقائد جانتے ہو۔ بے شک جبر و یسار وغیرہ عجمی میں کتابی باتیں کہتے ہیں توراۃ و قرآن دونوں ھدیٰ و نور ہیں

مجبوری کا کفر

جو لوگ مجبور کر کے کافر بنادیئے گئے اللہ نہیں معاف کر دے گا۔ (النحل) یہ آیت ان لوگوں کے لئے آئی ہے جنہیں قریش نے مار مار کر اسلام چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا)

ملت ابراہیمی

ملت ابراہیمی یہ ہے کہ بجائے خود ساختہ رسول کے، دین فطرت پر چلو۔ جانوروں کے حلال حرام سے زیادہ اعمال کے حلال حرام پر غور کرو۔ انتقام سے معافی بہتر ہے ترش روئی سے خوش کلامی بہتر ہے یہ صحف ابراہیم یا قوانین ابراہیمی ہیں اور توراۃ و قرآن کے ماننے سے پہلے ان قوانین کا ماننا ضروری ہے یہ عہد نامہ قدیم تر ہے۔

مالداروں کی وجہ سے تباہی آتی ہے

Marfat.com

ہر قوم کے مالدار اور عیش میں رہنے سے والوں کی وجہ سے قومیں تباہ ہوتی ہیں۔ وہ لوگ اپنے نفع کے قوانین بناتے ہیں اور غریبوں کو دھوکے میں رکھ کر عقل و دولت سے محروم کر دیتے ہیں۔ یاد رکھو کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تم سب اپنے اپنے اعمال کے ذمہ دار ہو۔ اس غلامی سے آزاد ہونے کی اگر کوشش نہ کرو گے تو جہنم میں رہنا پڑے گا اور اس کی ذمہداری دوسرے پر نہ ہوگی ہذا اللہ کو مانو یعنی روحانیت اور حق پرستی کی دنیا پیدا کرو۔ مادیت اور خود غرضی کے پھندے سے نکل کر آزادی اور عزت حاصل کرو۔

سورہ ۶۔ الانعام۔ مجوس سے پھر خطاب

اے مجوسیو۔ ظلمات و نور اللہ ہی نے بناتے ہیں۔ لیکن یہ کافر اہرمن کو یزداں کا ہمسر سمجھتے ہیں ھواللہ احد وہ اللہ یکتا و یگانہ ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔

بعث بعد الموت

کافر بعث بعد الموت کے منکر ہیں۔ ان کا یہ انکار اس لئے ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ خالق کائنات انہیں دوبارہ پیدا کرے اور انکے مظالم کی سزا دے اس لئے وہ خدا کی قدرت ہی کے منکر ہو جاتے ہیں۔

خدا کے وجود کا معجزہ (ثبوت ظاہری)

کافر چاہتے کہ کوئی ایسا نشان دکھاؤ جس کو دیکھنے کے بعد وہ مان لیں کہ خدا موجود ہے اور اگر ایسا نشان نہ دکھا سکو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم پر اپنے خدا سے کہکر آسمان گرا دو تاکہ ہم تباہ ہو جائیں۔

عذاب کے معجزہ کا انکار

اس طرح کا نظر آنیوالا معجزہ نہ دکھایا جاتے گا نہ عذاب کا معجزہ (مثل معجزات موسوی) کے دیا جاتے گا۔ ان کے سامنے خدا کے موجود ہونے وار خالق ہونے کے ہزار

ہا نشانات ہیں جنہیں وہ دیکھ رہے ہیں اور ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی خلق کرنے سے عاجز ہیں یہی معجزات الہیہ ہیں۔

بہرحال اے رسول اگر تو ان کی طلب کے مطابق معجزہ دینا چاہتا ہے اور تیرے اختیار میں ہے تو زمین میں گھس کے یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھنے کے بعد جس طرح بھی ممکن ہو تو انہیں لا کر معجزہ دکھا دے۔

نشان عذاب اللہ نازل کر سکتا ہے

اللہ چاہے تو نشان عذاب نازل کر دے لیکن یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ کیوں وہ عذاب نازل نہیں کرتا۔

میں عذاب نہیں لا سکتا

بہرحال جس چیز کی (یعنی عذاب کی) وہ جلدی کر رہے ہیں وہ میں نہیں نازل کر سکتا میں تو صرف مبشر و منذر ہوں۔ یعنی میں تو ان کی بد اعمالی کے نتیجہ سے خبردار کرنے آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ نیک بن کر ترقی کریں اور ذلت سے نکل جائیں۔

میں غیب داں نہیں

نہ تو میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا حال جانتا ہوں۔ نہ میں فرشتہ ہوں۔ میں صرف تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ مجھ پر یہ وحی ہوتی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ اگر تم اس پر یقین نہیں کرتے کہ یہ وحی الہٰی ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لو کہ وحی الہٰی کیا چیز ہوتی ہے اور رسول اللہ کسے کہتے ہیں۔

عربوں کے لئے قرآن کی ضرورت

یہودی بعض باتوں کو بتاتے ہیں بعض کو چھپاتے ہیں اور ان میں کئی فرقے ہو گئے ہیں لہٰذا یہ قرآن ابراہیم و موسیٰ کے راستے پر چلاتے کی وہ سچی تعلیم ہے جو مکہ اور اس کے اطراف کے لوگوں کے لئے مجھے خدا نے دی ہے۔

Marfat.com

شرک و فواحش سے اجتناب

تم مردار کھاتے ہو اولاد کو دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھاتے ہو لڑکیوں کو قتل کرتے ہو۔ الغرض نہایت غیر متمدن ہو۔ میں ان باتوں سے تمہیں بچا کر اہل کتاب یا مہذب بنانا چاہتا ہوں تاکہ شرک نہ کرو اور فواحش سے بچو۔ یقیناً یہ قرآن بھی کتاب موسیٰ کی طرح مبارک ہے لوگو عذاب الٰہی سے ڈرو۔ اگر وہ آیا تو توبہ کرنا بیکار ہو گا۔ میں ملت ابراہیم پر چلتا ہوں کہ نماز و عبادت زندگی اور موت سب اللہ لاشریک کے لئے ہو۔ (انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفًا وما انا من المشرکین) میری نماز میرا روزہ میری زندگی سب اس اللہ کے لئے ہے جو انسان کا آقا ہے۔ (ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین) (شیطان کے لئے نہیں ہے)

مکی تعلیم کا خلاصہ

یہاں یہ چیز نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ مکی تعلیم کا خلاصہ جن الفاظ میں سورۃ الانعام میں بیان کیا گیا ہے تقریباً ان ہی الفاظ میں سورہ بنی اسرائیل میں پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل	سورہ الانعام
حکمت الٰہیہ۔ لا تجعل مع اللہ الٰها اخر ---- لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ○ وات ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ○ --- ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ط نحن نرزقهم وایاکم ان قتلهم کان خطئا کبیرا ط ولا تقربوا لزنی ---- ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق --- ○ ولا تقربوا مال	قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکو بہ شیئا وبالوالدین احسان ولا تقتلو اولادکم من املاق ط نحن نرزقکم وایاهم ج ولا تقتلو النفس اللتی حرم اللہ الا بالحق ط ذالکم وصکم بہ لعلکم تعقلون ○ ولا تقربو مال الیتیم الا باللتی هی احسن حتی یبلغ اشدہ، واوفوا لکیل والمیزان بالقسط، لا تکلیف نفسا

Marfat.com

الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ، واوفوا بالعھد --- واوفوا للیل اذا کلتم با القسطاس المستقیم ○ ولا تقف مالیس لک بہ علم --- ولا تمش فی الارض مرحا --- ذلک مما اوحی الیک ربک من الحکمۃ---
(یہ حکمت الٰہیہ یا عقل کی باتیں ہیں)

الا وسعھا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی زبعھد اللہ اوفوا۔ ذالکم وصکم بہ لعلکم تذکرون ○ وان ھذا صراطی مستقیما (یعنی اسلام) فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ؕ ذالکم وصکم بہ لعلکم تتقون (۱۹ع)

آخری دور مکیہ کے چند اہم واقعات

۱۔ اسلام سویدؓ

حضرت سویدؓ بن صامت شاعر تھے اور لقمان کے حکیمانہ اقوال نظم کیا کرتے تھے مکہ سے مدینہ آتے قرآن سنا اور ایمان لے آئے کہ خدائی کلام ہے واپسی پر قبیلہ خزرج کے کسی آدمی نے انہیں شہید کر دیا۔

۲۔ اسلام ابوذر

حضرت ابوذر غفاری (المتوفی ۳۲ھ) مدینہ سے مکہ پیادہ آئے اور رسول اللہ سے پوچھا کہ اسلام کیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی بندگی اور شیطان سے نفرت کا نام اسلام ہے (اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت) آپ نے سنتے ہی تصدیق نبوی کی اور مومن ہو گئے۔ اس پر قریش نے آپ کو بہت پیٹا۔ آخر مدینہ واپس آتے آپ سرمایہ داری کے بہت بڑے دشمن اور اقتصادی مساوات کے علمبردار تھے اس سلسلہ میں آپ نے حضرت دانیال کی طرح تمام عمر تنہا تبلیغ کی پھر ان کے بھائی انیس اور نصف قبیلہ غفار بھی مسلمان ہو گیا۔

۳۔ اسلام ضمادؓ ازدی

Marfat.com

آپ اسلام سے پہلے ساحر تھے لیکن جب حق کو سنا تو باطل یعنی سحر کو چھوڑ دیا اور مصدق بن گئے۔

۴۔ حضرت سودہ سے نکاح

آپ مہاجر حبشہ، سکرانؓ کی بیوہ تھیں اور سن رسیدہ تھیں یہ قبیلہ بنو عبد شمس سے تھیں آنحضرت نے بعد وفات حضرت خدیجہ سے نکاح کیا اور اپنی پناہ میں لے لیا۔

۵۔ حضرت عائشہ کی منگنی

بعد وفات حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حضرت عائشہؓ کی منگنی آنحضرتؐ سے ہوئی اس وقت آپ نابالغ تھیں اور یہ نسبت حضرت ابوبکر نے بہ حیثیت والد وولی عائشہؓ کے کی تھی۔

رسولؐ اللہ کے قتل کے مشورے

محرم ۱۴ نبوی ختم ہو چکا تھا اور جو حاجی یا تاجر جانے والے تھے وہ رخصت ہو چکے تھے اب سرداران قریش نے اپنی چوپال (دارالندوہ) میں ایک خفیہ جلسہ کیا، تاکہ یہ طے کر سکیں کہ جناب رسول اللہ سے کس طرح چھٹکارا ہو انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ مدینہ والوں نے مسلمانوں کی حمایت پر کمر باندھ لی ہے اس لئے انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس جماعت کا لیڈر بھی ہاتھ سے نکل گیا تو مشکلات بڑھ جائیں گی۔ ہشام بن عمرو نے کہا کہ زھیر و نابغہ بھی بڑے نام آور شاعر تھے انہیں زنجیروں میں باندھ کر ایک کوٹھری میں ڈال دیا گیا تھا اسی طرح محمدؐ کو قید کر کے کوٹھری کا دروازہ تیغہ کر دو تاکہ سسک سسک کر مر جائے لیکن ایک بوڑھے شیطان نے کہا کہ جلا وطن کر دو اسی شیخ نجدی نے کہا کہ یہ بھی ٹھیک نہیں وہ مختلف قبائل اور اپنے ساتھیوں کو لے کر حملہ کر دے گا۔ تب ابوجہل نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ قریش سے ایک ایک نوجوان چن لیں جو سب مل کر محمدؐ پر تلواریں چلائیں اور قتل کر دیں لہٰذا اس طرح مکہ کے ہر قبیلہ میں محمدؐ کا خون پھیل جائے گا اور بنو ہاشم سب سے نہ لڑ سکیں گے آخر میں خونبہا پر معاملہ طے ہو

جائے گا اور ہم مل کر جو رقم ہوگی وہ ادا کر دیں گے۔ قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے۔ (واذ یمکروبک الذین کفروا لیثبترک اویقتلوک او یخرجوک ؕ و یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین (الانفال ۔ ۳۰) یہ آیت فتح بدر کے بعد ۲ھ میں بیان کی گئی۔

آنحضرتؐ پر حملہ اور ہجرت

غرضکہ اس امر پر سب کا اتفاق ہو گیا رات کو قاتلوں نے گھر گھیر لیا آپؐ نے اپنی مخصوص چادر اپنے عمزاد بھائی علیؓ کو اوڑھا دی اور اپنے بستر پر لیٹنے کا حکم دیا جو امانتیں تھیں وہ بھی سپرد کر دیں تاکہ مکہ والوں کو پہنچا دیں۔ پھر رات کی تاریکی میں آپؐ سورہ یٰس کی آیت فاغشینا ھم فھم لا یبصرون پڑھتے ہوئے گھر کی پچھلی کھڑکی سے نکل گئے اور حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر غار ثور میں جا چھپے۔

صبح کے قریب قاتلوں نے دروازے کی درزوں سے دیکھا تو انہیں اطمینان ہو گیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سو رہے ہیں صبح ہوتے ہی وہ اندر داخل ہوتے تاکہ حسب دستور دشمن کو جگا کر اور ہوشیار کر کے قتل کریں لیکن چادر ہٹانے پر انہیں حیرت ہو گئی کہ رسول اللہ نہیں ہیں انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑ لیا حرم تک مارتے ہوئے لاتے اور پوچھا کہ آنحضرت کہاں ہیں آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کفار نے مار پیٹ کے بعد انہیں چھوڑ دیا (ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ) ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی خوشی کے لئے اپنی جان فروشی کرتے ہیں)

یہاں یہ نکتہ یاد رہے کہ عربوں کا یہ خاصہ تھا کہ بے خبر دشمن یا عورت کو قتل کرنا بزدلی سمجھتے تھے اور ان کا یہ بھی خیال تھا کہ جو واجب القتل ہو اسے قتل کیا جاتے کسی دوسرے کو نہ مارا جاتے اسی لئے حضرت علیؓ بچ گئے اور کفار نے آنحضرتؐ کی تلاش شروع کر دی۔ وہ آپؐ کے خاص دوست حضرت ابوبکرؓ کے یہاں پہنچے وہ بھی لاپتہ تھے ان کی لڑکی کو مارا پیٹا لیکن کچھ پتہ نہ چلا تب کھوجیوں نے نقش قدم پر ڈھونڈنا شروع کیا اور اس غار تک پہنچ گئے جس میں آنحضرتؐ اور ابوبکرؓ چھپے ہوتے تھے۔ لیکن غار کے اندر نہیں گھسے وہاں جالا وغیرہ لگا ہوا تھا اور ایک کبوتر بھی انڈوں پر بیٹھی تھی حضرت

Marfat.com

ابوبکرؓ کو خطرہ رہا کہ کہیں رسولؐ اللہ گرفتار نہ ہو جائیں اس لئے کہ کھوجی ذرا آگے بڑھتے تو آپؐ کو گرفتار کر لیتے لیکن آنحضرتؐ نے نہایت وقار و یقین کے ساتھ فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ ہم دو ہی ہیں ہمارے ساتھ ایک تیسرا بھی ہے جو سب پر غالب ہے اور وہ اللہ ہے یہی کلمات آئندہ قرآن کا جزو بن گئے (لا تخف ولا تحزن ان اللہ معنا۔ (سورہ توبہ)

آپؐ مع حضرت ابوبکرؓ کے تین دن تک ثور پہاڑی کے ایک غار میں چھپے رہے اور وہاں عامر ابن فہیرہ بکریاں چراتے ہوئے جاتے تھے اور دونوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاتے تھے اور عبداللہ بن ابوبکر مکہ والوں کی خبریں پہنچایا کرتے تھے تین دن کے بعد معلوم ہوا کہ قریش تلاش کرتے کرتے تھک گئے ہیں اور انہوں نے دونوں مہاجروں کے لئے سو سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے کہ جو شخص زندہ یا مردہ ان لوگوں کو لائے گا وہ انعام پائے گا۔

چوتھی رات یعنی یکم ربیع الاول ۱۳ نبوی مطابق یکم مئی ۶۲۲ء کو پنجشنبہ کی رات کو آپؐ غار سے نکلے نہایت دردناک لہجے میں فرمایا کہ اے مکہ! تو مجھے کل دنیا سے عزیز ہے لیکن تیرے بیٹے (باشندے) مجھے یہاں نہیں رہنے دیتے۔"

پھر عبداللہ بن اریقط کو جو مشرک تھا رہنمائی کے دوسرے اونٹ پر سوار کیا عامر بن فہیرہ اور مولائے ابوبکر بھی ساتھ ہو لئے اور دو اونٹوں کا قافلہ روحانیت و محبت کی دنیا بسانے کے لئے اللہ پر بھروسہ کر کے مدینہ کی طرف چل دیا اور شاید زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا۔

در بیاباں گر بشوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنشہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

رسول اللہ کی تبلیغی زندگی کے تیرہ سال

معلوم ہوتا ہے کہ تلاش حقیقت سے زیادہ ہدایت و ارشاد کا راستہ ہمیشہ سے پرخار رہا ہے دنیا کے مصلحوں، عملی فلسفیوں اور پیغمبروں کی زندگیاں اس حقیقت

Marfat.com

سے پردہ اٹھا دیتی ہیں۔ ابراہیمؑ بھی صرف ایک ساتھ لوطؑ کے ساتھ عرفہ سے مہاجر بنے تھے ان کے کاندان میں موسیٰؑ بھی ہزاروں غلاموں کو لے کر اسی طرح فرعونی لشکر سے بچے تھے اور ان کے ساتھ بھی ایک ہی ہمراز ہارونؑ تھے۔ لیکن بہت سے نبیوں کو تو ہجرت سے پہلے ہی موت کا جام پینا پڑا۔ شعیبؑ، صالحؑ، عیسیٰؑ اور مانی پر کیا کیا مصیبتیں گزریں یہ سب خدا پرستی اور مساوات انسانی کی وادی کے مسافر تھے۔

گوتم بدھ نے راج پاٹ، بیوی بچہ چھوڑ کر جب سنیاس اختیار کیا تو ان پر زندگی کا راز کھلا اور جب انہوں نے خونی قربانی کرنے والوں کو عقل اور سچائی کا راستہ دکھایا تو ان کے ماننے والوں کا کیا حشر ہوا خود ان کے پیغام کو سمجھ سے باہر کر دیا گیا یہی حال زرد اشتر کا ہوا اور لوگوں نے یزداں کو چھوڑ کر اہرمن پرستی شروع کر دی اور آتش پرستی کو خدا پرستی قرار دیدیا۔ سقراط کو موت کا جام اور موسیٰ و کرشن کو پیدا ہونے سے پہلے موت کا پیغام ان ہی ظالموں کی طرف سے ملا جو عدل و انصاف، رحم و مروت کے معنی بھی نہ سمجھتے تھے ابراہیمؑ کے لئے آتش نمرود اور پرہلاد کے لئے آتش ہرینہ (Hiranya Kashyapu) ہر زمانہ میں تیار ہوگی اور ہر زمانے مین حق ہی باطل کو سرنگوں کرے گا۔

ناواقف عیسائی کہتے ہیں کہ رسول عربیؐ کی مکی زندگی ایک عیسائی پیر یا بزرگ کی زندگی ہے۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ شروع سے آخر تک ان کی یہی کوشش تھی کہ لوگ سچے عیسائی، سچے موسائی، سچے ابراہیمی، سچے زردشتی اور سچے بدھ بن جائیں وہ نہ صرف مکہ میں یہی کہتے رہے بلکہ مدینہ میں بھی اسی کی تکمیل کی کہ کل قوموں کل نبیوں اور تمام مقدس کتابوں کی یہی تعلیم ہے کہ حق پرستی و مساوات انسانی میں انسنی کی نجات ہے لیکن تیرہ سال تک رحم و مروت مساوات اخوت کا پیغام سنانے والے سے اس کے ہم وطن مالداروں نے کیا کیا؟ پہلے گالی ماردی۔ پھر تین سال تک قید میں رکھا اس کے بعد تین سال تک قبائل ہیں مارا پھرایا اور مکہ میں ایسی زبان بندی کی کہ اللہ کا نام لینا جرم ہو گیا اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جب ان ہی کی اصلاح و ترقی کے لئے دوسری قوموں سے معاملہ ہونے لگا تو ان ہی عیش پرستوں نے قتل پر کمر باندھ لی اور جب اس پر بھی بس نہ

Marfat.com

چلا تو آپؐ کے سر کی قیمت سو اونٹ مقرر کر دی اب آپ خود ہی سوچیں کہ ایسے ظالموں اور سرکشوں پر آپ کو قدرت حاصل ہو جاتے تو انہیں کس طرح قتل کریں گے؟

رسولؐ اللہ نے اس کے بعد کیا کیا وہ مدنی زندگی سے متعلق ہے جو ہم آئندہ بیان کریں گے۔

Marfat.com

سیرت مدنیہ قرآنیہ

چھٹی فصل :- امیر العالمین

۱۲ ربیع الاول ۱ ھ تا رجب ۲ ھ

جون ۶۲۲ء تا اکتوبر ۶۲۳ء

ہجرت مدینہ سے بدر تک استحکام ملت اور کتابی آمریت کا قیام

لوگوں نے میرے قتل کی سازش کی

میرے ساتھیوں کو شہر بدر کیا

کمزوروں کو زنجیروں میں باندھ دیا۔

حبشہ پہنچ کر میرے ساتھیوں کو نجاشی سے قتل کے لئے مانگا

لیکن ۔۔۔۔

میں سمجھتا ہوں کہ امن و ترقی صرف محبت سے حاصل ہو سکتی ہے

میں سمجھتا ہوں کہ ایک شخص کا قتل کل عالم کا قتل ہے۔

یہودیو! میں آزادی کا علمبردار ہوں۔ میں محبت و اتحاد کا پیامبر ہوں۔

آؤ ہم سب متحد ہو کر امن و سلامتی کو ترقی دیں۔

محبت و آزادی کا راستہ بنو اسرائیل کو بتایا گیا تھا۔

کہ مال کو جان کے لئے اور جان کو عزت کے لئے خرچ کرنا ہی شرافت ہے۔

اور سب کے بھلے میں اپنا بھلا ہے ۔۔۔۔۔ (رسول عربیؐ)

Marfat.com

امیر العالمین

الھناوالھکم الہ واحد

انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلمو

(توراۃ خدائی قانون ہے جس میں نور وہدایت ہے اور اللہ کو ماننے والے نبی اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں)

لا یشبع المومن دون جارہ (الحدیث)

(ایماندار کے لئے ممکن نہیں کہ خود کھاتے اور ہمسایہ بھوکا رہے)

ہر کہ در خطہ مسلمانی باشد از نقد دیں گر انمایہ

کے پسندد کہ خود بخسپد سیر ہنشیدو گرسنہ ہمسایہ

(جامی)

عربی جنتری

شمالی کرہ ارض میں اعتدال ربیعی ۲۱ مارچ کو ہوتا ہے۔ پھر آفتاب برج حمل میں داخل ہوتا ہے۔ اسی زمانے میں موسم بہار کے میلے ہر ملک میں لگتے تھے اور شمسی جنتری بھی اسی موسم سے شروع ہوتی تھی۔ قدیم زمانے سے بابل والے علم نجوم کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ ان کی جنتری کو یہودیوں نے اپنی جنتری مان لیا۔ مسلمان اسے رومی تقویم کہتے ہیں۔ اس میں برج حمل آدار کے مہینے میں ہوتا ہے اور ایرانی تقویم شمسی کے اعتبار سے فرور دین کا مہینہ اور ہندی تقویم کے اعتبار سے چیت ہوتا ہے۔ سال کے

Marfat.com

بارہ شمسی مہینے ہوتے ہیں۔ جاڑوں کے شروع میں پھر ایک چھوٹا نوروز منایا جاتا ہے جو رومی تقویم میں تشرین الاول" ایران میں آبان ہند میں کاتک اور رومی کلنڈر میں اکتوبر ہوتا ہے۔ بابلی سال اسی مہینے سے شروع ہوتا ہے اور بابلی یہودی بھی تشرین سے نیا سال شروع کرتے تھے اور دس تشرین کو یوم توبہ کا روزہ رکھتے تھے۔ اسی اعتدال خریفی یعنی ۲۱ ستمبر کو اہل حبشہ اپنا نیا سال مسکرم کے مہینے سے شروع کرتے تھے۔ اور ایران میں جشن نو سردہ ہند میں دسہرہ کا میلہ اب بھی ہوتا ہے۔ عرب میں بھی ان دونوں نوروزوں کے زمانوں میں دو میلے ہوتے تے۔ ایک بڑا میلہ (حج اکبر) تین ماہ تک ذی قعدہ، ذی الحجہ محرم تک یعنی فروری سے اپریل تک ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں ایران میں نوروز، یہودیوں کے یہاں عید فصح، اور نصرانیوں میں ایسٹر کا تہوار یا میلہ ہوتا تھا۔ دوسرا میلہ چھوٹا ہوتا تھا اسے حج اصغر کہتے تھے۔ یہ سال کے بیچ میں رجب کے مہینے میں ہوتا تھا اور ایک ماہ رہتا تھا۔ قدیم زمانے سے عربوں نے ان چاروں مہینوں میں امن عام کا قاعدہ مقرر کر لیا تھا اور ہر تیسرے سال ان کے جوتشی جنہیں ناسئ الشہور کہتے تھے سال میں ایک مہینہ بڑھا کر شمسی موسموں کے مطابق کر لیتے تھے۔ یہی طریقہ ہند میں اب تک رائج ہے۔ لیکن عرب کے قریب جو اہل کتاب تھے انہوں نے اس پرانی تقویم کو چھوڑ دیا تھا اور نصرانیوں نے سال کے مقررہ بارہ مہینے بنا لئے تھے۔ ایرانیوں نے بھی بارہ مہینے مقرر کر لئے تھے۔ اور سال کے آخری مہینے اسفندار میں پانچ دن بڑھا کے ۳۶۵ دن کا شمسی سال کر لیتے تھے۔ آنحضرتؐ بھی یہی چاہتے تھے کہ قرآن کے حکم سے سال کے بارہ مہینے ہوں اسی لئے قرآن نے نسی بند کر دی اور قمری سال کو شمسی بنا دیا۔ یعنی قرآن نے کہا کہ سال میں بارہ مہینے ہوا کریں۔ تیسرے سال مہینہ بڑھا کر حلال مہینے کو حرام اور حرام کو حلال نہ بنایا جاتے۔ یہ حکم آخر ۹ ھ میں سنایا گیا۔ ۱۱ ھ میں رسول اللہ کی وفات ہو گئی اور مسلمانوں نے قمری ہی سال جاری رکھا لیکن نسی کرنا چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سال کے ہر موسم میں حجوں کے مہینے گردش کرنے لگے اور ہزاروں مسلمان حج اور رمضان کی گرمیوں کی تاب نہ لا کر بیماری اور موت کا شکار ہو گئے۔ بہر حال اہل حکومت نے غلطی جلد محسوس کر لی اور فصل شمسی کے اعتبار سے زکواۃ اور دوسرے ٹیکس

Marfat.com

وصول ہونے لگے۔ لیکن مذہبی گروہ اب تک مذہبی اعمال کی بجاآوری قمری مہینوں کے اعتبار سے کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ سخت گرمی کے زمانوں میں مسلمانوں کو سخت مشقت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ غرض بھی حاصل نہیں ہوتی جو قرآن کی تھی۔ یعنی کل اہل کتاب ایک ہی موسم میں اللہ کے نام کے میلے کریں اور متحد ہو کر امن کے مہینوں سے تجارتی و روحانی فائدے حاصل کریں اور پھر رحلۃ الشتاء والصیف کریں۔

بہرحال ہم نے ذیل میں وہ جنتری درج کر دی ہے جو زمانہ جاہلیہ میں عرب میں رائج تھی اور جسے آنحضرتؐ نے قرآنی حکم سے ۱۰ھ میں منسوخ فرمایا۔ اس جنتری کے اعتبار سے حج اکبر ہمیشہ مارچ میں، رمضان ہمیشہ جاڑوں میں اور حج اصغر ہمیشہ ابتدائے سرما یا شتاء میں ہوتا ہے اور ان ہی دونوں زمانوں میں رحلۃ الشتاء والصیف ہوا کرتی تھیں۔

نوٹ:- گریگورین کلنڈر کے مطابق جولین کلنڈر میں ۱۵۸۲ء تک تقریباً چار دن کی غلطی رہ گئی تھی اس لئے جو تاریخ جولین جنتری میں ۴ ہے وہ درحقیقت ۸کم ہونا چاہئے۔ اس لئے موجودہ جنتری کو گریگورین جنتری کے مطابق بنانے کے لئے چار دن پیچھے کر دینا چاہئے۔

(دیکھئے جنتری کرنل ہیگ۔ لوزاک کمپنی ۱۹۳۲ء)

۱- عام الاذن بالرحیل من المکتہ الی المدینتہ۔ مطابق ۱۳ نبوی و ۶۲۲ مطابق مسیحی جنتری

یکم محرم	نسئ شدہ صفر	یکم صفر	یکم ربیع الاول	یکم ربیع الثانی	یکم جمادی الاول	یکم جمادی الثانی	یکم رجب	یکم شعبان	یکم رمضان	یکم شوال	یکم ذی قعدہ	یکم ذی الحجہ
۱۹ اپریل ۶۲۲ء		۱۸ مئی ۶۲۲ء	جمعرات ۶۲۲ء ۱۶ جون	جمعہ ۱۶ جولائی	یکشنبہ ۱۵ اگست	دوشنبہ ۱۳ ستمبر	بدھ ۱۳ اکتوبر	جمعرات ۱۱ نومبر	شنبہ ۱۱ دسمبر	یکشنبہ سنہ ۶۲۳ء ۹ جنوری	سہ شنبہ سنہ ۶۲۳ء ۸ فروری	چہار شنبہ ۹ مارچ

۲- عام الامر بالقتال سنہ ۲ھ

جمعہ ۶۲۳	نسی ۷ مئی	دوشنبہ ۷ جون ۶۲۳	سہ شنبہ ۵ جولائی	پنجشنبہ ۴ اگست	جمعہ ۲ ستمبر	یکشنبہ ۲ اکتوبر	دوشنبہ ۳۱ اکتوبر ۶۲۳					

Marfat.com

اسیر العالمینؑ

جناب امیر العالمین قبا رمیں

رومی شہنشاہیت کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ رومہ میں لاطینی بولنے والوں کی سلطنت تھی اور مغربی کلیسا کی زبان بھی لاطینی تھی۔ مشرقی سامراج کا مرکز قسطنطنیہ تھا جو یونانی بولنے لگا تھا اور مشرقی تصورات سے اثر لے رہا تھا۔ یہ مشرق و مغرب کی کشمکش در حقیقت رومی اور یونانی کلیسا کی کشمکش تھی جو اب تک کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے۔

مشرقی رومی سامراج اور ساسانی سامراج کی لڑائیوں نے شام و مصر اور ایشیائے کوچک کو تباہ کر رکھا تھا اور دونوں قومیں نصرانیت اور مجوسیت کے نام پر خونریزی، غلامی، لوٹ اور بدامنی کو انتہا تک پہنچا چکی تھیں۔ بہت سے تجارتی راستے بند ہو چکے تھے اور جو باقی تھے وہ صرف چھوٹے قبیلوں کے رحم و کرم پر تھے۔ مذہبی تعصب اور مذہبی جکڑ بندیوں نے عقل انسانی کو بھی غلام اور مجبور بنا دیا تھا۔ پادریوں اور دستوروں کی راتے سے سر مو تفاوت کرنا موت کا پیغام تھا۔

ہجرت نبوی کے وقت مصر تک ساسانی حکومت چھائی ہوئی تھی اور ہجرت سے دو سال پہلے ۶۲۰ء میں عربوں کی ایک نو آبادی باختر میں قائم ہو چکی تھی جو عرب قبیلے ساسانی سلطنت کے قریب تھے ان کی دوستی فارسیوں سے ہو چکی تھی اور شام کے

عربوں کے تعلقات رومی سامراج سے تھے یہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ جون ۶۲۲ء میں مدینہ پہنچے۔

غار ثور سے دو اونٹوں کا قافلہ راتوں رات چلا اور اس تیزی سے چلا کہ آٹھ دن میں جمعرات کے دن ۸ ا ربیع الاول ۱۴ نبوی ۲۵ جون ۶۲۲ء یعنی کو قبا پہنچ گیا۔ اب مسلمانوں کے لئے مکہ دارالامن نہیں رہا۔ وہاں نہ آزادی رائے باقی تھی۔ نہ جان بچانے کے لئے کوئی ضامن تھا۔ مطعم بن عدی جس نے آنحضرت کو پناہ دے رکھی تھی اس کا بیٹا جبیر تک آپ کے قتل کے مشورہ میں شریک تھا۔

راستہ میں سراقہ نے ان مہاجروں کو دیکھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کے تعاقب کیا۔ لیکن اس کا گھوڑا کئی دفعہ ٹھوکر کھایا اور ہر دفعہ اس کی فال میں "نہیں" نکلا۔ اس لئے اس نے معافی مانگی اور ایک نشانی (آیت) مانگی تاکہ وہ ضرورت پر کام آئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے مولی عامر بن فہیرہ نے اسے کسی چیز پر ایک نشان امان بنا کر دے دیا ایک منزل پر اس قافلہ نے ام معبد کے خیمہ پر بکری کا دودھ پیا۔ دوسری جگہ بریدہؓ اسلمی نے انہیں لوٹنا چاہا۔ لیکن آپؐ سے گفتگو کے بعد اس کا دل نور ایمان سے بھر گیا وہ ساتھ ہو لیا۔ رستے میں حضرت زبیر بن العوام بھی ملے جو شام کی تجارت سے واپس آرہے تھے انہوں نے ابوبکرؓ کو چند سفید کپڑے تحفہ دیئے اور مکہ روانہ ہو گئے۔

مہاجر مسلمان یثرب سے باہر قبا کے محلہ میں جو ٹیلے تھے ان پر دوپہر تک انتظار کیا کرتے تھے۔ آخر یہ مجاہدین فی سبیل اللہ والامن والاسلام قبا پہنچ گئے۔ اور حضرت ابوبکر نے آنحضرت کے سر پر چادر کا سایہ کر لیا تاکہ لوگ پہچان سکیں کہ رسول اللہ کون ہیں۔ قبا۔ پہنچ کر آپ نے بنی عمرو قبیلہ کے یہاں قیام فرمایا۔ تیسرے دن حضرت علیؓ بھی لوگوں کی امانتیں دے کر قبا پہنچ گئے۔ اس جگہ آپ نے مسلمانوں کی پہلی مسجد کلثوم بن ہدم کی زمین پر بنائی۔ قبا سے یثرب جانے کے بعد چند مسلمانوں نے ایک اور مسجد یعنی مسجد ضرار بنالی تھی اور اس میں جمع ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت میں نفاق پیدا ہوتا تھا۔ اس لئے ۹ ھ میں قرآن نے حکم دیا کہ پہلی مسجد کی بنیاد تقوی پر ہے اور دوسری مسجد ضرر اور نفاق ڈالنے والی ہے لہذا کفر و نفاق کی مسجد کو ڈھا دیا گیا اور توحید

جماعت باقی رہ گئی۔

اوس و خزرج کا ملاپ

مدینہ کے عرب باشندے قحطانی تھے اور یمن سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے اور دو شخصوں یعنی اوس اور خزرج کی اولاد سے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ مدینہ اور اطراف مدینہ میں فلسطین کے منتشر شدہ یہودی بھی آباد تھے اور انہوں نے سودی کاروبار اور تجارت پر قبضہ کر رکھا تھا اور اپنی حفاظت کے لئے اپنی آبادیوں کے دفاعی طور پر مستحکم بنا رکھا تھا۔ عربوں اور یہودیوں میں جارحانہ اور مدافعانہ معاہدہ تھا۔ لیکن جب یہودیوں نے شرارت شروع کی تو عربوں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا اور شامی عربوں کی مدد سے یہودیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ لیکن عربوں کا پلہ بھاری ہو گیا تو یہودی اوس و خزرج کو آپس میں لڑا کر اپنی طاقت قائم رکھنے لگے۔

اوس خزرج میں سینکڑوں معرکے ہو چکے تھے۔ آخری لڑائی حرب بعاث تھی جو ایک سو دس سال تک جاری رہی تھی اور دونوں قبیلوں کو بے حد کمزور کر چکی تھی۔ اوس نے یہودیوں سے اتحاد کرنا چاہا لیکن خزرج نے یہودیوں کو دھمکایا۔ اور یہ اتحاد نہ ہو سکا۔ پھر اوس نے قریش سے مدد چاہی لیکن ان سے بھی معاملہ نہ ہوا۔ آخر رسول اللہ سے ان دونوں قبیلوں کا دوستانہ معاہدہ ہو گیا اور آپ نے قبا پہنچ کر ایک ہفتہ کے اندر اوس و خزرج کو ایک دوسرے کا حلیف دوست بنا دیا اور جو خون خزرجیوں کے ذمہ باقی تھے اوس نے معاف کر دیئے۔

فتح مدینہ

سیرت نگاروں کو کیا معلوم تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب لوگ ان کے ایک ایک لفظ کو سمجھنے کی کوشش کریں گے اور ان پر اونچی اونچی عمارتیں بنا ڈالیں گے۔ شروع میں عربوں نے جو تاریخ نگاری کی اس کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے کے عربی میں واقعات کو جمع کر دیا اور بیچ بیچ میں قرآن و کلام عرب کی تفسیر و

Marfat.com

تشریح اور غیر متعلق واقعات بھی اکٹھا کر دیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد کے آنے والوں نے تحقیق کا جامہ تو پہن لیا۔ لیکن حیقت سے وہ بھی اس لئے بیگانہ رہے کہ عربی راویوں کے دماغی اور مادی پس منظر کو سامنے نہ رکھ سکے اور ثریا تک عمارت کج ہو گئی۔

ارباب سیر و مغازی نے ۸ھ میں پر امن داخلے کو "فتح مکہ" لکھا۔ اس کا مطلب یہ لیا جانے لگا کہ مکہ کو رسول اللہؐ نے بزور شمشیر فتح کیا۔ حالانکہ یہ سراسر واقعہ کے خلاف ہے۔

یثرب کو بھی آنحضرت نے فتح کیا۔ لیکن سیرت نگاروں نے اس کا نام فتح مدینہ نہیں رکھا۔ اس لئے کسی کا خیال ادھر نہیں جاتا کہ یہ بھی ویسا ہی پر امن داخلہ تھا جیسا کہ بعد میں مکہ میں ہوا بلکہ یوں کہنا بہتر ہو گا کہ فتح مدینہ ایسی شاندار اور پر امن فتح ہوتی ہے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

قبا میں چند روز قیام کے بعد رسول اللہ نے یثرب والوں کی دعوت کو قبول فرمالیا۔ آپ قصواء پر سوار ہوئے اور جمعہ کے دن یثرب کو روانہ ہوئے۔ آپؐ کے داخلہ کے بعد اس قریہ کا نام مدینۃ النبی کا (نبی شہر ہو گا)۔ راستے میں مختلف محلوں کے لوگ ہتھیاروں سے سجے سجائے آپؐ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ اور دلوں کا فتح کرنے والا نبی، اس داخلے سے بہت پہلے محبت و سلامتی کے ہتھیار سے ان سب کو فتح کر چکا تھا۔ عورتیں مردوں سے زیادہ خوش نظر آتی تھیں۔ لڑکیاں خوش آمدید کے ترانے گا رہی تھیں اور فاتح القلوب کے کان میں ہر طرف سے یہ صدا آ رہی تھی کہ آیئے تشریف لائیے۔ اے اللہ کے رسول عزت، حفاظت اور آسائش حاضر ہے (ھلم یا رسول اللہ الی العز والمعنۃ والثروۃ) آپ خوش آمدید کرنے والوں کو دعا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اونٹنی کو چلنے دو۔

رستہ میں قصواء محلہ بنو سالم میں رک گئی۔ لوگوں نے خوش آمدید کہا لیکن آپ نے فرمایا کہ مقصود یہاں ٹھہرنا نہیں ہے بلکہ نماز جمعہ ادا کرنا ہے۔ نماز سے پہلے آپ نے ایک لیکچر دیا جو اس لئے تاریخی ہے کہ مکی دور میں جو کچھ تعلیم دی گئی تھی۔ اس کا عطر ہے۔ اس خطبہ کا خلاصہ یہ ہے۔

پہلا خطبہ جمعہ

(۱) کل حمد اس اللہ کی ہے جس سے مدد بخشش اور ہدایت مانگتا ہوں اور جو لوگ اسے نہیں مانتے (کفر کرتے ہیں) اور دوسروں سے مدد اور ہدایت مانگتے ہیں۔ وہ تاریکی میں ہیں۔ اس کفر کا میں دشمن ہوں۔ دوسروں کے آگے سر جھکانا انسانیت کے لئے توہین ہے وہ سب کا بادشاہ ہے۔ کسی بندہ کا اس پر اختیار نہیں وہ سب کا حاکم ہے کسی کا محکوم نہیں۔

(۲) میں بھی اس آقا کا ایک بندہ ہوں اور اس کا یہ پیغام تم کو بھی پہنچاتا ہوں کہ سوائے اس کے کسی کی اطاعت نہ کرو نہ غیر اللہ سے مدد مانگو۔

"(۳) آنے والی زندگی یقینی ہے۔ اس پر ایمان لانے والا متقی ہوتا ہے اس کا ضمیر روشن ہو جاتا ہے وہ برائیوں سے بچتا ہے۔ اس کی لغزشیں معاف کر دی جاتی ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔

(۴) بندہ ہونے کی حیثیت سے، اور انسان کی حیثیت سے کوئی خاص فرقہ مثل یہود و موبد و برہمن، اللہ کی چنی ہوئی قوم نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ اپنی کوشش سے اللہ کے راستے پر چلتے ہیں انہیں خدا چن لیتا ہے ایسے ہی لوگوں کو خدا اطاعت گزار بندہ (مسلم) کہتا ہے۔

(۵) تاریخ اور عقل سے کام لو۔ اندھا دھند تقلید سے پرانی قومیں تباہ ہو چکی ہیں۔ خدا کی اطاعت (اسلام و ایمان) یہی ہے کہ سچائی کے ساتھ سیدھی شاہ راہ اسلام پر چلو۔ اس سے جان بوجھ کر الگ ہونا تاریکی (کفر) میں پڑنا ہے۔ اللہ سب معبودوں سے بڑا ہے اور ہماری قوت و عمل کا وہی سرچشمہ ہے۔"

(ملخصاً از تاریخ الامم طبری)

ننھیال میں قیام

نماز کے بعد سواری آگے بڑھی اور آپ برابر فرماتے رہے کہ رد کو نہیں۔ اللہ کے

Marfat.com

حکم سے جہاں بیٹھ جائے گی وہیں قیام کروں گا۔ آخر وہ اونٹنی بنو نجار کے محلہ میں حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان کے سامنے ٹھہری اور آپ نے مع اپنے مولٰی زید بن محمد کے ان کے یہاں قیام فرمایا۔ یہ آپ کے تھیالی رشتہ دار تھے۔

مواخات

امیر العالمین نے مدینہ پہنچتے ہی مہاجر و انصار میں بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے حضرت انس بن مالک کے گھر میں جتنے مہاجر موجود تھے سب کو بلایا اور جو انصار خاص طور پر بیعت عقبہ میں شریک تھے انہیں بھی طلب کیا اور حسب حیثیت ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کے سپرد فرمایا اور کہا تم دونوں سگے بھائیوں کی طرح سمجھے جاؤ گے حتیٰ کہ اگر تم میں سے کوئی مرے گا تو دوسرا اس کا اسی طرح وارث ہو گا جیسا کہ حقیقی بھائی ہوتا ہے۔ مہاجروں کی کل تعداد سنتالیس بتائی جاتی ہے۔ بہت سے مسلمان مکہ میں باقی رہ گئے تھے اور مجبوری کی وجہ سے نہ آسکتے تے اور ایک تعداد سرزمین حبشہ میں مہاجرانہ زندگی پہلے سے بسر کر رہی تھی۔

اصحاب صفہ

بعض مہاجر ایسے تھے جن کے نہ بی بی تھے نہ بچے اور بے سرو سامانی کا یہ عالم تھا کہ گھر بار تو کجا پہننے کے کپڑے تک کافی نہ تھے۔ یہ لوگ ایک چھپر کے نیچے مسجد نبوی کے (قریب) ایک چبوترہ پر راتیں بسر کرتے تھے۔ اور اگر ان میں سے کوئی نکاح کر لیتا تھا تو مجبوراً اسے کوئی دوسرا ٹھکانا تلاش کرنا پڑتا تھا۔ یہ لوگ اسلامی تعلیم کو پھیلانے کا کام بلا معاوضہ کیا کرتے تھے۔ اور اگرچہ فقر و فاقہ ان کے چہروں سے ظاہر تھا لیکن خود داری کی وجہ سے وہ کسی سے مانگنا عار سمجھتے تھے (بقرہ ع ۳۷) یہ صوفیان صافی اور زاہدان مرتاض گویا مسلمانوں کے راہب یا بدھوں کے بھکشو تھے۔ لیکن بھیک نہ مانگتے تھے۔ اور انہوں نے اپنے اوپر نکاح یا لذائذ دنیوی کو آنحضرت کے حکم سے حرام نہیں کیا تھا۔ امیر العالمین ان کا بہت ہی خیال رکھتے تھے۔

Marfat.com

تشکیل جماعت اسلامی اور مساوات

تعمیر مسجد

مدینہ میں جس جگہ پہلے اونٹنی بیٹھی تھی وہ زمین دو یتیموں کی تھی۔ ان کے ولی کو اس کا معقول معاوضہ دے کر وہاں مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔ اس کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور ہر مسلمان امیر العالمین کے ساتھ اس کی تعمیر میں لگا ہوا تھا۔

جماعتی نماز

مسجد بننے کے بعد انفرادی نماز جماعتی نماز میں تبدیل ہو گئی اور عرب و ہند میں اشیائے پرستش کا جو طریقہ طواف تھا وہ مدینہ میں باقی نہ رہا۔ اب بجائے طواف کے صرف اس خدا خانے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا کافی تھا جو یروشلم میں تھا چونکہ مکہ میں کعبہ کے جنوب میں کھڑے ہو کر امیر العالمین شمال یعنی یروشلم کے بیت ال کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے یہ طریقہ یہاں بھی جاری کر دیا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ سب مومن ایک امام کے پیچھے قبلہ اسرائیل کی طرف منہ کر کے باقاعدہ قطاروں میں کھڑے ہوں اور امام خدا کو مخاطب کر کے صرف اسی کی بندگی کا اقرار کرے اور ضروریات ملکی یا انسانی کے لئے جو مدد مانگنا ہو اسی خدا کو پکار کر مانگے۔ باقی مقتدی آمین کہیں۔ اس طرح نماز کا امام سیاسی امیر یا قاضی بھی ہوتا تھا۔

خاندان نبوی منازل نبوی

مسجد نبوی کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے جھونپڑے ڈال دئے گئے تھے جن میں امیر العالمین کی ازواج محترمات رہتی تھیں۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے حضرت زیدؓ بن محمدؐ کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ بھیجا تھا کہ عبداللہ بن ابی بکر کے ساتھ جا کر خاندان نبوی کو لے آئیں۔ ابھی تک انفرادی طور پر مکہ اور مدینہ والوں میں آمد و رفت

Marfat.com

جاری تھی اور کسی نہ کسی کی حمایت (یا جوار) میں لوگ برابر آتے جاتے رہتے تھے۔ اسی لئے جب یہ دونوں مکہ پہنچے تو کسی نے ان سے تعرض نہیں کیا۔ آپ کی ایک بڑی لڑکی بی بی رقیہ حبشہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہجرت کے دن گزار رہی تھیں۔ بی بی زینبؓ کو ابوالعاص نے روک لیا۔ صرف بی بی فاطمہ زہراؓ اور ام المومنین سودہؓ زید کے ساتھ، اور حضرت عائشہؓ اپنے بھائی عبداللہؓ کے ساتھ آسکیں اور ان کوٹھریوں میں مقیم ہو گئیں جن میں رات کو چراغ بھی نہ جلتا تھا۔ سب کو حوائج ضروری کے لئے باہر جانا پڑتا تھا۔ کسی کے گھر میں کوئی مقام اس کے لئے نہیں ہوتا تھا۔

کتابی جمہوریت یا اصولی شورائیت کی پہلی جھلک

فتح یثرب کے بعد حکومت کا دارالسلطنت مدینۃ النبی کہلانے لگا اور مہاجرین مل جل کر اس تصور کو آنحضرت کی رہنمائی میں آگے بڑھانے کی کوشش کرنے لگے جس کو مکی قرآن نے واضح کر دیا تھا۔ یہ مرکزی جماعت مکہ ہی میں تیار ہوئی تھی۔ یعنی اوس و خزرج کے لوگوں نے مکہ ہی میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے آنحضرت سے عہد و پیمان کیا تھا۔ (اس پر اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے خوش ہوئے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ) معاہدہ کا اصل الاصول یہ تھا کہ معروف میں رسول اللہ کی پیروی کی جائے گی۔

اب مدینہ اور اطراف مدینہ میں جو لوگ آباد تھے۔ ان سے اتحاد کرنے کے لئے معاہدوں کی ابتدا کی گئی اور کتابی جمہوریت کے قیام کے لئے جو لوگ بھی ساتھ دینے کو تیار ہوئے ان سے جنگی معاہدے کر لئے گئے۔ معاہدوں کے ذکر سے پہلے امیر العالمین کی بنائی ہوئی اصولی شورائیت کا نقشہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔

شعب ابی طالب ہی میں المرسل نے یہ طے کر لیا تھا کہ جب تک اللہ والوں کی ایک مضبوط سلطنت قائم نہ کر دی جائے گی۔ اس وقت تک شیطان والے یعنی مشرکین مکہ اور ان کی مانند دوسرے لوگ خدا پرستی اور خدا کی عبادت گاہوں سے لوگوں کو روکے رہیں گے۔ اس لئے پہلے تو مشرکین مکہ کو آپؐ نے یہ بتایا کہ دراصل خانہ کعبہ اسماعیلؑ

Marfat.com

بن ابراہیمؑ کی تعمیر ہے جسے کل اہل عرب مانتے تھے کہ واقعی یہ اسماعیلی بیت اللہ ہے۔ اس کے بعد ان کو مشورہ دیا کہ وہ بت پرستی۔ جن پرستی اور توہم پرستی کو چھوڑ کر اس دین ابراہیم پر چلیں جو اسرائیل و اسماعیل کے والد ابراہیم کا دین تھا۔ مشرک اسماعیلیوں نے انکار ہی نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کو دین سے پھیرنے کے لئے ہر طرح کی اذیت دی اور آنحضرت کو قتل کر ڈالنا چاہا۔

شعب ہی کے زمانے میں المرسلؐ نے دین ابراہیم پر چلنے والے ایک گروہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا یہ جماعت بنو اسرائیل یا اسرائیلؑ (یعقوبؑ) بن ابراہیمؑ کی اولاد تھی۔ پھر شعب سے نکلنے کے بعد مجوسیوں یعنی الہین (دو خداؤں) کے پوجنے والوں سے بھی معاہدہ کرنا چاہا تھا اور انہیں بتایا تھا کہ اصل دین خدا پرستی اور وحدت و مساوات انسانی ہے۔ ان کے علاوہ مشرک قبائل سے بھی گفتگو کی تھی۔ خدا نے اوس و خزرج کو انصار محمدؐ یا انصار دین فطرت بننے کا شرف عطا فرمایا۔

اب مدینہ میں ان ابراھیمیوں سے براہ راست گفتگو کا موقع تھا جو اسرائیل کی اولاد میں سے تھے اور جن کی توریت بھی ایک ہی خدا کی بندگی کا حکم دیتی تھی۔ شعب سے پہلے اور شعب میں ان کے نبیوں کا از ابراہیم تا موسیٰ ذکر دیا گیا تھا اور شعب کے بعد ان کے متعلق یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ اللہ والے لوگ ہیں۔ اہل کتاب و تہذیب میں ان کے توراتی قوانین نور وہدایت سے معمور ہیں اور ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ تسلیم کرلے کہ پرانے زمانے میں ہر قوم و ملک میں ایسے نبی و مصلح آتے رہے ہیں جو وحدت الٰہ اور مساوات انسانی یعنی نیک عملی کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

آئین اسلام کے اصول اساسی

مدینہ پہنچ کر آپ نے جو پہلا خطبہ جمعہ دیا اس میں بھی صاف صاف فرما دیا تھا کہ چند بنیادی اصول ہیں جن میں بحث کی گنجائش نہیں۔ ان اصولوں میں پہلا اصول تو یہ ہے کہ اللہ کسی خاص قبیلے یا برگزیدہ قوم کا خدا نہیں بلکہ کل قوموں اور کل کائنات کا خدا ہے۔ اور دوسرا اصول یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی جزا یا سزا سے ہرگز نہیں بچ

Marfat.com

سکتا جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ اگر اس دنیا میں اسے جزا نہ ملی تو پھر پیدا کیا جائے گا اور احکم الحاکمین فیصلہ کرکے اسے عدل کے ساتھ جزا دے گا۔ لیکن یہ نہیں ہوگا کہ کسی پر ظلم ہو بلکہ چونکہ وہ خدا ظالم خدا نہیں ہے اس لئے اس کی رحمت اور اس کا کرم اس کی عدالت پر غالب رہے گا۔ (وربک الاکرم) غرضیکہ اسلامی تصور کے یہ دو ایسے تھے جس میں اسلامی برادری کے کسی رکن کو چون و چرا یا بحث کرنے کی گنجائش نہ تھی۔

ان اصولوں کو سامنے رکھ کر اسلامی سیاست کے پہلے دور میں جو آمریت تھی اس میں کسی شخص کو مقصد آمریت (حکمہ اسلام) پر بحث کرنے، یا رائے اور شوریٰ سے اصول اسلام میں تبدیلی کرنے کی اجازت نہ تھی۔ (اللہ کو ماننا ہی اس امر کی طرف اشارہ کرتا تھا کہ غیر اللہ یا شیطانی قوانین غیر فطری ہیں۔ لہذا کوئی جماعت بحث اور رائے شماری کے ذریعہ یہ طے کرنے کا حق نہیں رکھتی کہ غیر اللہ کی عبودیت کی جائے یا ان قوانین پر عمل کیا جائے جو منکر ہیں اور حق پرستوں کے نزدیک معروف نہیں ہیں) اسی کے ساتھ ساتھ قانون مکافات کو مان لینا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ خدا کے پاس کوئی دیوتا یا پیغمبر یہ سفارش نہیں کر سکتا کہ کسی شخص کو اس کی نسلی برتری کی بنا پر معاف کر دیا جائے اور اسے اپنی بد اعمالی کی سزا اس لئے نہ دی جائے کہ وہ "برہما" یا "اسرائیل کی اولاد ہے۔ گویا بعث بعد الموت کا ماننا اس لئے ضروری ہے کہ مساوات انسانی کا تصور ہر مومن و موقن کے دل میں جاں گزیں ہو جائے۔ کوئی کسی غیر قوم کے آدمی کو اپنے سے کمتر نہ سمجھے اور خود اپنی قوم کے مفلسوں اور ناداروں کو ذلیل نہ کرے بلکہ دنیا میں ایسی مساوات قائم کرے کہ غلامی کی ذلت، عورت کی کمزوری اور اجنبی کی کمتری، عزت، طاقت اور برتری میں تبدیل ہو جائے اور ایسا معاشی نظام اہل علم و عقل کے مشورے سے بنے جس میں سب انسان مساوات و عدالت سے بہرہ ور ہو سکیں یعنی مقصد کے متعلق بحث کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ ذرائع مقصد پر بحث کرنے کی مکمل آزادی رائے ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلامی نظریہ مساوات و عدل نے ہزار سال تک جو کارہائے نمایاں کئے وہ قرون اولیٰ کی کتابی یا اصولی سیاست کا بہت ہی دھندلا نقش ہے۔ اس میں آزادی رائے پوری طرح موجود ہے لیکن بنیادی مقاصد کی تبدیلی پر

Marfat.com

(CANON)

Marfat.com

سورہ بقرہ ۴ع:۔ یہود سے خطاب کی تمہید

ہم سب انسان ہونے کی حیثیت سے برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر نسلی فضیلت نہیں۔ نہ کوئی قوم خدا کی چہیتی قوم ہے۔ اے اسرائیلیوں تکبر نہ کرو۔ ہم سب آدم کی اولاد ہیں۔ آدم کو فرشتوں تک پر فضیلت ہے۔ وہ مسجود ملائکہ تھے۔ خدا نے انہیں وہ علم دیا اور وہ حواس عطا فرمائے جو کسی مخلوق کو نہیں دیئے یعنی وہ بحیثیت علم و عقل دوسری مخلوق سے برتر تھے۔ ابلیس نے انسان کی بزرگی سے انکار کیا، اور اپنے کو بڑا جانا (تکبر سے) لیکن خدا نے کہا علیم و حکیم تو میں ہوں۔ میں نے ہی اسے علم و حکمت سکھائی ہے۔ ابلیس کو تکبر اور خود رائی کی وجہ سے راندہ درگاہ الٰہی ہونا پڑا اور جب اس نے آدم کو دھوکا دے کر ممنوعہ پھل یعنی خودی اور تکبر کو کھلا دیا۔ تو وہ بھی جنت سے نکال دیئے گئے۔ یعنی اپنے اعمال کے نتائج کے ذمہ دار بنا دیئے گئے۔ اور وہ شرف چھن گیا جو خدا نے براہ راست علم دے کر آدم ؑ کو فطری اور جنتی زندگی حالت میں رکھا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ خودی اور خود غرضی نے آدم جیسی مسجود و ملائک شخصیت کو جنت سے نکالا اور اسی خودی نے انسانوں کو گراوٹ یا خود غرضی (ھبوط) کی مصیبت میں ڈالا اور اسی کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی دشمنی میں مبتلا ہیں۔"

مقصد کلام یہ ہے کہ انسان سب برابر ہیں اور خود غرضی شیطانی فعل ہے۔ کوئی قوم برگزیدہ نہیں جب تک کہ عمل صالح نہ کرے اور عمل صالح صرف یہ ہے کہ خدا کو مان کر مساوات انسانی کے پیش نظر ایسے عمل کرے جس کا نتیجہ پانے کی امید رکھتا ہو۔ یعنی محبت و فلاح و انسانیت ہی کا تصور نفرت و خود غرضی کو دور کر سکتا ہے۔

بقرہ:۔ ۵ع توراۃ

۔یہود یو خدا کی اس نعمت آزادی کو یاد کرو جو اس نے تمہیں دی تھی۔ لہٰذا اگر پھر تم احکام توراۃ کی پابندی کرو گے تو خدا پھر تمہیں ذلت سے نکال کر آزادی و عزت کی نعمت دے گا۔ لہٰذا حق بات یعنی احکام الٰہیہ میں باطل یعنی اپنی خواہشات کی باتوں کو نہ

Marfat.com

ملاؤ اور حق کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ۔

بقرہ ۶ ع

خدا نے تمہیں فرعون کی غلامی اور اس کی بندگی سے چھڑایا اور موسیٰ کو خدا ہی نے یہ علم دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور انسان (فرعون) کی بندگی سے بغاوت کرو۔ اس توراۃ نے حق کو باطل سے الگ کر دیا اور پھر اس کے بعد اس سورہ میں سورہ اعراف کی چند آیتیں بیان کی گئی ہیں۔ گویا مصعب بن عمیر کے ذریعہ سے جو قرآنی تعلیم۔یہودیوں کے لئے پہنچی تھی اسے پھر آنحضرت نے اپنی زبان مبارک سے دہرایا (دیکھئے دور پنجم مکیہ سورہ اعراف)

بقرہ ۔۷ ع

۔یہودیو جو نبی یا مصلح تم کو اچھی باتیں بتائیں ان کی باتوں پر چلو۔ لیکن تم نے ان کو قتل کیا نتیجہ یہ ہوا کہ بار بار غلامی میں مبتلا کئے گئے۔ غلامی ہی حقیقی ذلت ہے جس کا نتیجہ مسکنت ہے۔

بقرہ ۔۸ ع :۔اسلام کی عالمی تعلیم

نیک خیالی (خدا پرستی اور بعث بعد الموت پر یقین اور نیک عملی کا اچھا بدلہ ملے گا۔ ورنہ خوف و حزن کے جہنم میں مبتلا رہو گے۔

خواہ ۔یہودی یا نصاریٰ، صابی ہوں وہ سب اگر اللہ کو ماننے والے ہیں اور وہ یوم آخر کو مانتے ہیں اور نیک عملی کی زندگی بسر کرتے ہیں، ان کا رب انہیں جزا دے گا۔ نہ انہیں خوف ہو گا نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

۔یہودیو تم نے گوسالہ (عزیر) پرستی شروع کر دی تھی۔ یاد کرو کہ خود موسیٰ کے حکم سے تم نے اسے ترک کیا تھا اور بہت لیت و لعل کے بعد اسے ذبح کیا تھا۔ اس لئے کہ مصری غلامی نے تمہیں نہ صرف فرعون پرستی بلکہ عزیر (OSIRIS) پرستی بھی سکھا دی تھی۔

Marfat.com

یہود سے امارت محمدی کا میثاق

یہودیوں نے جب یہ کلام سنا تو انہوں نے آنحضرت کی مخالفت نہیں کی بلکہ یہ دیکھ کر کہ اوس و خزرج کی خانہ جنگی بھی ختم ہو گئی ہے۔ امیر العالمین کے پیام امن و اتحاد کی طرف رغبت ظاہر کی اور ایک معاہدہ تیار ہوا جس کی آخری دفعہ نہایت اہم ہے۔ اس دفعہ کی رو سے آنحضرتؐ ایک ایسی امت (نیشن) کے ملک قاضی یا حَکَم و امیر قرار پاتے جس میں خدا پرست یہودی اور خدا پرست مسلمان مقصد دفاع کے لئے متحد تھے۔ یہی معاہدہ نواح مدینہ کے قبائل پر عائد کیا گیا تو وہ سب ایک سیاسی مقصد کے لئے ایک امت بن گئے۔

معاہدہ کا خلاصہ

۱۔ مہاجر اور انصار اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والے متبع لوگ سب ایک قوم (امت واحدہ) ہیں۔

۲۔ بنی عوف کے یہودی بھی مومنوں کے ساتھ مل کر ایک امت بن گے ہیں لیکن یہود کو پوری مذہبی آزادی ہوگی (کہ اپنے دین پر توراۃ کی روشنی میں عمل کریں)

۳۔ ان معاہدہ کرنے والوں سے اگر کوئی جنگ کرے گا تو یہ لوگ ایک دوسرے کی مدد (نصر) کریں گے اور ایک دوسرے کی بری باتوں میں مدد نہ کریں گے۔ ایک حلیف دوسرے کی مخالفت نہ کرے گا۔

۴۔ انفاق یعنی جنگی مصارف میں دونوں برابر کے شریک رہیں گے۔ جب تک کہ لڑائی رہے۔

۵۔ خونبہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے جاری ہے وہی باقی رہے گا۔

۶۔ ہر حلیف کا یہ فرض ہو گا کہ مظلوم کی مدد کرے (وان النصر للمظلوم) دیکھئے حلف الفضول سیرۃ الامین) اور معاہدہ کرنے والوں کے جار (حلیف) کو بھی اپنے ہی

Marfat.com

جیسا سمجھے (ان الجار کالنفس غیر مضار ولا اثمہ) البتہ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے سکے گا۔

۷۔ معاہدہ کرنے والوں پر یثرب میں کشت و خون، لوٹ مار، حرام ہو گی۔

۸۔ اگر معاہدہ کرنے والوں میں کسی بات پر فساد ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق محمدؐ رسول اللہ کریں گے (فان مردہ الی اللہ عزو جل والی محمد رسول اللہ)۔

مشترک قبائل سے دفاعی معاہدے

یہود سے دفاعی معاہدے کے بعد خود رسول اللہ نے ودان تک سفر فرمایا اور بنو ضمرہ سے دفاعی معاہدہ کر لیا اور ۲ ھ کے جمادی الاخر میں بنو مدلج سے ایسا ہی معاہدہ ہوا۔ یہ معاہدے قریش کی تجارت پر ایک ضرب کاری تھی۔ اس لیے ان ہی قبائل سے گزر کر قریش کے قافلے شام کی تجارت کے لیے آیا جایا کرتے تھے۔ معاہدہ کی یہ شرطیں تھیں۔

۱۔ بنو ضمرہ (بنو مدلج) کو محمد رسول اللہ کی طرف سے جان و مال کی امان دی جاتی ہے اور اگر کوئی ان پر حملہ کرے گا تو ان کی مدد کی جائے گی، البتہ یہ لوگ اگر دین اللہ کے مقابلہ میں لڑیں گے تو یہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔

۲۔ اور جب نبیؐ ان کو اپنی مدد کے لیے بلائیں گے تو انہیں آنا پڑے گا (ان کا ذکر آگے بھی اپنے مقام پر ہے)۔

جوہری نے فتوح العرب میں لکھا ہے کہ یہ معاہدہ غزوہ بواط میں ہوا تھا بنی ضمرہ کے بعض لوگوں سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ نہ تم اوروں کے ساتھ ہو کر مجھ سے لڑو۔ اور نہ میرے ساتھ ہو کر اوروں سے لڑو (ص ۶۔ فتوح العرب للجوہری)

حالانکہ ابن سعد نے بنو ضمرہ کو غزوہ ودان کے سلسلے میں لکھا ہے اور بواط میں بنو مدلج کو بتایا ہے۔ (واللہ اعلم)

صوم عاشورہ

Marfat.com

جس طرح مکہ میں اہل کتاب یعنی نصاریٰ حبشہ کو توحید کی طرف لانے کے لئے آنحضرت نے "رحمان" کا نام اللہ کے لئے استعمال کرنا شروع کیا تھا اور انہیں بتایا تھا کہ رحمان ہمارا خدا ہے۔ اس کے اچھے اچھے نام ہر ملک کی زبان میں ہیں۔ اسی طرح مدینہ کے اہل کتاب یعنی یہود کو آنحضرت نے مکہ ہی سے قرآنی پیغامات شروع کر دیئے تھے اور بتایا تھا کہ میں ان سب نبیوں اور احکام (توراۃ) کو سچا جانتا ہوں جنہیں یہود سچا مانتے ہیں۔

صرف اسی پر اکتفا کی نہیں گئی بلکہ یہود اور مسلمان ایک ہی مسجد میں یہود کے قبلہ (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ اس کے علاوہ امیر العالمین نے دیکھا کہ یہود یوم عاشورہ کو روزہ رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دن بنو اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات ملی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم یہود سے زیادہ اس کا حق رکھتے ہیں کہ ایک خدا پرست قوم کی آزادی کی خوشی منائیں اور اس دن روزہ رکھیں۔ اس لئے آپ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور مسلمانوں نے بھی رکھا۔ یہ عید فسح۔ (عید گزران PASSOVIR) کا روزہ تھا۔ یہ یوم عاشورہ ۱۰ محرم ۱ھ مطابق ۱۸ اپریل ۶۲۳ء تھا۔

فلسطینی یہودیوں کا سال نونیسان کے مہینے سے شروع ہوتا تھا (دیکھئے خروج ۱۲ : ۲) یہ زمانہ اعتدال ربیع کا مارچ اپریل میں ہوتا تھا۔ اسی زمانے میں یہودیوں کی عید فسح ۱۴ نیسان سے ۲۱ نیسان تک ہوتی تھی۔ بقول توراۃ اس دن خدا کا موت کا فرشتہ مصریوں کے پہلوٹھے بچوں کو قتل کرنے آیا تھا۔ لیکن یہودی بچے محفوظ رہے تھے۔ اسی زمانے میں یہود کو فرعون کی غلامی سے آزادی ملی تھی۔

اسی عید فسح کے تہوار میں حضرت مسیح یروشلم آتے تھے اور یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے شہید کیے گئے تھے اور اللہ نے ان کا درجہ بلند کیا تھا (یا بقول نصاریٰ وہ صلیب دئے جانے کے بعد دوبارہ زندہ کئے گئے تھے) اسی زمانے میں مسیحی ایسٹر کا تہوار مناتے ہیں اور دوبارہ اور دائمی زندگی کی خوشخبری یا انجیل لوگوں کو سناتے ہیں۔

Marfat.com

لیکن تحویل قبلہ کے بعد سید المجاہدین نے نصاریٰ کے اس مہینے میں روزے فرض کر دیئے جن میں وہ ولادت مسیح کے روزے رکھتے تھے اور یہودیوں کا عاشورہ محض نفل رہ گیا یعنی جس کا جی چاہے رکھے۔ یا نہ رکھے۔ نصرانی مہینہ دسمبر اور عربی مہینہ رمضان ہمیشہ قریب ہوتا تھا اور ہجری قمری سال ابھی جاری نہیں ہوا تھا۔ یہ بعد وفات نبوی ہوا۔

قریش کی چھیڑ چھاڑ اور منافقوں سے سازباز

جس طرح مہاجرین حبشہ کو قریش نے پریشان کیا تھا۔ اسی طرح اب انہوں نے مہاجرین مدینہ کو مضبوط ہونے سے روکنے کی کوشش شروع کر دیں اور مدینہ میں جن لوگوں سے مدد کی توقع تھی ان سے سازشیں شروع کر دیں۔ ایسے لوگوں کی دو جماعتیں ہو سکتی تھیں۔ ایک مشرکین مدینہ کے منافق اور دوسرے یہودیوں کے منافق۔

مشرک منافقین مدینہ

اوس اور خزرج کے بعض مالدار لوگ یہ چاہتے تھے کہ وہ مدینہ کے امیر یا بادشاہ بن جائیں۔ ان کا لیڈر عبداللہ بن ابی ابن ابی سلول تھا۔ لیکن مسلمانوں کے آنے کے بعد اس کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ یہ لوگ بظاہر مسلمان تھے۔ لیکن دل میں اسلام سے نفاق اور کینہ رکھتے تھے۔

بقرہ:۔ ع ۲۔ اللہ اور یوم آخر منافقین

ان منافقوں کا ذکر قرآن نے اس طرح کیا ہے کہ یہ لوگ بظاہر تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخر کو مانتے ہیں لیکن در حقیقت وہ نہیں مانتے۔ ان کے دلوں میں حسد و بغض کی بیماری بھری ہوتی ہے اور وہ نفاق کی وجہ سے حقیقت اسلام کو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں وہ اسلام کی آواز کو سن کر کانوں میں انگلیاں دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ ہر چیز

Marfat.com

پر قادر ہے۔

قریش کی دھمکی

ان منافقوں کو قریش نے لکھا کہ تم نے ہمارے آدمی کو اپنے یہاں پناہ دی ہے اگر اسے (آنحضرت کو) نہ نکالا تو ہم خبردار کئے دیتے ہیں کہ ہم نے عہد کر لیا ہے کہ یکایک حملہ کر کے تمہارے مردوں کو قتل اور عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔

امیرالعالمین کی بروقت خطابت سے منافقوں کا انتشار

قریش کی شہ پا کر منافقین نے ایک مخالفانہ جلسہ کیا۔ لیکن آنحضرت کو خبر لگ گئی اور آپ نے وہاں پہنچ کر ایک برمحل تقریر فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ قریش کی عیاریوں میں نہ پھنسو۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم مسلمانوں کو قتل کرو۔ اس کے صاف معنی ہیں کہ تم لوگ اپنے رشتہ داروں کو بھی قتل کرو۔ اس لئے ان کی بہت بڑی جماعت مسلمان ہو گئی ہے۔ اس طرح تم بھی قتل ہو گے۔ حالانکہ اگر قریش نے حملہ کیا تو اس کے مقابلہ میں مہاجر و انصار سب تمہارا ساتھ دیں گے اور ہمارا جو میثاق ہوا ہے وہ قائم رہے گا۔" یہ سن کر وہ لوگ منتشر ہو گئے اور عبداللہ بن ابی ناکام رہ گیا۔

ابوجہل کی چالاکی

اسی زمانے میں ابوجہل بن ہشام مدینہ پہنچا اور اپنے سوتیلے بھائی عیاش سے کہنے لگا کہ تیری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تیرا منہ نہ دیکھ لے گی دھوپ میں بیٹھی رہے گی اور سر میں تیل تک نہ ڈالے گی۔ عیاش دھوکہ میں آکر مکہ چلے لیکن رستے ہی سے ان کی مشکیں کس دی گئیں اور وہ مکہ لے جا کر قید کر دیئے گئے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ بے روک ٹوک مدینہ آتے تھے اور مسلمانوں سے ذرا بھی نہ ڈرتے تھے۔

بات یہ تھی کہ مہاجروں کی حالت بہت خستہ تھی اور ان کی تعداد بھی چالیس پچاس سے زیادہ نہ تھی۔ انصار سے جو بیعت ہوئی تھی وہ مدینہ کے اندر حفاظت و حمایت کی

تھی۔ مہاجر و انصار یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ پورا عرب ان کو خدا پرستی سے روکنے کے لئے حملہ کر دے گا۔

رسول اللہ کا امیر العالمین منتخب ہونا

ہجرت حبشہ ہی کے زمانے سے یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ قریش مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دیں گے لہٰذا شعب ہی کے زمانے سے رسول اللہ نے سیاسی اتحاد پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی اور خود امیر بن کر سلطنت قائم کرنا چاہتے تھے۔ قبائل کی تبلیغ کے زمانے میں بھی آپ نے لوگوں کو یہی جواب دیا تھا کہ اگر سلطنت قائم ہو گئی تو میرے بعد اللہ جسے چاہے گا وہ امیر رہے گا۔ بہرحال اسی زمانے میں حضرت سعد بن زرارہ کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے سب سے پہلے بیعت عقبہ کی تھی اور سب سے پہلے انہوں نے ہی یثرب میں جمعہ کی نماز قائم کی تھی۔ یہ بنو نجار سے تھے یعنی آنحضرت کے رشتہ میں ماموں ہوتے تھے۔ اس لئے ان کے انتقال کے بعد یہ بحث چھڑی کہ اس قبیلہ کا سردار یا نقیب کون ہو تو آنحضرت نے یہ جھگڑا اس طرح ختم کر دیا کہ خود اس قبیلہ کے نقیب بن گئے اور سب اس پر رضامند ہو گئے۔ اب آپ نہ صرف مہاجرین کے بلکہ انصار کے بھی امیر بن گئے اور معاہدہ یہود کی رو سے کل قوموں کے امیر یعنی امیر العالمین قرار پاتے۔

ذکر قتال اور حدیث دگران

مدینہ میں مدافعانہ کارروائیاں شروع کر دی گئیں تھیں لیکن کسی پر یہ ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ آنحضرت اپنے ساتھیوں کی حالت سے واقف تھے۔ ان میں سے اکثر فنون جنگ سے قطعی بے بہرہ تھے۔ قریش اور انصار بھی تاجر تھے اور یہود بھی تجارتی قوم تھی۔ یہ لوگ عموماً بدوی اور آزاد قبائل کی طرح جنگی زندگی کے عادی نہ تھے۔ اسی لئے امیر العالمین نے مصلحت سمجھی کہ قتال کا حکم ابھی نہ دیا جائے۔ بلکہ

Marfat.com

مہاجروں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کو جنگی زندگی کی مشق کرائی جاتے (سورہ الحج ۶ کی آیت اذن للذین یقاتلون۔۔الخ اور سورہ بقرہ ۲۴ ع قاتلوفی سبیل اللہ کی آیت یہ دونوں آیتیں پہلی آیات قتال نہیں ہیں بلکہ یہ آیتیں عرصہ دراز کے بعد ابتدائے قتال کی یادیں اور عمرہ قضا ۶ھ کے ذکر کے سلسلہ میں ہیں۔ اسی طرح سورہ توبہ ۸ ع کی آیت الا تقاتلون قوما۔۔۔ بھی پہلی آیت قتال نہیں ہو سکتی۔

حکم قتال

در قصہ طالوت بقرہ ۲ ۳۲ ع ۳۳ ع

اس جگہ قرآن نے طالوت و جالوت کے قصے کے پیرائے میں قتال کا ذکر در حدیث دگراں کیا ہے اور مہاجرین کو بتایا ہے کہ اگلے زمانے میں بھی اسرائیلیوں کو وطن سے نکالا گیا تھا اور وہ اپنے بچوں سے بچھڑ گئے تھے لیکن جب تک وہ جنگ اور موت سے ڈرتے رہے وہ کچھ نہ کر سکے مگر جب اللہ نے انہیں ہمت دی اور وہ موت کا مقابلہ کرنے لگے تو ایک زندہ قوم بن گئے ہذا ان کی خواہش کے مطابق ایک مفلس مگر دلاور شخص طالوت کو خدا نے ان کا امیر مقرر کر دیا۔ اس لئے دولت سے بہتر علم و عقل اور ہمت ہوتی ہے جو خدا نے طالوت کو دی تھی اور طالوت کا امتحان بھی ہو گیا تھا کہ اس نے میلوں پیدل چلنے کے بعد دریا کو پار کیا۔ لیکن ایک چلو سے زیادہ پانی نہ پیا۔ اور آخر اس تابوت سکینہ کو حاصل کر لیا جو دوسری قوم کے لوگ لے گئے تھے۔ اسی طرح تلمیحاً لوگوں پر یہ ظاہر کر دیا گیا کہ رسول اللہ کے سوا نہ تو کسی شخص میں امیر العالمین بننے کی صلاحیت ہے اور نہ کوئی اس گم شدہ "تابوت" یعنی مکہ کو واپس لینے کی ہمت رکھتا ہے۔ اس کارنامے کے لئے دولت مند ہونا ضروری نہیں۔ صاحب عقل و عزم امیر کی ضرورت ہے۔

صبر و استقامت سے فتح ہوتی ہے

Marfat.com

پھر اسی طالوت و جالوت کے سلسلہ میں بتایا گیا کہ جو لوگ صبر کرتے ہیں خواہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔ اللہ ان کا ساتھ دیتا ہے اور وہ بڑے گروہ پر غالب آ جاتے ہیں۔ جس طرح طالوت غالب آیا جالوت پر (کم من فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کثیرۃ باذن اللہ ؕ واللہ مع الصابرین) یعنی مردہ قومیں ہمت و جہاد بالانفس والاموال سے ہی زندہ ہو سکتی ہیں۔ یہی صبر و ہمت اللہ کی فوجیں (جنود اللہ) ہیں۔

جنگی مشق

اب امیرُ العالمین نے قریش کے تجارتی راستے کو قطع کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ منافقوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو مسلمان مکہ سے آتے ہیں وہ اپنی حفاظت خود کر سکتے ہیں اور قریش پر بھی یہ ثابت ہو جائے کہ مہاجرین مدینہ، انصار و یہود کی مدد سے زیادہ اللہ کی مدد پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اب تک یہ بات طے تھی کہ صرف مدینہ کے اندر انصار نے مہاجروں کی حفاظت کا عہد کیا ہے۔ مدینہ سے باہر وہ خود اپنی ذمہ داری پر جا سکتے ہیں۔

سریہ و غزوہ

اس سلسلہ میں آنحضرت نے جتنی مہمیں روانہ فرمائیں ان کے امیر ہمیشہ بنو ہاشم اور بنو المطلب میں سے ہوتے تھے۔ جس میں آپؐ خود تشریف لے جاتے تھے۔ اسے اہل مغازی نے غزوہ لکھا ہے اور جس میں دوسرے لوگ امیر ہوتے تھے انہیں سریہ کا نام دیا ہے۔ یہ ضروری نہ تھا کہ ان مہموں میں قتال کی جاتی بلکہ ابن جحشؓ نے جب غلطی سے ایک سریہ میں قتال کی ابتداء کر دی تو امیر العالمین نہایت ناخوش ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ فتح حدیبیہ سے پہلے مسلمانوں نے جتنی لڑائیاں لڑیں وہ سب دفاعی لڑائیاں تھیں اور فتح حدیبیہ کے بعد بھی جو فتوحات ہوئیں۔ ان میں امیر العالمین کی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے بہت ہی کم خونریزی ہوئی۔

طرز جنگ

Marfat.com

موجودہ زمانے میں لڑائی کے طرز میں بڑا انقلاب ہو گیا ہے۔ جنگ مہینوں نہیں بلکہ برسوں ہوتی رہتی ہے اور قومیں جانی اور مالی تباہی میں پڑ جاتی ہیں۔ بعض فنا ہو جاتی ہیں۔ اور بعض جنگ کے بعد برسوں تک اقتصادی بدحالی کا شکار رہتی ہیں۔ لہذا قدیم تصور جنگ صاف صاف ذہن کے سامنے ہونا چاہیے۔

قدیم زمانے میں کھلے میدان میں صرف دن بھر کی لڑائی ہوتی تھی اور شام تک اس کا فیصلہ ہو جاتا تھا۔ اسی لئے شکست و فتح کا معاملہ ایک دن میں طے ہو جاتا تھا۔ البتہ جو لوگ ہار ماننے کو تیار نہیں ہوتے تھے وہ مضبوط قلعے بنا لیا کرتے تھے اور قلعہ بند ہو کر مہینوں تک حملہ آوروں کو روک سکتے تھے اور موقع پا کر دشمن کے سپاہیوں کو قتل اور ان کے سامان رسد کو چھین لیا کرتے تھے۔ اسی لئے لڑائیاں شہروں کی ہوتی تھیں۔ یعنی قومیں اپنے مرکزی شہروں اور اپنے اپنے شہری دیوتاؤں کے نام پر لڑتی تھیں۔

عربوں کا بھی یہی قاعدہ تھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر نیزوں، تلواروں سے لڑتے تھے۔ سفر اور بار برداری کے لئے اونٹوں کا استعمال ہوتا تھا اور پیدل فوج پہلے تیر اندازی کرتی تھی اور اس کے بعد دونوں فوجیں تیروں تلواروں اور کلہاڑیوں سے ایک دوسرے کو قتل کرتی تھیں۔ اسی لئے جسم کو بچانے کے لئے لوہے کی کڑیوں کا کوٹ اور سر کو بچانے کے لئے لوہے کا خود استعمال ہوتا تھا اور ہر سپاہی کو اپنا سامان جنگ اور خوراک کا سامان خود ہی سنبھالنا پڑتا تھا اور اپنے لوٹ کے مال اور غلاموں کی بھی حفاظت ہر سپاہی کو انفرادی طور پر کرنا پڑتی تھی۔ سردار فوج کے لئے مال غنیمت اور غلاموں کا چوتھائی حصہ ہوتا تھا۔

ایسی لڑائی میں اگر چند ہی افراد جنگی مشق کر چکے ہوں اور صبر و استقامت کے ساتھ، موت سے نڈر ہو کر چند گھنٹے میدان میں جم جائیں تو ان کی فتح یقینی ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہوتی تھی کہ فوجی جرنیل پورے طور پر مخالفوں کی جنگی ترکیبوں اور ان کی سازشوں سے واقف ہو اور اپنی فوج کے دل میں موت سے مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا کر سکے۔

رسول اللہ کی کامیابی کا یہی راز تھا کہ وہ اپنی ہر جنگی چال کو خفیہ رکھتے تھے اور

Marfat.com

منافق و یہود تو کیا خود مجاہدین خاص کو اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ آئندہ چال کیا ہو گی۔ اسے توریہ کہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ عرب کا یہ مقولہ جنگی نصب العین بن گیا تھا کہ الحرب خدعتہ یعنی ترکیب وچالاکی لڑائی کی کامیابی کا راز ہے۔

لہذا جو لوگ قدیم لڑائیوں کے اصلی طرز کو سامنے نہیں رکھتے اور پرانی لڑائیوں کو موجودہ جنگ کی روشنی میں دیکھتے ہیں وہ غلط نتیجوں پر پہنچتے ہیں اور مسلمانوں کی ابتدائی مدافعانہ کوششوں کو جنگ کا نام دیتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ مسلمانوں کی فوج میں کوئی غلام نہیں ہوتا تھا۔ بخلاف اس کے فارسی رومی اور دوسری اقوام غلاموں کے ذریعہ سے دوسروں کو غلام بناتی تھیں اسی لئے اکثر ناکامی کا منہ دیکھتی تھیں۔

دس سال کے مقتول

مدینہ والوں سے مکہ اور اہل عرب کے لوگ دس سال تک لڑتے رہے اور ان سب مہموں میں صرف نو میں یعنی بدر، احد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، مکہ حنین وطائف میں قتال ہوئی حالانکہ وہ غزوہ جن میں آنحضرت خود موجود تھے۔ ستائیس تھے اور وہ سریے جن میں آپ نہ تھے سنتالیس تھے۔ ان غزوہ میں ہر طرف کے زیادہ سے زیادہ ایک سو پچاس آدمی قتل ہوتے ہیں۔

جنگی مشق یا فوجی گردآوری کی مہمیں

(نوٹ:- ترتیب واقعات وغزوات میں ہم نے ابن سعد کی پیروی کی ہے۔ (دیکھئے الطبقات الکبیر ص ص ۱۷۸-۲۰۳) ابن قیم نے بھی زاد المعاد میں یہی ترتیب دی ہے)

۱۔ سریہ حضرت حمزہؓ ہاشمی

رمضان ۱ھ (دسمبر ۶۲۲ء) یا ہجرت کے ساتویں مہینے سے مہاجروں کی جنگی مشق یا فوجی گردآوری شروع ہوتی ہے۔ پہلا سفید جھنڈا امیر العالمین خود باندھتے ہیں۔ اور قریش کے قافلہ تجارت کے راستے پر حمزہؓ ہاشمی کو روانہ فرماتے ہیں۔ سمندر کے قریب

Marfat.com

سیف البحر پر ابو جہل کا تین سو آدمیوں کا قافلہ نظر آتا ہے۔ ان کے مقابلہ میں صرف تیس مہاجر صف بندی کرتے ہیں لیکن مجدی پہنچ جاتا ہے۔ اس کی دونوں فریق سے دوستی ہے۔ وہ معاملہ رفع دفع کرا دیتا ہے۔ لڑائی تک نوبت نہیں آتی۔ دونوں جماعتیں اپنے اپنے مرکز پر چلی جاتی ہیں۔

۲۔ سریہ حضرت عبیدہؓ المطلبی

امیرؐ العالمین شوال ۱ھ میں تیس مہاجروں کو عبیدہؓ کی ماتحتی میں روانہ فرماتے ہیں۔ انہیں بطن رابغ میں قریش کا ایک قافلہ دو سو آدمیوں کا ملتا ہے۔ تیر اندازی ہوتی ہے۔ حضرت سعد تیر سے زخمی ہوتے ہیں لیکن صف بندی ہو کر تلوار سے لڑائی نہیں ہوتی۔

۳۔ سریہ حضرت سعدؓ ذی قعدہ ۱ھ

بیس مہاجر محض گرد آوری کے لئے روانہ کئے گئے اور حکم دیا گیا کہ خرار سے آگے نہ بڑھیں۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش کا قافلہ ایک دن پہلے نکل گیا۔ یہ مہینہ ذی قعدہ ۱ھ کا تھا۔ اس مہینہ میں جنگ حرام تھی۔ اسی لئے حکم تھا کہ جنگ نہ کریں بلکہ قریش کے قافلہ پر سے بغیر تلوار نکالے گزر جائیں۔

عام القتال ۲ھ (۸ اپریل ۶۲۳ء)

(نوٹ:- چونکہ اس سال بدر کی لڑائی میں باقاعدہ تلوار چلی اس لئے اس سال کا نام عام القتال ہے)

سورۃ الجمعہ ع ۲۔ مسجد نبوی کا جمعہ

صفر ۲ھ میں مسجد نبوی تیار ہو گئی اور اس میں باقاعدہ نمازیں ہونے لگیں۔ جمعہ کے دن امیر العالمین نماز سے پہلے ایک خطبہ دیتے تھے جس میں قرآن کے مختلف حصوں کو پڑھ کر سناتے اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل بتاتے اور گزشتہ واقعات پر تبصرہ

فرماتے۔ چونکہ ابھی تک یہود سے مخالفت شروع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے سورہ جمعہ کا پہلا رکوع نازل نہیں ہوا تھا۔ اس جمعہ میں دوسرا رکوع سنایا گیا اور بتایا گیا کہ جمعہ کے وقت اذان سنتے ہی کاروبار چھوڑ کر ذکر الٰہی کے لئے مسجد میں آجاؤ اور نماز کے بعد پھر اپنے کاروبار میں لگ جاؤ۔ اللہ ہی روزی رساں ہے (سورہ جمعہ ع ۲)

اذان

مختلف قوموں میں کسی مجمع کے لئے بلانے کے مختلف طریقے ہیں۔ کہیں گھنٹہ بجاتے ہیں کہیں بگل سے بلاتے ہیں۔ آنحضرت نے حضرت عمر کی رائے کو پسند فرمایا اور نماز کے لئے اذان کے ذریعے سے بلانے کا طریقہ مقرر فرمایا۔

منافقین قریش کی یہودی منافقوں سے سازش اور آنحضرت کا توریہ

اسی زمانہ میں قریش نے یہودیوں سے ساز باز کر لیا۔ بعض یہودیوں نے بظاہر مسلمان بن کر مسلمانوں کی جنگی تجاویز کو ٹوہ لگانا شروع کی اور قریش کو خبریں دینے لگے۔ امیر العالمینؐ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جنگی خبروں کو نہایت ہی پوشیدہ رکھنے لگے۔ حتیٰ کہ (جیسا کہ اوپر گزرا) آیت قتال کو بھی طالوت و جالوت کے قصے میں قرآن نے بتایا اور خود رسول اللہؐ جب کبھی علانیہ فوجوں کو لے کر چلتے تو توریہ کرتے۔ یعنی یہ ظاہر کرتے کہ مشرق کو جا رہا ہوں حالانکہ مقصد مغرب ہوتا تھا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ان حالات میں اگر کوئی جنرل گھر جائے کہ جاسوس خود گھر ہی ہوں تو اس کا کام کتنا مشکل ہو جاتا ہے ایک طرف یہود، دوسری طرف مشرک منافق اور پھر خود ناتجربہ کار مسلمان، معاملہ کو بہت پیچیدہ بنا دیتے تھے۔

قریش کا مسلمانوں کو دوسرا چیلنج

یہودیوں سے سازش کے بعد قریش نے مسلمانوں کو دوسرا چیلنج دیا اور کہلا بھیجا کہ یہ نہ سمجھنا کہ یثرب میں پناہ مل گئی ہے یاد رکھو ہم وہاں پہنچ کر تمہارا خاتمہ کر دیں گے غالباً صفر ۲ھ تک یہ پیغام بھی مسلمانوں کو پہنچ چکا تھا۔

Marfat.com

غزوہ ودان:۔ معاہدہ بنو ضمرہ

اب خود امیر العالمین ؐ بنفس نفیس صفر الثانی ۲ھ میں ابوا۔ یا ودان تک ا سی مہاجروں کے ساتھ گئے۔ قریش کا تجارتی قافلہ نہیں ملا۔ یہ سفر پندرہ دن کا رہا۔

اس درمیان میں دو اہم باتیں ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ مدینہ چھوڑتے وقت آپؐ نے سعد بن عبادہ کو اپنا جانشین بنا کر مدینہ کا کاروبار ان کے ہاتھوں میں دیا۔ دوسرے یہ کہ ودان کے قریب بنو ضمرہ سے دفاعی معاہدہ ہوا۔ یاد رکھیے کہ بنو ضمرہ مشرک تھے اور اس جنگی معاہدہ میں ان کو برابر کا معاہدہ اس لئے بنایا گیا تھا کہ وہ ان مشرکوں سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے تھے جو مومنوں پر حملہ کرنے والے تھے یا مومنوں کے علانیہ دشمن ہو چکے تھے

غزوہ و معاہدہ بواط:۔ ربیع الاول ۲ھ

مدینہ پر سعدؓ بن معاذ کو خلیفہ بنا کر امیر العالمینؐ دو سو مہاجروں کے ساتھ کوہ بواط کی طرف گئے۔ امیہ بن خلف کا سو آدمیوں اور ڈھائی ہزار اونٹوں کا قافلہ نہیں ملا۔ لیکن بواط کے باشندوں کو آپؐ نے امداد باہمی کے معاہدہ میں شریک کر لیا۔

حملہ کرز

اسی مہینہ میں کرز بن جابر نے مدینہ کی چراگاہوں پر مکہ سے آ کر حملہ کیا اور امیر العالمین کے بہت سے جانور ہانک لے گیا اور اپنی لوٹ مار کا سکہ جما گیا۔

غزوہ تلاش کرز

امیر العالمینؐ کو جونہی اس کی خبر ہوئی انہوں نے زید بن محمدؐ کو مدینہ پر خلیفہ بنایا علیؓ بن ابی طالب کو علمبردار مہاجرین بنایا اور کرز کی تلاش میں چل نکلے۔ مگر وہ جا چکا تھا۔ اس لئے مدینہ واپس آ گئے اور یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان بھی مقابلہ سے ڈرنے والے نہیں۔

Marfat.com

سامان جنگ کے لئے چندہ (انفاق)

دنیا خوف اور بھوک میں مبتلا تھی۔ لیکن ان کو خوف اور بھوک سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ ہاں اس وقت ایک جماعت اپنے وطن سے دور خود بھی بے سرو سامانی کا شکار تھی۔ لیکن اس پریشانی کو دور کرنے کو صرف اپنی پریشانی نہیں سمجھتی تھی بلکہ اپنے ساتھ کل دنیا کو اس سے "نجات" دلانا چاہتی تھی۔ گویا اس جماعت کے سامنے ذہنی غلامی اور اقتصادی بھوک سے آزادی ہی کا نام "دین حق" اور "نجات" تھا۔ مدینہ میں آکر اس جماعت کے لیڈر نے پہلے تو مدینہ میں۔ پھر اطراف مدینہ میں ایک دفاعی محاذ بنایا اور اس کے بعد اس اللہ کی فوج کے لئے سرو سامان مہیا کرنے کے لئے چندہ شروع کیا۔ اس چندہ کو قرآنی اصطلاح میں انفاق کہتے ہیں۔ قرآن میں اس زمانہ میں یہ تعلیم دی گئی۔

بقرہ ۳۴ ع دنیا کو ظلم سے بچاؤ

مسلمانوں۔ کافروں کے ظلم سے دنیا کو بچانے کے لئے انفاق کرو۔ یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں زبردستی و اکراہ کو دخل نہیں۔ اللہ کے دوست بننے کا یہی طریقہ ہے

مسئلہ شفاعت:۔ اس جگہ یہ بھی کہا گیا کہ یہ نہ سمجھو اللہ سے شفاعت کر کے کوئی تمہاری بد عملی کو نیکو کاری قرار دلوا سکتا ہے۔

بقرہ ۳۵ ع:۔ خدا کا قانون اٹل ہے وہی قوموں کو زندگی بخشتا ہے

دیکھو جس طرح خدا کے قانون کے مطابق سورج مشرق سے نکلتا ہے اور کوئی اسے مغرب سے نہیں نکال سکتا۔ اسی طرح قانون الٰہی کے مطابق زندہ قومیں مردہ اور مردہ قومیں زندہ ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ ہی مردوں کو زندہ کر سکتا ہے وہی طاقت والا اور حکمت والا ہے۔ (یہ رکوع فصل چہارم میں بھی درج کیا گیا وہاں دیکھ لیجئے)

بقرہ ۳۶ ع۔ نفع کے خیال سے خیرات نہ کرو

انفاق خوف و حزن سے بچاتا ہے۔ لیکن انفاق کرنے والے کو چاہئے کہ بغیر نفع کی

Marfat.com

لالچ کے صدقہ دے اور کسی پر احسان بھی نہ دھرے۔ خالصتاً لوجہ اللہ انفاق ہی باعث ثواب ہے۔ یہ صدقہ صادقہ ہے ورنہ اللہ اور یوم آخر کو مانے بغیر جو صدقہ محض دکھاوے کے طور پر دیا جاتا ہے وہ بے سود ہے اور صدقہ ریائی ہے۔ اس کھیتی کا کوئی پھل نہیں ملتا اس لئے کہ اس کا صدقہ ہی غلط ہے۔

بقرہ ۳۷ع:۔ صدقہ کا مصرف

جو لوگ اپنا وقت قوم کے بھلے کے لئے (مثل اصحاب صفہ) کے خرچ کر رہے ہیں اور تجارت نہیں کر سکتے۔ نہ ان کی غیرت انہیں کسی سے مانگنے کی اجازت دیتی ہے۔ اس پر صدقات کو خرچ کرنا چاہئے۔ بہرحال جو خرچ بھی کیا جائے نیکی کے راستے میں کیا جائے۔ شیطانی راستے میں نہ کیا جائے۔

مسئلہ شفاعت اور مختلف اقوام کے تصورات

یہود میں یہ تصور تھا کہ ہم اللہ کے برگزیدہ بندے (ابناء اللہ) ہیں۔ لہذا اگر کوئی یہ سمجھے کہ ہم جہنم میں مر جائیں گے تو یہ صحیح نہیں۔ بفرض محال اگر کہے بھی تو چند روز تکلیف کے بعد پھر جنت یا راحت مل جائے گی۔

نصاریٰ کا یہ تصور تھا کہ ہمارے گناہوں کے کفارہ میں، جو حضرت آدم کے گناہ کی بدولت نسلاً بعد نسل چلا آ رہا ہے۔ خدا نے صلیب دی اور اب ان کی شفاعت یا سفارش کی وجہ سے ہمارے گناہ معاف ہو گئے۔

مسلمانوں کو یہاں یہ بتایا گیا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا بوجھ کوئی دوسرا اٹھا سکے گا (لا تزر وازرۃ وزر اخرىٰ) یہود کی طرح (جن کا قصہ آگے آ رہا ہے) اگر تم نے عمل صالح یعنی انفاق و جہاد نہ کیا تو تمہاری خود بخود فتح ہو جائے گی۔ جو کچھ کرنا ہے تمہیں کرنا ہے۔ جماعتی زندگی میں پوری جماعت کو جدوجہد کرنا ضروری ہے ورنہ سفارش اور شفاعت سے اللہ آ کر تمہاری طرف سے جہاد نہ کرے گا۔ البتہ جو لوگ اس پر بھروسہ رکھیں گے۔ ان کو باوجود قلت کے، کثرت پر فتح یاب کرے گا۔ آمنوا و عملوا الصلحٰت کے بعد ہی کامیابی یقینی ہے (دیکھئے آگے سورۃ المائدہ ۴)

Marfat.com

بنو مدلج سے دوستانہ معاہدہ

جمادی الثانی ۲ ھ بنو مدلج سے بھی دوستانہ معاہدہ ہو گیا اور یہ طے پایا کہ بنو ضمرہ کی طرح وہ بھی امیر العالمین کے حریف رہیں گے۔

غزوہ ذوالعشیرہ

جمادی الثانی ۲ ھ میں امیر العالمین دو سو آدمیوں کے ساتھ نکلے اور ینبوع البحر کے قریب ذوالعشیرہ تک گئے۔ کاروان قریش نہیں ملا۔ اس غزوہ میں حمزہ علمبردار تھے اور مدینہ میں ابو سلمتہ مخزومی خلیفہ بنائے گئے تھے۔

المائدہ ۴ع قوم موسیٰ کی کہانی سے ہمت افزائی

مسلمانو بنو اسرائیل کی قوم کو موسیٰؑ نے آزادی دلانے کے بعد کہا کہ آؤ ارض فلسطین پر حملہ کر کے فتح کر لیں۔ لیکن وہ دو سو سال کی غلامی میں رہ کر بزدل ہو چکے تھے اور کہنے لگے کہ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑے اور فتح کر دے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ چالیس سال تک بیابان سنائی میں سرگرداں پھرتے رہے۔ جب نئی پود پیدا ہوئی تو آگے بڑھ سکے۔

مقصد یہ ہے کہ ہمت کرنے والوں کی اللہ مدد کرتا ہے۔ ہمت باندھو کہ جلد فتح کر لو گے۔

المائدہ ۵ع ایک شخص کا قتل کل عالم کا قتل ہے

قابیل نے بلاوجہ اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ اور وہ اس کی پاداش میں جہنم میں گیا۔ لہٰذا اے مسلمانو یاد رکھو کہ یہی اللہ کا قانون ہے اور توراۃ کے احکام میں بھی یہی درج ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو (ناحق یا بغیر بغاوت کے) قتل کرتا ہے تو وہ گویا کل انسانوں کا قاتل ہے۔

اور قرآن یہ کہتا ہے کہ جس نے ایک شخص کی جان بچائی اس نے گویا کل انسانیت کی جان بچائی۔ دست درازی کرنا قانون الٰہی کے خلاف ہے۔

Marfat.com

ساتویں فصل

سید المجاہدین

فتح بدر تا احد

رجب ۲ھ تا شوال ۳ھ۔ اکتوبر ۶۲۳ء تا جنوری ۶۲۵ء

آہ یہ آنکھ کے اندھے، عقل سے عاری، مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔
اگرچہ میں ان سب کو معزز اور مہذب بنانا چاہتا ہوں۔
یہ میرے قتل کے درپے ہوئے۔ میں نے معاف کیا۔
یہ بدر میں لڑے۔ میں نے معاف کیا۔
یہ غلام بن کر میرے سامنے آئے۔ میں نے آزاد کر دیا۔
اور یہ عام قانون بنا دیا کہ اب کوئی غلام نہ بنایا جائے گا۔
نہ کسی دشمن کے مردے کی بے عزتی کی جائے گی۔
خواہ وہ کتنا ہی بڑا دشمن کیوں نہ ہو۔
میں دوستوں ہی کی نہیں، دشمنوں کی بھی بھلائی چاہتا ہوں۔
مجھے عفو و احسان میں لذت محسوس ہوتی ہے۔
کاش وہ بھی اس لذت سے واقف ہو جائیں (سید المجاہدینؐ)

من لا یرحم الناس، لا یرحمہ اللہ (الحدیث)

بد خواہ ہیچ بمقصد نہ رسد
یک بدنکند تا بخودش صد نہ رسد
من نیک تو خواہم و تو خواہی بدمن
تو نیک نہ بینی و بمن بد نہ رسد
(خیام)

سید المجاہدینؒ

اطیعو اللہ ورسولہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ○ وجاھدوا فی سبیل اللہ بالاموال والانفس ○ قل یایھاالذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس، فتمنوا الموت ان کنتم صدقین: ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (ای بالزبا).

اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ جبکہ تو نے مارا تھا تو در حقیقت تو نے نہیں بلکہ اللہ نے مارا تھا۔

اللہ کی راہ میں جان اور مال دونوں سے کوشش کرو۔ یہودیو اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم انسانوں کے مقابلے میں خدا کو دوست رکھتے ہو اور قیامت کے قائل ہو تو موت کی آرزو کرو اور ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے (یعنی سود) سے نہ کھاؤ۔

خصلتان لا یجتمعان فی مومن البخل وسوء الخلق (الحدیث)
(اللہ کو ماننے والا بخیل اور بدخو نہیں ہوتا)

بذل کن مال و خوئے نیکو و زر
راہ ایمان اگر ہمی پوئی
زانکہ در ہیچ مومنے باہم
نشود جمع بخل و بدخوئی
(جامی)

Marfat.com

ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید غزوۃ الا وری بغیرھا (کعب بن مالک صحیح بخاری تبوک)

رسول اللہؐ جب کبھی جنگ کا ارادہ کرتے تو اس کو مبہم (راز میں) رکھتے تھے۔ (صحیح بخاری)

سنہ عربی	یکم محرم	یکم صفر اول	یکم صفر ثانی	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذی قعدہ	ذی الحجہ
۲ھ عام القتال	·	·	·	·	·	·	·	دوشنبہ ۳۱ اکتوبر ۶۲۳ء	چہارشنبہ ۳۰ نومبر	پنجشنبہ ۲۹ دسمبر	شنبہ ۲۸ جنوری ۶۲۴ء	یکشنبہ ۲۶ فروری	سہ شنبہ ۲۷ مارچ
۳ھ عام الامتحان	چہارشنبہ ۵ اپریل ۶۲۴ء	·	جمعہ ۲۵ مئی ۶۲۴ء	یکشنبہ ۲۴ جون ۶۲۴ء	سہ شنبہ ۲۴ جولائی ۶۲۴ء	چہارشنبہ ۲۲ اگست ۶۲۴ء	جمعہ ۲۱ ستمبر ۶۲۴ء	شنبہ ۲۰ اکتوبر ۶۲۴ء	دوشنبہ ۱۹ نومبر ۶۲۴ء	سہ شنبہ ۱۸ دسمبر ۶۲۴ء	جمعرات ۱۷ جنوری ۶۲۵ء	·	·

سید المجاہدین: کمزوروں کی مدافعت

روم کی فتح

۶۲۳ء میں ہرقل کی فوجوں نے بوڑھے خسرو پرویز سے اس کی سلطنت کے کچھ علاقے چھین لئے اور نصرانی پادریوں نے سلطنت کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ اصلی صلیب جو ساسانی چھین لے گئے تھے وہ واپس لائی جائے۔ اس طرح مذہب کے نام پر ایک صلیبی جنگ شروع کر دی گئی تاآنکہ ۶۲۴ء میں رومیوں نے آذر بائیجان کا آتش کدہ مسمار کر دیا۔

عام القتال ۲ھ ابتدائے قتال۔ سریہ نخلہ۔ یمنی تجارت پر حملہ

ماہ حرام رجب ۲ ھ کے اواخر میں سید المجاہدین نے حسب دستور عبداللہ بن جحش اسدی کو بارہ مہاجرین کے ساتھ قریش کی خبریں معلوم کرنے کے لئے بھیجا اور ایک خط دیا کہ دو روز سفر کرنے کے بعد اسے پڑھنا اور عمل کرنا۔ دو روز کے بعد خط کھولا گیا تو اس میں یہ حکم تھا کہ "نخلہ تک چلے جاؤ (یہ مقام مکہ اور طائف کے درمیان تھا۔ اور ادھر سے یمن کے تاجر رجب کے مہینے میں آیا جایا کرتے تھے۔ اور سید المجاہدین اس بات سے خوب واقف تھے)

"نخلہ پہنچ کر قریش کی گھات میں رہو اور ہم کو ان کی خبریں معلوم کر کے بتاؤ اور دو روز کے بعد جب ادھر کا رخ کرو تو کسی ساتھی کو ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرو۔" یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ سفر نہایت خطرناک تھا جس جگہ جانے کا حکم تھا وہ مکہ سے بہت قریب تھا گویا عین دشمن کے گھر سے گزرتا تھا اور جس طرح کرز بن جابر مدینہ کی چراگاہوں تک پہنچ کر حملہ کر چکا تھا۔ اسی کا ایک حد تک جواب تھا مگر یہ منشا نہیں تھا کہ اس حرام مہینہ (رجب) میں قتال یا لوٹ مار کی جائے۔

ابن جحش نے ساتھیوں کو خط کے مضمون سے آگاہ کیا تو سب نے ساتھ چلنے پر رضا مندی ظاہر کی اور ۳۰ رجب ۲ھ (مطابق ۲۹ نومبر ۶۲۳ء) کو یہ لوگ نخلہ پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ قریش کا ایک مختصر سا قافلہ تجارت ٹھہرا ہوا ہے اور مطمئن ہے کہ رجب کے مہینہ میں ان پر کوئی حملہ نہ کرے گا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں نے انہیں دھوکہ دینے کو اپنے سر منڈوا دیئے تھے تاکہ وہ لوگ یہ سمجھیں کہ حاجی ہیں رجب کا عمرہ کر کے واپس آ رہے ہیں۔

مسلمانوں نے یہ مشورہ کیا تو یہ طے پایا کہ اگرچہ رجب کے مہینہ میں قتال حرام ہے لیکن اگر انہیں آج چھوڑ دیا تو کل تک وہ سرزمین حرم مکہ میں داخل ہو جائیں گے لہٰذا حملہ کر دو۔ اس پر واقد نے ایسا کاری تیر مارا کہ عبداللہ حضرمی قتل ہو گیا اور ان لوگوں نے دو قیدی بھی بنا لئے۔ جتنا سامان تھا اسے مال غنیمت سمجھا اور کافی تعداد میں تیل، شراب اور بھیڑ مدینہ لائے اور حسب دستور اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ سردار قوم کو پیش کیا یہ پہلی خمس تھی جو ابن جحش کے حکم سے نکالی گئی اور صحابہ میں تقسیم کی

Marfat.com

گئی۔ اس کے علاوہ دونوں مشرک قیدیوں کا فدیہ بھی سید المجاہدین نے لے لیا اور انہیں آزاد کر دیا۔

بقرہ ع ۲۷۔ فتنہ قتل سے بھی برا ہے

اس کے بعد قرآن نے بتایا کہ "اس میں شک نہیں کہ حرام مہینوں میں قتال کرنا بہت برا ہے لیکن اگر اللہ کی عبادت اور مسجد مکہ سے زبردستی روکا جائے اور اللہ کو نہ مانا جائے اور اس کے باشندوں کو نکال باہر کیا جائے تو یہ سب باتیں قتال سے بھی بری ہیں اور کسی کو مجبور کرنا تاکہ اپنے ضمیر کی آواز پر عمل نہ کرے بلکہ دین سے پھر جائے یہ تو قتل سے برا بھی ہے۔

آزادی رائے کے لئے قتال بھی کرنا پڑتا ہے

قتال کا جواز طالوت و جالوت کے قصہ میں بیان کیا جا چکا ہے لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ ظلم کرنا اور بلا وجہ کسی کو قتل کرنا ایسا ہے جیسے کل عالم کو قتل کرنا۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ "اگر انسان کو دین سے پھیرا جائے اور رائے حق سے منحرف کیا جائے یا اسے ایسی جگہ جانے سے روکا جائے جیسی کہ مسجد حرام ہے تو خواہ شہر حرام ہی کیوں نہ ہو قتل کرنا مقابلتاً کم برا ہے۔ یعنی شہر حرام میں قتال "بری چیز" (کبیر) ہے لیکن فتنہ یعنی آزادی رائے سے زبردستی محروم کرنا، قتل سے "زیادہ برا" (اکبر) ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سید المجاہدین نے مسلمانوں کو جو قرآنی حکم سنایا وہ یہ تھا کہ قتال ہر حال میں بری چیز ہے لیکن اگر انسان مجبور کر دیا جائے اور اس کی آزادی رائے و عمل خطرہ میں ہو تو پھر قتال بھی جائز ہے۔ اگرچہ یہ برا ہے لیکن مقابلتاً کم برا ہے۔

یہودیوں کی شرارتوں کے باوجود

مکی دور میں قرآن نے پہلے نصاریٰ اور پھر یہود کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ مدینہ آ کر آنحضرت نے یہود سے امت واحدہ بننے کا معاہدہ کیا۔ لہذا یہود کی شرارتوں کے باوجود بھی قرآن نے توراۃ و انجیل کو نہیں جھٹلایا البتہ شریر اور ظالم یہودیوں کو

Marfat.com

ضرور برا کہا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ سب یہودی برے تھے۔ یا ان کا دین غلط تھا یا توراۃ وانجیل محرف ہیں۔ صرف ترتیب نزول قرآن سے یہ حقیقت کھلتی ہے ورنہ عام مفسر جملہ یہود کو مغضوب اور توراۃ کو محرف کہنے لگتے ہیں جو غلط ہے۔

یہودیوں اور مشرکوں دونوں میں منافق موجود تھے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ سید المجاہدینؐ کے ساتھ جو مہاجر ہیں وہ نہ صرف شامی تجارت کو منقطع کر سکتے ہیں بلکہ وہ یمن کی تجارت کو یکہ پیچ کر ختم کر سکتے ہیں تو ان کے کان کھڑے ہوتے۔ مشرک منافقوں کی ہمت تو نہ پڑی۔ مگر یہودیوں نے اپنی موروثی فرقہ پرستی کو جلد ظاہر کر دیا۔ اگرچہ ان کا شہر حرام کی لڑائی سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن ایک نے کہا۔ واقدؓ نے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔ دوسرا بولا۔ حضرمی نے جنگ حاضر کر دی اور عمرو نے جنگ کو فروغ دے دیا (عمرت الحرب) (ابن ہشام) کچھ ایسے تھے جو دین ابراہیم کو یہودی مذہب کہتے تھے۔ بعض سلیمانؑ سحر (جبت) کرنے والا بتاتے تھے۔ کوئی منکر خدا بن گیا تھا۔ (ابن ہشام ۴۴۔۷۴۴) اس کے علاوہ اسلامی مواخات اور اقتصادی مساوات نے ان کے سودی کاروبار کو ختم کر دیا تھا۔

بقرہ ۱۷ع: یہود کی آزمائش تحویل قبلہ شعبان ۲ھ

سید المجاہدین نے یہود کو بتایا کہ جس ابراہیم کی نسل سے تم ہو، اسی سے بنو اسمٰعیل یعنی اہل عرب بھی ہیں۔ اس حیثیت سے سب برابر ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمان تمہارے نبیوں کو اپنا نبی اور توراۃ کو خدا کا کلام مانتے ہیں۔ اس اعتبار سے تم دونوں ہم خیال ہو۔ لہٰذا آؤ سب مل کر خدا کے اس پہلے گھر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں جسے ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ دونوں نے بنایا تھا۔ دارالسلام (یروشلم) بھی مسجد ہے، بیت اللہ ہے۔ لیکن سلیمانؑ بن داؤدؑ کے زمانے میں بنا ہے جو حضرت ابراہیم کے بہت بعد کا زمانہ ہے۔ حضرت ابراہیم یہودی نہ تھے بلکہ ان کی اولاد کی ایک شاخ یہودی ہے (بقرہ ۱۷) اور اس واقعہ کو اب یہودی بھی تسلیم کرتے تھے کہ بنو ابراہیم عبری نسل سے تھے اور یہودی یہودا کی اولاد سے ہیں اس کے بعد سید المجاہدین نے شعبان ۲ھ میں بجائے مسجد

اقصیٰ کے بیت العتیق (کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز شروع کر دی اس تحویل قبلہ نے منافق یہودیوں کا راز کھول دیا۔ انہوں نے کعبہ کو قبلہ ماننے سے انکار کر دیا اور وہ علانیہ۔ یہود بن گئے اور جو چند یہودی منافقانہ طور پر باقی رہ گئے تھے انہیں بھی آنحضرت نے مسجد نبوی سے نکلوا دیا (ابن ہشام ۲۱۸)

بقرہ ۱۸ ع ۱۹ ع۔ مقصود نیکو کاری ہے

..یہودیوں سے کہا گیا کہ اس میں کیا دھرا ہے کہ کس طرف کو منہ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے۔ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف نماز پڑھنا اس لئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ترین بیت اللہ ہے۔ لیکن اصل چیز یہ ہے کہ نیکی کرنے میں ایک دوسرے سے مسابقت کرو۔" اس طرح بنو اسرائیل اور بنو اسماعیل دونوں متحد ہو جائیں گے اور موسوی قبلہ کو ترک کر کے ابراہیمی قبلہ اختیار کر لیں گے۔

بقرع ۲۲۔ مصدق کون ہیں اور نیکی کیا ہے

نیکی کے دو پہلو ہیں ایک اللہ اور یوم آخر اور اس کے قوانین پر اور اس کے پیمبروں پر ایمان رکھنا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ اللہ کی محبت میں اپنا مال حقداروں پر خرچ کرنا ورشتہ دار۔ یتیم۔ محتاج۔ مسافر۔ غلام۔ مقروض وغیرہ پر، جو عہد کیا جاتے وہ وفا کرنا، مصیبت، دکھ اور جنگ میں صبر و استقامت سے کام لینا ان ہی لوگوں کو مصدق اور متقی کہا گیا ہے۔"

.جماعتی قصاص، مساوات و عدل کی بنیاد ہے

" جو قتل کرے گا سزا پائے گا۔ اگر وہ سزا سے بچ جاتے تو سوسائٹی میں نظم باقی نہیں رہتا۔ لہذا تم پر قصاص لینا فرض ہے۔" (یعنی قصاص انفرادی نہ رہے گا بلکہ جماعت کی طرف سے قصاص لیا جاتے گا اور طاقت ور کو بھی سلطنت کے قانون کے سامنے جھکنا پڑے گا)

بقرہ ۲۱ ع۔ یہودی کتمان بینات اور حرام حلال

Marfat.com

"یہودیوں نے حرام و حلال غذائیں اپنے دل سے گھڑلی ہیں اور اونٹ کا گوشت بھی نہیں کھاتے۔ اس کے علاوہ توراۃ کے بہت سے احکام کی پابندی نہیں کرتے اور ان کو چھپاتے ہیں۔ یہ قیامت میں پکڑے جائیں گے۔ خود غلامی کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ لیکن لوگوں کو قرض کے عوض میں غلام بناتے ہیں۔

بقرہ ۹۔۲۱۔ یہود کی بے دینی تحریف احکام الٰہیہ۔ قیامت کا انکار۔

"اس کے علاوہ اپنے دل سے تاویلیں کر کے اور نئی نئی شرحیں لکھ کے انہوں نے مفہوم قوانین توراۃ کو بدل ڈالا ہے۔" (بقرہ ۹۔۲۱)

"بعض کہتے ہیں کہ قیامت میں خدا پیدا نہ کرے گا۔ یہ فریق (یعنی صدوقی) توراۃ کو جان بوجھ کر بدلتا ہے اور اسے نہیں ماننا چاہتا۔ اس کے علاوہ توراۃ میں ایک نبی کے آنے کا ذکر ہے جو نبی اسماعیل سے ہوگا، لیکن یہ اسے بھی چھپاتے ہیں۔

یہودیو توراۃ کے احکام کو پورے طور پر مانو۔ یہ نہ کرو کہ آدھے کو مانو اور آدھے کو نہ مانو۔ قتل کرنا تو جائز سمجھو اور قیدی کو فدیہ دے کر چھڑانا ناجائز سمجھو۔ یہ ایسے سخت دل اور زر پرست سود خور لوگ ہیں کہ حق پر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ یہ اس وقت عزیر پرستی کرتے تھے جبکہ ان کی توراۃ دی گئی تھی اور غیر اللہ کی پرستش کو منع کیا گیا تھا ان میں بعض (فریسی) یوم الآخر کو مانتے ہیں۔"

یہودیو موت کی آرزو کرو:

اگر وہ صدق دلی سے اسے مانتے ہیں تو انہیں موت کی آرزو کرنا چاہیے تاکہ وہاں جنت میں جاکر آرام سے رہیں۔ لیکن وہ ہرگز ایسی دعا نہ مانگیں گے۔ اس لئے کہ آخرت پر بھی ان کا ایمان پکا نہیں ہے۔ (دیکھئے سورہ زخرف) اور مشرکوں کی طرح یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہزار سال تک زندہ رہیں اور سود خوری سے پیٹ بھرتے رہیں (بقرہ ۱۲ ع)

مشرک اور یہودی اعتراض کرتے ہیں کہ کتاب اللہ (توراۃ) وغیرہ میں جو احکام نازل ہوتے ہیں انہیں خدا کیوں بھلا دیتا ہے یا خدا انہیں کیوں منسوخ کر دیتا ہے۔ جاری کیوں

Marfat.com

نہیں رکھتا تو انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جو دلائل الہیہ خدا بھلا دیتا ہے یا ان سے بہتر احکام و دلائل وجود باری (یعنی آیات) نازل کر دیتا ہے۔ یہودی اور مشرک دونوں نہیں چاہتے کہ تم مومن باللہ بنو بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد مسلمان کافر ہو جائیں اور قبلہ سے منحرف ہو جائیں وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح موسیٰ سے کہا تھا ارنی اللہ جھرۃ ویسے ہی انہیں خدا کو دکھا دوں)

"بہر حال چونکہ ان یہودیوں سے معاہدہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا ابھی خدا کا یہی حکم ہے کہ ان سے صلح کے ساتھ رہو اور ان کی شرارتوں کو بخش دیا کرو۔ آئندہ جو خدا حکم دے گا اس پر عمل کیا جائے گا۔ (بقرہ ۱۳)

یہود و نصاریٰ ایک ہو جاؤ اور توراۃ پر عمل کرو

"افسوس ہے کہ یہود و نصاریٰ باوجودیکہ اہل کتاب ہیں لیکن ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں (بقرہ ۱۴)" اے بنی اسرائیل توراۃ پر عمل کرو۔" (بقرہ ۱۵) لیکن یہ یہودی دین ابراہیم سے منحرف ہو گئے ہیں۔ دیکھو اسرائیل یعنی تمہارا جد اعلیٰ یعقوب بھی رب العالمین کو مانتا تھا۔ لہٰذا یہودی یا اسرائیلی نہ بنو بلکہ ابراہیمی بنو۔ (یعنی نسلی افتخار کو چھوڑ کے خدا کے بندے مثل ابراہیم کے بن جاؤ۔)

چند مختلف فیہ مسائل مدینہ

یاد رکھیئے کہ مدینہ میں یہود سے اتحاد کی گفتگو ہو چکی ہے۔ لیکن وہ مشرکین مکہ کی شرارتوں اور خود اپنی کنجوسی کی وجہ سے دین ابراہیمی کے ماننے کے لئے تیار نہیں بلکہ دین موسوی کو بھی پس پشت ڈال کر سود کے ذریعے لوگوں کو غلام بنا رہے ہیں باوجودیکہ ان کے قانون کے اعتبار سے غلامی حرام تھی۔ آنحضرت نے اس زمانے میں یہودیوں سے سخت کلامی نہیں کی۔ نہ ان کی کتاب کو جھوٹا کہا۔ وہ مسلمانوں کے معاہد اور بظاہر دوست تھے اس لئے جو مسائل عدم ترتیب واقعات کے لحاظ سے پیدا ہو گئے ہیں وہ محتاج ہیں مثلاً

Marfat.com

۱۔ قرآن کل کتب الہیہ کا مصدق ہے

قرآن نہ صرف توراۃ و انجیل کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ کتب الہیہ ہیں۔ کتب شیطان نہیں ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس سے پہلے "صحف ابراہیم" بھی خدا کے قانون یا کتب الہیہ تھے (ھوالحق مصدق لما معھم رکوع ۱۱)

بقرہ ع ۱۶: ملت ابراہیم: اسلام ہے

الہ واحد کی عبودیت اسلام ہے اور ان کل قوانین کو ماننا اسلام ہے جو مختلف رسولوں پر نازل ہوتے۔ کسی نبی میں تفریق نہ کرو

لا نفرق بین احد منھم سے یہی مراد ہے کہ خدا کی بندگی کے سلسلے میں کسی نبی کی تعلیم سے منہ نہ پھیرو اور ایک تعلیم یا نبی کو اونچا اور دوسرے کو پست نہ بناؤ۔ صرف موسیٰ کی توراۃ ہی نہیں بلکہ صحف ابراہیم اور قرآن کو بھی مانو۔

ھو ربنا و ربکم

دیکھو اللہ ہی تمہارا آقا ہے اور وہی ہمارا بھی آقا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ تہارا خدا کوئی اور ہے اور ہمارا یا ابراہیم کا دوسرا ہے۔ اسی طرح نبی بھی اسی اللہ کے ہیں (خواہ وہ ابراہیم ہوں یا محمدؐ ہوں) موسیٰ سے پہلے جو نبی ابراہیم و اسحاق کے گزرے ہیں وہ یہودی یا نصرانی کیسے ہو سکتے ہیں۔ لہذا صرف موسیٰ کی تعلیم کے ماننے پر اصرار کرنا درست نہیں اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جو کچھ توراۃ میں ہے ہم صرف اسے مانیں گے اور جو اس کے علاوہ ہے اسے ہم نہ مانیں گے (قالوا نومن بما انزل علینا ویکفرون بما ورائہ۔ وھوالحق مصدق لما معھم رکوع ۱۱) دیکھو قرآن تو توراۃ کی تصدیق کرتا ہے۔ پھر تم کیوں قرآن و صحف ابراہیم کی تصدیق نہیں کرتے۔؟

۲۔ قرآن کی کوئی آیت نہ منسوخ ہے نہ بھلائی گئی ہے

ما ننسخ من آیتہ او ننسھا) کی وجہ سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ خود قرآن کی بہت سی آیتیں منسوخ التلاوۃ یا منسوخ الحکم یا دونوں ہیں۔ اگر ترتیب واقعات اور شان نزول کو

Marfat.com

پیش نظر رکھا جائے تو یہ سراسر غلط ثابت ہوتا ہے۔ تنسخ سے مراد محدود حکم کو عام بناتا ہے۔

تبدیل آیت توراۃ

خدا کے قانون میں تبدیل و تحویل نہیں اگر ایسا ہو تو علت و معلول کا سلسلہ ہی ختم ہو جائے اور یہ عالم عالم کون کی جگہ عالم فساد (CHAOS) بن جائے۔ لہذا جس طرح طبعی قوانین ناقابل تبدیل ہیں اسی طرح اخلاقی قوانین بھی اٹل ہیں۔ مختلف احوال کے بدلنے پر جس طرح طبعی قوانین اپنے نئے اعمال کے پابند ہیں اسی طرح اخلاقی قوانین بھی مجبوراً پابند ہیں۔ احوال بدلتے ہیں۔ قانون نہیں بدلتے۔ قبلہ کی طرف منہ کرنے کا عالمگیر قانون نہیں بدلا، بلکہ یہود کے مخصوص قانون کو کہ صرف یروشلم قبلہ ہے عام کیا گیا۔

حضرت موسیٰ نے جب بنو اسرائیل کو مصری غلامی سے آزاد کرایا تو ان کا مقصد دار السلام (یروشلم) تھا۔ ان کی قوم اپنے جد اعلیٰ ابراہیم کے قبلہ یعنی کعبۃ اللہ کو بھول چکی تھی۔ غلامی کی حالت میں مصری دیوتاؤں کی پرستش کرنے لگی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی بنو اسماعیل ہمیشہ آزاد رہے ہیں اور اب بھی ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے یروشلم کو قبلہ بنالیا۔ وہ بھول چکے تھے کہ اصلی ابراہیمی قبلہ مکہ میں ہے۔ قرآن نے اسے یاد دلایا۔

مدینہ آکر آنحضرت نے تسلیم کیا کہ توراۃ سچی کتاب ہے لیکن اب وقت آگیا ہے کہ بنو اسرائیل اور بنو اسماعیل دونوں اپنے باپ ابراہیمؑ کے قبلہ کی طرف رخ کریں۔ یہ نئی آیت نہیں بلکہ بہتر آیت ہے (نات بخیر منہا) سے یہی مراد ہے قبلہ ابراہیمی کے اختیار کر لینے سے وحدت دین و وحدت اقوام میں ترقی ہوتی ہے اور ایک بھولی ہوئی ابراہیمی آیت پر عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ کہا گیا ہے لکل اجل کتاب یعنی ہر زمانے و ماحول کے لئے ایک مخصوص قانون ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر قانون خداوندی قائم رہتا ہے لیکن ماحول کے اعتبار سے اس قانون کا عمل مختلف نتیجے پیدا کرتا ہے۔ قانون نہیں بدلتا بلکہ ماحول کے بدلنے سے اس قانون کے اثرات بدل

Marfat.com

جاتے ہیں۔ یہی قانون الٰہی ہے (دیکھئے البقرہ رکوع ۱۵ ۔ دعائے ابراہیم۔ خدایا اس شہر مکہ کو دارالامن و دارالسلام (یروشلم) بنادے اور کعبہ کو لوگوں کے لئے اجتماع اور امن کی جگہ بنادے۔ واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا۔۔۔السجود)

ابراہیمی قانون کی بھولی ہوئی آیت

یہ ابراہیمی قانون یعنی صحف ابراہیم کی بھولی ہوئی آیت یا حکم ہے یہ موسوی حکم متعلق قبلہ سے بہتر ہے لیکن یہود نے اس بھولے ہوئے اتحاد انسانیت کے بہتر حکم کو ماننے سے انکار کر دیا۔

مومنوں کو تحریف لفظی کی ممانعت

چونکہ یہودیوں کے ساتھ رہنے خود مومن بعض وہ لفظ اور محاورے بولنے لگے تھے جو یہود تحریف لفظی کے سلسلہ میں بولتے تھے۔ اس لئے انہیں حکم دیا گیا کہ سلیس اور غیر مبہم لفظ انظرنا (ادھر دیکھو) بولا کرو اور یہود کی طرح راعینا (جس کے معنی ہمارے چرواہے بھی ہوتے ہیں) نہ بولا کرو یعنی زبان اٹھلا کر نہ بولو اور تحریف لفظی نہ کرو اس طرح کی تحریف سے الفاظ کے اصلی معنی بدل جاتے ہیں۔

تحریف کلمات بینات

یہی بات سورہ نساء رکوع ۸ میں آگے کی گئی ہے کہ یہود زبان اٹھلا کر بولتے ہیں۔ اور یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ الفاظ توراۃ کے ہیں مگر وہ توراۃ کے الفاظ نہیں ہیں وہ توراۃ کی آیتوں اور احکام کو چھپاتے ہیں۔

توراۃ محرف نہیں ہے

مقصد کلام یہ ہے کہ توراۃ کلام اللہ ہے۔ وہ محرف نہیں بلکہ یہود اس طرح بولتے ہیں کہ لفظوں کے معنی مبہم اور بسا اوقات غلط ہو جاتے ہیں۔ خود توراۃ کو دیکھا جائے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

بعض یہود شیطانی کلام کو توراۃ پر ترجیح دیتے ہیں

قرآن میں تحریف کے سلسلے میں چار آیتیں ہیں اور ہر جگہ ان سے یہی مراد ہے کہ بعض یہود توراۃ کو چھوڑ کر کلام شیطان یعنی کلام کاہن و جبت و طاغوت کو مانتے ہیں۔ (دیکھئے بقرہ رکوع ۱۲ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین۔۔۔ یعلمون الناس السحر۔۔۔) اور اسی سلسلہ میں سورہ نساء کے رکوع ۸ میں الم تر الی الذین اوتو نصیباً من الکتب یومنون باالجبت والطاغوت۔۔۔ یہ آگے اسی فصل میں مذکور ہے)

قرآن جملہ کتب الٰہیہ کو منوانا چاہتا ہے

غرض کہ نسخ و تبدیل آیات کے ذریعے، حسب ضرورت و حسب احوال قرآن کل قوانین الٰہیہ کو منوانا چاہتا ہے۔ ان میں سے ہر وہ قانون داخل ہے جو وحدت الٰہیہ اور وحدت و مساوات انسانیہ کی طرف لے جائے۔ اس میں صرف توراۃ نہیں بلکہ صحف ابراہیم بھی داخل ہیں۔

۴۔ جبریل، وحی معنوی یا قول نفسی

"سحر" یعنی کلام کاہن و شیطان کے مقابلہ میں "حق" کا ذکر کیا گیا اور بتایا گیا کہ کلام حق کو فرشتے لاتے ہیں ان میں سے جبریل و میکال کا نام لیا۔ یہ عبرانی لفظ ہیں جن کے معنی اللہ کی قوتیں ہیں۔ مقصود یہ ہے۔ (جیسا کہ مکہ میں بار بار کہا گیا تھا) کہ جس طرح توراۃ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ بذریعہ وحی معنوی نازل ہوتی تھی اور حضرت موسیٰ نے اسے الواح پر مصری رسم الخط میں لکھ لیا تھا۔ اسی طرح یہ قرآن بھی بذریعہ فرشتگان قلب رسولؐ پر معناً نازل ہوتا ہے (قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علیٰ قلبک باذن اللہ بقرہ رکوع ۱۲) اور جبریل نے بطور رسول کریم یا ایلچی کے خدا کے حکم سے (باذن اللہ) یہ کلام قلب رسول پر معنوی طور پر سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اسی کو عقائد کی کتابوں میں قول نفسی بھی کہا گیا ہے۔ (دیکھئے عقائد نسفی وغیرہ) یہ کلام منجانب اللہ ہوتا ہے خود اللہ کا بلفظہ نہیں ہو سکتا۔ گویا یہ خدائی کلام ہوتا ہے۔ خدا کا کلام نہیں ہوتا۔

Marfat.com

کتاب اللہ کا ترجمہ اور حدیث

اس بات کا ثبوت کہ الفاظ رسول اللہ کے ہیں یہ ہے کہ توراۃ کے الفاظ مصری تھے اور حضرت موسیٰ اور بنو اسرائیل مصری زبان بولتے تھے۔ اس کے بعد وہ توراۃ صحف ابراہیم کی طرح ضائع ہو گئی۔ اس کے مفہوم کو کئی سو سال بعد حضرت عزیر نے لکھوا دیا۔ پھر بھی اسے قرآن کتاب اللہ کہتا ہے۔ حالانکہ یہ مختلف الفاظ میں اور مختلف زبانوں میں ترجمہ در ترجمہ ہو کر آنحضرتؐ کے زمانے میں رائج ہوئی۔ یعنی حقیقت میں کتاب اللہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ انہیں الفاظ میں ہو جو نبی نے بتاتے تھے۔ اگر ان کا ترجمہ اور مفہوم بھی موجود ہو تو وہ اللہ کا حکم (کتاب اللہ) مانا جائے گا۔ اسی طرح حدیث رسول بھی کلام من عند اللہ یعنی خدائی کلام ہوتا ہے۔ اگرچہ الفاظ خود رسول کے ہوتے ہیں۔

رویائے صادقہ

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ نبیوں کو بہت سے خواب دکھائی دیتے تھے جن پر وہ عمل بھی کرتے تھے اور زبان سے بتاتے بھی تھے کہ یہ بات خدا نے خواب میں دکھائی جیسا کہ حضرت ابراہیم کا خواب تھا یا آئندہ سورہ انفال میں آنحضرتؐ کا خواب مذکور ہے کہ دشمن کی فوج کم دکھائی دی یا پھر حدیبیہ کے موقعہ پر آپؐ نے خواب دیکھا اور اسے اپنے الفاظ میں بیان کیا اور بیان ہی نہیں، اس پر عمل بھی کیا۔ یہ بھی کلام معنوی ہوتا ہے۔ کلام لفظی نہیں ہوتا۔

سورۃ الجمعہ: ع ا

"یہودیوں اللہ اور بعث بعد الموت کو مانو ورنہ تمہاری مثال گدھوں کی سی ہوگی کہ اس پر کتابیں تو لدی ہیں مگر اس پر عمل کرنا اس کی عقل سے باہر ہے (الجمعہ ع ا)

یوم آزادی بنو اسرائیل کا روزہ

Marfat.com

آنحضرتؐ جب مدینہ تشریف لائے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ اسرائیلی سال کے شروع یعنی رجب کے مہینہ میں۔یہودی روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ روزہ کس لئے ہے۔یہویوں نے کہا ہمیں اس مہینے فرعون کی غلامی سے آزادی نصیب ہوئی تھی اس کی یادگار مناتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم خود اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ سنت موسویؑ پر عمل کریں اور آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا۔ اس بات سے یہ بھی دکھانا تھا کہ مسلمان اور یہودی ایک ہی قوم ہیں لیکن یہود نے اسلامی مواخات میں شرکت نہ کی اور تحویل قبلہ کے بعد مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔

بقرہ ع ۲۳۔ روزہ رمضان ۲ھ

نبوت سے پہلے آپ کا قاعدہ تھا کہ رمضان کے مہینہ میں غار حرا پر جا کر عبادت الہی اور روزہ میں وقت صرف کرتے تھے اسے تحنث یا تحنف کہتے تھے۔ انہی زمانے میں نصاریٰ بھی چالیس دن کے روزے ۱۵ نومبر سے ۲۵ دسمبر تک رکھتے تھے۔ یہ روزے ولادت مسیحؑ کی خوشی کے روزے تھے اور چونکہ جاڑوں ہی میں ہمیشہ رمضان ہوتا تھا اس لئے مومنوں کو تکلیف بھی نہ ہوتی تھی۔ اور جو خوراک بچتی تھی وہ نادار بھائیوں کے کام آتی تھی اسی لئے بدر سے پہلے ۲ھ پورا مہینہ رمضان کا روزوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا اور وحی الٰہی سے اس کی تصدی ہو گئی اور اس میں بتایا گیا کہ جس طرح دوسری کتابی قوموں یعنی نصاریٰ پر روزہ رکھنا فرض ہے اسی طرح تم پر بھی فرض کیا جاتا ہے (تاکہ خوراک بچے اور غریب مہاجروں کے کام آئے)۔ بہرحال جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور چاہے تو بخوشی زیادہ خیرات کرے، چاہے روزہ رکھے دونوں باتیں اچھی ہیں (بقرہ ۱۸۴)

اسلامی روزہ اور صدقہ

جب بیماری، کمزوری یا سفر کا عذر باقی نہ رہے تو باوجودیکہ خیرات کی ہو پھر بھی روزہ رکھو اور روزہ کی حکمت و رحمت سے محروم نہ رہو۔ یاد رکھو کہ روزہ سے تقویٰ پیدا

ہوتا ہے (بقرہ ۱۸۳) جسمانی و روحانی پاکی خود روزہ رکھ کر ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ معذوروں کے لئے روزہ نہ رکھنا خطا، قصور یا جرم نہیں، لہذا روزہ کا فدیہ سزا نہیں ہے بلکہ وقتی رعایت و رحمت ہے اس فدیہ کا مقابلہ کفارہ سے کرنا صحیح نہیں۔

بدر کی لڑائی: یوم الفرقان۔ ۱۲ رمضان ۲ھ مطابق ۹ جنوری ۶۲۴ء۔ وہ لڑائی جس نے حق و باطل کو الگ کر دیا۔

جمادی الثانی ۲ھ (اکتوبر ۶۲۳ء) میں ذی العشیرہ کے قریب جس قافلے کے لئے ایک مہم بھیجی گئی تھی اب وہی قافلہ شام کی تجارت سے فائدہ اٹھا کر واپس آ رہا تھا۔ جناب سید المجاہدینؐ قافلوں کی آمد و رفت کے اوقات سے واقف تھے اس لئے آپؐ نے طلحہؓ اور سعیدؓ کو قافلہ کی خبر کے لئے روانہ فرمایا۔ ان کے بعد ۱۲ رمضان ۲ھ کو آپؐ بھی روانہ ہو گئے۔ آپؐ کے ساتھ چوہتر مہاجر اور دو سو اکتیس انصار یعنی کل تین سو پندرہ آدمی تھے۔ ستر اونٹ اور صرف دو گھوڑے سواری اور بار برداری کے لئے تھے۔ لیکن چونکہ ابو سفیان کے قافلے میں صرف ساٹھ آدمی تھے اس لئے مسلمانوں کی تعداد ان سے پانچ گنی تھی اور انہیں اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا اور روانگی محض اس لئے تھی کہ قافلے کو لوٹ لیا جاتے (ابن سعد)

بدر مدینہ سے اٹھانوے میل اور لال سمندر کے بندر ینبوع سے بیس میل پر واقع ہے۔ اس جگہ مسلمانوں کے جاسوس پہنچ چکے تھے اور خبر لاتے تھے کہ دو تین دن میں ابو سفیان کا قافلہ وہاں پہنچ جاتے گا۔ لیکن ابو سفیان بھی چوکنا تھا وہ خود بدر پہنچا اور اس کو خبر مل گئی کہ مدینہ والے ادھر آ رہے ہیں لہذا وہ واپس ہوا اور بدر کو چھوڑ کر سمندر کے راستے مکہ کی طرف نکل گیا۔

اس سے پہلے شام ہی سے ابو سفیان نے ضمضم کو مکہ روانہ کر دیا تھا کہ قافلہ کی حفاظت کے لئے آدمی آ جائیں۔ لیکن جب بدر کے قریب سے وہ بچ کر نکل گیا تو اس نے ایک تیز رو سانڈنی سوار مکہ بھیجا کہ اب تم لوگوں کے لئے آنے کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

میں قافلے کو بچالایا ہوں۔

مکہ میں ابو جہل نے پوری تیاری کی اور جو لوگ نہیں جانا چاہتے تھے ان کو طعنہ تشنہ دے کر ساتھ لے لیا وہ کسی طرح تیار نہیں تھا کہ مقتول حضرمی کا فدیہ لیکر یا کسی اور طرح پر صلح کر لے۔ لہٰذا اس نے اپنی فوج تیار کی اور بدر پر پہنچ گیا۔

سید المجاہدین کا مسلمانوں سے مشورہ

وادی ذفران پہنچ کر رسول اللہ کو یہ معلوم ہوا کہ قریش نہایت ساز و سامان سے اپنے قافلے کو بچانے کے لئے چل کھڑے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ابو سفیان کے ساتھ آدمیوں کے لئے تو صرف چوہتر مہاجر کافی تھے اسی لئے انصار بھی ساتھ ہو لئے تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ دس مہاجر نخلہ تک پہنچ کر لوٹ مار کر سکتے ہیں تو اس قافلے کا لوٹ لینا کونسی مشکل بات ہے۔ گویا مفت میں مال غنیمت اور قیدی مل جائیں گے۔ لیکن آپ سید المجاہدین کو مسلمانوں سے مشورہ کی ضرورت ہوئی کہ آگے بڑھیں یا واپس چلیں۔ مہاجرین میں سے ابو بکرؓ و عمرؓ و مقدادؓ نے آگے بڑھنے کا مشورہ دیا۔ پھر آپؐ نے اور مشورہ مانگا تو انصار بول اٹھے کہ ہم آپ کے حکم سے سمندر تک میں گھسنے کو تیار ہیں۔ موسیٰؑ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ "تم جا کے دشمنوں سے لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔" ہم جانتے ہیں کہ معاہدہ عقبہ میں یہ شرط تھی کہ اگر مدینہ پر حملہ ہو گا تو ہم آپ کی مدافعت کریں گے لیکن اب اتنی دور آ کر ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے اس پر آپ بہت مسرور ہوئے اور آپؐ نے فرمایا کہ آگے بڑھو! اللہ ان دونوں گروہوں میں سے ایک نہ ایک کو ضرور ہمارے پنجہ میں گرفتار کرا دے گا۔" یہی بات آگے چل کر سورہ انفال میں وحی متلو بن گئی (سیروا و بشروا ان اللہ تعالیٰ قد وعدنی احد الطائفتین)

کتابی جمہوریت۔ جنگی ترتیب میں شوریٰ

ابو جہل کا لشکر قریب ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ مسلمان وہاں پہنچے تو انہیں قریش کی خبر نہ تھی۔ اسی لئے قرآن میں کہا گیا ہے کہ اگر اللہ نہ چاہتا کہ تمہاری مڈبھیڑ قریش

سے ہو تو یکایک بغیر وعدہ کے تم ایک دوسرے کے مقابلے پر نہ پہنچ جاتے اور تمہاری فتح نہ ہوتی (انفال ۶ ع) اس کے علاوہ خدا نے کافروں کی تعداد مسلمانوں کی نظر میں حقیر کر کے دکھلاتی حالانکہ وہ مسلمانوں سے تگنے (ایک ہزار کے قریب) تھے اور کفار پر مسلمانوں کا ایسا رعب چھایا کہ انہیں مسلمان زیادہ نظر آنے لگے (انفال نصف آخر رکوع ۶)

جنگی مشورہ

بہر حال حبابؓ بن منذر نے مشورہ دیا کہ جنگی کارروائی کے اعتبار سے جو میدان آپ نے پسند کیا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپؐ نے پوچھا پھر کیا کریں۔ انہوں نے کہا کہ بہتر ہو گا کہ چشمہ پر قبضہ کر لیں وہاں حوض بنالیں تاکہ جنگ میں پیاسے نہ مریں۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ مقصد میں مشورہ تو اتنا ضروری نہیں جتنا کہ ذرائع مقصد میں ضروری ہے۔ اسی کو اسلامی سیاست میں کتابی شورائیت یا کتابی جمہوریت کہتے ہیں۔

بارش اور نیند

وہاں پہنچنے پر خدا نے پانی برسادیا اور نہانے کے بعد مسلمانوں کے جسم و قلب پر سکون طاری ہو گیا (انفال ۲) اور ریتلی زمین اس قابل ہو گئی کہ مسلمان آسانی سے چل پھر سکیں۔ البتہ کافروں کی طرف کیچڑ ہو گیا جس سے وہ مصیبت میں پھنس گئے۔

سکینہ و جنود اللہ

"فرشتوں (سکینہ اور اللہ کے لشکر) نے مسلمانوں کے دلوں کو تقویت دی اور دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ (انفال ۷)

رحمان کا ذکر

آپؐ نے مسلمانوں کی جماعت کی باقاعدہ صف بندی کی۔ پھر مہاجروں کو بتایا کہ تم "بنی عبد الرحمان" ہو تمہارا شعار یا نعرہ جنگ "یا رحمان" ہے۔ اس لفظ نے مشرکوں کو

Marfat.com

نہایت نفرت تھی۔ اس کے بعد آپؐ اس جھونپڑی میں گئے جو آپ کے لئے بنائی گئی تھی اور دعا کی کہ "خدایا اگر یہ مٹھی بھر مومن آج ہار گئے تو دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی باقی نہ بچے گا۔" اس کے بعد آپؐ نے یقین و حزم کے ساتھ فرمایا کہ فتح انشاء اللہ مسلمانوں کی ہوگی اور مسلمانوں کو صبر و ثبات کی تلقین کی اور مٹھی بھر کنکریاں لے کر پھینکیں کہ دشمن ناکام و روسیاہ ہو جائیں۔

لڑائی

قریش نے مسلمانوں کے عزم و ثبات کو دیکھ کر دل چھوڑ دیئے۔ حکیم بن حزام نے عتبہ بن ربیعہ کو راضی کر لیا کہ وہ حضرمی کا خونبہا ادا کر دے تو لڑائی ختم ہو سکتی ہے لیکن ابو جہل نہ مانا اور عامر کو اشارہ کر دیا جو ننگا ہو کر چلانے لگا واعمراہ واعمراہ۔ اب کیا تھا لڑائی چھڑ گئی اور دونوں طرف سے تیراندازی ہونے لگی (یہاں یہ نوٹ کر لیجئے کہ حکیم بن حزام کے متعلق خاص طور پر سید المجاہدینؐ کا حکم تھا کہ ایسے شریف الطبع شخص کو کوئی قتل نہ کرے)

رحمان پرست اور شیطان پرست

ایک طرف رحمان پرست تھے جن کا لیڈر رحمان اور رحمت کے نام پر دنیا کی کل قوموں کو خدا پرستی اور امن و اتحاد کی طرف بلا رہا تھا۔ دوسری طرف شیطان پرست تھے جو اپنی کثرت تعداد کے غرور میں چوہتر مہاجروں کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ ایک طرف خانہ کعبہ کے بندوں (بنی عبدالدار) کے ہاتھوں میں یعنی ابو عزیز بن عمیر کے ہاتھ میں شیطانی علم بلند تھا۔ دوسری طرف اسی خاندان کے ایک شخص (حضرت مصعبؓ بن عمیر) رحمانی علمبردار تھے۔ ایک طرف خدا پرستی کا ولولہ (سکینہ و جنود اللہ) مدد کو تھا۔ دوسری طرف کعبہ کا جنگی دیوتا ہبل اور لات و عزیٰ کا نام شیطان پرستوں کی زبان پر تھا۔

مبارزت طلبی

اب مسلمانوں کو اس کا انتظار تھا کہ قریش کی طرف سے پہل ہو۔ اسی لئے یہ باقاعدہ صفوں میں منتظر تھے۔ اتنے میں عتبہ۔ شیبہ اور ولید میدان میں آکر للکارنے لگے کہ جسے ہمت ہو آ جائے۔ ان کے مقابلہ میں تین انصاری نکلے۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم فلاں ہیں۔ عتبہ نے کہا کہ بھائی ہماری تمہاری کوئی لڑائی نہیں۔ اور پکارا کہ اے محمدؐ ہماری قوم کے آدمیوں کو بھیجو جو ہمارے ہمسر ہوں۔" اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ مہاجر ہمارے ہمسر اور دشمن ہیں۔ دوسرے یہ کہ انصار سے نہ ہم لڑنا چاہتے ہیں نہ انہیں ہم سے لڑنا چاہئے۔

عام لڑائی

بہرحال ان تینوں کے مقابلہ میں رسولؐ اللہ کے چچا حمزہؓ۔ آپؐ کے بھائی علیؓ اور آپ کے رشتہ دار عبیدہؓ بن الحارث المطلبی نکلے۔ اور اپنے مقابل کے لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اب عام معرکہ شروع ہو گیا جس میں کافروں کو مسلمان دو چند نظر آنے لگے (آل عمران ۲) اور مومنوں نے ان کی بڑی تعداد کو تھوڑا سمجھا (آل عمران ۵) نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے ہی ہلہ میں کفار بھاگ نکلے اور ستر مقتول اور ستر قیدی چھوڑ گئے۔

ابو جہل زخمی پڑا تھا اور مر رہا تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے سینہ پر پاؤں رکھ کر اس کا سر کاٹنا چاہا تو اس نے کہا اے چرواہے۔ بہت بلند جگہ پاؤں رکھے ہوئے ہے۔ اچھا یہ بتا کہ فتح کس کی ہوئی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا اللہ والے جیتے۔ تب وہ بولا میرا سر جڑ سے کاٹ۔ تاکہ جب رکھا جائے تو اونچا رہے اور معلوم ہو کہ ایک سردار کا سر ہے۔

ابو البختری کو آنحضرتؐ نے معافی دے دی تھی۔ لیکن جب مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا چاہا تو انہوں نے پوچھا میرے ساتھی کے لئے کیا حکم ہے۔ لوگوں نے کہا اس کے لئے کوئی حکم نہیں۔ تب ابو البختری نے تلوار نکالی اور لڑ کر مر گئے اور کہا یہ ممکن نہیں آزاد عورت کا بیٹا اپنے زمیل (ہمراہی) کو چھوڑ دے

الرحمان اور امیہ بن خلف

Marfat.com

اسی لڑائی میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ امیہ بن خلف نے عبدالرحمان بن عوف کو پکارا مگر ان کا جاہلیہ کا نام لیا کہ اے عبد عمرو مجھے گرفتار کر لو۔ لیکن انہوں نے جواب نہ دیا۔ اس لئے کہ وہ اپنا نام بدل کر "رحمان کے بندے" (عبدالرحمان) بن چکے تھے مشرکوں کو رحمان سے اتنی چڑ تھی کہ مرتے مرتے بھی الرحمان کا نام زبان پر نہیں لانا چاہتے تھے۔ بہرحال امیہ نے انہیں پکارا کہ اے عبداللہ تب وہ اس کے پاس گئے اور اسے اور اس کے بیٹے کو گرفتار کر کے لے چلے۔ اتفاق سے حضرت بلالؓ نے امیہ کو دیکھ لیا اور دیوانہ وار دوڑ کر اس پر حملہ کر دیا۔ اس لئے کہ مکہ میں امیہ بلالؓ کا آقا تھا اور سخت مظالم کیا کرتا تھا۔ امیہ اور اس کا بیٹا دونوں قتل ہو گئے اور عبدالرحمانؓ بن عوف کو جو فدیہ مل جاتا وہ نہ ملا۔ بلکہ انہوں نے اپنی حاصل کردہ دو زرہیں ان دونوں کو گرفتار کرتے وقت پھینک دی تھیں۔ فدیہ بھی گیا اور زرہیں بھی۔

الانفال ۵ ع۔ قتال کا مقصد پہلی آیت قتال

قتال کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں رائے کو آزادی حاصل ہو اور کوئی شخص مجبور بنا کر دوسری رائے اختیار کرنے پر آمادہ نہ کیا جائے اسے عربی میں فتنہ کہتے ہیں۔

فتح بدر کے بعد یہ پہلی آیت ہے جس میں صراحتاً قتال کا حکم دیا گیا ہے اور وجہ قتال یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ کا قانون دنیا میں رائج کرنے اور شیطانی قوانین کو دنیا سے مٹانے کے لئے اور خدا بندگی کی آزادی حاصل کرنے کے لئے قتال کرنا اور مظلوموں کو آزادی دلانا ہر مومن کے لئے فرض ہے۔ اس پر اگر ظالم شیطان پرست باز آ جائیں تو معاف کر دو۔

غنیمت

جو مال غنیمت ملا ہے اس میں پانچواں حصہ اللہ اور رسولؐ کا ہے اور اسی میں رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

تقسیم مال غنیمت

Marfat.com

عرب میں پہلے دستور تھا کہ مال غنیمت کے تین حصے سپاہیوں اور ایک حصہ سردار کو ملتا تھا۔ اب سید المجاہدینؐ کے حکم سے یہ طے کیا کہ چار حصے مجاہدین پر تقسیم ہوں اور پانچواں حصہ سردار قوم یعنی آنحضرتؐ کو دیا جائے تاکہ وہ مجاہدوں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کر سکیں۔ اس طرح کل مال غنیمت اور قیدی تقسیم کر دیئے گئے۔ پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے دیئے گے اور آٹھ دس مسلمان جو شریک نہ ہو سکے تھے ان کا حصہ بھی لگایا گیا۔

وحی رویائی:۔

وحی کی ایک قسم پہلے بیان ہو چکی ہے کہ خدا کا ایک فرشتہ قلب رسول پر کچھ معانی القا کرتا ہے (الفاظ رسول کے ہوتے ہیں)

یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سونے کی حالت میں خدا نے مشرکین کی فوج کو قلیل تعداد میں دکھایا۔

ظاہر ہے کہ اس وحی کو رسول اللہؐ نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ معنی یعنی خواب اللہ کی طرف سے تھا الفاظ جن میں فرمایا یہ تھے۔ اذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلا۔۔۔ الخ (رکوع ۵)

بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورہ نبویؐ

ستر قیدیوں میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث عبدری (علم بردار قریش) بھی تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آنحضرتؐ کے قتل کی مکہ میں سازش کی تھی۔ دوسرے سازشی معرکہ بدر میں قتل ہو چکے تھے۔ ان دونوں کو بھی قتل کی سازش کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ بقیہ قیدیوں کے متعلق حسن سلوک کا حکم دیا۔ پھر صحابیوں کے مشورے سے حضرت زینبؓ بنت رسولؐ کے شوہر ابوالعاص بن الربیع کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا۔ اس کی تفصیل آگے ہے اس کے بعد آپؐ نے قیدیوں کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت عمرؓ اور سعدؓ بن معاذ کی

Marfat.com

رائے تھی کہ ان کو خود ان کے مہاجر رشتہ دار قتل کر دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ آنحضرتؐ نے بحث سننے کے بعد بحیثیت امیر کے فیصلہ کیا کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور جو لوگ فدیہ دینے سے معذور ہیں ان کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ البتہ مفلسوں سے یہ شرط ہو کہ اگر وہ کسی طرح کی مزدوری کر سکتے ہیں تو مزدوری کر کے اپنا فدیہ حاصل کریں اور ادا کریں اگر وہ لکھنا پڑھنا جانتے ہوں تو انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔ یہاں یہ نوٹ کر لیجئے کہ زید بن ثابت انصاری نے ۲ ھ میں کسی قریشی قیدی سے لکھنا سیکھا تھا۔ اس کے بعد کاتب قرآن مقرر ہوئے تھے (دیکھئے مکاتبت اور سورۃ النور۔ ع ۴)

غلاموں کی آزادی کا پہلا قانون

جنگی قیدیوں کو یا تو عام طور پر قتل کر دیا جاتا تھا یا غلام بنا لیا جاتا تھا جو موت سے بھی بدتر ہوتا تھا۔ سید المجاہدینؐ نے جو پہلا قانون اس سلسلہ میں بنایا وہ یہی تھا کہ فدیہ لے لیا جائے اور نہ تو قتل کیا جائے۔ نہ غلام بنایا جائے اس کے علاوہ جو فدیہ بھی نہ دے سکیں تو انہیں مفت میں احسان رکھ کر چھوڑ دیا جائے۔ بعد میں یہی قانون سورہ محمد میں إمّا منًّا بعدُ و إمّا فداء کی شکل میں قرآن کا ایک حکم بن گیا۔

یہود کی ناراضگی

اس قانون سے یہود بہت برافروختہ ہوئے۔ اس لئے کہ وہ اکثر لوگوں کو اپنے قرضہ کے عوض میں غلام بنا لیا کرتے تھے۔ کسی کو مفت چھوڑنا جانتے ہی نہ تھے۔

ابو العاص کو کیوں چھوڑا

رسول اللہؐ کے مشرک دامادوں نے جو آپؐ کے چچا ابولہب کے لڑکے تھے آپؐ کی لڑکیوں سے بہت برا سلوک کیا تھا۔ صرف ابو العاص بن الربیع ایسے داماد تھے جو باوجود شرک کے حضرت بنت رسول سے محبت رکھتے تھے۔ ابو العاص کے قید ہونے پر ان سے بھی فدیہ طلب کیا گیا اور انہوں نے فدیہ کا روپیہ اور اپنی بیوی کا ہار منگا کر دیا جو

Marfat.com

انہیں جہیز میں اپنی ماں بی بی خدیجہ سے ملا تھا۔ ہار کو دیکھ کر مرحومہ بی بی کی محبت کی یاد تازہ ہو گئی۔ آپ آبدیدہ ہو گئے اور صحابیوں کی اجازت سے اپنی بیٹی کو ان کی ماں کی یادگار واپس کر دی گئی اور ابوالعاص نے حسب وعدہ آنحضرتؐ کی بیٹی زینب کو مدینہ بھیج دیا اور خود مکہ ہی میں رہے۔ گویا حضرت زینب کو ابوالعاص کے شرک کی وجہ سے طلاق ہو گئی۔ لیکن چند سال بعد وہ پھر گرفتار ہوئے۔ آنحضرت نے ان کا کل مال واپس کر دیا۔ وہ مکہ گئے سب کا قرض چکایا اور امانتیں واپس کیں اور علانیہ مسلمان ہو کر مدینہ چلے۔ لوگوں سے کہا کہ اگر میں مدینہ ہی میں مسلمان ہو کر رہ جاتا تو شاید تم یہ سمجھتے کہ مال مارنے کے لالچ میں مسلمان ہو گیا ہے۔ بہرحال جب وہ مدینہ پہنچے تو حضرت زینب اگرچہ مطلقہ تھیں۔ انہیں واپس کر دی گئیں۔ اس سے ثابت ہے کہ طلاق بائن کے بعد بھی اگر وہ بیوی کی طلب پر بطور خلع نہ حاصل کی گئی ہو۔ اس طرح کی رجعت بقول قرآن ازکی و اطہر ہے۔

الانفال ۲: تم نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا

اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مومنوں کے دلوں کو قوی کرو۔ یعنی خدا نے مومنوں کے دلوں کو قوی کیا تھا اور جب آنحضرت نے کفار کی طرف کنکریاں پھینکیں تو خدا نے کہا کہ وہ میں نے پھینکیں تھیں۔ اسی طرح جب مسلمانوں نے کفار کو قتل کیا تو خدا نے کہا کہ انہیں میں نے قتل کیا تھا اور کافروں کی ترکیبوں میں سے سست کیا تھا (فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ) اسی طرح شہدا کے لئے کہا ہے کہ انہیں مردہ نہ سمجھو باوجودیکہ وہ فوت ہو گئے۔ اسی طرح کا محاورہ شہادت مسیح کے سلسلے میں آگے (سورہ آل عمران) میں بیان ہو گا۔

الانفال (ع ۱) ملائکہ کا ذکر محض خوشخبری تھا

سچے مومن وہ ہیں جو صلوۃ کو قائم کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل

Marfat.com

اللہ کرتے ہیں۔ مومنوں کا ایک فریق مدینہ سے نکلتے وقت جنگ سے ڈر رہا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ قریش سے لڑائی نہ ہو۔ بلکہ ابو سفیان کا مالدار قافلہ انہیں مل جاتے۔ جب قریش کی بڑی فوج سے مقابلہ ہوا تو تم خدا سے فریاد کر رہے تھے کہ وہ تمہاری مدد کرے۔ آخر خدا نے لگاتار ہزاروں فرشتوں سے تمہاری مدد کی اور جیسا کہ رکوع ۲ میں بیان ہوا ان فرشتوں نے تمہارے دلوں کو مضبوط کر دیا (یہ نہیں ہوا کہ وہ تلوار سے لڑے ہوں ورنہ وہ لڑتے تو ہزاروں فرشتے اپنے مقابل کے ایک ہزار آدمیوں کو چشم زدن میں قتل کر دیتے۔ واقعہ یہ ہے کہ فرشتوں کی بات محض ایک خوشخبری تاکہ مومنوں کے دل مطمئن ہو جائیں (وما جعله الله الا بشری ولتطمئن به قلوبکم)

عید ۲ھ اور صدقہ عید

رمضان ۲ھ ختم ہوا اور اس کے ختم ہونے پر خوشی کا میلہ لگتا ہے اسے عید کہتے ہیں۔ یہ عید کرسمس کے زمانے میں ہوتی تھی۔ ان وقت یہ حکم دیا گیا کہ ہر کھاتا پیتا مسلمان ایک مخصوص رقم صدقہ میں دے تاکہ کوئی بھوکا نہ رہے۔

سورہ انفال

بدر کے بعد سورہ انفال نازل ہوئی۔ اس میں بہت سی باتیں ہیں جو بدر میں گزر چکی ہیں۔ یعنی ان واقعات کا ذکر ہے جو وہاں پیش آتے اس فتح کے بعد اللہ اور رسول کا نام ساتھ ساتھ آنے لگا ہے۔ اس سورہ میں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب تجارتی قافلہ نکل گیا اور مسلمانوں نے سنا کہ اب بجائے ساٹھ کے ایک ہزار سے مقابلہ ہے تو بعض مسلمان سہم گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ موت کے منہ میں جا رہے ہیں (رکوع ۲) اسی لئے یہ صحیح ہے کہ اس وقت تک آیت قتال نازل نہیں ہوئی تھی۔ پھر یہ بتایا کہ بدکاروں میں نہ رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ جب عذاب آتا ہے تو وہ بدکاروں کے ساتھ نیکو کاروں کو بھی پیس ڈالتا ہے (جیسا کہ بدر میں ابوالبختری اور عتبہ وغیرہ مارے گئے) اور بزدلی سے انسان تباہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

نشان یا معجزہ عذاب

شکست قریش ایک معجزہ (آیت عذاب) ہے۔ یہ عذاب رسول اللہ کی موجودگی میں مکہ میں اس لئے نہیں آیا کہ وہاں خود آپ موجود تھے اور کثرت سے مسلمان بھی تھے۔ عذاب آتا تو بدوں کے ساتھ نیک بھی پس جاتے۔ (انفال ۱-۲-۳)

انفال ۱۰ ع۔ مسلمانوں پر ظلم ہوتا ہو تو بھی عہد شکنی جائز نہیں

لہذا اگر کسی قوم سے خیانت کا ڈر ہو تو انہیں پہلے خبر کر دو کہ اب ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ باقی نہیں ہے۔ خفیہ عہد شکنی کسی حال میں درست نہیں (یعنی یہود سے معاہدہ باقی ہے انہوں نے ابھی علانیہ معاہدہ کو نہیں توڑا۔ لہذا اس پر قائم رہو)

انفال ۹ ع۔ لالچ کی وجہ سے لوٹ مار میں نہ پھنسو

"یہ بھی حکم دیا گیا کہ جنگ ختم ہونے سے پہلے یعنی مکمل فتح ہونے سے پہلے، مقتولوں کا سامان، یا قیدیوں کی گرفتاری درست نہیں۔ اگر بدر کے متعلق اللہ نے پہلے سے فیصلہ نہ کر دیا ہوتا (کتاب اللہ سبق) کہ تمہاری فتح ہوگی تو ظاہر ہے کہ ہر شخص فدیہ کی لالچ میں قیدیوں کو پکڑنے لگتا اور لوٹ مار میں پھنس کر رہ جاتا اور مشرکین حملہ کر دیتے تو سخت عذاب میں پھنس جاتے۔ بہرحال جو ہوا سو ہوا۔ اب جو فدیہ ملے یا جو مال لوٹ لاتے ہو وہ کھاؤ پیو سب حلال ہے۔" اسی لوٹ مار کے لالچ میں احد اور پھر حنین میں، شکست ہوئی جن کے متعلق قرآن نے کہا۔ منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ اور یریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ یعنی جنگ اللہ کی خوشنودی کے لئے کی جاتی ہے نہ کہ مال غنیمت کے لئے اور فدیہ حاصل کرنے کے لئے۔

انفال ۸ ع

دشمن صلح کے لئے تیار ہو تو فوراً صلح کر لو۔ اس لئے کہ مقصود قتال نہیں بلکہ امن ہے۔ امن سے فتنہ کم ہو جائے گا اور جو لوگ دین سے پھیرے جاتے ہیں انہیں

Marfat.com

آزادیِ خیال و مذہب کی دولت مل جائے گی۔"

سامان جنگ

مسلمانوں۔ سامان جنگ تیار کرنا اور اس کے لئے گھوڑے پالنا بھی کار ثواب ہے۔"

انفال رکوع ۷۔ منافق

منافق طعنہ دیتے ہیں کہ مسلمان فتح سے مغرور ہو گئے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت واپس نہیں لیتا جب تک کہ وہ خود نااہل ہو کر اس نعمت کو نہ چھوڑ دے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر نیک عمل کرو گے تو خدا کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے رہو گے۔

خانگی معاملات اور عورتوں کی عزت افزائی

فتح بدر کے بعد سید المجاہدین کو مسلمانوں کے خانگی و عائلی معاملات پر توجہ کرنے کا موقع ملا۔ زمانہ جاہلیہ میں شادی شدہ عورتوں کی حالت بالکل لونڈی باندیوں کی سی تھی۔ اس لئے کہ اس زمانے کی زندگی میں وہ نہ تو حالت جنگ میں کار آمد تھیں، نہ حالت امن میں اقتصادی طور پر مفید تھیں۔ مرد نے رفتہ رفتہ انہیں لونڈیوں کا درجہ دے دیا تھا۔ ان کا کام مردوں کو خوش کرنا اور ان کی خدمت تھی۔ عام قانون جنگ کے مطابق عورتیں قتل نہیں کی جاتی تھیں۔ لہذا دشمن انہیں زندہ گرفتار کر کے لونڈیاں بنا لیتا تھا اور ان کے بچوں کو ان سے الگ کر کے غلامی میں بیچ ڈالتا تھا۔ یہ بھی دستور تھا کہ بعض دوست چند روز کے لئے اپنی بیویاں بدل لیتے تھے۔ یہ بھی رسم تھی کہ اپنی لونڈی باندیوں سے لوگ پیشہ کرا کے روپیہ کماتے تھے۔ قانون کے آگے عورت کی شہادت کوئی درجہ نہ رکھتی

Marfat.com

تھی۔ اس کے علاوہ وہ خود اسے جس طرح کی سزا چاہے دے سکتا تھا۔ کسی شخص کو مداخلت کا حق نہ تھا۔ ان حالات میں بعض غیور اور مفلس عرب بچے کے پیدا ہونے سے پہلے ایک گڑھا کھود رکھتے تھے اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ دفن کر دیتے تھے۔

ایک مرد جتنی عورتوں سے چاہے نکاح کر سکتا تھا اور ان کے علاوہ لاتعداد لونڈیوں کو بغیر نکاح کے رکھ سکتا تھا۔ اسے یہ بھی اختیار تھا کہ جسے چاہے طلاق دے دے۔ پھر بھی نہ تو نان نفقہ دے نہ دوسرے سے نکاح کرنے دے۔ اسے یہ بھی اختیار تھا کہ اپنی بیوی کے کسی عضو کو اپنی ماں کا عضو کہہ دے۔ مثلاً یہ کہ تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ ہے۔ اس طرح وہ عورت مطلقہ سمجھی جاتی تھی۔ لیکن دوسرے سے نکاح نہ کر سکتی تھی اسے طلاق ظہار کہتے تھے۔ بعض یہ کرتے تھے کہ عورتوں کو سال دو سال کی مدت تک چھوڑ دینے کی قسم کھا لیتے تھے۔ اسے ایلاء کہتے تھے۔ عورت کو باوجود شوہر کے مظالم کے اس سے طلاق لے کر آزاد ہونے کا حق نہ تھا۔ غرض کہ بیویوں کی حالت جانوروں سے بھی بدتر تھی۔ اور باندیوں کو تو اپنے جسم پر بھی اختیار نہ تھا۔ بہت سے آقا ان کے جسم کے ذریعہ روزی کماتے تھے۔

عورتوں کو اپنے شوہروں یا والدین کی متروکہ جائداد میں کوئی حق نہ تھا۔ البتہ نکاح سے پہلے انہیں یہ حق تھا کہ اپنا ایک مہر مقرر کریں اور شوہروں سے وہ وصول کریں۔ اسی طرح انہیں یہ بھی حق تھا کہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہیں تصرف کریں اور تجارت یا سود وغیرہ سے اپنی دولت بڑھائیں اور اسے اپنی ذاتی ملکیت میں رکھیں۔

بہر حال آنحضرت کو جونہی موقع ملا انہوں نے عورتوں کی حالت کو درست کرنے اور عائلی زندگی میں ان کا درجہ بلند کرنے کے لئے جو کچھ کیا وہاں تک اس بیسویں صدی میں دنیا نہیں پہنچی۔

سورہ نساء ۱۔ **یتیموں سے انصاف**

لوگو یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ بلکہ ان کے ساتھ انصاف کرو اور جب بالغ و عاقل ہو جائیں تو ان کا مال انہیں دے دو۔ یتیم لڑکیوں کا مال مارنے کے لئے ان سے نکاح نہ

Marfat.com

کرو۔

عورتوں کا مہر

عورتوں کا مہر خوشی سے ادا کرو

صرف ایک عورت سے نکاح کرو

اگرچہ تم کو اجازت ہے کہ چار عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھ سکتے ہو۔ لیکن اگر یہ خطرہ ہو کہ ان میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو صرف ایک ہی عورت سے نکاح کرنا بہتر ہے (عدم مساوات وانصاف کی صورت میں انسان کی زندگی اتنی تلخ ہو جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے) اسی چار کی تعداد کے اندر تم لونڈیوں سے بھی نکاح کر سکتے ہو لیکن شرط یہی ہے کہ ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور مہر دو۔

(نوٹ) اس وقت لونڈی غلام معاشرہ انسانی کا جز تھے۔ قرآن نے معاشی حالات کے اعتبار سے غلامی کو یک قلم ختم نہیں کیا۔ مگر حجۃ الوداع میں جو اعلان نبوی ہوا اس نے غلام کو آقا کے برابر درجہ دے دیا۔ اس طرح غلامی کا خاتمہ کر دیا گیا۔

حق وراثت

عورتوں کو بھی مردوں کی طرح والدین اور اقربا کے مال میں حق وراثت دیا جائے۔

نساء رکوع ۲۔ وراثت

اس جگہ حق وراثت کی تفصیل دی گئی ہے اور عورتوں کی وراثت کا خاص طور سے لحاظ رکھا گیا ہے۔

نساء: ع ۳: زنا کی ابتدائی سزائیں

جو عورت بدکاری کرے تو چار مسلمانوں کی عینی شہادت ضروری ہے۔ جرم ثابت ہونے پر اس عورت کو مرتے دم تک گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے یا موت سے پہلے اللہ

Marfat.com

اس کے لئے کوئی اور راہ نکال دے یعنی دوسرا شخص اس سے نکاح کر لے اور پہلا طلاق دے دے۔ اگر دو مرد کسی عورت سے بد فعلی کریں تو انہیں جسمانی سزا دی جائے۔ اس کے بعد وہ جلد توبہ کر کے صالح ہو جائیں تو اللہ معاف کر دے گا۔ (چونکہ شراب کی طرح زنا بھی عام تھی۔ اس لئے یہ ابتدائی سزائیں ہیں۔ آئندہ سورہ نور میں عورت اور مرد دونوں کی سزائیں برابر کر دی گئی ہیں اور زیادہ سخت ہیں)

عورتوں سے حسن معاشرت کا حکم

کسی عورت سے زبردستی میراث میں حصہ لینے کی کوشش نہ کرو۔ نہ ہدیہ دے کر واپس لو۔ اگر عورت ناپسند بھی ہو تو اس کے ساتھ رواداری سے پیش آؤ۔ اور مہر واپس لینا نہایت ہی ذلیل بات ہے (اسی سلسلے میں آئندہ طلاق خلع ہے۔ اگر روپیہ لے کر کوئی شخص طلاق دے تو کسی طرح وہ اس عورت سے رجوع نہیں کر سکتا۔ وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ ہاں وہ دوسرے مرد سے نکاح کر کے پھر مطلقہ ہو جائے اور دوبارہ مہر لے کر اپنے قدیم شوہر سے شادی کرنا چاہے تب حلال ہوگی۔)

بیوہ عورتوں کی آزادی

جو عورتیں بیوہ ہو جائیں وہ آزاد ہوں گی۔ مردہ شوہر کے بھائی یا رشتہ دار کو یہ حق نہ ہو گا کہ ان پر قبضہ کر کے بیوی بنائے یا انہیں دوسروں سے نکاح کرنے سے روکے۔ نہ اپنے باپ کی بیواؤں سے نکاح کرے یہ بہت فحش بات ہے۔

نسارع ۴۔ محرمات

یہاں ان عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔

لونڈیوں سے نکاح کرو۔

اب تک یہ رسم تھی کہ لوگ جتنی چاہیں لونڈیاں رکھتے تھے مگر بیویوں کی تعداد چار تک محدود کرنے کے بعد یہ شرط بھی بڑھا دی گئی کہ اسی تعداد کے اندر اگر چاہو تو

لونڈیوں سے نکاح کر سکتے ہو بشرطیکہ آزاد عورت سے نکاح کرنے کا مقدور نہ ہو۔ اور لونڈی کے مالک کی اجازت مہر دے کر اس سے نکاح کرو۔ اگر یہ لونڈیاں بدکاری کریں تو آزاد عورتوں کے مقابلہ میں انہیں نصف عقوبت دی جائے گی۔

نساع ۵۔ قدیم مراسم معاشرت اختیار کرو

اللہ چاہتا ہے گزرے ہوئے مہذب لوگوں کی معاشرت تمہیں بتائے تاکہ تم ان پر عمل کرو۔ چونکہ انسان کی خلقت کمزور ہے لہذا اللہ سخت سزائیں قائم نہیں رکھنا چاہتا (جیساکہ عورتوں کے معاملے میں مختلف اقوام میں رائج تھیں یا ہیں)۔

عورتوں کا حق ملکیت

جس طرح مردوں کو اپنی کمائی ہوئی دولت پر اختیار ہے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی اپنی دولت کا اختیار دیا جاتا ہے۔ اسی طرح میراث میں بھی حق ہے۔

نساع ۶ ع عورتوں پر مردوں کی فضیلت کی وجہ اور محبت کا حکم

مردوں کو عورتوں پر جسمانی فضیلت ہے اور چونکہ وہ محنت کے کام کرتے ہیں اور روپیہ کما کر عورتوں پر خرچ کرتے ہیں اس لئے وہ ان پر نگراں و مربی (قوام) بھی ہیں۔ لہذا عورتوں کا فرض ہے کہ وہ نیک خوئی سے خاندانی زندگی کو خوشگوار بنائیں اور مرد کا فرض ہے کہ عورتوں کی بدخوئی پر پہلے تو انہیں نصیحت کرے، اس پر نہ مانے تو اس کے ساتھ سونے سے کنارہ کشی کرلے۔ اس پر نہ مانے تو مار پیٹ کے سمجھائے۔ اگر اس پر وہ مان جائے اور اطاعت کرے تو ذرا ذرا سی بات میں ان سے نہ جھگڑے لیکن معاملہ نہ سلجھے تو خود فیصلہ نہ کرے بلکہ مرد اور عورت کے خاندان سے ایک ایک حکم (پنچ) مقرر کیا جائے تاکہ وہ میاں بی بی میں مصالحت کرادیں، اللہ ان کی مدد کرے گا۔

سب سے محبت و رواداری کا حکم

Marfat.com

یہاں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ نہ صرف بیوی کے ساتھ محبت و رواداری سے رہنا چاہیئے۔ بلکہ یتیموں، پڑوسیوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں سے بھی قریبی رشتہ داروں کی طرح احسان سے پیش آؤ اور بخل نہ کرو۔

پھر یہودیوں کا ذکر

اوپر ہم دیکھ چکے ہیں کہ تحویل قبلہ اور یہود کی شرارتوں کے باوجود قرآن نے یہود سے معاہدہ توڑنے کا حکم نہیں دیا اور برابر انہیں اتحاد و ایمان بالآخرہ کی تعلیم دی جاتی رہی۔ بدر کی لڑائی سے یہودیوں نے محسوس کیا کہ آنحضرت کی توجہ پھر نصاریٰ کی طرف ہو رہی ہے اور قرآن نے عاشورہ کے روزہ کا تو حکم نہیں دیا لیکن اس رمضان کا حکم دے دیا جس میں نصاریٰ بھی روزے رکھتے ہیں پھر بدر کی فتح کے بعد تنسیخ غلامی کا قانون بھی بن گیا ہے۔ (دیکھئے سورہ محمد ع ۱) اب یہ ممکن نہ ہو گا کہ جنگ یا قرضے کے عوض کوئی شخص کسی کو غلام بنا سکے۔ اس پر طرہ یہ کہ اکل مال بالباطل (سود۔ جوا) منع کر دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو عورتوں کو میراث اور مہر کے ذریعے وہ حقوق دیئے جا رہے ہیں جو ان کے یہاں نہیں ہیں۔ وہ لڑکیوں کو شوہروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے تھے اور یہودی شوہر کو حق تھا کہ ان کے ساتھ باندیوں کا سا سلوک کرے۔

چونکہ مسلمانوں کی توجہ نصرانیوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ لہذا یہود نے جو حضرت مسیح کے پشینی دشمن تھے مسلمانوں کو دو باتیں بتائیں۔

۱۔ حضرت مریم پاکباز نہ تھیں

یہود کا قول تھا کہ حضرت مریم، اگرچہ یوسف نجار سے منسوب تھیں لیکن وہ بیوی بننے سے پہلے ہی حاملہ تھی۔ مسیحی بھی اسے مانتے تھے لیکن وہ کہتے تھے کہ عیسیٰ بن مریم کا باپ کوئی انسان نہیں تھا بلکہ خدا تھا۔ مسیح کلمۃ اللہ تھے۔ اللہ شوہر تھا اور مریم بیوی تھیں۔

۲۔ عیسیٰ بن مریم کو ہم نے صلیب پر ذلیل کرایا

Marfat.com

یہودیوں نے یہ بھی کہا کہ "عیسیٰ بن مریم ایک جھوٹا نبی تھا۔ اس لئے ہم نے اسے رومی گورنر سے کہہ کر صلیب پر چڑھوا دیا اور دو چوروں کے درمیان ذلت کے ساتھ اسے صلیب دی گئی۔ وہ ہرگز یہودیوں کا مسیح (بادشاہ) نہیں تھا بلکہ وہ رومن سامراج کا باغی تھا۔" مسیحی بھی یہ بات مانتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ دنیوی مسیح (بادشاہ) نہیں تھے بلکہ وہ دلوں میں محبت و رحمت کا راج قائم کرنے آتے تھے دنیا میں شیطان کے دیووں یعنی نفرت اور لالچ کی حکومت تھی وہ دنیا میں خدا کی رحمت کی بادشاہی قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے خود اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا تاکہ نسل انسانی جو حضرت آدم کے گناہ (یعنی زندگی اور علم غیب کی ہوس) کی وجہ سے دائمی طور پر گنہگار ہو گئی تھی، اس قربانی سے پاک ہو جائے۔ اور جو لوگ مسیح کو محبت کا بادشاہ مان لیں وہ ابدی زندگی یعنی محبت و رحمت کی دنیا میں پہنچ جائیں۔ لہٰذا مسیح کا مصلوب ہونا (بقول نصاریٰ کے) ایک قربانی تھی۔ جس کی وجہ سے دنیا نے گناہ سے نجات پائی اور خود مسیح جو اللہ کے بیٹے تھے تیسرے دن خدا کے پاس اٹھا لئے گئے۔"

نساء ع ۲۲ قرآنی نقطہ نظر

یہودی شر انگیزی اور منافقت کا قرآن نے بارہا یہ جواب دیا کہ جس طرح قرآن توراۃ کا مصدق ہے اسی طرح انجیل کا بھی ہے۔ وہ یہودیوں کی طرح مسیح اور مسیحیوں کا دشمن نہیں ہے۔ البتہ قرآن یہ تسلیم نہیں کرتا کہ مسیح کا باپ خدا ہے۔ خدا کو کسی وارث یا مددگار کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح خود حضرت مریم محصنہ تھیں۔ خدا نے اپنی قدرت سے انہیں حاملہ کیا۔ وہ بدکار نہ تھیں۔ اس کے علاوہ جس طرح حضرت آدم کا گناہ محض توبہ و انابت سے معاف کر دیا گیا تھا۔ اس لئے ہر انسان توبہ کر لے تو اللہ معاف کر دیتا ہے اس کی ضرورت نہیں کہ وہ قربانی کر کے خدا کو خون اور گوشت پیش کرے۔ البتہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور غلاموں کو آزاد کرے تو خدا اس پر خوش ہو گا۔ لہٰذا مسیح سولی پر چڑھائے جانے سے ذلیل (قتل) نہیں ہوئے۔ بلکہ اللہ نے ان کا درجہ بلند کر دیا، یعنی وہ شہید راہ حق ہوئے۔ اس مضمون کو سورہ نساء ع ۲۲ میں بیان کیا گیا ہے:-

Marfat.com

یہودیوں سے کہا گیا کہ تمہاری شرارتیں اور فتنہ انگیزیاں نئی نہیں تھیں پہلے بھی تم ایسا کرتے رہے۔ اسی لئے اللہ نے تم پر بعض پاکیزہ چیزیں حرام کر دی تھیں۔ لیکن اب نبی رحمت آیا ہے۔ اور اگر تم توراۃ کے ساتھ ساتھ انجیل اور قرآن پر بھی ایمان لاؤ تو وہ پابندیاں (اصر و اغلال) دور ہو جائیں گی۔ شرط یہی ہے کہ نہ صرف قرآن کو مانو بلکہ مسیح بن مریم اور انجیل کو بھی مانو۔ مندرجہ ذیل رکوع میں۔ یہود کی سیاہ کاریوں کی تفصیل کے بعد انہیں پیام رحمت و مغفرت دیا جا رہا ہے (دیکھئے سورہ نساء ع ۲۲)

(۱) یہود چاہتے ہیں کہ آسمان سے لکھا ہوا قرآن نازل ہو

خیر یہ تو معمولی بات ہے ان لوگوں نے تو خدا پرستی اختیار کرنے کے لئے موسیٰ سے یہ شرط کی تھی کہ اللہ کو دکھا دو تو ہم اس مانیں گے اور جبکہ موسیٰ خدائی قانون لینے کے لئے پہاڑ پر گئے ہوتے تھے تو انہوں نے مصری گوسالہ پرستی شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کوہ سینا سے بجلی اور گرج نے انہیں آ پکڑا اور اپنے سروں پر پہاڑ کو گرتا ہوا دیکھ کر انہوں نے عہد کیا کہ ہم ایک نہ دکھائی دینے والے خدا کو مانیں گے۔ بہرحال ان کا یہ گناہ معاف کر دیا گیا۔ لیکن سزا کے طور پر یہ شرط کر دی گئی کہ سبت کے دن کوئی دنیوی کام اور تفریح نہ کریں۔

(۲) اس کے بعد انہوں نے خدا کے عہد و میثاق کو توڑا: یعنی

(الف) ناحق نبیوں کو قتل کیا۔

(ب) مریم پر بہتان عظیم لگایا

(ج) مسیح قتل نہیں ہوتے شہید ہوئے

مسیح کو ذلیل (قتل) کرنے کا دعویٰ کیا (حالانکہ وہ نہ مسیح کو قتل کر سکے۔ نہ صلیب پر چڑھا کر ذلیل کر سکے بلکہ دھوکے میں ہیں کہ مسیح کو ذلیل کر دیا اور اختلاف کرنے والے نصرانیوں کو بھی اس کا صحیح علم نہیں۔ لہذا وہ شک میں گرفتار ہیں اور محض اٹکل کی باتیں کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ یہودیوں نے ہرگز مسیح کو قتل (ذلیل) نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنے پاس اٹھالیا (یعنی بذریعہ شہادت اس کا درجہ بلند کر دیا۔ اسی طرح شہدائے راہ حق کو قرآن نے کہا ہے کہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء۔۔۔ یعنی مسیح اگرچہ وفات پا گئے لیکن پھر بھی زندہ ہیں جس طرح ہر شہید زندہ رہتا ہے اور جانداروں کی طرح کھاتا پیتا ہے تاکہ جسمانی طور پر زندہ رہے۔ گویا اس کی روحانی زندگی کی طرح ہوتی ہے اور کوئی مومن باللہ کتابی ایسا نہیں ہوگا کہ اپنی موت سے پہلے یہ نہ تسلیم کرلے کہ مسیح ذلیل نہیں ہوتے بلکہ شہید راہ حق ہونے کی وجہ سے بلند مرتبہ ہو گئے اور قیامت میں ظلم شک کرنے والوں کے خلاف وہ گواہی دے گا (کہ یقیناً مسیح شہید ہوتے اور وہ رسول اللہ تھے۔ انسان تھے)۔

یہود کی نافرمانی پر سزائیں

چونکہ یہودیوں نے ظلم و کفر اختیار کر لیا تھا وہ سود لینے لگے تھے (جس کا لازمی نتیجہ قرضدار کی غلامی ہوتا ہے اگرچہ وہ فرعون کی غلامی کا مزہ چکھ چکے تھے) سود لینا اور بد دیانتی سے دوسروں کا مال ہڑپ کر لینا ان کا شیوہ ہو گیا تھا۔ ان باتوں کی ہر شریعت میں ممانعت تھی۔ لہٰذا خدا نے ان پر بعض وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو پہلے حلال تھیں (مثلاً سبت کے دن کام کرنا یا اونٹ کا گوشت کھانا وغیرہ) یہ ممانعت صرف نافرمان یہودیوں کے لئے بطور سزا کے تھیں لیکن جو لوگ نافرمان نہیں تھے۔ ان کے لئے یہ سزا تھی نہ اب ہے۔

آل عمران ع ۱۹

ایمان داروں کو سزا نہ ملے گی

لیکن ان یہودیوں کے پکے علم والے (الراسخون فی العلم منھم) اور وہ مسلمان جو پچھلی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور قران کو بھی مانتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں زکوۃ دیتے ہیں (ابھی زکوۃ فرض نہیں ہوئی تھی، یہ لفظ بعد میں نازل ہوا ہے اور جو اللہ اور قیامت کو

Marfat.com

مانتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بہت بڑا اجر دیا جاتے گا (یعنی سزائیں تو ان کے لئے ہیں جو نافرمان۔ یہود و نصرانی یا مسلمان ہیں جو جرم ہی نہ کرے اس کو سزا ہرگز نہ ملے گی نہ وہ سبت کا پابند ہو گا نہ وہ قبلہ موسوی کی طرف رخ کرے گا نہ وہ ان حلال چیزوں سے محروم رہے گا جو حضرت ابراہیم کے زمانے میں حلال تھیں)

الراسخون فی العلم منھم والمومنون

یہاں یہ نوٹ کر لیجئے کہ قرآن نے اکثر جگہ الراسخون فی العلم، اہل الذکر، اولی العلم اہل کتاب کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان سے ہمیشہ گذشتہ نبیوں اور کتابوں کے ماننے والوں سے مراد لی ہے۔ اسی لئے اس جگہ والمومنون کہہ کر صاف ظاہر کر دیا کہ راسخون فی العلم سے مراد۔ یہود ہیں نہ کہ مسلمان۔ (النساء ۲۲)

سورہ آل عمران جہاں محکمات و متشابہات کی بحث ہے وہاں بھی راسخین فی العلم سے مراد یہی اہل کتاب ہیں خواہ وہ۔ یہود ہوں یا نصاریٰ۔ اس لئے کہ مسلمان تو اللہ پر ایمان لانے کے بعد اس کی قدرت صورت گری فی الارحام کے قائل ہی ہیں حتیٰ کہ۔ یہود و نصاریٰ کے اہل علم بھی اسے مانتے ہیں۔

یہود نے علانیہ جھگڑا شروع کر دیا

قریش کا خط:-

بدر کی شکست کے بعد قریش نے۔ یہود مدینہ کو لکھا کہ تم لوگوں کے پاس سامان جنگ بھی ہے مضبوط قلعے بھی ہیں، پھر کیوں مسلمانوں کا خاتمہ نہیں کر دیتے۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اچھا نہ ہو گا اور کوئی چیز ہمیں تمہاری عورتوں تک پہنچنے سے نہ روک سکے گی۔"

(ابو داؤد)

لہذا۔ یہودیوں نے مسلمانوں سے معاہدہ صلح توڑ دیا۔ اور فتح بدر کے بعد مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خائف ہو کر انہوں نے قریش سے سازش شروع کر دی۔

Marfat.com

مسلمان عورت کی بے عزتی

بنو قینقاع۔یہودی سنار تھے۔جیسا کہ موجودہ زمانے میں سینکڑوں۔یہودی سنار یمن سے اسرائیل گئے ہیں۔یہ لوگ سودی کاروبار اور چاندی سونے کے زیور بنایا کرتے تھے۔ان کے محلہ میں ایک مسلمان عورت کسی زیور کے بنوانے کے لئے گئی۔یہود نے شرارت سے اسے ننگا کر دیا۔وہ چلائی تو ایک مسلمان اس کی پکار پر دوڑا اور اس کی حالت دیکھ کر اس نے۔یہودی بدمعاش کو قتل کر دیا۔سید المجاہدین کو خبر ہوئی تو وہ اس پر اس مسلمان سے ناراض ہوئے۔اس لئے کہ معاہدہ میں یہ شرط تھی کہ آپس کے جھگڑوں کو آنحضرت کے فیصلے پر چھوڑا جائے گا۔لہٰذا آپ خود۔یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے۔اور تجدید معاہدہ اور۔یہودی خونبہا دینے کے لئے تیار ہوئے۔لیکن ۔یہودیوں نے معاہدہ ختم کر دیا اور دوبارہ تجدید عہد سے انکار کر کے قلعہ بند ہو گئے۔

یہود کی دھمکی

پھر۔یہود نے مسلمانوں کو یہ دھمکی دی کہ ہمیں قریش نہ سمجھنا، جو بنئے اور پروہت تھے اور انہیں آسانی سے شکست دے دی تھی۔ہم ایک جنگجو قوم ہیں ہم تمہارے دانت کھٹے کر دیں گے۔"

بنو قینقاع پر حملہ اور جان بخشی

شنبہ ۱۵ شوال ۲ھ مطابق ۱۱ فروری ۶۲۴ء کو سید المجاہدین نے۔یہود کے اعلان جنگ کو سنا اور سنتے ہی حملہ کر دیا۔یہودی قلعہ بند تھے۔انہوں نے پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔عبداللہ بن ابی (منافق) نے ان کی بہت سفارش کی۔ لہٰذا وہ قانون موسوی کے مطابق قتل نہیں کئے گئے۔سید المجاہدین نے ان کے بچوں اور عورتوں کو بھی غلام نہیں بنایا بلکہ یہ طے کیا کہ وہ سب مدینہ چھوڑ دیں اور اپنے اموال کے بدلے اپنی عورتوں بچوں کو لے جائیں۔اس پر سات سو۔یہودی جن میں تین سو زرہ پوش تھے شام کی طرف جلاوطن ہو گئے۔

Marfat.com

نساء۔ ۷ع شراب کی ممانعت کا پہلا حکم

مسلمانوں اتنی شراب نہ پیو کہ جو تم بولو سمجھ بوجھ کے نہ کہ سکو ایسی حالت میں نماز میں نہ آؤ۔

نماز میں صفائی سے آؤ۔

بلکہ نماز میں صفائی کے ساتھ غسل یا وضو کر کے آؤ اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے مسح کر کے آؤ۔

نساء۔ (ع ۸) عام بات چیت میں یہودیوں کی تحریف

"یہودی بعض الفاظ کو اس طرح بولتے ہیں کہ ان کے برے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ خدا ان پر لعنت کرے۔ وہ قرآن کو نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ توراۃ کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ یہودی شیطان پرست اور کہانت کے قائل ہیں اور توراۃ و صحف ابراہیم اور قرآن کو نہیں مانتے ان کا سب سے بڑا عیب بخل ہے یہ بغیر سود کے کوئی چیز دینے کو تیار نہیں۔

کتاب اللہ کی جگہ طاغوت کی پیروی

یہ لوگ طاغوت اور کاہن سے فیصلہ کراتے ہیں۔ حالانکہ معاہدہ کے مطابق (جو ۱ھ میں ہوا تھا) اللہ اور رسول سے اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ کرانا بہتر ہوتا (نساء۔ ۷-۸)

یہاں یہ نوٹ کر لیجئے کہ۔ یہودیوں کی تحریف صرف گفتگو تک محدود تھی۔ وہ توراۃ (یعنی کلام اللہ) کی تحریف نہیں کرتے تھے۔ بلکہ زبان اٹھلا کر بعض باتیں بیان کرتے تھے تاکہ دو معنی پیدا ہوں۔ قرآن سے صاف ثابت ہے کہ وہ توراۃ کو محرف نہیں کرتے تھے۔

یہاں یہ بھی نوٹ کر لیجئے کہ سورہ النساء (ع ۸) میں یہی بات اسی فصل میں کہی جا چکی

Marfat.com

ہے کہ یہود شیطان کے احکام مانتے ہیں۔ گویا احکام توراۃ کی شیطانی شرحیں کر کے یا کاہنوں کے بتائے احکام بخلاف توراۃ پر عمل کر کے تحریف توراۃ کرتے تھے اور اصلی احکام توراۃ کو یا تو چھپاتے تھے یا ایسی عبارتیں پڑھتے تھے جو سننے میں تو توراتی معلوم ہوں۔ مگر در حقیقت وہ توراۃ کی نہیں ہوتی تھیں (وما ھو من الکتاب) بلکہ خود ساختہ ہوتی تھیں۔

یہودی اور غزوہ سویق

ابو سفیان نے انتقام کی قسم کھائی تھی۔ لہٰذا اس نے یہودی قبیلہ بنو نضیر سے سازش کی۔ مدینہ میں ان کے محلہ میں آکر ٹھہرا اور واپسی میں ایک انصاری کو قتل اور چند جھونپڑیوں کو آگ لگا دی۔ گویا قسم پوری ہو گئی۔ سید المجاہدینؐ کو خبر ہوئی تو انہوں نے اس کا پیچھا کیا۔ لیکن وہ ستو کے تھیلے پھینک کر ہلکا ہو گیا اور بھاگ نکلا۔ یہ ذی الحجہ ۲ھ کا واقعہ ہے

بی بی فاطمہ کا نکاح:۔

ذی الحجہ ۲ھ میں بنت رسولؐ کا حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔

نساء ۱۰ ع۔ قتال کی خوبیاں

اب قرآن نے علانیہ قتال کی تعریف کی اور بتایا کہ اللہ کا نام بلند کرنے اور اس کی خوشنودی کے لئے قتال کرنے والوں کو ہر حال میں ثواب ملے گا خواہ قتل ہوں یا فتح پائیں۔ انہیں چاہیئے کہ کمزوروں کی فتح کے لئے قتال کریں انہیں طاغوت پرستوں سے ضرور لڑنا چاہیئے تاکہ دنیا میں اللہ کا نام (روحانیت) بلند ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ منافق جہاد میں دیر لگاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان فتح مند نہ ہوں۔

عام الامتحان یعنی ۳ھ

Marfat.com

(احد کی لڑائی میں جس محنت و مصیبت میں مسلمان پڑے تھے اس کی وجہ سے یہ سال عام الامتحان کہلایا)

قریش کی عراقی تجارت کا انقطاع: غزوہ غطفان

۱۲ ربیع الاول ۳ھ (۵ جولائی ۶۲۴ء) کو سید المجاہدینؐ نے بنو غطفان پر حملہ کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ نجد میں دو قبیلے اس ارادے سے جمع ہو رہے تھے کہ مدینہ پر حملہ کر دیں۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ لوگ منتشر ہو چکے ہیں۔ حالانکہ ان کا لیڈر دعثور چھپا ہوا تھا۔ اس نے یہ سوچا تھا کہ خواب کی حالت میں مسلمانوں کے لیڈر کو قتل کر دے تو معاملہ ختم ہو جائے۔ بہر حال اس نے سید المجاہدین کو سوتے میں آ دبوچا۔ اور ننگی تلوار دکھا کر کہنے لگا کہ بتاؤ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ سید المجاہدین نے فرمایا "اللہ" اور چشم زدن میں اس کی تلوار چھین لی۔ اب وہ عاجزی کرنے لگا اور مسلمان ہو گیا۔ رحمۃ اللعلمین نے اسے معاف کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش کی عراقی تجارت بھی منقطع ہو گئی اور وہ اپنے فارسی حلیفوں اور ہمدردوں کے پاس جانے سے ڈرنے لگے۔

کعب یہودی کا قتل: ۱۴ ربیع الاول۔ ۷ جون ۶۲۴ء

بنو نضیر کا شاعر کعب بن اشرف مکہ گیا اور قریش سے سازش کر کے سید المجاہدین اور مسلمانوں کی ہجویں لکھیں۔ پھر لوگوں کو بھڑکایا کہ کوئی جا کر سید المجاہدین کو دھوکے سے قتل کر دے تو قصہ ختم ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت کی حفاظت کے لئے مسلمانوں نے مسلح پہرہ دینا شروع کیا۔ آخر کعب مدینہ واپس آیا۔ آپؐ کو دعوت طعام دی۔ مقصد یہ تھا کہ بلا کر قتل کر دے (ابن حجر: ذکر کعب)

آخر حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے آنحضرت کی اجازت اور سعد بن معاذ کے مشورے سے کعب ہی کو قتل کر دینے کا فیصلہ کیا۔ یہ لوگ قرض خواہ بن کر رات کو گئے۔ اور عورتوں اور بچوں کی جگہ اپنے ہتھیار رہن رکھنے پر آمادہ ہوئے۔ کعب نے یہ سن کر دروازہ کھولا تو اندر جا کر ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور راتوں رات آ کر سید المجاہدین

کو اس کے قتل کی خوشخبری دی۔

سریہ قردہ: زید بن محمدؐ

(جمعہ ہلال جمادی الآخر ۳ھ ۱۲ ستمبر ۶۲۴ء) عراقی تجارت کے سلسلے میں رجب کے مہینہ میں ایک قافلہ ہمیشہ عراق جایا کرتا تھا۔ اسی زمانے میں وہاں جشن نیم سرودہ ہوتا تھا اور یہودیوں کے بنائے ہوئے زیورات خوب بکتے تھے۔ عرب کا چمڑا اور شراب اور چاندی کے برتن اور ہتھیار بھی وہاں پسند کئے جاتے تھے۔ اس قافلے میں ابوسفیان۔ صفوان بن امیہ اور عبداللہ بن ربیعہ تھے یہ حضرت زید کے فوجی دستہ کو دیکھتے ہی یہ لوگ فرار ہو گئے اور اتنا مال چھوڑ گئے کہ اس کی خمس بیس ہزار درہم تھی۔ اب قریش کی عراقی تجارت کا خاتمہ ہو گیا اور یہود منافق اور مجوسی تاجروں نے اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔

نساء (ع ۱۲) منافقین

وہ لوگ جو مکہ یا دوسرے مقامات پر ہیں اور ایک طرف تو مشرکوں سے ملے ہوتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں سے۔ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں یہ منافق ہیں۔ جب تک ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس نہ آ جائیں۔ ان سے بھی اسی طرح قتال کرو جس طرح مشرکوں سے کرتے ہو۔ البتہ وہ منافق جو معاہد قوم سے تعلق رکھتے ہوں، یا وہ منافق جو صلح کر لیں ان سے جنگ نہ کرو۔

قتل مومن حرام ہے

اگر غلطی سے کوئی مومن قتل ہو جائے تو ایک غلام آزاد کر دو اور اس کا خونبہا بھی دو لیکن اگر مومن دشمن قوم کا ہو، تب صرف غلام آزاد کرو اور اگر معاہد قوم کا مومن ہو تو ایک غلام آزاد کرو اور فدیہ بھی دو۔ اور اگر قاتل مفلس ہو تو ۲ مہینے پے درپے روزے رکھے اور توبہ کرے جان بوجھ کر مومن کا قتل کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جو شخص یہ کہے کہ وہ مومن ہے اس کو فوراً تسلیم کر لو۔

نساء ع (۱۳) مالی و جانی جہاد

جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا اونچا درجہ ہے اور جو ان مجاہدوں کا ہمدرد ہے وہ بھی مجاہد ہے۔

نساء ۱۴ ع۔ ہجرت کی ترغیب

جو لوگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ سکتے ہوں اور نہ آئیں تو ان کا عذر نہ سنا جائے گا وہ جہنم میں جائیں گے انہیں چاہیئے کہ ہجرت کی کوشش کریں۔ اس کوشش میں اگر مر بھی گئے تو یہ ان کی زندگی ہوگی۔

نساء ۲۱ ع: حقیقی کافر کون ہیں

اللہ اور اس کے تمام رسولوں کا نہ ماننا کفر ہے۔ جو لوگ چند کو مانتے ہیں اور چند کو نہیں مانتے وہ حقیقی کافر ہیں جو کسی نبی میں فرق نہیں کرتے وہ اصلی مومن ہیں۔

نساء ۱۶ ع۔ ۱۷ ع: قانون الٰہی کے مطابق فیصلہ کرو

اے رسول جو اللہ کا قانون ہے اس کے مطابق اپنی بہترین رائے سے فیصلہ کرو اور منافقوں کے بہکانے پر راہ عدل سے نہ ہٹو۔

نساء ۱۸ ع: دین ابراہیمی بہترین مذہب ہے

اللہ کو مانو اور نیک عمل کرو۔ ابراہیم خلیل اللہ کا دین تھا۔ صرف اللہ کو ماننا کافی نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عمل صالح ضروری ہے۔ شرک کبھی نہ بخشا جائے گا۔

نساء ۱۹ ع: عدل ہر حالت میں ضروری ہے

عدل کرو۔ اور سچی گواہی دو۔ خواہ تمہارے رشتہ داروں اور خود اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

عدل و حسن و معاشرت عورتوں کے لئے

Marfat.com

مسلمانو تم سے جو کچھ یتیم لڑکیوں کے متعلق کہا گیا ہے ویسا ہی سلوک تمہیں عام عورتوں سے کرنا چاہیئے۔ عورتوں اور مردوں کو ہر طرح صلح کر لینا چاہیئے۔ لیکن مرد کو زیبا نہیں کہ کوشش کے باوجود اگر عورت سے صلح نہ ہو تو اسے ادھڑ میں چھوڑ دے۔ ان دونوں کو جدا ہو جانا چاہیئے۔ اللہ دونوں کو اپنی رحمت سے بے پرواہ (غنی) کر دے گا۔

نکاح بی بی ام کلثوم

اسی زمانے میں بی بی ام کلثومؓ بنت رسول کا نکاح حضرت عثمان کے ساتھ ہوا۔ اس لیئے کہ بدر کے حملہ کے زمانے میں حضرت عثمانؓ کی بیوی رقیہؓ بنت رسول کا انتقال ہو چکا تھا۔

ولادت حسنؓ بن علیؓ

۱۵ رمضان ۳ھ کو رسول اللہ کے نواسے حضرت حسنؓ پیدا ہوئے۔

۳ھ میں آنحضرت نے بی بی حفصہؓ سے نکاح کیا

اسی زمانے میں حفصہؓ بنت عمرؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔ یہ بیوہ تھیں۔ ان کے شوہر جنگ بدر میں شہید ہو چکے تھے۔

سورہ محمد ع ۱۔ غلامی منسوخ

جنگ میں خوب دل کھول کر قتال کرو (لوٹ کی طرف توجہ نہ کرو) اس کے بعد جو قیدی ملیں۔ ان کو کسی حال میں غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ یا تو احسان رکھ چھوڑ دو یا جو فدیہ دے سکتے ہیں ان سے فدیہ وصول کرو۔

سورہ محمد ع ۲۔ منافقوں کو تنبیہہ

منافقوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ زمانہ قدیم میں بڑی بڑی سلطنتیں تباہ ہو چکی ہیں۔ مکہ کیا چیز ہے جو عذاب سے بچ سکے۔ قیامت اچانک آ جائے گی، پھر ہوش و حواس

Marfat.com

درست نہ رہیں گے اور توبہ کرنا بے کار ہو گا۔

سورہ محمد ع ۳۔ حکم قتال پر

منافقوں نے آنسو بہانا شروع کر دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان منافقوں کو موت نے گھیر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اس حکم کے علاوہ دوسرے احکام کو ہم مانیں گے۔ اس سے ہمیں معاف کر دو۔

سورہ محمد ع ۴۔ صلح کی باتیں کمزوری کی دلیل ہیں

مسلمانو! مشرکوں سے کسی سمجھوتہ کی امید نہ رکھو نہ صلح کی باتیں کرو۔ اگر صبر و ثبات، سے کام لو گے تو تم ہی غالب ہو گے۔ یاد رکھو کہ جہاد کے لئے مال دینا خود اپنی مدد ہے۔ اگر تم اللہ کا نام بلند نہیں کرنا چاہتے تو خدا کو اس کی پرواہ نہیں، وہ دوسری قوم پیدا کر دے گا جو یہ کام کرے گی۔ اللہ غنی ہے، تم فقیر ہو۔

سورہ الصف ع ۱ وفائے عہد

مومنو جو کہو وہ کرو۔ محض ڈینگیں مارنا تمہارا کام نہیں۔

بشارت نبی در توراۃ وانجیل

کافر کتنا ہی چاہیں کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں۔ یہ ممکن نہیں۔ سن لو کہ میں وہی احمد (فارقلیط) ہوں خدا کا پیغام لایا ہوں کہ خدا پرستی کرو۔ توراۃ وانجیل سے میرے دعوے کی شہادت مل سکتی ہے سچا دین خدا بندگی ہے جو سب پر غالب آئے گا۔

الصف ع ۲ نفع کی تجارت

یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں جان و مال لگا دو تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور جلد فتح ہو جائے گی (نصر من اللہ وفتح قریب)

دین حق جھوٹے دینوں پر غالب ہو گا۔

Marfat.com

خدا نے اپنے رسول محمد کو ہدایت اور سچا راستہ (دین الحق) دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ وہ دوسرے جھوٹے دینوں کا خاتمہ کر کے ان سب پر غالب آ جائے گا۔ (ھوالله الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ)

مائدہ ۶ ع منافق یہودی۔ تحریف کلمات

یہودی منافق جاسوسی کرتے ہیں اور کلام اللہ کو بدل کر بیان کرتے ہیں (وہ احمد کے دوسرے معنی بتاتے ہیں۔ وہ اگر تجھ سے فیصلہ کرانے آئیں تو جی چاہے کر۔ جی چاہے کہہ دے کہ تم خود توراۃ کے مطابق فیصلہ کرو۔ جب تم اس کلام الٰہی کو نہیں مانتے تو مجھے منصف بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

مائدہ ع ۷ تصدیق توراۃ

اے یہودیو توراۃ میں تمہارے لئے ہدایت و نور ہے جس میں خدا نے تمہارے لئے آنکھ کے بدلے آنکھ اور جان کے بدلے جان کا قانون بنا دیا ہے۔ عیسیٰ بن مریم بھی توراۃ کو مانتا تھا اور خود قرآن بھی گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ لہذا قرآن کے مطابق جو فیصلہ ہو گا۔ وہ توراۃ (خدائی قانون) کے مطابق ہی ہو گا۔ بس انصاف کرنے میں یہ بات سامنے رہے کہ ایک دن مر کے جینا ہے اور ہر عمل کی جوابدہی کرنا ہے۔ اسی طرح عدل و احسان قائم ہو سکتا ہے اور ظلم و خود غرضی کم ہو سکتی ہے۔

مائدہ ۸ ع۔ ۹ ع۔ یہود و نصاریٰ سے ناامیدی

جو یہود و نصاریٰ کتاب اللہ ماننے پر تیار نہیں ہیں انہیں دوست نہ بناؤ۔ ان کی ہٹ دھرمی پر تعجب آتا ہے۔ انہیں چاہیئے کہ کتب الٰہیہ توراۃ و انجیل پر عمل کریں مساوات کو پیش نظر رکھ کر سود خوری اور ظلم کو ترک کریں۔ فرقہ بندی سے باز آئیں۔ اور سب متفق ہو جائیں اور جنگ کی آگ نہ بھڑکائیں۔

مائدہ ۱۰ ع: مختلف اقوام کو کلمہ توحید کی دعوت

Marfat.com

اس دور کے آخر میں جملہ اقوام عالم خصوصاً اہل کتاب کو یہ دعوت دی گئی کہ سب مل کر احکام توراۃ و انجیل" قرآن پر عمل کریں۔ مومن، یہودی، نصرانی، صابی یا مجوسی، بہرحال جو کوئی بھی اللہ کو مانتا ہے۔ یوم آخر میں جزا و سزا کا قائل ہے اور اس تصور کو سامنے رکھ کر نیک عملی کی زندگی بسر کرتا ہے وہ خوف اور رنج سے نجات پا جائے گا۔

نجات کیا ہے؟

اس دور کے آخر میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ آخرت میں جزا و سزا کے خیال سے انسان نیک عمل بن سکتا ہے اور خوف اور رنج کی جو حالت اس دنیا میں، اور آئندہ زندگی کے لئے انسان پر طاری ہوتی ہے وہ ان دونوں سے نجات پا سکتا ہے۔ گویا خوف و حزن سے نجات پانا ہی اسلامی تصور نجات ہے (خوف بمقابلہ امن اور حزن بمقابلہ نعیم و راحت ہے۔) یعنی دنیا میں امن خوشحالی پھیلانا اور مرنے کے بعد نفس و سرور و نعیم حاصل کرنا ہی اسلام کا پیغام ہے۔)

دین میں غلو نہ کرو:۔

لہذا دین میں غلو کرنا فضول ہے۔ کوئی مریم کو خدا کی ماں بناتا ہے۔ کوئی مسیح کو خدا کا بیٹا کہتا ہے۔ کوئی عزیر کو اللہ کا بیٹا بناتا ہے اور اس طرح خوف و حزن سے نجات پانا چاہتا ہے لیکن انصاف اور منحصرات یہ ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے کسی طرح کسی کو خدا بنانے سے تم اعمال کی جوابدہی سے (بصورت کفارہ) نہیں بچ سکتے۔ بس دین کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کو مان کر نیک عملی کرو۔ ورنہ کوئی تمہیں عذاب جہنم سے نہ بچا سکے گا۔

(نوٹ) فتح بدر کے بعد اللہ کے نام کے ساتھ رسول اللہ کا نام بھی آنے لگا۔ یعنی قیام امرو حکومت کی بنیاد اگرچہ اوامر و حکومت الہیہ پر قائم ہے لیکن دنیا میں سلطنت کے قوانین اور فیصلہ (حکم) کرنے کا کام ایسے امیر کے ذمہ ہے جو کتب و قوانین الہیہ کے مطابق عمل کرانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ زمانہ آگیا تھا کہ سوسائٹی اور سلطنت کے

Marfat.com

قانون کو جو مختلف زبانوں میں اللہ نے قوموں کو دیا تھا۔ اسے رسول اللہ نافذ کریں اور کمزور کو طاقتور سے اس کا حق دلوائیں، یعنی اللہ کے قانون کو جاری کریں۔ اس قانون کے جاری کرنے کے طریقوں پر ارباب حل و عقد سے شوریٰ کیا جا سکتا تھا، لیکن نفس قانون کتب الہیہ پر مبنی تھا جو رسول بذریعہ وحی بتاتے تھے یا کتب اولین کی روشنی میں سوسائٹی کے بھلے کے لئے رائج کرتے تھے۔

انفال ۳ع: گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے

"اے مومنو اللہ کے حکموں پر رسول کے بتانے کے مطابق عمل کرو اور یہود یا مشرکین کی طرح سن کر ان سنی نہ کرو۔ اطاعت میں تمہاری زندگی ہے نیکی کرنے میں جلدی کرو اور اس فساد سے بچنے کی کوشش کرو جو ظالموں کے ساتھ رہنے یا ان کے ظلم پر خاموش رہنے کی وجہ سے، صرف ظالموں ہی کو تباہ نہ کرے گا بلکہ ان کے مجہول ساتھیوں کو بھی گھن کی طرح پیس ڈالے گا (واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ ۔)

وہ وقت یاد کرو کہ تم کمزور اور کم تھے۔ مشرکوں کا ہر وقت خطرہ تھا۔ لیکن اللہ نے مدینہ میں پناہ دی اور اپنی مدد اور ستھری غذا دی۔ لہذا اللہ کا شکر کرو، خیانت نہ کرو۔ مال اور اولاد کی محبت میں اللہ کو نہ بھولو۔

انفال ۴ع: مشرکین مکہ کی ڈینگوں کا جواب

مومنو وہ وقت یاد کرو جب کفار مکہ مجھے یعنی رسول اللہ کو اپنی چالاکیوں سے قید کر دینا یا قتل کر ڈالنا یا جلاوطن کر دینا چاہتے تھے۔ لیکن اللہ بڑا حفاظت کرنے والا ثابت ہوا (اس نے مجھے بچا لیا)

عذاب کا وعدہ پورا ہوا

مومنو تمہیں معلوم ہے کہ جب انہیں قرآن کی آیتیں مکہ میں سنائی جاتی تھیں تو وہ کہتے تھے کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام خود کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو محض گذرے ہوئے افسانے

ہیں (لو نشاء لقلنا مثل ھذا) وہ یہ بھی کہتے تھے کہ خدایا اگر یہ کلام واقعی تیری ہی طرف سے ہے تو ہم پر پتھر برسادے یا اس طرح کا کوئی دردناک عذاب نازل کردے۔ لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ اللہ کا رسول (محمدؐ) ان میں ہو اور عذاب نازل ہو، یا لوگ معافی مانگتے ہوں اور عذاب نازل ہو۔

بہرحال کوئی وجہ نہیں کہ (باوجودیکہ وہ مسجد حرام سے مومنو کو روکتے ہیں) اللہ ان پر عذاب نازل نہ کرے (یعنی اب وہاں میں تو موجود نہیں اور نہ استغفار کرنے والے موجود ہیں) اب تو یہ حالت ہے کہ کعبہ کے گرد اگر (کفار بجائے اللہ کے استغفار کرنے کے بتوں کے سامنے تالیاں اور سیٹیاں بجاتے ہیں لہٰذا شکست بدر میں اپنی کفر انگیزی کے عذاب کا مزہ چکھ لو۔ اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے بدر میں جو دولت خرچ کر چکے ہو ویسا ہی پھر کرو گے۔ پھر حسرت کے ساتھ مغلوب ہو جاؤ گے اس پر مزید خسارہ یہ ہو گا کہ تم جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔

انفال ۱۰ ع: مشرک قیدیوں کو نیکی کی ہدایت

قیدیو۔ اگر تم نے نیک چلنی اختیار کی تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے زیادہ اللہ دے گا۔ اور اگر خیانت کی تو خیانت کا مزہ چکھو گے جیسا کہ پہلے چکھ چکے ہو۔

مہاجر و انصار کی تعریف

وہ مومن جنہوں نے ہجرت کر کے اپنے اموال و نفس سے جہاد کیا، اور وہ انصار جنہوں نے مہاجروں کو پناہ دی اور ان کی مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

لیکن جن مومنوں نے ہجرت نہیں کی، وہ جب تک ہجرت نہ کریں ہمارے رفیق نہیں ہیں۔ وہ اگر دینی مدد مانگیں تو مومنوں پر ان کی مدد واجب ہے۔ البتہ اگر کسی قوم سے تمہارا دوستانہ معاہدہ ہے تو ان کی مدد تم پر واجب ہے۔

سچے مومن وہ مہاجر و انصار ہیں جو مجاہد ہیں۔ فتح بدر کے بعد جو لوگ ایمان لا کر ہجرت کریں اور جہاد میں شریک ہوں وہ بھی ابتدائی مہاجر و انصار کے برابر سمجھے جائیں (البتہ

Marfat.com

جہاں تک وراثت کا تعلق ہے بعض رشتہ داروں کو دوسروں پر ترجیح ہو گی۔ یہی اللہ کا قانون ہے۔ یہ نہ ہو کہ قدیم مہاجر کو وراثت میں جدید مہاجر پر فضیلت دی جائے، اللہ ہر چیز جانتا ہے۔"

Marfat.com

آٹھویں فصل

خاتم النبین یعنی مصدق النبین

مسلسل تین سال تک عزم و عقل سے سیلاب بلا کا مقابلہ

شوال ۳ھ جنوری ۶۲۵ء تا ذی قعد پ ۶ھ فروری ۶۲۸ء

ان الدین عند اللہ الاسلام

شکست احد اور پورے عرب کا نرغہ

بزدلی کفر ہے، یہ شیطان پرستوں کی خصلت ہے۔
شکستوں سے بددل ہونا کم ہمتوں کا کام ہے۔
جو لوگ اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرتے ہیں۔
ان کے دل سکینہ اور جنود اللہ واللہ کی رحمتوں سے بھر جاتے ہیں۔
کل شیطانی دنیا اگر مخالف ہو جاتے۔
تو یہ ممکن نہیں کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والا ڈرے۔
امید ہی ایمان ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے۔
یاد رکھو کہ مخالفت کے باوجود اللہ کا نور پھیل کر رہے گا۔

مصیبت راہِ حق میں ہمت مرداں بڑھاتی ہے
کہ جوہر اور بھی صیقل سے خنجر کے نکلتے ہیں
(اخگر مرد آبادی)

گر خوری جرعہ ز ساغر غم جام جمشید رازنی برہم
ملک شادی ہمی دہند بباد مالکان بلاد غم وردم
درد مندان زخم تیغ فراق می نخواہند از کسے مرہم
(وصالی خراسانی)

لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین۔ (الحدیث)
دیگر ازو تے مدار چشم وفا ہر کہ شد باتو در جفا گستاخ
زانکہ ہرگز دوبارہ مومن را نگزد مار از یکے سوراخ
(جامی)

خاتم النبین

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین (الاحزاب)

محمد تم میں سے کسی مرد کا (مثل زیدؓ کے) باپ نہیں کہا جاتے گا رسول اللہ ہے اور دوسرے رسولوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔

Marfat.com

بشارت ملائکہ

اذ تقول للمومنین ان یمدکم ربکم بثلثة الاف من الملئکتہ منزلین بلاان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورهم هذا یمددکم ربکم بخمستہ الاف من الملئکتہ مسومین۔ وما جعلہ اللہ الا بشری لکم ولتطمئن قلوبکم بہ وما النصر الا من عنداللہ العزیز الحکیم

(آل عمران ع ۱۳)

مفہوم

رسول اللہ نے مومنین سے کہا تھا (احد میں) کہ کیا یہ کافی نہیں ہو گا کہ اللہ تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے۔ (یعنی تمہارے دلوں میں فرشتوں کی سی قوت پیدا ہو جائے۔ بشرطیکہ صبر و تقوی سے کام لو) اگر تم صبر و تقوی سے کام لیتے (تو تم میں پانچ ہزار فرشتوں کی طاقت اللہ کی طرف سے پیدا ہو جاتی، وہ ایسے فرشتے ہوتے جو نشان زدہ گھوڑوں پر نظر آتے۔ (تم نے صبر و استقامت سے کام نہ لیا شکست ہوئی)۔ بہرحال سمجھ لو کہ فرشتوں کی امداد کا ذکر محض بشارت تھی تاکہ تم مطمئن ہو جاؤ۔ ورنہ فتح و نصرت اللہ کے سوا کون دے سکتا ہے۔

(آل عمران ع ۱۳)

یا ایها الذین آمنو اذکرو نعمتہ اللہ علیکم اذ جائتکم جنود فارسلنا علیهم ریحاوجنود آلم تروها

(الاحزاب ع ۱)

اے مومنو۔ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ غزوہ احزاب میں خدا نے آندھی چلا دی اور خدا نے ایسی فوجیں بھیجیں جو نظر نہ آتی تھیں (جن سے ڈر کر کفار بھاگ گئے)

(الاحزاب ع ۱)

Marfat.com

تقسیم دولت کی غرض

ما افاء الله علی رسوله من اهل القری لله وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل کی لا یکون دولته بین الاغنیاء منکم
(الحشر ع ۱)

اللہ نے جو مال بغیر جنگ کیے دیا ہے اسے اللہ کے کاموں میں رسول تقسیم کر دیں گے یعنی ان بے زروں کو دیں گے جو رشتہ دار ہیں یا یتیم و مسکین و مسافر ہیں۔ تاکہ یہ دولت زرداروں ہی میں ہیر پھیر کرتی نہ رہ جائے۔

(الحشر ع ۱)

Marfat.com

تقویم فصل هذا

	محرم	صفر ۱	صفر ۲	ربیع ۱	ربیع ۲	جمادی ۱	جمادی ۲	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعدہ	ذی الحجہ
عام الامتحان سنہ ۳ھ	•	•	•	•	•	•	•	•	•	•	جمعرات ۱۷ جنوری ۶۲۵	جمعہ ۱۵ فروری ۶۲۵	یکشنبہ ۱۷ مارچ ۶۲۵
عام التہنیت علی النکاح سنہ ۴ھ	دوشنبہ ۱۵ اپریل ۶۲۵	•	چہارشنبہ ۱۵ مئی ۶۲۵	جمعرات ۱۳ جون ۶۲۵	شنبہ ۱۳ جولائی ۶۲۵	یکشنبہ ۱۱ اگست ۶۲۵	سہ شنبہ ۱۰ ستمبر ۶۲۵	چہارشنبہ ۹ اکتوبر	جمعہ ۸ نومبر	شنبہ ۷ دسمبر	دوشنبہ ۶ جنوری ۶۲۶	شنبہ ۴ فروری ۶۲۶	جمعرات ۶ مارچ ۶۲۶
عام الزلزلہ سنہ ۵ھ	جمعہ ۴ اپریل ۶۲۶	یکشنبہ ۴ مئی ۶۲۶	دوشنبہ ۲ جون ۶۲۶	چہارشنبہ ۲ جولائی ۶۲۶	جمعرات ۳۱ جولائی	شنبہ ۳۰ اگست	یکشنبہ ۲۸ ستمبر	سہ شنبہ ۲۸ اکتوبر	چہارشنبہ ۲۶ نومبر	جمعہ ۲۶ دسمبر	شنبہ ۲۴ جنوری ۶۲۷	دوشنبہ ۲۳ فروری ۶۲۷	سہ شنبہ ۲۴ مارچ ۶۲۷
عام السوال سنہ ۶ھ	جمعرات ۱۳ اپریل ۶۲۷		شنبہ ۲۳ مئی ۶۲۷	دوشنبہ ۲۲ جون ۶۲۷	چہارشنبہ ۲۱ جولائی ۶۲۷	جمعرات ۲۰ اگست ۶۲۷	جمعہ ۱۸ ستمبر ۶۲۷	یکشنبہ ۱۸ اکتوبر ۶۲۷	دوشنبہ ۱۶ نومبر ۶۲۷	چہارشنبہ ۱۶ دسمبر ۶۲۷	جمعرات ۱۴ جنوری ۶۲۸	شنبہ ۱۳ فروری ۶۲۸	

Marfat.com

خاتم النبین: یعنی مصدق النبین

«لوگو! میں نہ تو زید کا باپ ہوں نہ تم میں کسی مرد کا والد ہوں۔ میں صرف محمد رسول اللہ ہوں اور میں دوسرے رسولوں کی تصدیق کرتا ہوں (الاحزاب)»

رومی سامراج ۶۲۴ء میں آذر بائیجان کے مشہور آتش کدہ کو تباہ کر چکا ہے لیکن ایک سال بعد خسرو پرویز کی فوجیں ۶۲۶ء میں خالسی دون پہنچ جاتی ہیں۔ یہ مقام قسطنطنیہ کے بالمقابل ساحل پر واقع ہے۔ یہاں پہنچ کر خسرو پرویز عہد کرتا ہے کہ وہ سورج کے ایک مصلوب دیوتا (مسیحؑ ناصری) کی پرستش اور ہر قسم کی بت پرستی کا خاتمہ کر دے گا۔ اور "خالص نور" یا اہورا مزدا کی حکومت اس دنیا میں جاری کرے گا۔ ادھر صلیب پرستوں نے "اصلی صلیب" حاصل کرنے کے لئے ایک صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا ہے اور ہرقل کی فوجیں دجلہ کی ولایت میں ۶۲۷ء میں گھس آتی ہیں۔ بوڑھا خسرو تاب مقاومت نہ لا کر تیسی فون کی طرف فرار ہو جاتا ہے۔

لیکن دنیا والوں کو یہ خبر نہیں تھی کہ سو سے بھی کم مہاجر، حجاز کے ایک گاؤں میں پناہ لے کر قریش کے تاجروں کی تجارت منقطع کر چکے ہیں اب نہ تو وہ مدینہ کی طرف سے شام کی طرف جاسکتے ہیں، نہ نخلہ کی طرف سے یمن کا رخ کر سکتے ہیں اور نہ نجد کے راستے سے عراق جاسکتے ہیں۔ ہر طرف مجاہدین اسلام کے چھوٹے چھوٹے دستے تجارتی موسموں میں راستہ روکنے کے لئے موجود ہیں۔ انہوں نے اب یہ قانون بنالیا ہے کہ جب تک بیت اللہ میں اللہ کا نام لینے کی اجازت نہ ہوگی اور دنیا بھر میں کسی کو اپنے دین اور راتے کی آزادی کے لئے فتنہ میں نہ ڈالا جاتے گا اس وقت تک یہ مٹھی بھر مومن اپنی جان و مال کو اللہ کے ہاتھ بیچ کر قریش کی زندگی دوبھر کر دیں گے (قاتلو حتی لا تکون فتنۃ فی الارض) مومنو قتال کرو تاکہ دنیا بھر میں ہر شخص کو آزادی راتے اور آزادی مذہب حاصل ہو جاتے۔

بدر کی فتح نے مسلمانوں کے دل بڑھا دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہودی اور منافق دونوں قریش سے مل کر اسلام کے خلاف سازشیں کرنے لگے تھے۔ حتی کہ اب

Marfat.com

تین سال کا وہ زمانہ شروع ہوا جس میں مخالفوں نے مسلمانوں کا ناک میں دم کر دیا۔ اور حالت یہ ہو گئی کہ ہر طرف تاریکی اور یاس کے دیو منہ پھاڑے ہوتے نظر آنے لگے۔ اگر سید المجاہدین کو اپنے مشن کی کامیابی کا حق الیقین اور خدا کی مدد پر کامل بھروسہ نہ ہوتا تو دنیا کو خبر بھی نہ ہوتی کہ عرب کے ایک دور دراز خطے میں کوئی فوجداری بھی ہوئی تھی جس میں چوہتر مہاجروں نے ایک ہزار دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا اور کوئی شخص بھی پیدا ہوا تھا جو یک و تنہا کل دنیا کو متحد کر کے امن و اتحاد کے راستے پر ڈالنا چاہتا تھا۔

معرکہ احد: قریش کا دوسرا حملہ

(شنبہ ۱۴ شوال ۳ھ : ۲۶ جنوری ۶۲۵ء)
(نوٹ:- اگر نسی کی جائے تو شنبہ کو ۱۰ شوال تھی۔)

ہند اور دوسری عورتوں کا ترانہ

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں	نحن بنات طارق
ہم قالینوں پر چلتے ہیں	نمشی علی النمارق
اگر لڑو گے تو سینہ لگالیں گے	ان تقبلوا نعانق
اگر بھاگو گے تو تمہیں چھوڑ دیں گے	او تدبروا الفارق
اور کبھی منہ نہ دیکھیں گے	فراق غیر وامق

یہودی مکہ جا کر قریش کو انتقام پر ابھارنے لگے تھے۔ ان کے مشہور شاعر کعب بن اشرف کو مسلمانوں نے اسی جرم میں قتل کر دیا تھا۔ قریش کے شاعروں اور کاہنوں نے بھی قبائل میں آگ لگا دی تھی۔ اب انہیں ایک ابن حضرمی ہی کا نہیں بلکہ ستر مقتولوں کا بھی قصاص لینا تھا۔ لہذا قریش نے یہ طے کیا کہ ابوسفیان کا قافلہ جو بدر سے بچ کر نکلا تھا اس کا پورا نفع انتقامی لڑائی میں صرف کر دیا جائے۔ یہ نفع ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار پر مشتمل تھا۔

Marfat.com

سید المجاہدین بھی بے خبر نہ تھے۔ وہ انفاق فی سبیل اللہ کے نام پر چندہ جمع کر رہے تھے۔ ادھر عباس بن عبدالمطلب رتی رتی کی خبر مکہ سے بھیج رہے تھے۔ ادھر مدینہ کے منافق اور یہود اسلام کے خلاف سازشیں کرنے لگے تھے اسی لئے سید المجاہدین کی رائے تھی کہ قریش کی فوج کا مقابلہ باہر نکل کر نہ کیا جائے اور مدینہ ہی میں قلعہ بند ہو کر مدافعت کی جائے لیکن نوجوان صحابیوں کے اصرار پر آپؐ نے رائے بدل دی اور فرمایا کہ اگر تم ثابت قدم رہو گے تو کامیاب ہو گے۔

قریش نے تین چار ہزار آدمی جمع کر لئے تھے جن میں سات سو زرہ پوش دو سو سوار اور تین ہزار اونٹ تھے۔ ہند زوجہ ابوسفیان کی سرداری میں پندرہ عورتیں بھی تھیں۔ جو فوج کو جوش دلانے اور مرہم پٹی کے لئے ساتھ تھیں۔ کعبہ کے پجاریوں یعنی بنی عبدالدار کے ہاتھوں میں کفر کا جھنڈا تھا۔ ہر ایک کی زبان پر یا ھبل تھا۔ یہ سب مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر پہلے سے پہنچ کر جم گئے تھے اور اس مرتبہ اپنے سواروں اور پیدل کو پہلے سے مرتب کر چکے تھے۔

مسلمانوں نے بدر کی طرح یہ سمجھا تھا کہ ہمارے چند آدمی بھی ان کے ہزاروں آدمیوں پر بھاری ہوں گے اس لئے اس دفعہ کسی قدر غرور میں ایک ہزار کی فوج جمعہ کے بعد مسلح ہو کر مدینہ سے نکلی تھی۔ اتنا جوش تھا کہ بعض کم سن بچے بھی ساتھ ہو لئے تھے۔ لوٹ مار کی ہوس میں۔ بہت سے منافق بھی ساتھ ہو لئے تھے میدان جنگ (احد) مدینہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر تھا اور مسلمانوں کو بدر کی طرح پہلے سے پہنچ کر جنگی ترتیب کا موقع نہ ملا تھا۔ پھر یہ غضب ہوا کہ منافق ابن سلول جمعہ کی شام ہی کو مدینہ ہی سے اپنے تین سو ساتھیوں سمیت واپس ہو گیا تھا۔ اس نے کہا کہ ہمارا معاہدہ صرف یہ ہے کہ مدینہ کے اندر رہ کر ہم رسول اللہ کی حفاظت کریں۔ باہر جا کر لڑنا ہمارا کام نہیں۔ درحقیقت وہ قریش سے ساز باز کر چکا تھا اب صرف سات سو مسلمان رہ گئے جن میں سے صرف سو کے پاس زرہیں تھیں۔ مقام جنگ بجائے جنوب کے مدینہ کے شمال میں تھا اور یہ انتخاب قریش نے اس لئے کیا تھا کہ مدینہ تک پہنچنے میں ادھر سے کوئی رکاوٹ راستے میں نہ تھی۔ اس لئے آنحضرت نے مسلمانوں کو پھر تاکید فرمائی کہ لوٹ مار سے

Marfat.com

پہلے قطعی طور پر فتح حاصل کر لینا۔ ورنہ عربی طرز ہمیشہ یہی رہا ہے کہ پہلے دکھاوے کے طور پر شکست مان کر بھاگتے ہیں اور جب دشمن حملہ کر کے غیر منظم ہو جاتا ہے تو اس پر حملہ کر کے ختم کر دیتے ہیں۔ اسی غرض سے آپؐ نے عبداللہ بن جبیر کی ماتحتی میں پچاس تیر اندازوں کو ایک درہ کی حفاظت کے لئے متعین فرما دیا تاکہ عقبی حملہ سے حفاظت رہے۔ غرض کہ رات بھر اسی ترتیب دہی میں گزری۔

مقابلہ

سنیچر کی صبح کو ابو عامر فاسق نے، جو مدینہ کا ایک منافق تھا۔ قریش کی طرف سے پچاس آدمیوں کو لے کر حملہ کیا۔ پتھراؤ ہوا اور وہ واپس بھاگا۔ اب باقاعدہ عبدالدار کے قبیلے کا علمبردار طلحہ پکارا کہ ہے کوئی جو مجھے جہنم میں یا اپنے کو جنت میں پہنچانے کو تیار ہو۔ اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد پے در پے چھ عبدری میدان میں نکلے اور بنو ہاشم کے ہاتھوں قتل ہوتے۔

قریش کا فرار اور پھر فتح

اب ہند اور گانے والی عورتیں بھاگیں اور قریش بھی میدان چھوڑ کر فرار ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر سادہ لوح مسلم تیر انداز یہ سمجھے کہ بس معاملہ ختم ہو گیا اور لوٹ کا موقع آ گیا ہے۔ انہوں نے گھاٹی کو چھوڑ کر لوٹ شروع کر دی اور دوسرے مسلمان بھی لوٹ میں لگ گئے۔ قریش تو یہ چاہتے ہی تھے۔ یکایک جناب حمزہؓ کے ایک حربہ لگا وہ شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے علمبردار مصعبؓ بن عمیر عبدری کو ابن قمیہ نے شہید کر دیا۔ قریش کے جھنڈے کو صواب نے بلند کر دیا اس کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو ایک قرشیہ عمرہ نے اسے بلند رکھا۔ اتنے میں ابن قمیہ نے آگے بڑھ کر خاتم النبین کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ خود کی دو کڑیاں سر میں گھس گئیں۔ عتبہ بن ابی وقاص نے ایسا پتھر مارا کہ آپ کا ہونٹ کٹ گیا اور دو دانت شہید ہو گئے اور آپ ایک گڑھے میں گر پڑے۔ خالد بن ولید نے اپنے دو سو سواروں سے گھاٹی کے راستے سے حملہ کر دیا اور منٹوں کے اندر مسلمانوں

کی فتح شکست میں بدل گئی۔ آنحضرتؐ زخموں سے چور تھے۔ جناب طلحہؓ نے انہیں اٹھا کر ایک بلند مقام تک پہنچا دیا۔ جہاں حضرت فاطمہؓ مدینہ سے پہنچ گئیں اور علاج معالجہ میں مصروف ہو گئیں۔ حضرت عائشہ بھی زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کرنے میں مصروف تھیں۔ عام طور پر مشہور ہو گیا کہ آپؐ شہید ہو گئے اس لئے ابوسفیان نے واپسی کا اعلان کر دیا۔ مشرکہ عورتوں نے مسلمانوں کی لاشوں کو مثلہ کر دیا یعنی ان کے کان ناک وغیرہ کاٹ ڈالے۔ ستر مسلمانوں کو بدر کے ستر قریشیوں کے بدلے قتل کر کے اپنا انتقام لے چکے۔ تو ٹھہرنے کی اب ضرورت نہ رہی اور سب واپس چل کھڑے ہوئے۔

اب ابوسفیان اس پہاڑی کے نیچے آیا جہاں خاتم النبین مع چند اصحاب کے موجود تھے۔ آنحضرت کا نام لے کر پکارا۔ آپؐ نے ساتھیوں کو خاموش رہنے کی ہدایت کی پھر اس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو پکارا جب جواب نہ ملا تو کہا سب مر گئے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہا کہ ہم بفضلہ زندہ ہیں اس پر ابوسفیان نے اعل ھبل کا نعرہ بلند کیا اور کہا عزی لنا ولا عزی لکم (یعنی ھبل دیوتا جیت گیا۔ اور عزی دیوی نے ہمارا ساتھ دیا۔ تم ذلیل ہوئے) اس پر مسلمانوں نے جواب دیا اللہ اعلی واجل اور اللہ مولانا ولا مولی لکم (اللہ سب سے بلند ہے وہی ہمارا آقا ہے) پھر ابوسفیان نے کہا کہ عورتوں نے لاشوں کو مثلہ کر دیا ہے۔ یہ حکم میں نے نہیں دیا تھا۔ نہ میں اس پر ناراض ہی ہوں۔ بہرحال اب تم نے لڑائی کا مزہ چکھ لیا اور تجارتی راستوں کے روکنے کا نتیجہ دیکھ لیا۔ اب بھی ہمت باقی ہو تو آئندہ سال اسی موسم میں رمضان یا شوال میں بدر میں آ جانا۔ دو دو ہاتھ پھر ہو جائیں گے۔

تعداد مقتولین

مشرکوں کے تئیس آدمی مرے تھے کہ انہوں نے فرار اختیار کیا تھا۔ مسلمانوں نے جونہی لوٹ مار شروع کی مشرک لوٹ آئے اور چار مہاجروں اور چھیاسٹھ انصار کو قتل کر ڈالا۔ شاید یہ اس کی وجہ بھی ہو کہ مہاجروں کو تو آنحضرت نے جنگی مشق شروع سے کرائی

Marfat.com

تھی۔ لیکن انصار بدر میں صرف مال غنیمت کے لالچ سے آتے تھے اور یہاں بھی یہی سمجھے تھے کہ فرشتے آکر لڑائی لڑیں گے۔ صبر و ثبات کے حکم کے عدول اور لوٹ کی لالچ نے فتح کو شکست میں تبدیل کرا دیا اور ستر آدمیوں کے شہید ہوتے ہی میدان قریش کے ہاتھ تھا۔ یہ ستر شہید دو دو کر کے ایک ہی قبر میں خون آلود کپڑوں کے ساتھ رکھے گئے اور رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ سب زندہ جاوید ہیں اور جنتی ہیں۔

خصوصیات احد:۔

۱۔ شعار

بدر میں مسلمانوں کا شعار "احد احد" تھا۔ یعنی ایک طرف تو خدائے واحد کا نام بلند کرنے والے تھے اور دوسری طرف ھبل کی جے پکارنے والے تھے۔ لیکن احد میں مسلمانوں کا شعار یا منصور امت تھا۔

۲۔ جھنڈا

لڑائی کی ایک بنیاد یہ بھی تھی کہ خانہ کعبہ مسجد اللہ ہے یا مسجد الشیطان۔ لطف یہ ہے کہ دونوں لڑائیوں میں دونوں طرف قبیلہ بنو عبدالدار (یعنی خانہ کعبہ کے پجاریوں کے خاندان والوں) کے ہاتھوں میں جھنڈے تھے۔ احد میں مصعبؓ بن عمیر عبدری علمبردار تھے جو مصدق النبین کے ہم شکل اور مدینہ میں آپؐ کے رسول تھے آپ شہید ہو گئے (آپ کی بیوہ کا نام حمنہ بنت جحش تھا) تو آنحضرت نے حضرت علی مرتضیٰ ہاشمی کو جھنڈا سپرد کیا۔ آپ کے ہاتھوں سے منجملہ بارہ علمبرداران قریش کے آٹھ قتل ہو چکے تھے۔

عمرہ حارثیہ کی جرات

قریش کے علمبرداروں کے قتل ہونے کے بعد ابی طلحہ کے غلام صواب نامی نے جھنڈا اٹھا لیا تھا اور جب اس کے دونوں ہاتھ مسلمانوں نے کاٹ ڈالے تو وہ جھنڈے کی

Marfat.com

عزت بچانے کو اس پر گر پڑا اور سینہ سے لگاتے ہوئے جان دی اس پر ایک قرشیہ عمرہ آگے بڑھی اور اس نے کفار کا جھنڈا بلند کر دیا۔ حسانؓ بن ثابت کے اسے زندہ جاوید بنا دیا۔

فلولا لواء الحارثیہ اصبحوا

یباعون فی الاسواق بیع الجلائب

یعنی اگر وہ جھنڈا نہ اٹھاتی تو قریش دوبارہ اس کے گرد جمع نہ ہو سکتے اور وہ سب غلام بنا کر فروخت کر دیئے جاتے۔

۳۔ام عمارہ کی شجاعت

سیدہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب المازنیہ فرماتی ہیں کہ میں پانی پلانے کے لئے صبح سویرے چل کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے رسول اللہ کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو چکی ہے؟ تو میں نے تیر و تلوار سے آنحضرت کی حفاظت شروع کر دی اور جب ابن قمیہ آگے بڑھا تو میں نے اور مصعب بن عمیر اور دوسرے لوگوں نے جو رسول اللہ کے پاس رہ گئے تھے اس کو روکا اور اس پر تلوار سے دو وار کئے لیکن عدو اللہ دو زرہیں پہنے ہوئے تھا پھر اس نے ام عمارہ کے کندھے پر تلوار ماری جس کے زخم کا گڑھا زندگی بھر موجود رہا۔

۴۔طلحہؓ و سعدؓ

اس لڑائی میں ایک وقت ایسا آگیا تھا کہ صرف حضرات طلحہؓ و سعدؓ وقاصؓ ہی آپ کے پاس رہ گئے تھے یاد رکھئے کہ یہ دو حضرات وہ ہیں کہ دعوت سراً کے زمانے میں سب سے پہلے مسلمانوں (سابقون الاولون) میں سے تھے (بخاری)

۵۔زندہ شہید

جب آنحضرت زخمی ہو کر گڑھے میں گرے تھے تو حضرت علیؓ اور حضرت طلحہ نے انہیں نکال کر کھڑا کیا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ

Marfat.com

ایسے شہید کو دیکھے جو زمین پر چلتا پھرتا ہو تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔

۶۔ یوم سبت

یہودیوں پر فرض تھا کہ حسب معاہدہ قریش کا مقابلہ کرتے لیکن انہوں نے حمایت رسول تو درکنار خود جنگ کی آگ بھڑکائی تھی۔ ان میں سے ایک یہودی مخریق نے جب یہود کو ان کا وعدہ یاد دلایا تو وہ کہنے لگے کہ آج سنیچر کا دن ہے ہمارے لئے جنگ حرام ہے ورنہ ضرور مدد کرتے۔ یہ سن کر یہودی مخریق تنہا نکل کھڑا ہوا اور لڑ کر شہید ہو گیا۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ مخریق بہترین یہودی تھا۔

۷۔ ملائکہ یا فرشتے:۔

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے فرشتوں کو مانے یعنی اللہ کے ملائکہ پر ایمان لاتے۔ مکی قرآن میں ملائکہ اور الروح کا ذکر ہے۔ انہیں رسول اللہ یعنی خدا کا ایلچی (فرشتہ پیامبر) بھی کہا گیا ہے۔ سورہ الانفطار میں دو اچھے کاتبوں (کراماً کاتبین کا ذکر ہے۔ یہ بھی فرشتے ہیں۔ سورہ المدثر کی ایک مدنی آیت میں ملائکہ کو جنود رب کہا ہے۔ التطفیف میں انہیں المقربون اور التکویر میں انہیں رسول کریم کہا ہے۔ والنجم میں جبریل یا خدا کی قوت کا مترادف لفظ شدید القویٰ ہے۔ الحجر میں مرسل اور الشعراء میں روح الامین کہا ہے۔ المومن میں بتایا ہے کہ وہ عرش کو اٹھاتے ہوتے ہیں (الذین یحملون العرش) اس میں الروح اور روح القدس کا بھی ذکر ہے۔ الفاطر میں بتایا ہے کہ ان کے دو دو تین تین چار چار پر بھی ہوتے ہیں۔ الجن میں حرساً شدیداً محافظ آسمان بتایا ہے۔ بنی اسرائیل میں کہا ہے کہ کفار ملائکہ کو مؤنث سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ مونث یعنی کمزور نہیں ہیں، مذکر ہیں۔

مدینہ میں آکر سب سے پہلے سورۃ الانفال میں ہزار ملائکہ سے بدر کے مسلمانوں کی مدد کا ذکر ہے۔ لیکن یہاں صاف بتا دیا ہے کہ مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لئے یہ خوشخبری تھی۔ (وما جعلہ اللہ الا بشریٰ ولتطمئن بہ قلوبکم (الانفال) چونکہ فتح ہوئی تھی اس

لئے عام مسلمان یہی سمجھتے تھے کہ فرشتوں نے آکر مقابلہ کیا تھا۔ لیکن جن ستر آدمیوں کو بدر میں مسلمانوں نے قتل کیا تھا ان کے قاتلوں کا پورا جریدہ موجود ہے وہ سب مجاہدین اسلام تھے (دیکھئے ابن ہشام)، احد میں بھی ملائکہ کی مدد کا وعدہ تھا۔ لیکن شکست ہوئی۔ اس لئے قرآن نے دوبارہ اس معاملہ کو صاف کیا کہ اگر تم صبر و استقامت سے کفار کا مقابلہ کرتے تو تین ہزار تو کیا پانچ ہزار فرشتے اللہ کی طرف سے مدد کرتے اور پھر بتایا کہ یہ محض ایک خوشخبری تھی (وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم و لتطمئن قلوبکم بہ (آل عمران ع ۱۳) اس سے صاف ثابت ہے کہ فرشتے سے مراد اللہ کی بخشی ہوئی صبر و استقامت کی قوت و ہمت ہے۔

مسلمانوں کا جوابی حملہ یا قریش کا تعاقب

دوسرے دن آنحضرت نے حضرت علیؓ کو کفار کی خبر لانے کے لئے روانہ کیا اور سمجھا دیا اگر گھوڑے کوتل ہوں اور وہ اونٹوں پر سوار ہوں تو سمجھ لینا کہ اب ان کا واپسی کا ارادہ نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت نہ صرف عربوں کی نفسیاتی کیفیتوں کا درک رکھتے تھے بلکہ ان کی معاشرت اور جنگی حیلہ بازیوں سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ حضرت علیؓ نے واپس آکر اطلاع دی کہ اگرچہ گھوڑے کوتل ہیں لیکن وہ دوبارہ حملہ کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کا پورا قلع قمع کر دیں۔ خاتم النبین نے یہ سنتے ہی معبد خزاعی کو جس نے اپنا اسلام ابھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ ابوسفیان کے پاس دوستانہ مشورہ کے لئے روانہ کیا۔ اس نے جا کر انہیں خبر دی کہ مسلمانوں کا لشکر جرار انتقام لینے کے لئے آرہا ہے۔ سنبھل جاؤ۔

ادھر آنحضرتؐ نے منادی کرادی کہ جو لوگ احد میں ساتھ تھے وہ تیار ہو جائیں تاکہ دشمن پر جوابی حملہ کیا جائے اس دفعہ جھنڈا حضرت ابوبکرؓ کو دیا اور واقعہ احد کے دوسرے ہی دن لشکر اسلام حمراء الاسد پہنچ گیا۔ اور میدان میں دشمن کو مرعوب کرنے کے لئے پانچ چھ ہزار چولہے روشن کرا دیئے گئے۔ دشمن نے یہ دیکھا تو یہ سمجھا کہ لشکر بہت بڑا ہے، اس لئے فرار ہو گیا۔ اور خاتم النبین تین دن تک وہاں ٹھہرے پھر واپس

ہوتے۔

اطاعت امیر ضروری ہے

یہود و منافقین پر اس ترکیب کا یہ اثر ہوا کہ وہ سمجھ گئے کہ مسلمانوں کو اتفاقیہ شکست ہوئی تھی۔ ادھر مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ اگر ہم صبر و ثبات سے کام لیتے تو قریش کو شکست تو دے ہی چکے تھے۔ لوٹ مار اور ان کی جنگی پسپائی نے ہمارا نظم خراب کر دیا تھا۔ آئندہ اطاعت امیر سے سرمو تجاوز نہ کریں گے۔

Marfat.com

احد کا ذکر قرآن میں

آل عمران ۱۳ ع: کشمکش و رنج سے بزدلی پیدا ہوتی ہے:

بنو سلمہ اور بنو حارثہ بھی منافقوں کی پیروی میں واپس جانے والے تھے۔ لیکن رسول اللہ نے سمجھایا کہ اگر صبر و ثبات سے کام لو گے تو اللہ اور اس کے فرشتے مدد کریں گے۔ وہ اگرچہ ساتھ آئے مگر کشمکش و رنج میں رہے آخر شکست ہوئی۔

سکینہ و جنود اللہ، فرشتوں سے مراد اللہ کی بخشی ہوئی ہمت ہے۔

یہ بات محض بشارت کے طور پر کہی گئی تھی کہ فرشتہ مدد کریں گے۔ اگر صبر و ثبات سے کام لیتے تو تین ہزار کیا پانچ ہزار فرشتوں کی قوت تم میں پیدا ہو جاتی۔ ہمت اور اطمینان یعنی اللہ کی مدد پر بھروسہ پیدا ہو جاتے تو ہزاروں فرشتوں کی طاقت کے برابر ہے اور کافروں کے دل میں ایسا رعب پیدا کر دیتا کہ وہ بھاگ جاتے۔

آل عمران ۱۴ ع: یہود کو تنبیہہ

دگنا تگنا سود کھانے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس سے بہتر ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جہاد کریں (یعنی۔ یہود جو اپنے بخل کی وجہ سے چندہ جنگ نہیں دیتے تھے)

شکست کی وجہ

بزدلی اور بد نظمی سے بڑی بڑی فوجیں ہار جاتی ہیں۔ بدر میں کتنے زیادہ مشرکوں کو تھوڑے سے مومنوں نے ہرا دیا تھا۔ اس مرتبہ منافقوں کی وجہ سے مسلمانوں میں ایمان و ہمت کی کمی ہو گئی۔ خیر یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ آئندہ کم ہمتی نہ دکھانا۔ یہ امتحان ہے اس کے بغیر جنت نہیں مل سکتی (دیکھئے بقرہ ۲۶)

آل عمران ۱۵ ع۔ ۱۶ ع۔

Marfat.com

مسلمانو۔ اب طریقہ جنگ بدلا جاتا ہے۔ فتح و شکست کا انحصار اس پر نہ ہونا چاہیے کہ فوج کا امیر قتل ہو جائے تو تم بھاگ جاؤ۔ تم ایک اصول کے لئے لڑتے ہو۔ لہذا اب انفرادی موت جماعتی شکست کا باعث نہ بنے گی۔ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اصول کی فتح کے لئے آخر دم تک لڑو۔ اب جنگ قومی ہوگی یعنی خواہ امیر و سردار کتنے ہی قتل ہو جائیں۔ قدم پیچھے نہ ہٹے۔ محمدؐ صرف رسول ہیں ان کے مرنے یا قتل ہو جانے سے جماعتی وحدت و ترقی پر کوئی اثر نہ پڑنا چاہیے۔ ان کا پیغام باقی رہے گا اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

لالچ شیطانی چیز ہے بزدلی پیدا کرتی ہے

دولت کی طمع سے تمہاری فتح شکست میں بدل گئی اللہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا۔ بہر حال یہ امتحان تھا۔ آئندہ یہ غلطی نہ کرنا۔ اب تک جو کیا وہ معاف کیا جاتا ہے تم بھاگے، رہے تھے۔ حالانکہ رسول تمہیں بلا رہا تھا۔ بہر حال شیطان کے دھوکے نے تمہیں کمزور کر دیا تھا۔ اس کو اللہ معاف کرتا ہے۔

راہ خدا کے شہید کو مردہ نہ سمجھو۔ آل عمران ۱۷ ع۔

قوم کے لئے مرنا دولت جمع کرنے سے بہتر ہے۔ بہر حال تم نے جو عدول حکمی کی اسے نرم دل نبی معاف کرتا ہے۔ اور آئندہ بھی تم سے مشورہ کیا کرے گا جو جماعت کے بھلے کے لئے شہید ہوتا ہے اسے موت نہیں آتی (اسی طرح اس سورہ کے شروع میں مسیح کے سلسلے میں کہا گیا کہ وہ مرے نہیں بلکہ شہید ہوتے (لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا)

خدا پرست بزدل نہیں ہوتا۔ آل عمران ۱۸ ع۔

اللہ والوں کو خوف نہیں ہوتا۔ البتہ جو شیطان کے پرستار ہیں وہی مرنے سے ڈرتے ہیں جو مومن ہیں وہ شیطان سے نہیں ڈرتے۔ اس لڑائی میں یہ بھید بھی کھل گیا کہ منافق لوٹ مار کے لئے جاتے ہیں اور جب ان سے جنگی چندہ مانگو تو ایک پیسہ نہیں دیتے اور

Marfat.com

یہودی تو یہ حالت ہے (کہ باوجود معاہدہ کے) وہ اللہ کے نام پر قرض (بلاسودی) دینے کو تیار نہیں۔ حالانکہ انہیں خوش دلی سے چندہ دینا چاہیئے تھا۔ وہ کہتے ہیں اللہ فقیر ہے۔

جانی و مالی آزمائش:-

اللہ کا نام بلند کرنے والوں کا کام آسان نہیں۔ یہ جانی و مالی آزمائش ہوتی ہے۔ پھر اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے باوجودیکہ یہودی توراۃ کے احکام میں تحریف کرتے ہیں اور ان کو باطل کے پردے میں چھپاتے ہیں۔ مسلمانو کا فرض ہے کہ وہ صبر و تقویٰ سے کام لیں یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

آل عمران ۲۰ع۔ وجود باری کے لئے سائنس کی طرف توجہ کرو

زمین آسمان کی نشانیوں کو دیکھو۔ معلوم ہو جائے گا کہ ایک خالق ہے۔ جو اہل عقل و خرد ہیں وہ تفکر فی الخلق میں ڈوبے رہتے ہیں اور تاویل الاحادیث یا حقائق کی تلاش میں اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔

تخلیق عالم کی ایک غایت ہے۔ کل کائنات ایک بے معنی حادثہ نہیں ہے۔ اس کی ایک غایت ہے۔ (یہ بے کار نہیں پیدا کیا گیا)

کل مومن اور بعض اہل کتاب جنتی ہیں

جن لوگوں نے ہجرت کی یا زبردستی گھر سے نکالے گئے یا اللہ کی راہ میں ستائے گئے اور پھر وہ لڑے یا قتل ہوتے وہ سب متقی ہیں اور ضرور جنت میں جائیں گے۔ اسی طرح وہ اہل کتاب جو کتاب اللہ کو مانتے ہیں اور رشوت لے کر اللہ کے قوانین میں تحریف نہیں کرتے وہ بھی اجر پائیں گے۔

صبر و اتحاد کرو

مومنو صبر و اتحاد سے فتح ہوتی ہے۔ صرف اللہ سے ڈرو۔ یہی چیز تم میں ثبات و عزم پیدا کرے گی۔ یہی ذریعہ کامیابی و کامرانی ہے۔"

Marfat.com

یتیموں اور عورتوں کے حقوق میراث۔ سورہ نساء ۲۴ع

چونکہ واقعہ احد میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے تھے اور بہت سے بچے خصوصاً لڑکیاں یتیم ہو گئیں تھیں اس لئے اس موقع پر میراث کے احکام بیان ہوتے اور میراث میں عورتوں کا حق قائم کیا گیا۔ یہ دنیا میں پہلا قانون تھا جس نے عورتوں کے درجے کو اونچا کیا۔ آنحضرت خود یتیمی کی زندگی بسر کر چکے تھے اور جانتے تھے کہ یتیم لڑکیوں اور بیواؤں کے ساتھ دنیا میں کتنا برا سلوک ہوتا ہے کہ بعض ملکوں میں وہ مردہ شوہر کے ساتھ جل مرنا پسند کرتی ہیں۔ اس جگہ یہ بھی بتایا کہ مشرکہ کے مقابلہ میں مومنہ سے شادی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

کئی عورتوں سے برابر کی محبت مشکل ہے

اس لئے کسی بیوی کو معلق چھوڑنے سے بہتر ہے کہ اس سے جدا ہو جاؤ (رکوع ۲ اور رکوع ۱۸ بھی دیکھئے)

سورہ نساء (۱۵ ع) قصر صلوۃ

مسلمانوں کو چاہیے کہ اگر کفار کے فتنہ کا خطرہ ہو تو سفر کی حالت میں نماز کو مختصر کر دیں اور اپنی حفاظت کا خیال رکھیں۔ آدھے نماز پڑھیں اور آدھے حفاظت کریں۔

عام التہنیت علی النکاح (۴ھ) اپریل ۶۲۵ء

دو سریے

خاتم النبین نے مسلمانوں پر احد کی شکست کا اثر قائم نہیں ہونے دیا بلکہ اپنی جماعت کو مضبوط بنانے کی مشق جاری رکھی۔ اس لئے احد کے جوابی حملہ کے بعد محرم ۴ھ میں بنو اسد کی سرکوبی کے لئے ابو سلمہ کے ماتحت ایک دستہ روانہ کیا۔ ان میں ایک سو پچاس مجاہد تھے اور کثرت انصار کی رکھی گئی تھی اس لئے کہ انہیں میدانی لڑائی کی مشق کم

Marfat.com

تھی۔ جب وہ دستہ فید تک پہنچا تو بنو اسد فرار ہو گئے۔ مجاہدوں کو کچھ اونٹ بکریاں غنیمت میں ملیں۔

اسی مہینہ میں سفیان ھذلی کی جنگی تیاریوں کی خبر پہنچی۔ عبداللہ بن انیس نے اکیلے جاکر اسے قتل کر دیا اور یہ فتنہ ختم ہوا۔

اصحاب صفہ کے ستر قاریوں کا قتل

مدینہ کے مشرق میں نجد واقع ہے۔ اسی راستے سے قریش کا قافلہ تجارت عراق جاتا تھا۔ قریش کی سازش سے بنی لحیان وغیرہ قبائل کے چند لوگ آنحضرت کے پاس آئے اور کہا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ تعلیم اسلام کے لئے کچھ لوگ ہمارے یہاں بھیج دیجئے۔ آپؐ نے ستر بزرگوں کو جو سوائے تعلیم قرآن کے اور کوئی کام نہ کرتے تھے۔ اور آنحضرت کے مکان کے سامنے ایک چبوترہ پر زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے ساتھ کر دیا اور جب راستے میں بیر معونہ پر قیام ہوا تو قبائل نے گھیر کر انہیں قتل کر دیا۔ صرف عمرو بن امیہ بچ گئے اور اس واقعہ کی آنحضرت کو خبر دی۔ رستے میں عمروؓ کو دو عامری ملے جو سو رہے تھے اور مسلمانوں کے حلیف تھے۔ عمرو نے انہیں قتل کر دیا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ ہم پر خونبہا واجب ہوا۔

دعائے قنوت

اس واقعہ نے خاتم النبین کو اتنا متاثر کیا کہ ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے رہے کہ

> "خدا ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور تجھی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ہم تیری بندگی کرتے ہیں اور تیری رحمت طلب کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ تیرا عذاب کفار ہی کے لئے ہے۔"

دس مسلمانوں کو دھوکے سے قتل

Marfat.com

بنو لحیان نے دوبارہ یہی ترکیب چلائی اور قبائل قارہ کے ذریعے چند مسلمانوں کو آنحضرت سے تعلیم اسلام کے لئے مانگا۔ آپ نے دس قاریوں کو ساتھ کر دیا۔ بنو لحیان نے انہیں گھیر لیا وہ آخر وقت تک لڑے۔ سات شہید ہوئے اور خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ گرفتار ہوئے۔ پھر مکہ میں غلام بنا کر فروخت کر دئے گئے اور سخت ایذاؤں کے باوجود انہوں نے اسلام نہ چھوڑا۔ آخر بری طرح قتل کئے گئے۔ ایک اور صحابی گرفتار کئے گئے تھے جو راستے ہی میں قتل کر دئے گئے۔

وہ آیت جو بھلا دی گئی۔ ان شہدائے راہ حق کے متعلق بعض راویوں نے لکھا ہے کہ قرآن میں ان کے متعلق ایک آیت نازل ہوئی تھی جو بھلا دی گئی ہے۔ یہ اس بات کی مثال ہے کہ تفسیر کرنے والے کس طرح کمزور روایتوں کو قبول کر لیتے ہیں حالانکہ اس فقرہ کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔ فقرہ یہ ہے (بلغو قومنا عنا انا لقینا ربنا فرضی عنا ورضینا عنہ) یعنی ہماری قوم کو خبر کر دو کہ ہم اپنے رب سے مل گئے۔ وہ ہم سے راضی ہوا ہم اس سے راضی ہیں۔)

خاتم النبین اور سورہ بینہ

اس سورہ میں پھر اہل کتاب کو بتایا گیا ہے کہ خاتم النبین بھی وہی تعلیم دیتے ہیں جو قدیم صحف میں دی گئی ہے کہ صرف اللہ کی بندگی کرو۔ لیکن نہ اہل کتاب مانتے ہیں نہ مشرک مانتے ہیں بلکہ اپنے حبروں اور پروہتوں کے بناتے ہوئے رسم و رواج کو قانون الہی کا درجہ دیتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ فلاں چیز حلال ہے فلاں حرام۔ کوئی کہتا ہے کہ متبنیٰ کی بیوی کو حقیقی بہو کی طرح حرام سمجھنا چاہیئے۔ کوئی عورت کو معلق چھوڑ دیتا ہے اور بعض تو اتنے ذلیل ہیں کہ عورت سے مہر واپس لے کر اور اسے جو تحفے تحائف دیئے ہیں وہ واپس لے کر اسے طلاق دے دیتا ہے اور دوسروں کو بھی اس بے چاری سے نکاح کرنے سے روکتا ہے۔ کوئی اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا ہے اور اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔

لیکن خدائی قانون یہ نہیں ہے۔ توراۃ تو بعد کی چیز ہے۔ اس سے پہلے صحف ابراہیم تھے اور ان میں قدیم ترین قوانین الہیہ موجود تھے۔ ان میں بعض کی پیروی اب

Marfat.com

تک بنو اسماعیل مسلسل کرتے آرہے ہیں۔ مثلاً اونٹ کے گوشت کو حرام نہیں سمجھتے۔ البتہ متبنیٰ کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح نہیں کرتے۔ رسول اللہ نے جو مصدق مرسلین تھے اس غیر ابراہیمی قانون کو توڑ دیا اور متبنیٰ کی بیوی سے خود نکاح کر کے اس بری رسم کو مٹا دیا۔ اسی طرح خلعی طلاق میں عورت کو حق دیا کہ وہ آزاد ہونے کے بعد جس سے چاہے نکاح کر لے اور قانون بنا دیا کہ ایسے ذلیل مرد کے لئے جو روپیہ لے کر طلاق دے۔ عورت حرام ہے۔ اصل میں یہ عورت کو نیا حق اسلام نے عطا کیا۔ ورنہ عام طلاق میں اجازت دی کہ طلاق بائن کے بعد بھی اگر عورت راضی ہے تو مرد رجوع کر سکتا ہے اسی طرح طلاق ظہار اور دوسری قسم کی طلاقوں میں عورت کے حقوق کا خیال رکھا گیا اور مرد کے ظلم سے اسے بچا لیا۔

بنو نضیر کی جلاوطنی ربیع الاول ۴ھ جون ۶۲۵ء۔

چونکہ بنو نضیر سے اب تک معاہدہ امداد باہمی باقی تھا۔ لہذا خاتم النبیین ان کے محلہ میں خود تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ عمروؓ بن امیہ نے غلطی سے دو عامریوں کو قتل کر دیا ہے۔ ان کا خونبہا ادا کرنے کے لئے چندہ دو۔ تو یہودیوں نے آپ کو فصیل کے نیچے بٹھایا اور چاہا کہ اوپر سے ایک پتھر گرا کر آپ کو قتل کر دیں آپؐ فطرتاً نہایت حساس تھے۔ یہ معاملہ تاڑ گئے اور اٹھ کر چلے گئے۔ بنو نضیر نے چندہ دینے سے انکار کر دیا اس کے علاوہ انہیں ابن سلول منافق نے یہ اطلاع دی تھی کہ یہودیوں کا قبیلہ بنو قریظہ ان کی مدد کرے گا اس لئے یہ قلعہ بند ہو گئے اور بغاوت کر دی۔

خاتم النبیین نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور جب انہیں منافقوں اور بنو قریظہ کے یہودیوں کی کوئی مدد نہ پہنچی تو انہوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دئے کہ ہمیں قتل نہ کیا جائے بلکہ جلاوطن کر دیا جائے۔ آنحضرت نے اس کی اجازت دے دی مگر شرط یہ کر لی کہ سامان جنگ کے علاوہ جو کچھ لے جانا چاہیں لے جائیں۔ وہ اپنا کل سامان چھ سو اونٹوں پر بار کر کے شام اور خیبر کی طرف چلے گئے۔ البتہ جو یہودی مسلمان ہو گئے تھے ان کا سامان ان کے پاس رہنے دیا گیا۔

Marfat.com

سورہ آل عمران ۱۲ ع

مسلمان وہ قوم ہیں جو اچھے معروف کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے یا گھناؤنے کاموں سے روکتے ہیں۔ لیکن۔ یہودی باوجود توراتی احکام کے ایسے نہیں کرتے۔

سورہ حشر ا ع بنو نضیر کی جلاوطنی (۱)

یہودی اگرچہ اہل کتاب ہیں مگر ناشکر گزار (کافر) ہیں اسی وجہ سے ایک ہی حملہ میں شکست مان لی۔ اگر ان کے متعلق خدا کا حکم جلاوطنی کا نہ ہو گیا ہوتا تو اس سے بھی بری سزا ملتی۔ لہٰذا ان کی چھوڑی ہوئی زمینیں ان مہاجروں کو دی جاتی ہیں جو بے خانماں ہو کر آتے ہیں۔ انصار نے کافی ایثار کیا ہے، خود نہیں کھایا مہاجروں کو کھلایا ہے۔ اب ان پر یہ بار نہیں رہے گا کہ وہ مہاجروں کی پرورش کریں۔

۲ ع۔ منافقوں کی بزدلی کی وجہ

یہ تھی کہ ان میں نفاق ہے، ورنہ ضرور۔ یہودیوں کی مدد کرتے۔

۳ ع سب اچھے نام اللہ کے ہیں

یہ نہ سمجھو کہ صرف اللہ، رحمان یا۔ یہوا ہی اللہ کے نام ہیں سب اچھے نام (خواہ کسی زبان میں ہوں) اللہ کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں "وہی" سب کا آقا ہے۔

ولادت حسین رض ابن علی رض

شعبان ۴ھ میں ولادت حسین ہوئی۔

نکاح ام المومنین ام سلمہ رض سے

شوال ۴ھ جناب ام سلمہ مخزومیہ سے آپ نے نکاح کیا۔ ان کا نام ہند تھا۔ یہ عبداللہ بن الاسد کی بیوہ تھیں۔

غزوہ بدر ثانی یکم ذیقعدہ ۴ھ شنبہ ۲۔ ۴ فروری ۶۲۶ء۔

احد کی لڑائی کو ایک سال ہو چکا تھا۔ ابوسفیان کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال بدر پر پھر دو دو ہاتھ ہوں گے۔ یہاں ہر سال میلہ لگتا تھا اور تجارت ہوتی تھی۔ آپ نے ڈیڑھ ہزار پیدل اور دس سواروں کے ساتھ کوچ کیا مال تجارت بھی ساتھ لیا۔ ابوسفیان ڈر کے مارے نہ آیا لیکن دوسرے قبائل آتے خوب چہل پہل رہی اور مسلمان اس میلہ سے سو فیصدی نفع کما کر واپس ہوئے۔

نکاح و وفات ام المومنین زینبؓ

حضرت عبیدۃ المطلبی شہید احد کی بیوہ سے آپ نے نکاح کیا تھا یہ نہایت فیاض تھیں اور ام المساکین ان کا لقب تھا وہ نکاح کے بعد اسی سال انتقال کر گئیں۔

عام الزلزلہ (۵ھ) ۴ اپریل ۶۲۵ء

یہ سال نہایت ہی تکلیف دہ سال تھا۔ شکست احد کے بعد مشرکوں کے دل بڑھ گئے تھے اور یہودیوں اور منافقوں نے بھی آنحضرت کی خانگی زندگی تلخ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ مختلف قبائل سازشیں کر کے مسمانوں کو دھوکہ سے قتل کر دینا اپنا فرض سمجھتے تھے بعض جگہ تو اتنا چوکنا رہنا پڑتا تھا کہ سب مسلمان ایک ساتھ نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ آدھے نماز پڑھتے اور آدھے نمازیوں کی حفاظت کرتے تھے۔ اس حالت جنگ کی نماز کو صلاۃ خوف بھی کہتے ہیں۔

سورۃ النساء۔ آیت ۴۳ تیمم

چونکہ زندگی کی راحتیں حالت جنگ اور سفر میں مہیا نہیں ہو سکتی تھیں اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کیا جا سکتا ہے۔ یہی حکم عام حالات میں مریضوں کے لئے بھی دے دیا گیا کہ وہ پانی سے غسل و وضو کی جگہ سے منہ ہاتھ صاف کر لیں۔ مجبوراً مٹی سے طہارت کرنے کو اللہ معاف کر دے گا اس رکوع کی دوسری آیتیں ۲ھ میں بیان ہو چکی ہیں۔

غزوہ ذات الرقاع : عراقی شاہ راہ پر

خاتم النبین ؐ کو خبر ملی کہ نجد میں انمار اور ثعلبہ جنگ کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ یہ قبیلہ غطفان سے تعلق رکھتے تھے اور پہاڑیوں میں رہتے تھے۔ قریش کی عراقی تجارت ان ہی مقامات سے گزرتی تھی ۱۰ محرم کو آنحضرت ذات الرقاع تک چار سو مجاہدوں کے ساتھ گئے۔ وہ لوگ عورتوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آپ پندرہ دن کے بعد واپس آئے۔

صلاۃ خوف

اس غزوہ میں ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت تھی۔ لہذا نصف آدمی نماز پڑھتے اور نصف پہرہ دیتے تھے۔ اسے صلاۃ خوف کہتے ہیں۔ یعنی جنگ کی حالت میں جو نماز ہو وہ صلاۃ خوف ہے۔ (خوف ضد ہے امن کی۔ دیکھئے سورہ القریش)

غزوہ دومۃ الجندل

۲۵ ربیع الاول ۵ ھ مطابق ۲۶ جولائی ۶۲۶ء کو آنحضرت دومت الجندل کی کاروانی منزل تک ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ گئے۔ یہ مقام دمشق سے پانچ راتوں کے فاصلہ پر ہے اس جگہ کچھ بدمعاش۔یہودیوں کی سازش سے جمع ہو کر تاجروں اور مسافروں کو ستانے لگے تھے۔ آخر وہ فرار ہو گئے۔ چند مویشی مال غنیمت میں ملے اور۔یہودیوں پر رعب طاری ہو گیا۔

سورہ نساء۔۹ ع۱۔ طاغوت یا۔یہودی حبر

معاہدہ کے مطابق جو معاملہ ہوتا وہ آنحضرت کے سامنے پیش ہونا چاہیئے تھا لیکن "۔یہودی اپنے حبروں کے پاس جھوٹے فیصلے لے جانے لگے تھے۔ یہ لوگ شیطان (طاغوت) کے احکام کے مطابق چلتے ہیں۔ ۔یہودیو معاہدے کی پابندی کرو۔ ان سے فیصلہ نہ کراؤ۔"

غزوہ مریسیع۔ شعبان ۵ ؁ ۲۷ نومبر ۶۲۶ء۔

Marfat.com

آنحضرت کو خبر لگی کہ بنو مصطلق جو مدینہ سے نو منزل پر آباد تھے اور قریش کے حلیف تھے جنگی تیاری کر رہے ہیں۔ آپؐ نے مدینہ پر جناب زید بن محمد کو خلیفہ بنایا اور چل نکلے۔ منافقوں کا سردار ابن ابی بھی مال غنیمت کے لالچ میں ساتھ تھا۔ حملہ کی تاب نہ لا کر دس مقتول چھوڑ کر دشمن فرار ہو گیا۔ ایک ہزار اونٹ۔ پانچ ہزار بکریاں دو سو عورتیں اور چند مرد گرفتار ہوئے۔

حضرت جویریہ سے نکاح اور غلاموں کی آزادی

اس قبیلہ کی ایک خاتون حضرت جویریہؓ تھیں۔ جس شخص کے حصہ میں آئی تھیں اس سے خرید کر آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا۔ پھر آپ کے نکاح میں آگئیں۔ آپؐ نے اپنے حصے کے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے حضرت جویریہؓ کے قبیلے کے کل قیدیوں کو بغیر فدیہ لئے آزاد کر دیا۔

حضرت جویریہ سے نکاح کے اثرات

معاندین رسول اللہ تاریخی حالات کو توڑ مروڑ کر اس لئے بیان کرتے ہیں کہ اپنے مذہب کو بہتر ثابت کریں۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ قرآن کسی خدا پرستی کے طریقے کو برا نہیں کہتا بلکہ بار بار کل نبیوں اور کل کتابوں کی تصدیق کرتا ہے تو وہ آنحضرت کی شادیوں پر اعتراض نہ کرتے۔ یاد رہے کہ آنحضرت نے جتنی شادیاں کیں وہ سب خدمت اسلام کے لئے کیں اور ہمیشہ خلق اللہ کا فائدہ اور دین اللہ کی برتری ان کے پیش نظر رہی۔

حضرت جویریہؓ قبیلہ خزاعہ سے تھیں۔ یہ قبیلہ نواحی مکہ میں آباد تھا۔ اس قبیلہ کو اسلام کا حلقہ بگوش بنانے کی صرف ایک صورت تھی کہ ان سے خاتم النبین اپنا رشتہ قائم کر لیں اور پھر بحسن تدبیر اس قبیلے پر احسان کا اتنا بڑا بوجھ ڈال دیں کہ اس سے وہ کبھی عہدہ برآ نہ ہو سکیں۔ آپؐ نے یہی کیا۔ حضرت جویریہؓ سے نکاح کیا اور اپنے کل قیدیوں کو اس رشتہ داری کے نام پر آزاد کر دیا۔ اب کون ایسا مسلمان تھا جو رسول اللہؐ

Marfat.com

کے رشتہ داروں کو قید رکھتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب مفت میں آزاد ہو گئے لیکن اس احسان نے ان کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے اسلام اور مصدق النبین کا بن داموں غلام بنا دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جب آپؐ نے ۶ ھ میں عمرہ کا احرام باندھا تو اسی قبیلے کے لوگوں نے مخبری کی کہ قریش مدافعت کے لئے تیار ہیں۔ پھر اسی قبیلے کے لوگوں نے قریش کو آنحضرت کی طاقت سے ڈرایا۔ اور صلح حدیبیہ پر مجبور کیا اور آخر اسی قبیلہ کی وجہ سے بغیر تلوار چلائے مکہ فتح ہو گیا۔ مقام غور ہے کہ صرف اس ایک نکاح نے کس طرح دنیا کی تاریخ کا رخ بدل دیا اور اسلام کی سیاسی زندگی کا پیش خیمہ بن کر دنیا کو سلامتی کا گہوارہ بنا یا۔

سورۃ المنافقون

غزوہ مریسیع میں منافق پہلی مرتبہ ساتھ آئے تھے۔ یہاں آکر بھی شرارت سے نہ چوکے اور مسلمانوں کو ذلیل اور کمینہ بنا کر باتیں کرنے لگے۔ اس پر یہ سورہ نازل ہوئی "منافق زبانی مسلمان ہیں دل سے اسلام کے دشمن ہیں وہ دیکھنے میں تو ہاتھی ہیں لیکن خشک لکڑی کی طرح کنجوس ہیں اے رسول انہیں کبھی اللہ معاف نہ کرے گا۔

مسلمانو۔ ان منافقوں اور یہودیوں کی طرح مال سے محبت نہ کرو۔ خدا جانے کب موت آ جائے۔ لہٰذا مجاہدین کی مدد میں دریغ نہ کرو۔ نہ منافقوں کی طرح کنجوسی کرو۔

افک:۔

اسی غزوہ میں منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہ کو بدنام کیا لیکن رسول اللہ کو اس تہمت پر بالکل یقین نہیں آیا۔ اس کی شہادت سورہ نور میں ہے:۔

زنا اور سورہ نور ا ع۔ ۲ ع:۔

حد زنا یہ ہے کہ عورت مرد دونوں پر سو سو کوڑے لگائے جائیں اور قذف (یعنی زنا کی تہمت کسی عورت پر) کی سزا یہ ہے کہ اسی کوڑے لگائے جائیں اور ان تہمت لگانے والوں کی گواہی کبھی تسلیم نہ کی جائے۔

Marfat.com

مسلمانو۔ اس تہمت کے واقعے میں بھی ایک بھلائی کا پہلو نکلتا ہے۔ تہمت لگانے والے سادہ لوح مومن تھے۔ تمہیں چاہیئے تھا کہ سنتے ہی اس تہمت کو جھوٹ سمجھتے۔

پھر حضرت ابوبکرؓ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ان بے وقوف مومنوں کو جنہوں نے تہمت لگائی تھی معاف کر دیں اور ان سے کینہ نہ رکھیں بلکہ مدد معاش ان کی کرتے تھے کرتے رہیں۔

حیا، پردہ، حجاب

یہ بھی حکم دیا جاتا ہے کہ بلا اجازت گھروں میں داخل نہ ہو۔ عورتوں مردوں دونوں کو حیاء و عصمت کا حکم دیا جاتا ہے اور نظر بازی سے روکا جاتا ہے عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے سنگھار نمایاں نہ کریں کہ لوگوں کی نظریں خود بخود ادھر نہ اٹھیں۔ رانڈوں کا نکاح کر دو اور لونڈی غلاموں کا بھی نکاح کر دیا کرو۔

مکاتبت یعنی غلام کو آزادی کا حق

غلاموں کو آزاد ہونے کا حق دو کہ وہ مکاتبت کر لیں اور ایک مخصوص رقم مزدوری یا چندہ سے جمع کر کے مالک کو ادا کر دیں۔ خود مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کی آزادی کے لئے چندہ دیں اور لونڈیوں سے زنا نہ کرائیں ورنہ حد زنا جاری ہو گی۔ بیت المال کے قیام کے بعد سلطنت کا فرض ہو گیا کہ غلاموں کو آزاد کراتے)

سورہ النور ع ۵۔۶۔۷) اللہ نور ہے

اللہ زمین و آسمان کا نور ہے اس کے قانون (آشا) (دینیہ دین یا دھما) میں ہر چیز بندھی ہوئی ہے۔ وہی سب کا بادشاہ وہی خالق ہے۔ قانون الٰہی پر چلنے سے زمین کی بادشاہت پاؤ گے۔ خوف کی جگہ امن حاصل ہو گا۔

سورہ النور (۸ع ۹ع) چند آداب مجلس

Marfat.com

بغیر اجازت کے مجلس سے نہ اٹھو اور گفتگو میں حفظ مراتب کا خیال رکھو۔

زینب اور زید بن محمد کی خانگی لڑائی اور صلح

زینب بنت جحش کو اب یہ ناگوار گزرنے لگا تھا کہ وہ ایک آزاد کردہ غلام کے نکاح میں رہیں خواہ وہ ابن محمد ہی کیوں نہ کہلاتا ہو۔ قریشی عورتوں نے بھی طعنہ دیتے تھے اور مدینہ کی عورتوں نے بھی شرانگیزی شروع کر دی تھی۔ آخر انہوں نے رسول اللہ سے شکایت کی کہ زیدؓ مجھے دکھ دیتے ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ وہ مجھے طلاق دے دیں۔ آنحضرت نے قرآنی حکم کے مطابق دونوں کی صلح کرادی اور زید کو طلاق سے باز رکھا۔ اگر حملہ احزاب بیچ میں نہ آگیا ہوتا تو شاید اسی وقت یہ لڑائی انتہا کو پہنچ جاتی۔ بہرحال اسی زمانے میں آنحضرت نے خدا کے حکم سے طلاق ظہار کو منسوخ کر دیا اور عورتوں کو زیادہ معزز بنانے کی طرف قدم بڑھ گیا۔

ظہار

عربوں میں اپنی بیویوں کو لونڈیوں کا درجہ دے رکھا تھا ذرا سی خفگی ہوتی اور طلاق دے دی۔ ظہار کا یہ طریقہ تھا کہ اپنی بیوی کے کسی عضو کو اپنی ماں کا عضو کہہ دیا اور وہ عورت اپنے اوپر حرام کر لی لیکن یہ پوری طلاق (آزادی) نہ تھی۔ عورت کا آقا یا شوہر تو وہی رہتا تھا لیکن عورت کو دوسرے سے نکاح کا حق نہ تھا۔ نہ شوہر سے حقوق زوجیت کے حصول کا کوئی قانون تھا۔ عورت کی زندگی نہایت تلخ ہو جاتی تھی۔

سورۃ المجادلہ:- ا ع:- ماں بنانے والے کی سزا:-

ماں تو صرف وہی ہے جس نے جنا ہے لہٰذا اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو ماں بنا کے الگ کرے گا تو اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو مہینے مسلسل روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاتے جو اس سے انکار کریں گے انہیں خدا دردناک عذاب دے گا۔

المجادلہ ع ۲۔ کاناپھوسی نہ کرو

Marfat.com

گناہ اور سرکشی کی باتوں کے متعلق کانا پھوسی نہ کیا کرو۔ یہ شیطانی بات ہے رسول کی نافرمانی نہ کرو۔

المجادلہ ع ۳ حزب الشیطان:۔

منافقوں پر شیطان نے قبضہ کر لیا ہے اس لئے وہ اللہ کو بھول گئے ہیں یہ شیطان کے گروہ والے خسارہ میں پڑیں گے۔ یہ اللہ رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ مومنوں کو ان سے دوستی نہ کرنا چاہیے خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

حزب اللہ

مومنوں کو اللہ نے ایمان دیا اور روح القدس (جبریل) سے ان کی مدد کی ہے۔ وہ اللہ اور یوم آخر کو مانتے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہے وہ جنتی ہیں اور مراد کو پہنچے ہیں۔

Marfat.com

مدینہ پر پورے عرب اور یہودیوں کا متحدہ حملہ

قریش کا تیسرا حملہ، حملہ احزاب۔ ۸ ذیلقعدہ ۵ ھ۔ ۲ مارچ ۶۲۷

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر ہزاروں مشرک اور یہود ان کے دشمن ہوتے جاتے تھے۔ صرف شامی راستے پر جو قبیلے تھے وہ بچے حلیف تھے۔ ورنہ عراقی شاہ راہ کے بنو غطفان اور یمنی راہ کے قبیلے بھی مسلمانوں کے دشمن ہو گئے تھے۔ خود مدینہ میں منافقوں نے جاسوسی کا جال بچھا رکھا تھا اور اب بنو قریظہ کے یہودی قبیلے کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ غرض یہ کہ رمضان ۲ ھ میں سید المجاہدین بدر میں جیتے۔ شوال ۳ ھ میں قریش نے اس کا احد میں بدلہ لیا اور قبائل نے اصحاب صفہ کو دھوکے سے قتل کیا۔ لیکن اب ایسا وقت آ گیا کہ یا تو اسلام اس آخری حملہ سے فنا ہو جائے یا عرب کے تجارتی راستوں پر خاتم النبیین کی سیادت کو مان لیا جائے۔ اس لئے منافق، یہود اور عرب کے جملہ قبائل مل کر ذیلقعدہ ۵ ھ میں مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ خیبر میں یہودی قبیلہ بنو نضیر تھا۔ اس نے مدینہ کے بنو قریظہ کو عہد شکنی پر، اور قبائل غطفان و سلیم کو خیبر کے نخلستانوں کی ایک فصل دے کر مدینہ پر حملہ کے لئے تیار کر لیا۔

فوجوں کی طاقت

ابو سفیان بن حرب کی ماتحتی میں دس بارہ ہزار فوج تھی۔ عرب میں اتنی بڑی فوج کبھی نظر نہ آئی تھی۔ اگرچہ شکست قریش کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور انہیں اندازہ نہ تھا کہ عام عربی لڑائیوں کی طرح اس کا فیصلہ ایک دو دن میں نہ ہو گا بلکہ مقابلہ اتنا طول کھینچے گا کہ ان کی رسد ختم اور ان کا طرز جنگ بے کار ہو

جائے گا۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے مسلمانوں کو بچالیا

لشکر کفار کی روانگی کی خبر آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ مصدق النبین نے جنگی کونسل بلاتی اور معاملہ کی اہمیت لوگوں پر ظاہر کی۔ خطرہ یہی تھا کہ جس طرح شمال کی طرف سے جنگ احد میں حملہ ہوا تھا اس مرتبہ بھی اسی طرح سے حملہ ہو گا۔ مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ اس مرتبہ احد کی طرح صرف انتقام کے لئے نہیں بلکہ استیصال اسلام کے لئے کفار آرہے تھے لہٰذا باہر نکل کر لڑنا تہلکہ میں پڑنا تھا۔

حضرت سلمانؓ فارسی نے مشورہ دیا کہ جنگ کا ایک فارسی طریقہ یہ ہے کہ آبادی کے آگے ایک خندق (از کندن) کھودلی جائے اور دشمن کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

آنحضرت نے یہ رائے پسند کی اور کل مسلمانوں نے مل کر جن میں مصدق النبین بھی شامل تھے۔ شمال میں ساڑھے تین میل لمبی خندق کھود ڈالی اور مدینہ کے دوسرے مقامات پر جہاں جہاں باغات و مکانات کی دیواریں نہ تھیں وہاں بھی خندقیں کھودلی گئیں اور مجاہدوں کے دستوں نے مدینہ کی دن رات محافظت شروع کر دی۔ مہاجروں کا جھنڈا زیدؓ بن محمدؐ کو اور انصار کا سعد بن عبادہ کو دیا گیا اور سب کا شعار "حامیم لا یبصرون" مقرر ہوا۔ اتنے میں ابو سفیان کا لشکر پہنچ گیا اور خندق کو دیکھ کر وہ مجبوری کے غصے سے اپنی بے پناہ طاقت کے زعم باطل کو بیٹھا۔

بنو قریظہ کی غداری اور آنحضرت کی جنگی چال

لشکر کفار کی عظمت دیکھ کر منافق اور یہودی خوش ہو رہے تھے۔ بنو قریظہ نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر دی اور آنحضرتؐ سے جو معاہدہ تھا وہ توڑ دیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہماری مدد کو اللہ کافی ہے (حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ نعم المولیٰ ونعم النصیر) اور لوگوں میں نفاق و خوف بڑھنے لگا۔ (اذا جاء کم من فوقکم ومن اسفل کم

Marfat.com

واذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا) لیکن آنحضرت ذرا بھی نہ گھبرائے اور وہ چال چلی کہ قریش اور یہود دونوں بیک وقت شکست کھا گئے۔

آپؐ نے نعیم غطفان کو جو نومسلم تھے بنو قریظہ کے پاس بھیجا انہوں نے دوستی کا اظہار کر کے یہود سے کہا کہ بھائی کل کی بات ہے قریش احد کی ادھوری لڑائی چھوڑ کر چل دیئے اگر اب بھی ایسا کیا کہ تم کہیں کے نہ رہو گے۔ پھر محمدؐ سے تم نہ لڑ سکو گے لہذا قریش سے چند نوجوان بطور یرغمال (ضمانت) کے مانگ لو۔ تاکہ ادھوری لڑائی چھوڑ کر نہ جائیں۔ یہود کو یہ بات پسند آئی اور انہوں نے قریش سے یرغمال کا مطالبہ کر دیا۔

ادھر نعیمؓ نے قریش سے کہا کہ یہود نے محمدؐ سے صلح کر لی ہے۔ وہ خفیہ جلسہ کر چکے ہیں اور تم سے یرغمال مانگ کر محمدؐ کے حوالہ کر دیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب یہود نے یرغمال مانگے اور قریش نے نہ دیئے توں دونوں میں پھوٹ پڑ گئی اور یہود نے مسلمانوں پر حملہ نہ کیا۔

الاحزاب ۲ ع (آیت ۹۔۲۰) جنود اللہ یعنی خوف اور آندھی

منافقوں نے دیکھا کہ محاصرہ طویل ہو رہا ہے اور یہود بھی حملہ نہیں کرتے اس لئے انہوں نے خندق چھوڑ کر مدینہ واپس جانے کا ارادہ کیا اور کہا کہ ہمارے گھر حملہ کے لئے کھلے ہوتے ہیں ان کی حفاظت کریں گے لیکن اس درمیان میں جنود اللہ نے دشمن پر حملہ کر دیا۔ تیز آندھی چلی خیمے الٹ گئے اور ان میں چولھوں سے آگ لگ گئی۔ ایک عام پریشانی پھیل گئی۔ محاصرہ کرنے والے بھی یہود کی غداری سے بزدل ہو گئے تھے اور طرز جنگ بھی ایسا تھا کہ مہینوں محاصرہ ختم نہ ہوتا۔ رسد کی کمی اور حج اکبر کی قربت اور عام گھبراہٹ نے ان کی ہمتوں کو پست کر دیا اس لئے بیس دن کے محاصرہ کے بعد ۲۲ ذی قعدہ کو وہ سب خائب و خاسر واپس ہو گئے۔

غزوہ بنو قریظہ

دوسرے دن (۲۴ ذی قعدہ) کو لوگوں نے حضرت بلالؓ کی پکار سنی کہ لوگو عصر کی

نماز بنی قریظہ کے محلے میں پڑھی جائے گی۔ تین ہزار پیدل اور چھتیس سوار وہاں پہنچ گئے۔ یہودی پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد مجبور ہو گئے اور ہتھیار ڈال دئے۔ عبداللہ بن سلام (ایک نو مسلم یہودی) ان قیدیوں پر عامل بنائے گئے۔ یہودیوں نے سعد بن معاذ کو حکم دیا کہ وہ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہو گا۔ سعد نے توراتی قانون کے مطابق مردوں کو قتل اور عورتوں بچوں کو غلام بنائے جانے کا فیصلہ کر دیا (کتاب تثنیہ ۲۰ اصحاح) بخاری میں عورتوں کے غلام بنائے جانے کا واقعہ درج نہیں ہے۔ پھر بھی آنحضرت نے چند یہودیوں کی جان بخشی کر دی اور بقیہ چار پانچ سو یہودی قتل کر دیئے گئے اور چونکہ آپ مصدق توراۃ تھے لہذا اس کے قانون پر عمل کیا گیا (طبری ۵۸-۵۷) جناب ریحانہ بنت عمرو کو آزاد کر کے خود آپؐ نے نکاح کر لیا۔ اور باقی لونڈیوں کو نجد میں فروخت کر کے ان کے بدلے ہتھیار خریدے گئے۔ سوائے ہتھیاروں کے جو مال ملا وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

الاحزاب ۳ع (۲۱-۲۷)

مسلمان کہتے تھے کہ رسول اللہ نے پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ ذی الحجہ سے پہلے دشمن بھاگ جائے گا۔ بنو قریظہ کے دلوں میں رعب سما گیا اور ان میں سے کچھ قتل ہوئے اور کچھ اسیر ہوئے اور ان کی دولت مسلمانوں کو ملی۔

نتیجہ

اب قریش کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی۔ مدینہ بھی یہودیوں سے پاک ہو گیا۔ منافق بھی پست ہو گئے تو سورہ بقرہ ۲۶) نازل ہوا۔

بقرہ ۲۶ع آزادی جنت ہے

بنو اسرائیل نے آزادی کی قدر نہ کی آخر بار بار غلام بنے۔ اللہ کی راہ میں مصیبت اٹھانے کے بعد ہی فتح اور آزادی ملتی ہے۔ فیاضی اور قربانی آزادی کی کنجی ہے۔

انفاق کا حکم

Marfat.com

لہٰذا ماں باپ، رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر اپنا مال خرچ کرو۔

نسا۔۱۱ع۔ قتال بدر کی یاد

دیکھو جب بدر کے موقع پر تمہیں لڑنے کو کہا گیا تو تم ڈرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ بری چیز ہے۔ اب سمجھ لو کہ خدا کی مصلحت جو ہوتی ہے وہی بہتر ہوتی ہے۔

تدابیر منزل کا سال عام السوال ۶ھ۔ ۶۲۷ء

متبنیٰ کی مطلقہ سے نکاح

حضرت زینب بنت جحش رسول اللہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں یعنی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ عبداللہ بن جحش ان کے بھائی تھے۔ انہوں نے پہلے حبشہ ہجرت کی اور پھر مدینہ میں اپنے پورے خاندان بنی ودان کے ساتھ ہجرت کر کے آ گئے۔ یہی عبداللہ بن جحش اس سریہ کے سردار تھے جس نے ابن حضرمی کو قتل کیا تھا اور اس کی وجہ سے بدر کا حملہ ہوا تھا۔ ان کے بھائی عبیداللہ بن جحش بھی ہجرت حبشہ کر گئے تھے جن کی بیوی سردار اعظم ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہؓ تھیں۔ جبیداللہ حبشہ میں وفات پا گئے اور جب ام حبیبہ بنت ابوسفیان فتح خیبر کے بعد مدینہ آئیں تو آنحضرت نے نکاح کر کے ان کی اور ان کے بچوں کی پرورش اپنے ذمہ لے لی تھی۔

بنی وودان کی یہ خواہش تھی کہ حضرت زینبؓ سے رسول اللہ خود نکاح کر لیں لیکن مصدق النبین ہمیشہ سے خواہش رکھتے تھے کہ غلام و آزاد کے امتیاز کو مٹا دیا جائے۔ اس لئے آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام یعنی زیدؓ بن حارث کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ یہ اولین مسلمان تھے اور سچ پوچھئے تو یہ بیٹے سے زیادہ وفاشعار ثابت ہوئے اس لئے جب ان کے اہل خاندان انہیں لینے آئے تو مکہ میں انہوں نے المنذرؐ کی رفاقت میں مصائب

Marfat.com

گوارا کرنا پسند کیا اور اپنے خاندان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ صرف آپ ہی رسول اللہ کے ساتھ طائف گئے تھے اور غزوہ مریسیع میں رسول اللہ نے انہیں اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑا تھا۔ کئی لڑائیوں میں اجل صحابہ ان کی ماتحتی میں کام کر چکے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر زید زندہ ہوتے تو رسول اللہ ان کے علاوہ کسی کو اپنا خلیفہ نہ بناتے۔ مکہ میں ان کا نکاح آنحضرت کی داتی اور کھلائی ام ایمن برکتؓ کے ساتھ کر دیا گیا تھا اور ان کے بطن سے وہ اسامہؓ بن زیدؓ پیدا ہوتے تھے، جو فتح مکہ کے دن آنحضرت کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ غرض کہ آنحضرت کی نظر میں زید بہت عزیز تھے۔ غزوہ خندق میں یہی علمبردار مہاجرین تھے۔ ان کے ساتھ حضرت زینبؓ کی شادی کر دی گئی تھی۔ اور یہ سمجھ کر کی گئی تھی کہ وہ ابن رسول اللہ اور معزز ترین شخص تھے۔

معلوم نہیں حضرت زینبؓ کو کیا تکلیف تھی شاید وہ قرشیہ اور آنحضرت کی بہن ہونے کی وجہ سے زیدؓ کو ذلیل نظروں سے دیکھتی تھی۔ پھر گھر میں برکہؓ کا بیٹا ایمن اور خود اسامہؓ بن زیدؓ موجود تھے۔ اس پر اس بات کا اضافہ ہوا کہ مصدق النبیین کو جب یہ خبر ملی کہ عبیداللہ بن جحش کی بیوی حبشہ میں بیوہ ہو گئی ہیں اور ان کے بچے بھی ہیں تو آپؐ نے مدینہ ہی سے سعیدؓ بن العاص کے ذریعہ انہیں نکاح کا پیام دیا اور وہ حبشہ ہی میں تھیں کہ آپ کے نکاح میں آگئیں یہ سن کر حضرت زینبؓ اور عبداللہ بن جحش نے پھر خواہش کی کہ رسول اللہ بی بی زینبؓ کو زیدؓ کی زوجیت کی ذلت سے نکال لیں۔ اسی زمانے میں اتنی لڑائی بڑھی کہ زیدؓ نے زینبؓ سے کہہ دیا کہ تم میری ماں ہو۔

(نوٹ :- بعض راوی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اوس بن صامت اور خولہ بنت تعلبہ کے درمیان ہوا تھا۔ بہر حال واقعہ یہ ہے کہ اگرچہ طلاق ظہار کو رسول اللہ نے منسوخ کر دیا لیکن باوجود زید کو روکنے کے وہ نہ مانے اور زینب کو طلاق دے ہی دی۔ اس موقع پر عام تصورات جاہلیہ کو مٹانے کے لئے ضروری ہو گیا کہ قرآن کچھ حکم دیتا۔

یہاں یہ یاد رکھئے کہ حضرت زینبؓ سے کوئی نکاح کرنے کو تیار نہ تھا۔ غالباً ان کو ایک مولی کی بیوی ہو جانے کی وجہ سے ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ وہ تیز مزاج رہی ہوں۔ ان کے بھائی نے اگرچہ سابقون الاولون میں سے تھے لیکن انہوں نے

Marfat.com

جلد بازی کر کے حرام مہینہ میں ابن الحضرمی کو قتل کر دیا تھا جس سے بعد کی لڑائیاں ہوئیں اور خود حضرت زینب کی بہن حمنہؓ بنت جحش، یا تو سادہ لوح تھیں کہ منافقوں کی جھوٹی باتوں کو مان لیتی تھیں یا یہ بھی اپنی بہن کو حرم نبوی میں معزز بنانا چاہتی تھیں کہ انہوں نے بھی منافقوں کے ساتھ ساتھ حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی۔ بہرحال معاملہ کچھ بھی ہو حضرت زینبؓ نے جناب زیدؓ بن محمد کو اتنا پریشان کر دیا تھا کہ وہ طلاق دینے پر مجبور ہوئے اور باوجود آنحضرت کی فہمائش کے وہ دوبارہ اپنی بیوی سے صلح نہ کر سکے۔

سورہ احزاب ا۔ ع ظہار

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ دے تو وہ ماں نہیں ہو جاتی۔ نہ کوئی شخص کسی کو بیٹا بنائے تو وہ بیٹا ہو سکتا ہے (لہذا زینبؓ زید کی ماں نہیں ہو سکتی، نہ زید آج سے زید بن محمد رہے گا) بلکہ زید حارثہ کہلائے گا اور مسلمانوں کا اور رسول کا مولیٰ یعنی رفیق اور بھائی کہا جائے گا) البتہ رسول کی بیویاں تمہاری ماؤں کا درجہ رکھتی ہیں یعنی وہ بدستور ماں کہلائیں گی۔

احزاب ۵ ع خاتم یا مصدق النبین

اے مصدق النبین تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ زید کو سمجھایا کہ اللہ اور رسول کا یہ انعام ہے کہ تیری زینب سے شادی ہوئی اور شکر نعمت یہ ہے کہ تو اسے خوش رکھ اور مضبوط پکڑے رہ طلاق نہ دے لیکن تیرے دل میں یہ بات تھی کہ اگر زید طلاق دے دے گا تو اس سے میں نکاح کر لوں گا (لیکن چونکہ یہ بات جاہلیہ کے رسم و رواج کے مطابق بہت ہی ناپسندیدہ تھی) لہذا اے مصدق الرسل اے خاتم النبین) تجھے اللہ کے سوا کسی سے ڈرنا یا شرمانا نہیں چاہئے تھا۔ رسول کا یہی کام ہے کہ صاف صاف احکام لوگوں تک پہنچا دے اور کہہ دے کہ میں کسی مرد کا باپ نہیں ہوں (یعنی زید کا باپ نہیں ہوں، اور میں نبیوں کا مصدق یا مہر (خاتم النبین) ہوں۔ میں ہر اس حکم کو جو قدیم نبیوں

کے ذریعہ سے بھیجا گیا ہے لوگوں کو پہنچاؤں گا اور اس میں نہ شرماؤں گا اسی لئے میں زیدؓ کی مطلقہ سے قدیم قوانین الہیہ کے مطابق نکاح کر لوں گا اور دونوں رسوم جاہلیہ کا خدا کے حکم سے خاتمہ کر دوں گا تاکہ قدیم احکام الہیہ زندہ ہوں اور مراسم جاہلیہ فنا ہو جائیں۔ میں مصدق رسل قدیم ہوں میں رسول عربی ہوں اور عرب میں اس اسلام کو جاری کرنا چاہتا ہوں جو پہلے کل عالم میں آچکا ہے۔

بی بی زینب سے نکاح

"اس کے بعد زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور خدا کے حکم سے آپؐ نے اس سے نکاح کر لیا تاکہ مومنوں پر اپنے متبنیٰ بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی مانع (حرج) نہ رہے۔"

یہی دستور پہلے بھی تھا۔

یہ اللہ کا حکم ہے۔ یہی گزرے ہوئے مومنوں میں سنت اللہ رہی ہے۔ اس حکم کے پہنچانے میں اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا چاہئے۔"

خاتم النبین

اس جملہ پر، اور خود واقعہ زید پر بیسیوں بے سروپا باتیں، قرآن کو سیاق عبارت سے الگ کر کے پیدا کر دی گئی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت خدا کے حکم سے غلط رسوم جاہلیہ کو مٹانا چاہتے تھے اسی لئے آپ کو تنبیہہ کی گئی کہ تم "خاتم النبین یعنی قدیم نبیوں کے لائے ہوئے احکام کے "مصدق" ہو۔ تم کو چاہئے کہ قدیم قوانین الہیہ پر عمل کرتے اور بیان کرنے میں نہ شرماؤ۔

اب زیدؓ بن محمدؐ زیدؓ بن حارثہ بن گئے لیکن ان کی اور ان کے بیٹے کی عزت و بزرگی میں آنحضرت نے کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ خود ان کو بہت سے سرایا کا سردار بنا کے بھیجا اور وفات سے چند دن پہلے نوجوان اسامہؓ کو ایسے مہاجروں اور انصار کا سردار بنایا جن میں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے۔

Marfat.com

نوٹ: خاتم

سیاق عبارت سے الگ کر کے قرآن کے بعض الفاظ کے جو معنی پہنائے گئے اور پھر ان سے اوپر ایک دیوار تعمیر کر دی گئی، اس کی ایک مثال ختم اور خاتم ہے۔ (قرآن میں کئی جگہ ختم اور طبع کے لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ طبع اور ختم دونوں کے بنیادی لغوی معنی مہر کرنے کے ہیں جس طرح کسی دستاویز پر مہر کی جاتی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ جس نے یہ مہر کی ہے وہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ قدیم زمانے میں ہر خط اور دستاویز پر لکھنے والے کی مہر کی ضرورت ہوتی تھی۔ دستخط کے ساتھ مہر کا طریقہ اب بھی جاری ہے۔ اس طرح ختم کے معنی بالآخر رسانیدن و تمام گردانیدن کے بھی ہیں۔ یعنی جو باتیں اس خط یا دستاویز میں لکھی گئی ہیں ان کے علاوہ اگر کوئی چیز بعد میں بڑھائی جائے اور اس پر کاتب کی مہر نہ ہو تو وہ فرضی یا جعلی سمجھی جائے گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ خاتم کے معنی مصدق یا تصدیق کرنے والے کے ہیں۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ کاتب اب دوسرا خط نہ لکھے گا۔

"ختم" سے عربی زبان میں بہت سے محاورے بن گئے ہیں مختلف صلوں کے ساتھ اور مختلف ابواب میں محاورات کی چند مثالیں یہ ہیں:-

(۱) ختم علی قلبہ:- دل پر مہر کر دی گئی یعنی دل کو پتھر بنا دیا گیا یا سخت کر دیا گیا۔

(۲) ختم لہ اللہ بالخیر:- خدا نے اس کا خاتمہ یا انجام بخیر کیا۔

(۳) اختتم (ضد افتتح) کسی چیز کو پورا کرنا یا بند کرنا

(۴) اختتم تمام کیا

(۵) تختم:- اپنی انگلی میں انگوٹھی پہننا

(۶) تختم ب:- کسی چیز کو پوشیدہ کرنا

(۷) خاتمہ:- نہایت۔ آخر۔ تکمیل۔ نتیجہ۔

(۸) ختام:- نہایت۔ آخر۔ مہر (ختامہا مسک)

(۹) خاتم:- انگوٹھی مہر کرنے کی۔ مہر۔ انگوٹھی (علی الاصبع) ما یختم بہ یعنی وہ انگوٹھی

Marfat.com

جس سے مہر کی جاتی ہے۔ اور جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔

بہرحال خاتم النبین کے کھلے ہوئے معنی ہیں کہ آنحضرت گذشتہ نبیوں کے اور ان کے لائے ہوئے احکام الہیہ کے مصدق تھے۔ آپؐ نے ان احکام کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ ان پر عمل کر کے دکھایا۔ حضرت ابراہیم کے زمانے میں اونٹ کا گوشت حلال تھا۔ آپ نے اس کی تصدیق کی اور یہودیوں سے کہا کہ تم جھوٹے ہو جو حرام سمجھتے ہو اسی طرح قدیم نبیوں کے زمانے میں منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوہ سے خسر کا نکاح جائز تھا آپ نے اس کی بھی تصدیق کی کہ یہ جائز ہے اور کر کے دکھا دیا تاکہ یہ رسم قائم ہو جائے۔ اسی طرح آپؐ نے خود صلح حدیبیہ کے وقت نحر اور حلق کر کے لوگوں کو آمادہ کیا کہ سر منڈائیں اور قربانی کریں۔

رہا یہ سوال کہ آپ نے نبوت کا خاتمہ کر دیا یا خدا نے نبوت کا خاتمہ کر دیا کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہ آئے یہ اس جملے سے ثابت نہیں۔ سیاق عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ احکام انبیائے قدیم کی تصدیق کر رہے تھے یہ نہیں کر رہے تھے کہ یہ اعلان کریں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ پھر یہ زمانہ اتنی پریشانی کا تھا کہ اس وقت اس اعلان کی ضرورت نہ تھی کہ نبوت ختم کی جاتی ہے اور کوئی نبی اب نہ آئے گا۔ اگر اس طرح کے اعلان کی ضرورت تھی تو اس کا زمانہ بعد فتح مکہ ہو سکتا ہے یا وہ زمانہ ہو سکتا ہے جب آپؐ نے حجۃ الوداع میں خطبہ حج فرمایا۔ یاد رہے کہ ابھی صلح حدیبیہ بھی نہیں ہوئی تھی اور اندرونی معاشرت اور بیرونی سیاست سخت ابتلاء کے دور سے گزر رہی تھی لہذا اس وقت نبوت کو ختم کرنے کا سوال اٹھانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کہنا صرف یہ تھا کہ زید کی بیوی سے نکاح کر کے میں قدیم نبیوں کے دین کو زندہ کر رہا ہوں اور اس پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہوں۔ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أُنذِرَ آبَاؤُهُمْ (یٰس)

اگر کوئی یہ پوچھے کہ اب کوئی نبی آئے گا یا نہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ اگر چاہے تو نبی بھیجے اور چاہے تو نہ بھیجے البتہ اگر کوئی نبی آئے تو اسے بتانا ہو گا کہ وہ کونسا نیا خدائی پیغام لایا ہے۔

مسلمان کہتے ہیں کہ کوئی نئی شریعت نہیں آ سکتی البتہ مصلح اور مجدد آ سکتے ہیں جو

Marfat.com

دین قدیم یا اسلام کی تجدید کر سکتے ہیں۔ یہود کہتے کہ ایک مسیح آنے والا ہے۔ نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ مسیح آ چکا اور خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھا ہے۔ اب دوبارہ آنے کی ضرورت نہیں وہ ہمارے ساتھ موجود ہے۔ البتہ آریوں کا تصور باقی ہے کہ جب دین کی حالت خراب ہوتی ہے تو خدا خود اوتار لے کر زمین پر آ جاتا ہے۔ بہر حال مجدد آئیں گے نیا پیام نہ آئے گا۔

البقرہ ۲۸ ع: عورتوں کے حقوق اور مسئلے اور بیہودہ طلاق

عام السوال میں جن مسئلوں کا آنحضرت نے قرآنی جواب دیا ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کی سوشل اور اخلاقی حالت کیا تھی مثلاً حالت حیض میں عورتوں سے قربت درست نہیں۔ لغو قسم کی قسمیں کھانا درست نہیں (جیسے کسی کی مالی امداد نہ کرنے یا لوگوں میں مصالحت نہ کرانے کی قسم کھانا) اسی طرح اپنی بیوی سے چار مہینے تک الگ رہنے (ایلاء) کی قسم کھانا درست نہیں۔ ان قسموں کو توڑ ڈالنا چاہیے اور جرمانہ (کفارہ) دینا چاہیے۔ لیکن ایلاء کی قسم کھانے والے کو یاد رکھنا چاہیے کہ چار مہینے سے زیادہ بیوی سے کنارہ کشی کا یہ نتیجہ ہو گا کہ وہ آزاد (مطلقہ) ہو جائے گی اور تین حیض گزرنے کے بعد جب یہ ظاہر ہو جائے کہ عورت حاملہ نہیں ہے تو وہ جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے لیکن مرد و زن مصالحت چاہیں تو بہتر یہی ہے کہ جلد سے جلد ایلائی طلاق دینے والا شوہر بیوی سے رجوع کر لے۔ یاد رہے کہ دستور کے مطابق عورتوں کا مردوں پر وہی حق ہے جو مردوں کا عورتوں پر ہے۔ اگرچہ مردوں کو عام حالات میں عورتوں پر فضیلت ہے (لیکن ایلاء کے سلسلے میں مرد کی اپنی لغویت کی سزا تے جرمانہ ملنا چاہیے تاکہ وہ پھر بیوی کے معاملہ میں لغو قسم نہ کھائے)

(نوٹ :- ایلا کا کوئی تعلق آنحضرت کی اُس خفگی سے نہیں جو بعض دوسرے وجوہ سے آنحضرت نے کی تھی)

البقرہ: ۲۹ ع جرمانہ کہ حلالہ

ہزارہا سال سے مرد نے عورت کو غلام سے بھی بدتر بنا رکھا تھا لیکن حقیقی اسلام یا خدا بندگی یہ نہیں تھی کہ کمزوروں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر جسمانی طاقت رکھنے والا مرد ہمیشہ کے لیے انسانوں کی آدھی آبادی کو پست، ذلیل اور کھلونا بنا کر چھوڑ دے۔ آنحضرت نے طلاق ظہار کو ختم کیا۔ ایلاء کی قسم کی سزا مرد کو دی۔ اور اس رکوع میں یہ بتایا کہ اگر مرد اتنا ذلیل ہے کہ عورت سے روپیہ لے کر اسے طلاق (خلع) دیتا ہے تو اسے حق حاصل نہیں کہ اسے معلق رکھے یا پھر اس سے نکاح کرے۔ ظاہر ہے کہ جو عورت اپنے پاجی شوہر سے انتہائی طور پر تنگ آ چکی ہوگی۔ وہی خلع طلب کرے گی۔ یعنی اپنے شوہر کی دی ہوئی دولت واپس کر کے اس سے پیچھا چھڑاتے گی۔ اس طرح کی طلاق کے بعد کسی مرد کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ طلاق ایلاء کی طرح رجوع کر سکے وہ عورت اس پر حرام ہو گئی (اسے حرامہ کہنا چاہیئے)

طلاق بائن کے بعد رجعت

لیکن اگر عورت نے روپیہ دے کر خلاصی (خلع) نہیں حاصل کی بلکہ کسی اور وجہ سے مرد نے طلاق دے دی تو طلاق ایلائی کی طرح طلاق بائن کے بعد بھی مصالحت کر لی جائے تو نہایت مناسب ہے۔ یہ بات اللہ کے نزدیک ازکیٰ واطہر ہے۔

ہاں اگر طلاق خلعی کے بعد عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کے بعد پھر مطلقہ یا آزاد ہو جائے تو عورت کو اختیار ہے کہ اپنے قدیم پاجی شوہر سے مصالحت کر لے اور نکاح کر لے۔ اسی طرح رضاعت کے معاملے میں بھی عورت کے حقوق مرد پر ہیں (دیکھئے آگے بقرہ ع ۳۰)

ازواج نبوی کی یورش

اس زمانے میں ازواج نبوی نے خواہش کی کہ ان کا نفقہ بڑھا دیا جائے لیکن مصارف جنگ کہاں مہلت دیتے تھے کہ ازواج کی خواہشات کو پورا کیا جائے اور ذاتی راحتوں کو انسانی مفاد پر ترجیح دی جائے۔ قرآن نے بیویوں کو مخاطب کر کے کہا۔

سورہ احزاب ۳۳ع

رسول کے یہاں تکلیف اٹھا کر رہنا ہو تو رہو ورنہ تمہیں اچھی طرح خوش دلی سے رخصت کر دیا جائے گا۔ تم عام عورتوں کی طرح نہیں کہ ماری ماری پھرو تمہیں چاہیے کہ وقار کے ساتھ گھروں میں بیٹھو اور کلام اللہ اور حکمت کو یاد کرو۔

قتل سلام بن ابی حقیق یہودی

جلا وطن قبیلہ بنی نضیر کا ایک سردار سلام تھا۔ اس نے غزوہ خندق کی آگ لگائی تھی اور وہ خیبر کے قلعوں میں محفوظ تھا۔ پانچ خزرجی قرض خواہ بن کر گئے اور اسے راتوں رات قتل کر کے فرار ہو گئے۔

حوالی مدینہ کے قبائل کی سرکوبی

اس سال یہ ضروری تھا کہ جو قبائل دشمن کے ساتھی تھی ان پر مدینہ کی حکومت کا وقار قائم کر دیا جائے اس لئے اطراف مدینہ میں بہت سی مہمیں روانہ کی گئیں۔ بعض میں آنحضرت خود تشریف لے گئے۔ ان مہموں میں خاص بات یہ رہی کہ باوجودیکہ حضرت زیدؓ بن محمدؐ کی جگہ زید بن حارثہ ہو گئے تھے لیکن ان کو بار بار مختلف سرایا کا سردار بنایا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک سال کے اندر چھ سریوں کے وہ سردار بنائے گئے۔ بقیہ سرایا میں محمدؓ بن مسلمہ دو مرتبہ اور عکاشہؓ۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح، عبدالرحمان بن عوف، علیؓ بن ابی طالب، عبداللہ بن رواحہ اور کرز بن جابر ایک ایک دفعہ بھیجے گئے۔ اس بات سے حضرت زیدؓ مولی اور اخو محمد کی بزرگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

آیت بمعنی نشان شناخت

ابن ہشام ج ۲۔ ص ۲۹۹ میں لفظ آیت کا استعمال سریہ حسمی کے سلسلے میں کرتا

Marfat.com

ہے۔ یہاں وہی معنی صاف ظاہر ہیں جو عرب اور ایشیا کے دوسرے ملکوں میں رائج تھے یعنی ایسا نشان یا علامت جو بجائے مہری خط کے استعمال ہو سکے اور جسے دیکھ کر زید بن حارثہؓ یہ یقین کر لیں کہ حضرت علیؓ کو آنحضرت نے بھیجا ہے۔ حضرت علی کو زید کے لئے آپؐ نے تلوار بطور آیت کے دی تھی۔ اسی طرح فتح مکہ کے بعد صفوان بن امیہ کو واپس لانے کے لئے آپ نے اپنی پگڑی بطور آیتہ کے دی تھی تاکہ وہ سمجھ جائیں کہ واقعی یہ فرستادہ رسول اللہ ہیں۔

صحف ابراہیم و صحف موسیٰ (آل ابراہیمؑ و آل عمران کے قوانین

باوجودیکہ عمران یعنی یہودیوں کے دو قبیلے مدینہ سے جلاوطن کر دئے گئے تھے اور بنو قریظہ کا قطعی استیصال کر دیا گیا تھا لیکن اطراف مدینہ اور خصوصاً خیبر میں بیٹھ کر یہودی اپنی فتنہ انگیزی سے باز نہیں آتے تھے۔ قرآن میں ان کے متعلق جو کچھ نازل ہوتا رہا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مصدق النبین یہ چاہتے تھے کہ جملہ اہل کتاب اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ دنیا میں سب نبیوں کا پیغام اک ہی تھا اور سچائی کسی ایک قوم (مثل یہود یا مجوس) تک محدود نہیں بلکہ عالمگیر ہے توسب ایک کلمہ متحدہ بنالیں۔ اللہ سب کا اللہ ہے۔ اور کوئی قوم نہ اپنا مخصوص خدا رکھتی ہے نہ وہ نسلی طور پر خدا کی چہیتی ہے نہ وہ اپنے نبیوں مصلحوں اور فرشتوں کو دیوتا قرار دے سکتی ہے۔ یہ سب اس آقا (رب) کے بندے (عبد) ہیں جس نے سب کو پیدا کیا ہے اس سلسلہ میں آل عمران کے مندرجہ ذیل رکوع دیکھئے۔ اور نوٹ کر لیجئے کہ سورہ بنو اسرائیل (آل اسحاق) اور آل عمران (آل موسیٰ بن عمران) دونوں یہودیوں سے متعلق چند بنیادی باتیں بتاتی ہیں۔ بنو اسرائیل (آل اسحاق) وہ قوم ہے جو مصری غلامی میں رہتی تھی اور ان کا دین اس وقت تک دین ابراہیمی تھا، توراۃ نازل نہیں ہوئی تھی۔ سورہ آل عمران" اس قوم کے لئے ہے جو موسیٰ بن عمران سے قوم موسیٰ بنی جن کے عہد میں توراۃ نازل ہوئی تھی۔ اس لئے اس سورہ میں یہ کہا گیا ہے کہ توراۃ سے پہلے جو قوانین تھے وہ توراۃ میں بھی ہیں وہ صحف ابراہیم میں تھے لیکن یہود اس حق بات کو اپنے باطل سے چھپاتے ہیں۔

Marfat.com

آل عمران ۸ ع: بعض یہودی احکام ابراہیم و موسیٰ کو چھپاتے ہیں اور صرف متشابہات کو مانتے ہیں۔

ان کے ربانی، ملائکہ اور نبیوں کو رب مانتے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں اور خدا کی بندگی جو حقیقی دین اور اصلی اسلام ہے، یہی دین ابراہیم ہے۔ اکثر یہودی اس سے روکتے ہیں بلکہ خدا پرستی کی جو تعلیم آنحضرت دیتے ہیں اس کو بھی غلط بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ صبح کو قرآن پر ایمان لاؤ اور شام کو منکر ہو جاؤ اور سوائے متشابہات کے یعنی جو باتیں قانون یہود کے مطابق ہیں اور باتوں کو نہ مانو۔ وہ زبان اٹھلا کر اس طرح بولتے ہیں گویا یہ عبارت توراۃ کی ہے۔ حالانکہ وہ عبارت توراۃ کی نہیں ہوتی لیکن ان میں سب ایسے نہیں ہیں کہ بے ایمان ہوں ان میں بڑے امین اور دیانت دار یہودی بھی ہیں۔

آل عمران ۹ ع: عہد نامہ عتیق کیا تھا؟

عہد عتیق یہی تھا کہ اللہ کی بندگی کے علاوہ کسی دوسرے کی بندگی نہ کریں گے اور جو شخص تعلیم دیے گا اسے نبی مانیں گے یہی اسلام (دین ابراہیم یا عہد عتیق ہے)۔ اسی اطاعت الٰہی کی تعلیم ہر نبی دیتا آیا ہے اس میں سب نبی برابر ہیں لا نفرق بین احد من رسولہ) اس کے سوا کوئی دین قابل قبول نہیں (ومن یتبع غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ)

آل عمران ۱۰ ع: بہترین عمل انفاق ہے

توراۃ سے پہلے دین ابراہیم میں کوئی غذا حرام نہ تھی لیکن یہود نے توراۃ نازل ہونے سے پہلے چند قسم کے گوشت اپنے اوپر حرام کر لیے تھے۔ حالانکہ اصل حرام حلال کا تعلق تو اچھے برے اعمال سے ہے۔ بہترین عمل غریبوں کو کھانا کھلانا ہے اور بدترین عمل کنجوسی اور سود خوری ہے۔ یہ بنو اسرائیل خدا سے نیک عملی اور خدا پرستی کا عہد کر کے ان سے پھر گئے ہیں اور دین ابراہیم اور صحف یا احکام ابراہیمی کے منکر

Marfat.com

ہو گئے ہیں۔

آل عمران ۱۱ع: اللہ کی رسی

لہٰذا اے نصاریٰ تم اللہ کی رسی یعنی اسلام کو مضبوط پکڑو اور یہود کے ورغلانے سے اس دین کو نہ چھوڑو۔ کل نبیوں نے یہی پیام دیا ہے میں بھی یہی کہتا ہوں۔ اسی اسلام کی بدولت تمہارا نفاق مٹا اور تم یہود پر غالب آ گئے۔

نصاریٰ کے پاس وفد عبدالرحمان بن عوف

شعبان ۶ ھ میں عبدالرحمان بن عوفؓ کو دومۃ الجندل کے نصرانی راس کے پاس روانہ کیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اگر نصاریٰ اطاعت کر لیں تو ان کی لڑکی سے شادی کر لینا۔ ابن عوف نے انہیں تین دن تک اسلام کے اصول سمجھائے۔ آخر ان کا بادشاہ اور بہت سے نصرانی مسلمان ہو گئے اور سردار کی لڑکی تماضر سے عبدالرحمان نے نکاح کر لیا۔ یہ ابو سلمہؓ کی ماں تھیں۔

بغیر حلالے کے بی بی زینب کی واپسی شوہر کو

۲ ھ میں حضرت زینب بنت رسول اللہ کو ابوالعاص نے طلاق دے کر مدینہ بھیج دیا تھا۔ اب ۶ھ میں وہ دوبارہ گرفتار ہو گیا۔ آخر حضرت زینبؓ نے اس کی سفارش کی۔ رسول اللہؐ نے اس کا مال واپس کرا دیا۔ وہ غیور آدمی تھا۔ بلکہ جا کر سب کا مال ادا کیا۔ اور کہا لو اب میں مسلمان ہو کر مدینہ جاتا ہوں۔ میں مدینہ میں اس لئے مسلمان نہیں ہوا تھا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھتے کہ مال مارنے کی نیت سے مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ علانیہ مدینہ آ گیا اور آنحضرت نے کئی سال بعد حضرت زینب کو بغیر دوسرے نکاح یا حلالے کے حضرت ابوالعاصؓ کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔ اس سے پہلے یہ حکم قرآن میں آ چکا تھا کہ اگر کوئی شوہر بیوی سے مال لے کر اس کے خلع طلب کرنے پر طلاق دے دے تو وہ اس عورت سے رجوع اس وقت تک نہیں کر سکتا جبتک کہ اس عورت کا نکاح دوسرے شخص سے نہ ہو اور وہ طلاق نہ دے دے۔

Marfat.com

لیکن چونکہ یہ طلاق خلع نہ تھی یعنی ابوالعاص نے بیوی سے روپیہ لے کر طلاق نہیں دی تھی اس لئے رجعت بقول قرآن "ازکی واطہر" تھی۔

سورہ بقرہ ۳۰ ع حکم رجعت کی تشریح مزید

جس عورت کو طلاق دی جا چکی ہو اور وہ اپنی عدت بھی پوری کر چکی ہو تو وہ پھر اپنے پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ یہ بہت ازکی واطہر ہے (بشرطیکہ عورت اور مرد دونوں مصالحت سے رہیں اور عورت مرد دونوں کی خواہش ہو کہ رجعت کرنا بہتر ہے) لیکن خلع کی صورت میں رجعت نہیں ہو سکتی۔

صلاۃ وسطیٰ بقرہ: ۳۱ع

طلاق کے بعد بیوہ کو حسب دستور نفقہ ملنا چاہیے۔ یہ ہر مسلمان کے لئے صلوۃ وسطیٰ ہے۔ یعنی عادلانہ فرض یا انصاف کی بات ہے جو غیر معمولی حالات میں (مثل جنگ یا مفلسی کے) ترک کیا جا سکتا ہے یا ترمیم ہو سکتی ہے جس طرح جنگ کی حالت میں نماز کے احکام میں ترمیم ہوتی ہے (وسطیٰ بمعنی انصاف۔ بیچ کی راہ۔ اور صلوۃ بمعنی فرض)

مائدہ آیات ۳۶۔۳۷ محاربین کی سزائے عبرت ناک

اللہ اور رسول سے جو لوگ لڑیں گے اور ملک میں فساد کی کوشش کریں گے ان کو قتل، سولی، قطع دست و پا کی سزا دی جا سکتی ہے۔ البتہ جو مغلوب ہونے سے پہلے اس سے باز آجائیں گے تو انہیں اللہ معاف کر دے گا۔"

اس دور کے آخر میں مندرجہ بالا پیغام کفار اور یہود کے لئے دیا گیا تھا اور آئندہ معلوم ہو گا کہ اس خوفناک پیغام نے مشرکین مکہ پر کیا اثر ڈالا۔

Marfat.com

نویں فصل: محسن المفتوحین

ذی قعدہ ۶ھ تا ذی الحجہ ۸ھ

فروری ۶۲۸ء تا مارچ ۶۳۰ء

دولت کتابیہ کا عربی پروگرام
بیعت رضوان سے فتح مکہ تک

فتح حدیبیہ کا دن وہ مبارک دن ہے
جس دن مسلمانوں کی جماعت نے سرفروشی کا پیمان وفا باندھا
ان کے خوف سے خیبر کے یہودی اور مکہ کے مشرک کانپ اٹھے
عرب کے مرکز والوں نے ہتھیار ڈال دیتے
کل عرب خود بخود بنی الرحمہ کا مطیع بن گیا
امن و محبت کے پیامبر نے مکہ کو پر امن طریقہ پر فتح کر لیا
اور صرف سال میں چار مہینے نہیں بلکہ سال بھر کے لئے یہ حکم دے دیا
کہ خون بہانا حرام ہے، لوٹنا، چوری کرنا، دکھ دینا حرام ہے
پھر فرمایا۔ مکہ والو! آزادی خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے
آج تم سب آزاد ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ عفو و محبت ہی شجاعت ہے
اور شجاعت و فیاضی اصل عدالت و ایمان ہے!!

باغ را مژدہ بہار آمد نکہت نافہ تتار آمد
ہر طرف بانگ بلبلاں برخاست مرغ در مرغزار زاد آمد
سرخ شد پائے قمری از گل سرخ زاغ را در دیدہ خار آمد
(وصالی خراسانی)

بیعت رضوان ہی فتح مبین ہے

انا فتحنا لک فتحاً مبینا۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدھیم لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجرہ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینتہ علیھم واثابھم فتحاً قریباً۔ ومغانم کثیرۃ یاخذونھا۔۔۔(سورہ الفتح)

قول سہیل بن عمرو بیعت رضوان سے پہلے : اللہ ہم نہیں جانتے کہ رحمان کون ہے؟ (بخاری ۔ الشرط فی الجہاد)

واذا قیل لھم اسجدو للرحمان قالوا وما الرحمان؟ (الفرقان)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ رحمان کون ہے؟ (مکہ میں)

وھم بذکر الرحمن ھم کفرون (الانبیاء)

وہ (قریش) رحمان کے ذکر سے انکار کرتے ہیں (قرآن مکیہ)

الوعدۃ دین والمجالس بالامانۃ (الحدیث)

مسلمانو جو عہد کرو اسے وفا کرو اور مجالس شوریٰ کے راز افشا نہ کرو

وعدہ بر صاحب کرم قرض ست راز ہر مجلسے امانت ست
فرض باشد اداے آں کردن زلکہ افشاے ان خیانت ست

(جامی)

تقویم یوم نہم	محرم	صفر۱	صفر۲	ربیع ۱	ربیع ۲	جمادی ۱	جمادی ۲	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذی قعدہ	ذی الحجہ
سنہ ۶ھ عام السول	*	*	*	*	*	*	*	*	*	*	*	شنبہ ۱۳ فروری ۶۲۸	یکشنبہ ۱۳ مارچ ۶۲۸
سنہ ۷ھ عام المسالمات	۱۲ اپریل ۶۲۸		چارشنبہ ۱۱ مئی ۶۲۸	جمعہ ۱۰ جون ۶۲۸	شنبہ ۹ جولائی ۶۲۸	دوشنبہ ۸ اگست ۶۲۸	سہ شنبہ ۶ ستمبر ۶۲۸	پنجشنبہ ۶ اکتوبر ۶۲۸	جمعہ ۴ نومبر ۶۲۸	یکشنبہ ۴ دسمبر ۶۲۸	دوشنبہ ۲ جنوری ۶۲۹	چارشنبہ ۲ فروری ۶۲۹	جمعرات ۲ مارچ ۶۲۹
شنبہ ۸ھ عام الفتح حج مخلوط	یکم اپریل ۶۲۹	دوشنبہ یکم مئی ۶۲۹	چارشنبہ ۳۱ مئی ۶۲۹	جمعرات ۲۹ جون ۶۲۹	شنبہ ۲۹ جولائی ۶۲۹	دوشنبہ ۲۷ اگست ۶۲۹	سہ شنبہ ۲۶ ستمبر ۶۲۹	چارشنبہ ۲۵ اکتوبر ۶۲۹	جمعہ ۲۴ نومبر ۶۲۹	شنبہ ۲۳ دسمبر ۶۲۹	دوشنبہ ۲۲ جنوری ۶۳۰	سہ شنبہ ۲۰ فروری ۶۳۰	پنجشنبہ ۲ مارچ ۶۲۹

Marfat.com

محسن المفتوحین

تمہید

ہجرت کا چھٹا سال ختم ہونے والا ہے۔ مسیحی سال ۶۲۸ء کی ابتداء ہو چکی ہے اور کل دنیا میں نوروز ہولی، ایسٹر اور عید کی تیاری کا زمانہ آگیا ہے۔ ایران ہو یا ہند۔ فلسطین ہو یا عرب، ہر جگہ ان میلوں میں ایک ہی دعا مانگی جاتی ہے کہ خدایا اہرمن کی شرارتوں سے بچا اور ظلمت سے نکال۔ خدائی نور اور عدل و رحم سے اس دنیا کو جگمگا دے۔ یزداں کا نام اس دنیا میں بھی اسی طرح بلند ہو جائے جس طرح آسمان پر ہے۔ کوئی ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے نام پر امن و رحمت کا متلاشی تھا۔ کوئی رام اور کرشن کے نام پر حق رحم اور شفقت کا طلبگار تھا۔ کوئی زرد اشتر اور مانی کے ذریعہ دنیا کی اہرمنی ظلمت کے دور رکھنے کا خواہش مند تھا اور کوئی یحییٰ و عیسیٰؑ کے نام پر غلاموں پر رحم کرنے اور عام رواداری پھیلانے کی آرزو رکھتا تھا مگر یہ سب اپنے اپنے بزرگوں اور خداؤں کو صرف اپنی قوم کے لئے محدود رکھتے تھے۔ کوئی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا تھا کہ ہر سچا دین صرف ایک تعلیم دیتا ہے کہ اللہ کو مانو۔ معروف پر کاربند ہو کر منکر سے بچو اور دنیا کو اتحاد و اتفاق سے جنت بنادو۔ تاریخی دور انسانیت میں ہمیں بہت کم لوگ نظر آتے ہیں جنہوں نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح امن و اتحاد اور ترقی کی آواز ہی بلند نہ کی ہو اور صرف آواز بلند کی ہو بلکہ اس کو عملی جامہ پہنا کر دکھایا ہو۔

جس طرح رسول اللہ الی العالمین نے مکہ میں یہ خواب دیکھا تھا کہ مکہ اور بیت المقدس دونوں دارالسلام اور ایک ہی اللہ کے گھر (بیت اللہ) ہیں اور کتابیوں کو ایک ہو کر دنیا بھر میں خدا پرستی پھیلانا چاہیے۔ ویسے ہی اب آپ نے مدینہ میں یہ خواب دیکھا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان دارالسلام عتیق یا مسجد ابراہیمی (کعبہ) میں جا کر پرانے طریقہ پر بیت اللہ کا طواف کریں اور طواف کے بعد مسجد اقصیٰ کا رخ کریں اور دونوں خدا خانوں

Marfat.com

کو ایک مقصد پر جمع کر دیں یعنی اہرمن پرستی کو مٹا کر یزداں پرستی رائج کر دیں۔ لہذا جب مہاجروں نے آپ کا یہ خیال معلوم کیا کہ آپ وطن کی طرف جانے کی خواہش رکھتے ہیں تو کثرت سے لوگ جمع ہو گئے اور دل و جان سے اس سفر پر آمادہ ہو گئے۔

مکہ کو پر امن روانگی ذی قعدہ ۶ ھ

مدینہ پر پورے عرب کے حملے یعنی احزاب کے واقعہ کو ایک سال گزر چکا تھا۔ ذی قعدہ ۵ ھ سے ذیقعدہ ۶ ھ تک مدینہ کی حکومت نے اطراف مدینہ کے قبائل پر اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا اور سرکش۔ یہودیوں کو خارج اور باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا۔ اب جناب محسن المفتوحین نے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا کہ مکہ چلنا چاہتے اور اس نیت سے چلنا چاہیئے کہ زیارت بیت اللہ کریں اور پورے طور پر ان قوانین امن و حرمت پر عمل کریں جو اس موسم میں ذیقعدہ سے محرم تک جاری رہتے تھے۔ اس اعلان سے یہ بھی منشائے نبوی تھا کہ جو لوگ ساتھ چلیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ حملے کی نیت ہے۔ اس لئے کہ ہمیشہ اس موسم کے قریب قریش کے تجارتی قافلوں کی واپسی ہوتی تھی اور مسلمان یہ خیال کر سکتے تھے کہ حسب دستور توریہ کیا جا رہا ہے۔ ورنہ مقصد جنگ ہے۔

اس کے علاوہ زیارت بیت اللہ (یا عمرہ) کی نیت سے قریش پر بھی یہ ظاہر کرنا تھا کہ ہماری نیت جنگ و جدال کی نہیں ہے اور اب ہم علانیہ مکہ کی طرف آئیں گے اور پر امن طریقہ پر خدا کی عبودیت کا اعلان کر کے واپس چلے آئیں گے۔

اس اعلان کے ساتھ ماہ حرام ذی قعدہ ۶ ھ کی پہلی تاریخ یعنی ۱۳ فروری ۶۲۸ء کو سولہ سو مسلمانوں کے ساتھ آپ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اس پر امن جماعت کی شان یہ تھی کہ صرف تلواریں ساتھ لی گئیں تھی وہ بھی مدافعت کے لئے۔ ستر اونٹ قربانی کے ساتھ تھے۔ بیس سوار آگے آگے تھے اور آپ احرام باندھ کر بہ آواز بلند یہ تکبیر کہتے ہوئے چل رہے تھے۔

لبیک اللھم لبیک۔ لبیک لا شریک لک لبیک
ان الحمد والنعمتہ لک والملک لا شریک لک

Marfat.com

خدایا ہم حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ حمد، نعمت اور بادشاہی تجھی کو زیب دیتی ہے۔ گویا کہ زبان قال سے آپ تلبیہ اور زبان حال سے سورۃ الحمد پڑھ رہے تھے اور خدا کی وحدانیت اور اس کی عالمگیر شہنشاہیت کا اعلان کر کے غیر اللہ کی پرستش اور بندگی سے نفرت دلا رہے تھے۔

مکہ والے مدینہ کے مسلمانوں پر تین زبردست حملے کر چکے تھے۔ گزشتہ سال اسی مہینے میں احزاب کو جنود اللہ نے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ کیسے یقین کر سکتے تھے کہ آنحضرت پر امن عمرہ کے لئے آ رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کو روکنے کی تیاری شروع کر دی۔ بسر خزاعی نے جو آنحضرت کا سسرالی رشتہ دار تھا۔ اور خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا تھا آپ کو آ کر خبر دی کہ خالد یا عکرمہ کی سرداری میں دو سو سوار حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں اور قریش و احابیش (مخلوط النسل قبیلے) ان کے پیچھے ہیں۔ رسول اللہؐ نے صف بندی کے بعد صلوٰۃ خوف (جنگی نماز) پڑھی اور قریش کا راستہ چھوڑ کر دوسرے دشوار گزار راستہ سے مکہ کا رخ کر دیا اور زمین حرم میں داخل ہو گئے۔ پھر مقام حدیبیہ پر جہاں ایک بڑا کنواں بھی ہے قیام فرمایا۔

ظاہر ہے کہ حرم مکہ سے اتنے قریب یعنی صرف نو میل کے فاصلہ پر قیام کرنے کے یہ معنی تھے کہ مسلمان لڑنا نہیں چاہتے نہ حرم کے اندر خونریزی کر سکتے ہیں۔ بدیل خزاعی نے مکہ والوں کی طرف سے آ کر کہا کہ قریش نے احابیش کو تیار کر لیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی قیمت پر بھی بیت اللہ تک راستہ نہ دیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہم لڑنے نہیں آئے اور اگر قریش لڑیں گے تو ہم کمزور نہیں ہیں۔ خزاعی آنحضرت کا سسرالی رشتہ دار تھا اس نے قریش کو خوب بڑھا چڑھا کر ڈرایا۔ مکرز نے بھی وہی پیغام قریش کو دیا اور وہی جواب پایا۔ پھر احابیش کا سردار حلیس بن علقمہ آیا۔ اس نے دیکھا کہ قربانی کے اونٹوں کے گلوں میں قلادے پڑے ہوتے ہیں وہ دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ ان لوگوں کی نیت بخیر ہے۔ بغیر آنحضرت سے ملے واپس ہو گیا اور قریش سے کہنے لگا کہ وہ لوگ دین دار ہیں۔ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے۔ انہیں آنے دو۔ قریش نے اس سے کہا تو دیہاتی ہے تو ان باتوں کو کیا جانے قریش کا آخری شخص عروہ ثقفی

تھا۔ اس نے رسول اللہ کے ساتھیوں کی جاں نثاری اور ان کے عزم و ثبات کو دیکھا تو قریش سے جا کر کہا کہ واللہ وہ لوگ بے حد سخت ہیں بغیر عمرہ کئے واپس نہ جائیں گے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنو خزاعہ کی طرح بعض اور لوگوں کو بھی مکہ آنے سے پہلے آنحضرت نے ہموار کر لیا تھا۔

اب آنحضرت نے خود چند صلح جو سفیر مکہ والوں کے پاس بھیجے کہ ہم پر امن طریقہ پر صرف عمرہ کے لئے آتے ہیں لیکن جب حضرت عثمان غنیؓ کو ایک سفیر کی حیثیت سے بھیجا تو ان کے قبیلہ بنو امیہ والوں نے اندازہ کر لیا کہ سولہ سو آدمیوں کا روکنا آسان نہیں۔ ادھر کسی "دوست" نے یہ خبر اڑا دی کہ مکہ میں حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ واقعہ نگار اسے "شیطان" لکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی کسی بزرگ کی جنگی چال تھی تاکہ معلوم ہو سکے کہ سچا مسلمان کون ہے اور منافق کون ہے۔

مرنے کا معاہدہ یا بیعت رضوان

اس خبر وحشت اثر کا نتیجہ یہ ہوا کہ جناب محسن المفتوحین ایک جھاڑی کے سایہ میں بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ پھیلا دئے کہ جو شخص بھی مرنے کا عہد باندھتا ہو اور جنت کے عوض اپنی جان بیچتا ہو وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر عہد کر لے۔ یہ بیعت اللہ سے ہوگی اور رسول کا ہاتھ گویا اللہ کا ہاتھ ہوگا کہ براہ راست خدا سے عہد ہو رہا ہے۔ سولہ سو آدمیوں نے جان دینے پر بیعت کر لی اور قریش کے جاسوسوں کے دل کانپنے لگے کہ ایک عثمان کے بدلے پورے مکہ کو سزا ملے گی۔

بیعت رضوان ہی فتح مبین ہے

جب قرآن میں سورۃ الفتح کا پہلا رکوع نازل ہوا تو اس میں بتایا گیا کہ مسلمانوں کی جماعت کا ایسا متحدہ محاذ آج تک نہیں بنا تھا۔ ان میں شاید بعض منافق بھی تھے۔ کمزور دل والے بھی تھے۔ قریش کے ہمدرد بھی تھے اور بعض ایسے تھے جو اسلام کی انقلابی اسپرٹ سے ناآشنا تھے لیکن اب ایسی مرکزی پارٹی تیار ہو گئی ہے جو نہ صرف عرب میں بلکہ کل

Marfat.com

دنیا میں انقلاب پیا کر سکے گی۔

قرآن نے کہا یہ کھلی ہوئی فتح ہے اور خدا اس کا یہ انعام دیتا ہے کہ اب تک رسول اللہ اور ان کے ساتھیوں کی جو کوتاہیاں کفر کے مقابلہ میں ہوئی ہیں وہ سب معاف کی جاتی ہیں۔ کفر کے مقابلہ میں اب تم ہرگز لغزش نہ کرو گے اور اللہ تمہاری زبردست مدد کرے گا۔

سکینہ و جنود السماوات والارض

(دیکھئے احزاب ۲ ع۔ اور توبہ ۱۰ ع)

" اسی اللہ نے تمہارے دلوں پر سکینہ یا اطمینان اور زمین آسمان کی قوی دل بنانے والی فوجیں نازل کر دی ہیں۔ " یعنی اب یہ مسلمان اتنے پکے مسلمان ہو گئے کہ انہیں کفر کی کوئی طاقت اپنی راہ سے نہیں ہٹا سکتی) " ان کا ایمان اور زیادہ قوی ہو گیا ہے انہوں نے محسن المفتوحین سے نہیں اللہ سے عہد کیا ہے کہ اللہ کا نام بلند کرنے اور شیطنیت کے زیر کرنے کے لئے وہ اپنی جانیں بیچتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ "

قریش کی عاجزانہ درخواست صلح

جس طرح غزوہ حمراء الاسد کے ذریعے سید المجاہدین نے غزوہ احد کی شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا تھا۔ جس طرح قریش اور یہود میں احزاب کے موقع پر آپ نے یرغمال کی ترکیب سے پھوٹ ڈال دی تھی اور قریش کو پسپا ہونے پر مجبور کیا تھا۔ ٹھیک اسی طرح قبیلہ خزاعہ میں ام المومنین جویریہؓ سے نکاح کر کے آپؐ نے ہمنوا بنا لیا تھا اور جب اچانک آپؐ مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر سولہ سو آدمیوں کے ساتھ نمودار ہوئے تو اسی قبیلہ کے لوگوں نے قریش کو صلح پر مجبور کیا احابیش نے بھی بنو خزاعہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔ اور بیعت رضوان نے تو روئی میں چنگاری کا کام کیا۔ قریش کے دل ہل گئے اور انہوں نے سہل بن عمرو کو شرائط صلح کے ساتھ محسن المفتوحینؐ کے پاس روانہ کیا۔

آنحضرتؐ تو دل سے چاہتے تھے کہ کسی طرح قریش اپنی شرارتوں سے باز آ جائیں یا کم از کم آپؐ انہیں معطل کر دیں۔ انہیں اپنے اللہ اور خود اپنے نفس پر اتنا بھروسہ تھا کہ وہ پورے عرب کو فتح کر لیں گے۔ بلکہ آپؐ نے حدیبیہ پہنچنے کے بعد پہلا پیغام ہی یہ دیا تھا۔ "اے قبائل قریش تمہیں لڑائیوں نے کمزور کر دیا ہے اور تم میں سکت نہیں کہ تم کسی سے لڑ سکو، لیکن تم لڑنے پر تیار ہو۔ پہلے بھی تم پورے عرب کو جمع کر کے مٹھی بھر مسلمانوں سے نہ جیت سکے تو اب کیا بگاڑ سکو گے۔ بہتر یہی ہے کہ مجھے اور عرب کو چھوڑ دو اور دیکھو کہ فتح کس کی ہوتی ہے۔ اگر میں جیت جاؤں تو یہ تمہارے لئے شرف کا باعث ہو گا۔ میں بھی قریشی ہوں اور پھر تم کو میرا ساتھ دینے میں کوئی بات مانع نہ ہو گی" یہی پیغام پہلے بھی کئی مرتبہ انہیں دیا جا چکا تھا۔

بہرحال سفیر نے کہا کہ ہمارے لئے بڑے شرم و عار کی بات ہو گی اگر آپ مکہ میں زبردستی داخل ہو کر عمرہ کریں۔ دوسرے قبائل ہم پر ہنسیں گے اس لئے اس سال آپ واپس تشریف لے جائیں۔ محسن المفتوحین نے اسے منظور کر لیا۔

پھر سہیل نے کہا کہ آئندہ سال آپ آئیں تو پرامن طریقہ پر آئیں یعنی تلواریں سفری ہوں اور وہ بھی نیام میں ہوں اور تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ فرمائیں۔ آپؐ نے اسے بھی منظور کر لیا۔

سہیل نے پھر تجویز پیش کی کہ اگر کوئی قریشی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آپ کے پاس چلا جائے تو اسے آپ واپس کر دیں گے اور جو مسلمان ہمارے پاس آ جائے گا اور ہمارا ہمنوا بن جائے گا اسے ہم واپس نہ کریں گے۔ محسن المفتوحینؐ نے اسے بھی منظور کر لیا۔ اس لئے کہ آپ تو اٹھارہ سال سے اسی آزادی کے لئے لڑ رہے تھے کہ کوئی شخص زبردستی فتنہ میں نہ ڈالا جائے یعنی کسی کو اپنی رائے یا دین بدلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ لیکن قریش یہ سمجھتے تھے کہ کسی کو مجبور کر کے رائے بدلوانا اچھی بات ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ یہ ایسا ظلم ہے جو مظلوم کو بغاوت کے لئے تیار کر دیتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ظالم تباہ و برباد ہو کے رہ جاتا ہے۔ انقلابات عالم کی تاریخ دیکھ لیجئے ہر جگہ یہی نظر آتا ہے کہ ظالم خود اپنے ظلم سے مظلوموں کو بغاوت پر تیار کرتا ہے اور جلد یا بدیر خود اسی

Marfat.com

آگ میں جل مرتا ہے۔

ظلم و عدل

یہ سال ۶۲۸ مسیحی تھا اس وقت تک دنیا کی بیسیوں قومیں ظلم و عدوان کی وجہ سے تباہ ہو چکی تھیں۔ آنحضرتؐ سے زیادہ کون جانتا تھا کہ عاد و ثمود ؛ قوم لوط قوم فرعون، ساسانی و یونانی، فونیقی اور رومی سب یکے بعد دیگرے کس طرح اپنے ظلم کا شکار ہو چکے ہیں۔ غلامی ؛ عورت کی ذلت، عدل کی کمی یا صرف یہ نظریہ کہ حکمراں جماعت کے لئے ایک قسم کا انصاف اور محکوم مجبور کے لئے دوسرے قسم کا انصاف یا قانون ہونا چاہیئے۔ ان سب باتوں نے مل جل کر قوموں کی جان نکال ڈالی تھی۔ وہ جسد بے روح بن کر رہ گئی تھیں۔ حجاز یا عرب ہی ایک ایسا خطہ تھا جہاں اب تک بیرونی سامراجوں کا ہاتھ نہیں پہنچا تھا۔ لیکن یہ خطہ بھی قدامت پرستی، توہم، کہانت اور غلام سازی کا اسی طرح دلدادہ تھا جس طرح دنیا کے دوسرے خطے تھے۔ بعض یورپین مورخ یہ سمجھتے ہیں کہ عرب پورے طور پر انقلاب کے لئے تیار تھا۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ چھوٹے چھوٹے قبائل خانہ بدوش زندگی کی وجہ سے بالکل غیر متمدن زندگی پر مجبور تھے۔ مکہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو کاروانوں کی گزر گاہ ہونے کی وجہ سے صرف ہزار دو ہزار آدمیوں کی مستقل آبادی رکھتا تھا۔ یہ صرف رسول عربی کی انتھک کوشش اور درست اندیشی تھی کہ آپؐ نے ایک امی اور اکھڑ قبائلی انتشار کو ایک مہذب اور قانونی نظم کے شیرازہ میں جکڑ دیا اور ایک سلطنت ہی نہیں بلکہ ایک ایسی قوم تعمیر کر دی جس کا شعار ہی ظلم کو مٹا کر عدل قائم کرنا تھا۔ بہرحال محسن المفتوحین نے سمجھ لیا تھا کہ مسلمانوں میں تو کوئی ایسا ہے نہیں جو قریش کی جامد اور خود غرضانہ سوسائٹی میں واپس جائے گا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ چند نئے مسلمان مکہ میں پیدا ہوں تو اگر انہیں یہ لوگ روکے رہیں گے تو خود ان کے لئے خطرہ بن جائیں گے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو بھی منظور کر لیا۔ یاد رہے کہ یہ شرط صرف قریش کے مسلمانوں کے لئے تھی۔ دوسرے قبائل کو کامل آزادی تھی کہ وہ چاہیں تو قریش کے ہمنوا بن جائیں اور چاہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

عہد و جوار میں داخل ہوں، یہ معاہدہ صلح یعنی التوائے جنگ دس سال کے لئے کیا گیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا معلوم تھا کہ وہ پانچ سال کے اندر ہی اپنا کام مکمل کر کے دنیا سے رخصت ہو سکیں گے۔

تحریر معاہدہ اور پھر ذکر رحمان اور رسول اللہ

معاہدہ کی دفعات طے ہو گئیں تو حضرت علیؓ نے لکھنا شروع کیا اور ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر کی، سہیل، زبردست خطیب و نقاد تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے اپنی آتش بیانی سے پورے عرب کو آنحضرتؐ کے خلاف بھڑکا دیا تھا اور بدر میں جب گرفتار ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس کے اگلے دانت نکلوا دینے کی سزا تجویز کی تھی تاکہ وہ اپنی فصاحت سے محروم ہو جائے مگر نبی کریم محسن المفتوحینؐ نے اس رسم جاہلیہ کو قطعی ناجائز اور بے رحمانہ قرار دیا اور اس کے دانت باقی رہ گئے۔ غرضیکہ اس نے کہا کیا خوب ! لڑائی تو اسی بات کی ہے کہ ہم رحمان کو "اللہ" ماننے کے لئے تیار نہیں۔ واللہ ہم نہیں جانتے کہ رحمان کون ہے۔ اسے مٹا دیجئے۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی منظور کر لیا اور اس لفظ کو مٹا کر "بسمک اللھم" لکھوا دیا۔

پھر حضرت علیؓ نے منجانب "محمد رسول اللہ" لکھا۔ سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ ہم آپ کو اللہ کا رسول مان لیں تو جھگڑا ہی کیا ہے۔ لہذا اس جملے کو بھی نکال ڈالئے۔ آنحضرتؐ نے اسے مٹا کر محمدؐ ابن عبداللہ" لکھوا دیا۔ اب معاہدہ لکھ دیا گیا اور حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عبدالرحمانؓ، سعد وقاصؓ، ابو عبیدہ، محمدؓ بن مسلمہ نے مسلمانوں کی طرف سے دستخط کر دئے۔ اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ فریقین نے ایک ایک نقل اپنے پاس رکھ لی۔

معاہدے کی جان۔ التوائے جنگ

قریش اپنے مذہبی اثر و تجارتی تعلقات کی بنا پر مختلف قبائل کو اسلام اور اسلامی جماعت کے خلاف بھڑکایا کرتے تھے۔ محسن المفتوحینؐ یہی چاہتے تھے کہ وہ اپنی

Marfat.com

شرارتوں سے باز آ جائیں لیکن ذاتی منفعت اور پروہتی ذہنیت نے ان کے دل و دماغ کو اتنا ماؤف اور خود غرضی اور توہم پرستی کا اتنا دلدادہ بنا دیا تھا کہ ان کو راہ راست پر ڈالنے کی بہت کم امید تھی۔ آنحضرتؐ خود قریشی تھے اور جانتے تھے کہ خود غرضی کی شیطنت ان کے دلوں پر چھا چکی ہے۔ اسی لئے مکہ کے قرآن میں بار بار کہا گیا کہ ان سے اعراض کرو اور ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ان کے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں۔ وہ کبھی حق آشنا نہ ہوں گے۔ (ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ)

آنحضرتؐ کی ڈپلومیسی کی بہت بڑی جیت تھی کہ قریش نے دس سال کے لئے التوائے جنگ کے عہد نامہ پر دستخط کر دیئے۔ اس کے یہ معنی ہوتے کہ انہوں نے مختلف قبائل کو اسلام کی طرف لانے اور اتحاد کی طرف مائل کرنے کا راستہ کھول دیا۔ اسی لئے قرآن نے اسے فتح مبین کہا ہے۔

بنو خزاعہ اور بنو بکر

جونہی معاہدے پر دستخط ہو چکے، بنو خزاعہ نے اعلان کر دیا کہ ہم عہد محمدؐ میں داخل ہوتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ اسی قبیلہ کے دو سو افراد کو ام المومنین جویریہ کی وجہ سے آنحضرتؐ نے آزادی تھی۔ اسی قبیلہ کی ریشہ دوانی نے فتح حدیبیہ کا دروازہ کھولا تھا اور اسی قبیلہ کی کوشش سے چند ہی دنوں میں پر امن طریقے پر مکہ بھی اطاعت رسول قبول کرے گا۔

بنو بکر نے بھی اسی وقت اعلان کر دیا کہ ہم قریش کے ساتھی ہیں اور عہد قریش میں داخل ہوتے ہیں۔

سورۃ الفتح اع: بیعت رضوان کے خوف سے صلح ہوئی

درحقیقت بیعت رضوان ہی فتح مبین ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی ایک ایسی مرکزی جماعت بن گئی جو اللہ کے نام پر مرنے کو تیار ہے۔ اس بیعت کے ڈر سے قریش نے صلح کی درخواست کی۔

Marfat.com

سورۃ الفتح : ۲ : صلح کے فوائد

بہت سے گنوار عرب حدیبیہ آنے سے جی چراتے تھے۔ اب وہ بھی ساتھ چلنے کو تیار ہوں گے۔ رسول ؐ کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں کو جو مال غنیمت کے لالچ میں ساتھ ہونا چاہیں ہرگز اپنے ساتھ نہ لے۔ البتہ وہ آزمائش میں پورے اتریں تو جہاد میں ساتھ رکھے جا سکتے ہیں۔

عید یا خوشی کا میلہ

یہ واقعہ ذی قعدہ کا ہے۔ آپ ؐ نے حج نہیں کیا۔ نہ عمرہ کر سکے لیکن فتح مبین کی خوشی مین تین دن تک حدیبیہ میں عید منائی اس میں اونٹ نحر کیئے گئے۔ بنو خزاعہ بھی اس عید میں شریک ہوئے۔

عام المساوات ۷ھ مطابق ۱۲ اپریل ۶۲۸ء

فتح حدیبیہ کے بعد کتابی جمہوریت کا قیام

ابھی تک دولت مدینہ میں صرف رسول اللہ ؐ کی آمریت تھی۔ یعنی رسول اللہ کا حکم خدا کا حکم تھا۔ آپ ؐ ہی خدائی وحی کو بیان بھی کرتے تھے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے خود ہی ذرائع عمل پر غور بھی فرماتے تھے۔ کبھی کبھی مخصوص احباب سے ذرائع مقصد کے لیئے مشورہ کرتے تھے۔

اب بیعت رضوان کے بعد ایک بہت بڑی جاں نثار انقلابی جماعت تیار ہو گئی جو حقیقت اسلام سے آشنا ہو گئی تھی اس لیئے آپ ؐ نے یہ محسوس کیا کہ مختلف مسائل میں رضوانیوں کی رائے بھی مفید و صائب ہو سکتی ہے اس لیئے سیاسی معاملات میں انسانیت کی فلاح کے پیش نظر آں حضرت ؐ نے اس جماعت سے مشورہ لینا شروع کیا۔ ہم اسے پارٹی کی کتابی آمریت کہیں گے۔ یہ شورائی جمہوریت تھی جس میں اصول کتب الہیہ پر

Marfat.com

بحث نہ کی جا سکتی تھی۔ البتہ اصول کو عملی جامہ پہنانے کے ذریعوں اور طریقوں پر بحث ہو سکتی تھی۔ اس شورائی آمریت میں کثرت رائے سے فیصلہ نہیں ہوتا تھا بلکہ امیر جماعت سب سے زیادہ صائب رائے پر عمل کرنے کا حکم دیتا تھا۔ اصابت رائے کا معیار کتب الہیہ بتاتی تھیں۔ یعنی اطاعت الٰہی کی بنیاد پر دنیا سے خوف و جوع ذلت و مسکنت اور ظلم و نخوت کو مٹانا اس آمریت کا نصب العین تھا۔

غزوہ خیبر

(محرم ۷ ھ اپریل ۶۲۸ء) بنو نضیر نے مدینہ سے اجڑ کر خیبر آباد کیا تھا۔ یہ مقام مدینہ سے تین منزل (۱۰۸ میل) شمال میں ایک زرخیز خطہ میں واقع ہے۔ حجر کو یہیں سے راستہ جاتا تھا یہ یہود کا بڑا مرکز تھا۔ بنو نضیر ہی نے جنگ احزاب برپا کرائی تھی۔

سفارت عبداللہ بن رواحہ

خیبر کے قریب بنو غطفان رہتے تھے جن سے سازش کر کے یہود نے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا تھا۔ منافقین مکہ ان کے ہمدرد تھے۔ اس لئے رسول اللہؐ نے چاہا کہ جس طرح حدیبیہ میں قریش سے صلح ہو گئی ہے یہود سے بھی ہو جائے۔ آپؐ نے عبداللہ بن رواحہ کو تیس آدمیوں کے ساتھ خیبر بھیجا۔ انہوں نے اسیر بن زارم سردار یہود کو جا کر رسول اللہ کا پیغام دیا۔ اگر مدینہ سے صلح کر لو تو رسول اللہؐ تم کو خیبر کا حاکم تسلیم کر لیں گے۔ اس نے اسے منظور کر لیا اور تیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ چلا۔ راستہ میں دونوں گروہوں میں لڑائی ہو گئی اور صرف ایک یہودی بچ نکلا (ابن سعد طبقات) اس معاملہ میں اختلاف ہے کہ ابتداء کدھر سے ہوئی۔

اب یہود نے قبیلہ غطفان کو پورے طور پر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کر لیا اور اپنے نخلستان کی نصف پیداوار دینے کا وعدہ کیا۔ بنو فرازہ خود بخود ان سے جا ملے۔ آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو انہیں خط لکھا کہ اس رویہ سے باز آ جائیں۔

واقعہ ذی قرد

Marfat.com

واقعہ خیبر سے تین دن پہلے۔ یہود نے مسلمانوں کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالا۔ ابن ابو ذرؓ کو قتل کر کے ان کی بیوی کو پکڑ لے گئے۔ لیکن سلمہ نے تیراندازی کر کے اونٹ واپس چھین لیے (طبری و بخاری)

صرف رضوانی ساتھ لیے گئے

مکہ والوں سے صلح ہو چکی تھی اس لیے ادھر سے مسلمانوں کو خطرہ نہ تھا۔ وقت آ گیا تھا کہ یہود خیبر کو بھی امن پسند حلقے میں شامل کر لیا جائے۔ اس لیے رضوانیوں سے مشورہ ہوا۔ اور جس طرح مسلمان یکایک مکہ پہنچ گئے تھے اسی طرح خیبر جا پہنچے۔ البتہ ان منافقوں کو ساتھ نہیں لیا جو دل سے دشمن کے ساتھ تھے اور جن کی غرض سوائے لوٹ مار کے اور کچھ نہ تھی۔ اس جہاد فی سبیل الامن والاسلام میں صرف بیعت رضوان کرنے والوں کو ساتھ لیا گیا۔ ان چودہ سو رضوانیوں میں دو اسپ سوار تھے۔ زخمیوں کی خدمت کے لیے بیس صحابیہ عورتیں بھی تھیں۔

قبیلہ غطفان۔ یہود کا دوست تھا اس لیے جنرل حبابؓ بن المنذر کی رائے پر عمل ہوا اور فوج نے مقام رجیع پر پڑاؤ ڈالا تاکہ غطفان اور یہود کے بیچ میں اسلامی فوج رہے۔ اور یہ لوگ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں۔

مختلف قلعوں پر مختلف جرنیلوں نے حملے کیے۔ پہلا قلعہ ناعم حضرت علیؓ نے فتح کیا۔ اس کے بعد الزبیرؓ اور حبابؓ نے دوسرے قلعوں کو فتح کر لیا۔ پھر باقی قلعوں نے بھی ہتھیار ڈال دئے۔ کل محاصرہ میں پندرہ مسلمان شہید اور ترانوے یہود قتل ہوئے۔

خراج

سوائے کنانہ کے، جس نے جنرل محمودؓ بن مسلمہ کو قتل کیا گیا تھا سب کی جان بخشی کی گئی اور طے ہوا کہ کل زمینیں اور باغات حکومت مدینہ کی ملکیت ہوں گی اور یہودی کل پیداوار کا نصف بطور خراج کے مدینہ کو دیا کریں گے جسے یہود نے خوشی سے منظور کر لیا۔

Marfat.com

حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کا اعزاز

حضرت اسامہؓ کو ہر شخص سے زیادہ غنیمت کا حصہ عطا ہوا اور انہیں سب سے قریب شمار کیا گیا۔

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کتابیہ

محسن المفتوحین کی عمر ساٹھ سال کی ہو چکی تھی۔ لیکن یہود کو دوست بنانے کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ مسلمانوں نے انہیں اپنی حمایت میں لے کر محفوظ کر دیا اور ان کی زمینوں اور ان کے باغوں کو بھی ان ہی کے قبضہ میں رکھا۔ دوسرا طریقہ مصاہرت کا تھا۔ آپؐ نے محسوس کیا کہ کنانہ کے قتل کے بعد شہزادی صفیہ بیوہ ہو گئی ہیں اور ان کا والد (یعنی حیی بن اخطب) بھی بنو قریظہ کے قلعے میں سازش کی پاداش میں قتل ہو چکا ہے۔ لہذا یہودیوں کے ان دو قبیلوں کے خوش کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہ تھا کہ خود محسن المفتوحین ان سے نکاح کر لیں۔ اس لئے آپ نے ان سے نکاح کر لیا اور اپنے ساتھ مدینہ لے گئے۔

مہاجرین حبشہ کی واپسی

چودہ سال سے بہت سے مسلمان حبشہ میں بے وطن نیم جان مہاجر بنے ہوئے پڑے تھے۔ فتح حدیبیہ کی خبر نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیا وہ سب بھی فتح خیبر کے دن دو کشتیوں کے ذریعے خیبر پہنچ گئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ام المومنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان بھی اسی قافلے میں تھیں۔ ان کے شوہر حبشہ میں نصرانی ہو کر مر چکے تھے۔ اور آپ وہیں آنحضرتؐ کے نکاح میں آ چکی تھیں۔

محسنؐ المفتوحین کی اصلاحات

۔غذاؤں کے معاملے میں آنحضرت نے گندی غذاؤں کو منع فرمایا۔ اب مسلمان مجبور نہ تھے کہ ہر قسم کے گوشت کھاتے رہتے۔ غذا یا طعام کے معنی ہی گوشت کے تھے۔

لہذا آپؐ نے حکم دیا کہ گدھوں اور خچروں کا گوشت ترک کر دیا جائے۔

سودی بیوپار

تجارت سے بعض ایسے طریقے رائج تھے جن کی برائی سے آنحضرتؐ بحیثیت تاجر کے خوب واقف تھے۔ آپؐ نے ہر اس تجارتی مبادلہ کو ناجائز قرار دیا جس میں مزدور یا صناع کا نقصان ہوتا تھا اور دولت چالاک بیوپاریوں کے ہاتھ میں جمع ہوتی ہو۔ اس لئے چاندی کے عوض میں زیادہ سونے کا لین دین آپ نے ناجائز قرار دے دیا۔

سورۃ الفتح: بیعت رضوان فتح خیبر کا پیش خیمہ ہے

بیعت رضوان کی وجہ سے مسلمانوں کی جاں نثار جماعت پیدا ہوئی اور فتح خیبر اسی کا نتیجہ ہے جہاں مال غنیمت بھی ملا۔ یہ خدا کے موجود ہونے کا نشان ہے کہ خدا کمزوروں کو قوی بنا دیتا ہے۔ اسی خدا نے تمہیں صراط مستقیم (اسلام۔ اتحاد اور بے خوفی) کے راستے پر ڈالا۔ اب ایک اور فتح قریب ہے (یعنی مکہ بھی ہتھیار ڈال دے گا)

قانون الٰہی نہیں بدلتا

تاریخ شاہد ہے کہ جو لوگ حق کے لئے جاں نثاری پر تیار ہوتے ہیں انہیں کبھی شکست نہیں ہوتی۔ یہ اللہ کا اٹل قانون ہے۔

بیعت رضوان کی تعریف

اللہ نے بیعت رضوان کی وجہ سے جنگ نہ ہونے دی۔ قریش ڈر گئے۔ اور اس سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ جو مومن وہاں تھے وہ بھی پریشانی سے بچ گئے۔

سورۃ الفتح ۴ع: رسول اللہؐ کا خواب سچا کر دیا گیا

حدیبیہ اور خیبر کی فتح سے مسلمانوں کا رعب بڑھ گیا ہے اور رسول اللہؐ کا خواب بھی سچا ہو گیا کہ امن و امان کے ساتھ اس سال عمرہ کرنے مکہ جائیں گے اور بیعت رضوان

کرنے والوں سے اللہ راضی ہو گیا ان کے پرانے گناہ معاف کئے گئے اور آئندہ بھی اجر عظیم ملے گا۔

غزوہ وادی القریٰ ۷ھ

خیبر کی فتح کے بعد جو یہودی وادی القریٰ میں تھے انہوں نے بھی بغیر لڑے بھڑے اطاعت قبول کر لی۔ یہ وادی قدیم قوم عاد کی اجڑی ہوئی بستیوں پر مشتمل ہے اور مدینہ سے خیبر کے راستے پر ہے۔ یہاں کے یہودیوں نے بھی آدھی پیداوار بطور خراج کے منظور کر لی۔

اطاعت فدک ۷ھ

اسی طرح فدک والوں نے بغیر لڑے بھڑے آنحضرتؐ کی اطاعت قبول کر لی اور چونکہ یہاں لڑائی نہیں ہوئی تھی اس لئے یہاں کی آمدنی میں غازیوں کا کوئی حصہ نہیں لگا۔ یہ آنحضرت کی خالص ملکیت قرار پائی۔

اسلام ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس زمانہ میں رسول اللہؐ خیبر میں تھے ابوہریرہؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتے اور خیبر جا کر مشرف باسلام ہوئے۔ جاہلیہ کا نام عبد شمس تھا۔ مسلمان ہونے پر عبدالرحمان نام تھا۔ اٹھتہر سال کی عمر میں ۵۸ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت کی صحبت میں تین سال رہے ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر ۵۳۷۴ حدیثیں مروی ہیں۔ وہ کثرت روایت کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ مہاجر و انصار کاروبار میں لگے رہتے تھے اور میں آنحضرت سے علم حاصل کیا کرتا تھا۔

صفر ۷ھ دنیا کو اسلام یا اطاعت الٰہی کی دعوت

Marfat.com

هوالذی ارسل رسولہ بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کلہ (الفتح ۲)
انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (الاعراف ۲)

نصرانی بادشاہوں کو دعوت خدابندگی

سورہ آل عمران ۷ میں کہا جا چکا تھا کہ یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبدوا الا اللہ ۔ ۔ ۔ (اے اہل کتاب آؤ ایک کلمہ پر متفق ہو جائیں کہ سوائے اللہ کے کسی کی غلامی نہ کریں۔ وہ اللہ جس کا شریک ہے نہ سہیم اور نہ کسی انسان یا پروہت کو دیوتا مانیں نہ اوتار سمجھ کر اس کی پوجا کریں اس لئے کہ اس سے انسان کی خودداری ختم ہو جاتی ہے اور انسانی مساوات اور عزت نفس کا خاتمہ ہو جاتا ہے) لہذا نصرانی بادشاہوں اور سرداروں کو وحدت خدا اور وحدت انسانیت کی دعوت دی گئی اور بتایا گیا کہ کوئی انسان خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو معبود نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ مخلوق ہے اور مخلوق کو خالق کے برابر درجہ دے کر ایک پروہتوں یا خداؤں کی جماعت کو پیدا کرنا، اپنی اور خدا کی دونوں کی توہین ہے۔ وہ خدا کتنا بیچارہ اور مجبور ہو گا جسے معمولی انسان ذلیل کر سکیں۔ یا وہ انسانی دیوتا کتنے پست ہونگے جو اپنا پیٹ پالنے کے لئے پجاری۔ پوپ، یا دستور بن گئے ہوں اور دوسروں کی خیرات پر زندگی بسر کرتے ہوں۔ اس دعوت کو لے جانے والے یہ تھے۔ اور یہ سب ان ملکوں کی زبان میں پیغام سناتے تھے۔ خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱

(۱) عمروؓ بن امیہ شاہ نجاشی اصحم کے پاس پیغام توحید لے کر گئے۔ وہ مسلمان ہو گیا۔

(۲) وحیۃ الکلبی ہرقل شہنشاہ قسطنطنیہ کے پاس ربیع الاول ۷ ھ (جون ۶۲۸ء) میں بذریعہ حارث والئ بصری خط لے گئے تو وہ غالباً سیاسی وجوہ سے اسلامی توحید کو مان لیتا۔ لیکن پوپوں نے توحید باری اور مساوات انسانی یعنی حضرت عیسیٰؑ کو صرف انسان

Marfat.com

ماننے سے انکار کر دیا۔ (بخاری کتاب الجہاد)

(۳) حارث غسانی رومی سلطنت سے وابستہ تھا۔ اس نے کہا کہ اس دعوت کا جواب زبان شمشیر سے دونگا۔

(۴) حضرت حاطب مقوقس شاہ اسکندریہ کے پاس محسن المفتوصین کا پیغام لے گئے۔ مصر کی حالت زار تھی۔ ساسانی اور رومی فوجوں کی لوٹ مار نے اسے تباہ کر رکھا تھا۔ مقوقس اس پیغام سے بہت خوش ہوا۔ اور نصرانی تثلیث و مجوسی ثنویت سے نکل کر اسلامی توحید کو بہت پسند کیا۔ خود اس کے ملک میں نصرانیت کی موحد شاخ پہلے سے موجود تھی۔ اس نے آنحضرت کو دوستانہ جواب دیا اور لکھا کہ میں جانتا ہوں کہ ایک نبی آنے والا ہے جو دین ابراہیمؑ و موسیٰؑ اور یحییٰؑ و عیسیٰؑ کو زندہ کرے گا۔ میں دو لڑکیاں۔ پوشاک، ایک خچر تحفہ بھیجتا ہوں۔"

حضرت ماریہ قبطیہؓ کو آنحضرت نے اپنے پاس رکھ لیا۔ یہ ربیع الثانی ۷ھ (جولائی ۶۲۸ء) میں مدینہ پہنچی تھیں۔ ان کے بطن سے جناب ابراہیمؓ بن محمدؐ کی ولادت ربیع الثانی یا جمادی الاول ۸ھ میں ہوئی۔

مجوسیوں کو ایک خدا کے ماننے کی دعوت

(۱) ۶۲۸ء میں خسرو پرویز رومیوں سے شکست کھانے کے بعد انتقام کی تیاری میں مصرف تھا۔ اس زمانے میں عبداللہ بن حذافہ سہمی آنحضرت کا مکتوب لیکر پہنچے۔ خط میں لکھا تھا کہ دو خداؤں کی جگہ ایک ہی خدا کو خالق خیر و شر مانو۔ یہ تمہاری اصلی تعلیم ہے (جو زرداشتر نے دی تھی اور جسے بعد میں مسخ کر کے لوگوں نے یزدانؔ و اہرمنؔ پرستی میں تبدیل کر دیا تھا) لہذا اگر توحید باری کو مان کر میری اطاعت کر لوگے تو امن و سلامتی کا دروازہ کھل جاتے گا ورنہ تم اپنی قوم کی گمراہی کے ذمہ دار ہوگے۔" خسرو نے آپؐ کا خط پھاڑ ڈالا اور یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ حجاز کے نبی کو گرفتار کر کے یہاں بھیج دو۔ لیکن باذان نے جب تحقیق حال کیا تو وہ خود مسلمان ہوگیا اور اسی زمانے میں خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

(۲) منذر بن ساوی رئیس بحرین کے پاس علاء بن الحضری بھیجے گئے اور اکثر رعایا مسلمان ہو گئی۔

اسی زمانے میں سورۃ الاعراف ۲۰ ع اور سورہ آل عمران رکوع ۷ کو زیر نظر رکھنا چاہیئے۔ وہ یہ ہیں۔

الاعراف ع ۲۰۔ میں کل انسانوں کے لئے اللہ کا پیام لایا ہوں

لوگو۔ میں کل انسانوں کے لئے اس اللہ کا رسول ہوں جس کی بادشاہی آسمانوں اور زمین پر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود ہی نہیں۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ لہذا اللہ کو مانو اور اس کے نبی امی کو مانو۔ جو خود اللہ کو اور اس کے جملہ کلاموں (احکام) کو مانتا ہے۔

آل موسیٰ کی تعریف

قوم موسیٰ کا ایک گروہ حق کی راہ بتاتا ہے اور اسی کے مطابق وہ عدل کرتے ہیں۔ خدا نے موسیٰ کی قوم کے بارہ قبیلے کر دیئے تھے اور ان پر بڑے احسانات کئے۔ لیکن انہوں نے بد عملی کی وجہ سے خدا کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اپنا ہی نقصان کیا اور جب (پہلی تباہی کے بعد دوبارہ بیت المقدس میں آباد ہونے کا موقع ملا) تو بجائے توبہ اور نیک عملی کے (جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا) انہوں نے حکم بدل دیا۔ یعنی پھر بد عملی اور نفاق پیدا ہو گیا اور ان کی شرارت کی وجہ سے ان پر پھر عذاب نازل ہوا۔"

(نوٹ:- بالکل ان ہی الفاظ میں سورۃ البقرہ کے ساتویں رکوع میں یہ ذکر ہے۔ البتہ البقرہ میں بجائے یظلومن کے یفسقون ہے۔)

آل عمران ۷ ع۔ اہل کتاب کو اتحاد کلمہ کی دعوت

"اے اہل کتاب آؤ اس بات پر متفق ہو جائیں جو ہم میں اور تم میں مساوی طور پر موجود ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور اللہ کے سوا کسی انسان کو اپنا آقا (رب) نہ بنائیں۔ بہرحال اگر تم اس کا انکار کرتے ہو تو دیکھ لو ہم اللہ کے مطیع ہیں۔ اے اہل کتاب (یعنی توراۃ وانجیل کے ماننے والو) تم

Marfat.com

صحف ابراہیم کو کیوں نہیں مانتے۔ کیا یہ نہیں سمجھتے کہ صحف پہلے ۔۔۔ نازل ہوتے اور توراۃ و انجیل بہت بعد کی ہیں۔ ابراہیم نہ تو یہودی تھا نہ نصرانی وہ حنیف (یعنی جھوٹے مذہبوں سے بیزار تھا) اور مسلم (یعنی خدا کا مطیع تھا) مشرک نہ تھا۔ ابراہیم سے قریب ترین مناسبت ان لوگوں کی تھی جو اس کے پیرو تھے اور رسول عربی اور اس کے ماننے والے ہیں۔

لہذا اے اہل کتاب حق (یعنی احکام ابراہیمی) میں جان بوجھ کر باطل (یعنی اپنی خواہشات نفسانی) کو نہ ملاؤ اور مومنوں کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

(نوٹ:- یہی دعوت توحید سورۃ المائدہ رکوع ۱۰ میں ہے اور یہی حکم سورۃ النساء کے آخری رکوع ۲۰ میں ہے کہ اپنی کتابوں کو بھی مانو اور قرآن کو بھی مانو۔ دونوں متفق ہیں کہ خدا ہے۔ لاشریک ہے اور سب انسانوں کے لئے خدا پرستی کا پیغام ہے۔ صرف یہود یا نصاریٰ کے لئے نہیں ہے۔ سب انسان بحیثیت بندے کے برابر ہیں۔ یہاں یہ بھی نوٹ کر لیجئے کہ یہی دعوت توحید ثنویت پرستوں یعنی مجوس کے لئے بھی تھی اور ان کے علاوہ مشرکوں کے لئے بھی تھی)

جزیہ کی ابتدا

منذر کے مسلمان ہونے کے بعد اس کی رعایا میں ایسے لوگ بھی تھے جو مجوسیت اور یہودیت وغیرہ پر قائم رہنا چاہتے تھے۔ ان کے بارے میں منذر نے پوچھا کہ کیا کیا جائے۔ دربار رسالت سے یہ جواب گیا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیتے تو ان ہی کے لئے اچھا تھا اور اگر اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہتے ہیں تو ان کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں پر ہوگی اور ان پر ایک ٹکس اسی طرح لگایا جائے گا جس طرح ایران میں گزید (جزیہ) ہے یہی لفظ بعد میں جزیہ بن گیا۔

مکہ کے مجبور مسلمان ڈاکو بن گئے

فتح حدیبیہ کے بعد ابو جندلؓ مسلمان ہو کر آنحضرت کے پاس حدیبیہ پہنچے تھے لیکن

Marfat.com

معاہدہ پر دستخط ہو چکے تھے۔ اس لئے ان کے باپ سہیل بن عمرو کے ساتھ واپس کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ایک مسلمان ابو بصیرؓ مکہ سے بھاگ آئے انہیں دو قریشی لینے آئے۔ آپ نے حسب معاہدہ انہیں واپس کر دیا۔ لیکن وہ رستہ میں ایک آدمی کو قتل کر کے بھاگ نکلے اور قریش کی شامی تجارت کی صراط پر اپنا اڈہ بنالیا۔ مکہ کے بے کس مسلمانوں کو خبر پہنچی تو وہ بھی وہاں پہنچنے لگے اور ایک سال کے اندر وہاں تقریباً تین سو مسلمان جمع ہو گئے اور قریش کے تجارتی راستے کو قطع کرنے لگے۔

اب مکہ والے سخت نادم ہوئے اور چاہا کہ آنحضرتؐ معاہدہ کی اس دفعہ کو توڑ دیں اور انہیں مدینہ لے جائیں لیکن آپؐ نے قبول نہ فرمایا۔

چند تادیبی مہمیں

اس درمیان میں بعض معمولی مہمیں اطراف مدینہ میں شریر ڈاکوؤں کی تادیب کی لئے روانہ کی گئیں جن سے دولت مدینہ کی طاقت بڑھ گئی اور جنگی قبیلوں نے محسوس کیا کہ ایک مضبوط حکومت مدینہ میں قائم ہو گئی ہے۔

بقرہ ۲۴ع: مدافعانہ قتال نیکی ہے

اب عمرۃ القصاص کی تیاری تھی اور یہ احتمال تھا کہ حرم کے اندر لڑائی ہو جائے۔ لہذا قرآن نے کہا "قتال میں حد سے نہ بڑھو۔ اللہ کو یہ پسند نہیں۔ اور اگر کوئی مسجد حرام میں تم سے لڑنے تو مدافعت میں تم بھی لڑو۔ یاد رکھو کہ جو لوگ دین سے پھرتے ہیں اور اس معاہدہ میں جبر سے کام لے کر تمہیں گھروں سے نکال چکے ہیں وہ قتل سے بھی زیادہ برا کام کر چکے ہیں۔ قتل کرنا دین اور راتے سے پھیرنے کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ پھر بھی تم حد سے نہ گزرو اور جو مسکین۔ یتیم۔ غلام رشتہ دار۔ مجاہد۔ قیدی اور بھوکا ہو اس کی مدد کرو اور اس کے آزاد کرانے کے لئے انفاق کرو۔

قربانی سے بھوکوں کا پیٹ بھرتا ہے اس لئے عمرہ کے شکر میں قربانی کرو اور لوگوں کو کھلاؤ۔

Marfat.com

عمرۃ القضا: ذی قعدہ ۷ھ فروری ۶۲۹ء

ذی قعدہ ۷ھ میں آنحضرت دو ہزار آدمیوں اور ساٹھ قربانی کے اونٹوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حسب معاہدہ مکہ سے آٹھ میل ادھر کل ہتھیار چھوڑ دئے گئے۔ مکہ میں بجملہ مسلمان ذوق شوق سے داخل ہوئے مکہ والے مشرک حرم چھوڑ کر باہر چلے گئے اور ابو قبیس کی چوٹی سے مسلمانوں کی حالت دیکھنے لگے۔ مسلمانوں نے بھی کعبہ کے اس رخ پر اکڑا کے تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ تاکہ مشرک یہ نہ سمجھیں کہ ہم کمزور ہیں۔ حسب فرمان نبوی سب کی زبانوں پر یہ الفاظ جاری تھے:-

لا الہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہ واعز جندہ وھزم احزاب وحدہ	اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی معبود ہے اسی نے اپنے بندے محمدؐ کی مدد کی اور اسکی فوج کو فتح دی اور صرف خدا ہی نے دشمن کے گروہوں کو بھگایا۔

تین دن کے بعد مسلمانوں نے مکہ خالی کر دیا۔ کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ بلکہ محسن المفتوحین نے قریش کو دعوت دی کہ آؤ ہم اونٹ نحر کریں اور سب مل کر خوشی منائیں لیکن مکہ والوں نے دعوت رد کر دی۔

آخری نکاح

آپ نے حرم سے باہر آکر مقام سریف پر میمونہ ہلالیہ سے نکاح کیا۔ یہ خالد بن الولید کی پھوپھی اور العباس کی سالی تھیں۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ دوسرے یا تیسرے مہینے خالد مدینہ پہنچے اور مسلمان ہو گئے۔

چند سرداروں کا اسلام

Marfat.com

عثمانؓ بن طلحہ، کعبہ کا بڑا پجاری تھا۔ اب اس نے محسوس کر لیا کہ رحمٰن نے ھبل کو شکست دے دی۔ یہ مدینہ آ کر مسلمان ہو گئے اسی طرح ذی الحجہ ۷ھ میں خالدؓ بن الولید (فاتح احد) اور عمروؓ بن العاص (فاتح مصر) اللہ کی اطاعت کے لئے تیار ہو گئے اور مدینہ آ کر مسلمان ہو گئے۔

عام المساوات ۷ھ کے اہم واقعات

(۱) صلح حدیبیہ کی وجہ سے سال بھر امن عام رہا۔ اور خیبر کے یہود بھی مسلمانوں کے دوست بن گئے۔ (۲) مکہ میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا اور قرآن علانیہ پڑھا جانے لگا۔ اب مسلمان "الرحمان" کا نام لیتے تھے اور آنحضرت کو "رسول اللہ" کہتے تھے۔ حالانکہ ان دونوں ناموں سے مشرکین کو سخت نفرت تھی۔

(۳) حضرت ماریہ قبطیہؓ حاملہ تیں اور غالباً اسی زمانے میں بعض زوجات نبوی کو ان سے جلاپا شروع ہو گیا تھا۔

(۴) اسی ذی قعدہ میں آنحضرت نے میمونہ ہلالیہ بنت حارث سے نکاح کیا اور اعلان کر دیا کہ یہ آخری نکاح ہے۔ اس وقت آپ بیوہ تھیں اور عمر اکیاون سال تھی۔ حضرت خالد بن ولید آپ کے بھانجے تھے۔

(۵) اس امن و سکون کے زمانہ میں آنحضرت کو پھر موقع ملا کہ یتیموں، مسکینوں اور خصوصیت سے عورتوں کے متعلق قانون سازی فرمائیں۔ اسی زمانہ میں خانگی زندگی اور تمدن و معاشرت کے انقلابی احکام جاری کیے گئے اور عورتوں اور مسکینوں کو سوسائٹی میں بلند درجہ دیا گیا۔

عام الفتح ۸ھ مطابق یکم اپریل ۶۲۹ء

اس سال مکہ پر امن طریقہ پر فتح ہوا۔ فتح سے پہلے نو مہینے تک مسلمانوں کی معاشرتی

Marfat.com

زندگی کی اصلاح پر توجہ رہی اور پڑوسی امرا۔ وسلاطین کو امن و آشتی کا پیغام دیا گیا۔

فتح مکہ سے پہلے صرف ایک سریہ جمادی الاول میں بھیجا گیا۔ اس کے دو مقصد تھے۔

(۱) غلاموں کی خواجگی یعنی سریہ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ مولی رسول اللہ کو سب صحابیوں کا خواجہ بنا کر بھیجا گیا اور یہ بتایا گیا کہ اسلام جس مساوات کو چاہتا ہے وہ ہے کہ اب غلام و آزاد میں کوئی فرق نہیں۔

(۲) قاصد کی حرمت: مختلف اقوام کو یہ بتانا تھا کہ قاصد کا قتل کرنا اصول جنگ اور اصول شرافت کے خلاف ہے اور قاصد کا قتل حرام ہے۔

ولادت ابراہیمؓ بن محمدؐ

ربیع الثانی یا جمادی الاول ۸ ھ میں جناب ابراہیم بن محمد، حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

اس ولادت باسعادت کی مسلمانوں کو کیا کیا خوشی ہوئی تھی۔ ہمیں تفصیلات نہیں ملتی۔ لیکن عربوں کے جو خصائل قرآن نے بیان کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی کی ولادت کی خبر سنتے ہی شدت غم و حسرت سے اس کے رخسار سیاہ پڑ جاتے ہیں اور اس عار کی وجہ سے دل میں پیچ و تاب کھاتا ہے اور وہ اپنی قوم سے منہ چھپاتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس لڑکی کو ذلت و خواری کے باوجود زندہ رکھے یا زندہ درگور کر دے (واذ بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا ھو کظیم۔ یتواریٰ من القوم من سوء مابشربہ ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب الاساء مایحکمون۔ (سورۃ النحل ۵۸۔۵۹)

اسی طرح سورۃ الزخرف میں فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی دیویاں رحمان کی بیٹیاں ہیں حالانکہ وہ خود بیٹیوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں کہ جب بیٹی پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو ان کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور اس عار کی وجہ سے دل میں پیچ و تاب کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسی اولاد کس کام کی جو ناز و نعیم میں پرورش پاتے اور لڑائی جھگڑا ہو تو منہ سے بول بھی نہ سکے۔ (واذا بشر احدھم بما ضرب للرحمن مثلاً ظل وجھہ مسود

هو کظیم۔ او من ینشؤ فی الحلیتہ وھو فی الخصام غیر مبین (رکوع ۲ : آیات ۱۶ ۔ ۱۷) چونکہ بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے اس لئے مکی دور میں قرآن نے ایسے لوگوں کو جہنم کا مژدہ سنایا۔ (واذالمؤدۃ سئلت۔ بای ذنب قتلت (سورہ التکویر)

ام ولد باندیوں کی آزادی

بہرحال جناب ابراہیمؑ کی ولادت نے دنیا کی باندیوں کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دیا۔ رحمت للعالمین نے قانون بنادیا کہ جس باندی کے بچہ پیدا ہو جائے گا وہ آزاد ہو جائے گی۔ اسے اصطلاح شرع میں ام ولد کہتے ہیں۔ کوئی بچہ غلام نہیں پیدا ہوتا۔ اس کی وجہ آنحضرت نے یہ بیان فرمایا کہ اب تک جو دستور تھا کہ لونڈی کے بطن سے جو بچہ پیدا ہو وہ بھی غلام سمجھا جاتا تھا۔ یہ سراسر غلط تھا کوئی بچہ غلام نہیں پیدا ہوتا جو بچہ باندی سے ہو گا وہ ابن حرہ کہلائے گا۔

بی بی ماریہ کا پردہ

آزاد ہونے کے بعد بی بی ماریہؓ کا درجہ آنحضرت کی آزاد زوجات کے برابر ہو گیا اور ان کو بھی حجاب کا وہی حکم دیا گیا جو دوسری زوجات نبوی کے لئے تھا (طبقات ابن سعد ص ۹۲)

اس سلسلے میں فصل دہم میں زوجات نبوی کے احتجاج پر نظر ڈالئے

زوجات نبوی

ابھی ہم نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت نے ساٹھ سال کی عمر میں آخری نکاح کیا۔ ضرورت ہے کہ مختصراً ہم آپ کے مختلف نکاحوں کے متعلق یہ بتادیں کہ ان کی نوعیت کیا تھی اور نصاریٰ جو صرف ایک نکاح کے پابند ہیں اس چیز کو کیوں پسند نہیں کرتے۔

خالص یک زنی یا ایک مرد کی بیوی

Marfat.com

قرآنی نصب العین یہ ہے کہ ایک مرد کی ایک ہی بیوی ہو۔ لیکن اگر حالات کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص ایک سے زیادہ عورتوں کی پرورش کرنا چاہتا ہے اور ان میں عدل بھی رکھ سکتا ہے تو وہ چار بیویوں سے زیادہ سے شادی نہیں کر سکتا۔

تعدد زنان بھی "یک زنی" ہے

در حقیقت کئی بیویوں کو الگ الگ مکان میں رکھنا اور ہر ایک کے ساتھ مساوی برتاؤ کرنا اور باری باری سب کے پاس جانا اور رہنا بھی "یک زنی" نکاح کا درجہ رکھتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ "خالص یک زنی" کی حالت میں مرد مسلسل ایک ہی عورت کے پاس رہتا ہے اور سب کو علیحدہ علیحدہ رکھتے ہیں۔۔ ایک ایک کے پاس وقفہ سے جاتا ہے۔ "ہر عورت سے الگ الگ نکاح کا معاہدہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہ خالص یک زنی سے بنیادی طور پر مختلف نہیں ہوتا" (انسائیکلو پیڈیا برٹانکا۔ میرج پالی گنی (POLY GNY)

صرف مالدار کثرت زنان کرتے ہیں

یہ یاد ہے کہ صرف مالدار بادشاہ یا امیر کثرت زنان پر عمل کر سکتے تھے اس کو قرآن نے محدود کر دیا۔

مہر

قرآن نے عورت کا یہ حق رکھا ہے کہ وہ جتنا چاہے اپنا مہر مقرر کرے اور شوہر سے وصول کرے قانون عورت کو اس کا حق دلوائے گا۔ عورت کو یہ بھی حق ہے کہ جس شخص کو خود پسند کرے اس سے نکاح کرے۔

یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے والدین سے خریدتے تے۔

قرآن نے والدین کو روپیہ لینے کا حق نہیں دیا۔ بلکہ یہ حق عورتوں کو دیا ہے۔

اونچے ہندوؤں میں یہ رسم ہے کہ والدین اپنی لڑکیوں کے لئے شوہر خریدتے ہیں۔

اگرچہ قدیم زمانے میں یہ دستور تھا کہ مرد لڑکی کی طلب گاری میں والدین کے پاس آتے

Marfat.com

تھے اور جس مرد کو لڑکی پسند کرتی تھی اس سے شادی کرتی تھی۔

طلاق

عرب میں طلاق کی رسم جاہلیہ سے قائم تھی۔ قرآن نے اسے بھی محدود کر دیا۔ رسول اللہ نے طلاق کو بہت بری چیز بتایا اور قرآن نے ہر قسم کی طلاقوں کے بعد رجعت یعنی عورت مرد کی صُلح کو جائز کر دیا۔

خلع

البتہ وہ طلاق جس کو بیوی روپیہ دے کر حاصل کرے اور اپنے شوہر سے اتنی نفرت کرنے لگی ہو کہ کسی صورت سے اس کا ساتھ رہنا گوارا نہ کرے۔ اس حال میں اگر شوہر طلاق دے تو وہ دوسری طلاقوں کی طرح رجعت نہیں کر سکتا۔ یہاں بھی قرآن نے عورت کو جاہلیہ کے ظلم سے بچایا ہے تاکہ وہ معلق نہ رہے اور دوسرے مرد سے نکاح کر سکے۔

تعدد شوہران

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس طرح قرآن نے مرد کو چار بیویوں تک کا اختیار دیا ہے۔ اسی طرح عورت کو کیوں یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ بھی کم از کم چار شوہروں سے بیک وقت نکاح کر سکتی ہے۔

اس کا حیاتیاتی (BIOLOGICAL_ جواب اکثر لوگوں نے دیا ہے یعنی اونچے درجے کے دودھ پلانے والے جانوروں میں تعدد شوہراں مفقود ہے۔ اس کے علاوہ حیوانی جنسی تعلق کا مقصد قدرت نے متعین کر دیا ہے۔ یعنی نسل حیوانی کی ترقی۔ یہ نہیں بلکہ حیوانات کے لیے جنسی تعلق کا موسم بھی ہر ملک میں متعین ہے۔ انسان کا مقصد اس سے بلند تر ہونا چاہیئے۔ وہ نہ صرف نسل انسانی کو ترقی دے بلکہ عائلی زندگی میں بچے کی تربیت میں ایک دوسرے کی مدد کرے۔ اس طرح عام خاندانی و انسانی زندگی حیوانات کے مقابلہ میں زیادہ دیرپا اور خوشگوار بنے یہ نہ ہو کہ اولاد اور رشتہ دار سے

Marfat.com

محبت کا سلسلہ بچوں کے نشوونما کے بعد ختم ہو جاتے۔ یہ صرف اسی طرح ممکن ہے کہ بچوں کو معلوم ہو کہ ان کے والدین اور رشتہ دار کون کون ہیں۔ تعدد شوہران کی صورت یہ خونی انس باقی نہیں رہتا۔

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسلام نے عورتوں کو متعدد شوہر کرنے سے روکا ہے۔ قرآن چاہتا ہے تو یہی ہے کہ شوہر و زن خوشگوار ازدواجی زندگی کے معاہدہ پر قائم رہیں۔ لیکن اگر عورت چاہے کہ وہ دوسرا شوہر کرے تو اسے حق ہے کہ وہ اپنے شوہر سے طلاق لے لے یا نکاح کے وقت ہی شوہر سے یہ معاہدہ کر لے کہ مجھے حق حاصل ہے کہ جب چاہوں آزاد ہو جاؤں۔ شرط صرف یہ ہے کہ اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ مقصد یہی ہو کہ اولاد کو یہ معلوم ہو کہ ان کا باپ کون ہے۔

زنا

قرآن نے زنا کی بہت سخت سزا مقرر کی ہے وجہ ظاہر ہے کہ جب کسی مرد یا عورت کو قانوناً یہ حق حاصل ہے کہ جس مرد یا عورت سے چاہے وہ ازدواجی زندگی قائم کر سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ دنوں چھپ کر بدکاری کریں۔

اس بدکاری کا سب سے بڑا اثر خود اس عورت کی اولاد پر پڑتا ہے جو زانیہ ہو۔ کوئی مرد اس معصوم بچے کا باپ اور نگراں بننے کو تیار نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ جس مرد نے زنا کی ہے وہ بھی اپنی بزدلی کی وجہ سے اس بچے کا باپ ہونے سے منکر ہو جاتا ہے۔ معصوم عورت مرد کے دھوکہ میں آ کر اپنی پوری زندگی تباہ کر لیتی ہے اور بچہ بھی کہیں کا نہیں رہتا۔ اسلام نے بزدلی سے زیادہ کسی چیز کو ذلیل نہیں سمجھا۔ اس لئے زانی سے زیادہ بزدل چور کو بھی نہیں مانا چور کو صرف قطع ید کی سزا ہے۔ زانی کو سنگسار کئے جانے کا حکم ہے۔

غرض کہ رسول اللہ نے عورت کا درجہ بلند کرنے میں جو کام کیا ہے اس سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ انہوں نے بیواؤں اور بے کس عورتوں سے نکاح کر کے انہیں اپنا

پناہ میں لیا۔ صرف ایک حضرت عائشہ کنواری بی بی تھیں اور باقی سب بیوائیں تھیں۔ پھر "یک زنی" نظریہ کے ماتحت ان سب کے گھر الگ الگ تھے اور ان کے ساتھ پورا عدل کیا جاتا تھا۔

الاحزاب رکوع ۶: تاریکی سے روشنی کی طرف

اے مومنو اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ اس نے اپنی رحمت سے تمہیں تاریکی جہالت سے نور و محبت کی طرف نکالا ہے اور خود رسول کو روشن چراغ (سراج منیر) بنایا ہے۔

لہذا:-

۱۔ اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کے بعد بغیر مباشرت کے طلاق دے دو۔ تو اسے عدت میں بیٹھنے کی ضرورت نہیں (عدت تو یہ معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عورت حاملہ تو نہیں ہے) اور ان کو حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دو۔

۲۔ بلا مہر کے کسی عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا (یعنی عورت کو مال ملے گا اس سے نہ لیا جائے گا)

۳۔ رسول اللہ کو مخصوص حالات میں بیواؤں سے نکاح کرنے کی اجازت تھی وہ بھی اب ختم کر دی گئی اس لئے کہ مکہ فتح ہو چکا۔ اسلام عام طور پر پھیل گیا۔ مالدار مسلمانوں کی کمی نہیں رہی کہ جن غریب عورتوں کو شوہروں کی سرپرستی کی ضرورت ہو وہ نہ مل سکیں۔ عورتوں کو مہر ملنے میں کوئی دقت باقی نہ رہی۔

الاحزاب رکوع ۷۔ مردوں کو پردے کے پیچھے رہنے کا حکم

(۱) نبی کی بیویوں کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ کوئی چیز مانگنے جاؤ تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ البتہ ان کے مخصوص رشتہ دار گھروں میں جا سکتے ہیں۔

(۲) اپنے دلوں میں رسول کی بیویوں کی طرف کوئی گندہ خیال نہ لاؤ اور یہ بھی خیال نہ کرو کہ رسول کے مرنے کے بعد کبھی ان سے نکاح کرنا ہے۔ اللہ کے نزدیک یہ چیز بہت بری ہے۔

الاحزاب رکوع ۸۔ مومنات کو گھونگھٹ کا حکم

مدینہ کے منافقوں اور بدکردار ملعونوں اور جھوٹی خبریں اڑانے والوں سے محفوظ رہنے کے لئے مومنات کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ باہر نکلیں تو گھونگھٹ نکال لیں۔ ان کے لئے جلد انتظام کیا جائے گا کہ جہاں بھی ملیں قتل کر دئے جائیں (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کا حکم بعض احوال پر مبنی ہے)

الاحزاب رکوع ۹ اصلاح اعمال کا حکم

اللہ اور رسول کی اطاعت میں فوز عظیم ہے۔ مومن امانت الہیہ کے حامل ہیں۔ منافق اور مشرک سخت عذاب پائیں گے اور مومنوں کی غلطیوں کو اللہ معاف کر دے گا، وغفور رحیم ہے (یعنی بعض قوموں کے خدا کی طرح عدل ہی پر مجبور نہیں ہے) وہ جسے چاہے بخش دے۔

سریہ موتہ (جمادی الاول ۸ ھ : اگست ۶۲۹ ء)

۸ ھ کے نصف اول میں چند معمولی مہمیں۔ روانہ کی گئیں۔ ان کے بعد سریہ موتہ بھیجا گیا۔ یہ مقام دمشق سے ادھر بلقاء کے قریب واقع ہے وہاں شرجیل غسانی نے آنحضرت کے ایک قاصد کو قتل کر دیا گیا تھا۔ نصاریٰ اس کی مدد پر تھے۔ ان کی تادیب کے لئے تین ہزار کا ایک لشکر جرار حضرت زید بن حارثہ کی سرداری میں روانہ کیا گیا۔ ان کا ماتحت افسر حضرت جعفر بن ابی طالب کو بنایا۔ جعفرؓ کا ماتحت عبداللہؓ بن رواحہ کو بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ قتل ہو جائیں تو مسلمان کسی کو اپنا امیر منتخب کر لیں۔ فوج کو رخصت کرنے خود آنحضرت ثنیۃ الوداع تک آئے اور زید کو سفید جھنڈا دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ ان لوگوں کو اطاعت الٰہی (اسلام) کی طرف بلاؤ۔

Marfat.com

شہنشاہ ہرقل مواب کے مقام پر موجود تھا اور شرجیل نے بہرار، وائل، لخم، جذام وغیرہ قبیلوں کے ایک لاکھ آدمی جمع کر لئے تھے۔ مقابلہ سخت تھا۔ تینوں جرنیل شہید ہو گئے تو خالد کو امارت ملی۔ وہ بڑی شجاعت سے لڑے اور پھر اپنے فوج کو باقاعدہ پسپا کیا۔ یہ حضرت خالد کا بڑا کارنامہ تھا۔

واپسی پر اہل مدینہ نے ان کا بڑا استقبال کیا۔ لیکن آنحضرت نے ان کی جنگی ترکیب کی تعریف کی اور حضرت جعفر کی یتیم لڑکی کو گود میں لیکر اور اپنے مولیٰ اور بھائی زید کو یاد کر کے خوب روتے۔

اس کے بعد چند اور معمولی مہیں روانہ کی گئیں۔ ان میں سے بطن اضم کے مقام پر ابو قتادہ نے ایک شخص کو قتل کر کے لوٹ لیا حالانکہ اس نے اسلامی طریقہ پر السلام علیکم کہا تھا۔ محسن المفتوحین نے یہ سن کر افسوس کیا اور کہا جو شخص سلامتی اور اسلام کا قائل ہو اور کہے کہ میں مسلمان ہوں اسے مسلمان سمجھو۔ پھر یہ قرآن نازل ہوا۔

نساء ۱۳ ع جو سلامتی چاہے اس سے نہ لڑو

یا یھا الذین آمنو اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا۔

مکہ میں پرامن داخلہ: رمضان ۸ھ جنوری ۶۳۰ء

بیعت رضوان اور فتح حدیبیہ کے بائیس مہینے بعد یہ خبر پہنچی کہ حکومت مدینہ کے حلیف بنو خزاعہ پر قریش نے بنو بکر کے ساتھ حملہ کر دیا اور بہت سے بے گناہ قتل کر دئے ہیں۔ آنحضرت نے یہ فریاد سنتے ہی قریش کے پاس یہ پیغام بھیجا"۔

تین شرطوں میں سے کوئی بھی منظور کر لو"۔ (۱) مقتولوں کا خوں بہا دو یا (۲) بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جاؤ (تو خود خزاعہ معاملہ طے کر لیں گے) یا (۳) یہ اعلان کر دو

کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا۔ قریش نے آخری شرط منظور کر لی اور ایک شخص نے اعلان کر دیا کہ معاہدہ ٹوٹ گیا یعنی اب پھر مکہ اور مدینہ میں جنگ قائم ہو گئی۔

اہل مکہ بعد میں پچھتاتے اور خود ابوسفیان سردار مکہ مدینہ میں آیا کہ وہ دوبارہ تجدید صلح ہو جاتے لیکن مقصد حاصل نہ ہوا۔ ادھر آنحضرت نے مکہ جانے کی خفیہ تیاری شروع کر دی۔ شروع زمانے میں تو یہ ممکن تھا کہ فوج کی روانگی کے بعد یہ ظاہر ہو سکے کہ کس مقام پر حملہ کا ارادہ ہے لیکن اب تو یہ کھلا ہوا راز تھا مگر حکم یہی تھا کہ حسب معمول راز داری برتی جاتے۔ اتفاق سے جناب حاطب رضی نے قریش کو ایک خط دیا کہ آنحضرت مکہ آ رہے ہیں اور اپنے حلیف بنو خزاعہ کے مقتولوں کا سخت بدلہ لیں گے۔ ان کا منشا یہ تھا کہ ان کے اہل و عیال جو مکہ میں تھے۔ اس خبر رسانی کے بدلہ میں محفوظ رہیں خط پکڑا گیا۔ لیکن آنحضرت نے ہنس کے ٹال دیا اور فرمایا کہ یہ بدری ہیں۔ ان کے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ پھر یہ سورہ نازل ہوئی۔

الممتحنہ ا۔ دشمن سے معاملات خفیہ رکھو

دیکھو اللہ کی راہ میں اپنے اہل و عیال کی پرواہ نہ کرو جس طرح ابراہیم ؑ نے اپنے باپ کی پرواہ نہ کی تھی۔ ان سے اپنے معاملات خفیہ رکھو۔

الممتحنہ ۲:۔ نہ لڑنے والے دشمن سے نیکی کرو

لیکن جو لوگ تم سے نہیں لڑتے ان سے بھلائی اور انصاف کرو۔ ہاں جنہوں نے جلاوطن کیا ہے ان سے دوستی کرنا گناہ ہے۔ (اس کے بعد بیعت مومنات کا ذکر ہے)

الرحمان اور فتح مکہ

مختلف معاہد قبائل کو ساتھ لے کر دس ہزار کی تعداد سے رمضان ۸ھ کو محسن المفتوحین مکہ روانہ ہوتے۔ اب پھر مہاجرین کا شعار یا بنی عبدالرحمان مقرر ہوا اور سب مکہ کے قریب مرالظہران پر پہنچ کر ٹھہر گئے۔ وہاں ابوسفیان نے آکر لشکر اسلام کی کثرت کو دیکھا اور اتنا خائف ہوا کہ حضرت عباس رضی کے ساتھ آنحضرت کے پاس آکر

قائل ہو گیا کہ "رحمان" کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو کیوں آج مدینہ کرتا اور بے دلی کے ساتھ آنحضرت کی رسالت کا بھی قائل ہو گیا۔ آپؐ نے اس پیشینی دشمن کا تالیف قلب اس طرح فرمایا کہ اعلان کر دیا کہ ابوسفیان کے گھر میں جو پناہ لے گا وہ معاف کر دیا جائے گا۔

مکہ میں پرامن داخلہ

۲۰ رمضان ۸ ھ صبح صادق کے وقت آپ قصواء پر سوار ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ آپ کے جان نثار مولی زید بن حارثہ کا بیٹا اسامہ بن زید سوار تھا۔ زید سریہ موتہ میں شہید ہو چکے تھے۔ لیکن جہاں مکہ والوں کو بنی عبدالرحمان یعنی مہاجرین "رحمان" کی یاد دلا رہے تھے وہاں آنحضرتؐ مکہ والوں کو یہ بھی بتا رہے تھے کہ غلاموں اور یتیموں سے زیادہ آنحضرت کی نظر میں دنیا کا کوئی بشر نہیں ہے۔ مکہ پہنچ کر آپ حجون کی پہاڑی پر ٹھہرے وہاں سے پورا مکہ سامنے تھا۔ دس سال کے واقعات چشم زدن میں نظروں میں پھر گئے اور آپ نہایت عاجزانہ طریقہ پر اونٹ ہی کے اوپر سجدہ شکر میں جھک گئے۔ آپؐ نے اعلان عام کر دیا کہ داخلہ پرامن ہو اور خانہ کعبہ حکیم بن حزام اور ابوسفیان کے گھر دارالامان سمجھے جائیں۔ یہ بھی فرمایا کہ ان مقاموں کے علاوہ جو اپنا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے گا اس پر حملہ نہ ہو گا اور جو ہتھیار ڈال دے گا وہ محفوظ رہے گا۔ پھر بھی بنو کنانہ نے حضرت خالدؓ کے دستے پر حملہ کر دیا اور چند کنانی قتل ہوئے۔ آنحضرت نے سنا تو کہا کہ خدا کی یہی مرضی تھی اور مکرر تاکید کی کہ تلوار نہ نکالی جائے۔ آپ نے اعلان کر دیا کہ یوسفؑ نے تو اپنے بھائیوں کو بخشا تھا۔ آج میں اپنے قاتل دشمنوں کو بھی معاف کرتا ہوں (لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین)

آپ سورہ الفتح پڑھتے ہوئے بیت اللہ (کعبہ) کے پاس آئے اور بلند آواز سے فرمایا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل ۹) عثمانؓ ابی طلحہ نے کعبہ کی کنجی پیش کی۔ بلالؓ اور طلحہؓ کے ساتھ آپؐ اندر گئے۔ مختلف الہوں (بتوں) سے کعبہ کو پاک کیا اور ال الہ کے اکبر ہونے کا اعلان کر دیا اس کے بعد ھبل کو کعبہ کی

Marfat.com

چھت سے نیچے پھینک دیا گیا۔ اور بلال نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اللہ کو سب الہوں سب انسانوں، کل کائنات سے بڑا ہونے اور محمد بن عبداللہ کو خدائی پیامبر ہونے کا بلند آواز سے اعلان کر دیا۔

اطاعت الٰہی یا اسلام پر بیعت

طواف و تطہیر کے بعد آپ صفا کی پہاڑی پر بیٹھ گئے اور جو لوگ مسلمان ہونا چاہتے تھے ان سے مندرجہ ذیل باتوں کا عہد لینے لگے۔ (۱) الرحمان ہی اللہ ہے، اس کا کوئی شریک نہیں

(۲) محمد اسی اللہ کے پیامبر ہیں (شیطانی ایلچی نہیں ہیں)

اس لئے ہم جملہ شیطانی باتوں سے توبہ کرتے ہیں: خود غرضی، انتقام اور نسب پر فخر کر کے کسی کو حر اور کسی کو عبد سمجھنے (یعنی تعظم بالالباء کر کے مساوات انسانی کو مٹانے) اور اکھڑپن کے زمانے کے غرور (نخوت الجاہلیہ) سے باز آجائیں گے

(۳) چوری، زنا، قتل، لڑکیوں کو مار ڈالنا بہتان لگانا چھوڑ دیں گے۔

(۴) امر حق میں اطاعت رسول کریں گے (یہ دفعہ اس لئے نہایت اہم ہے کہ لوگوں کو ضمیر کی قطعی آزادی دی گئی تاکہ وہ جن باتوں کو مندرجہ بالا اصول نمبر ۱ نمبر ۲ کی روشنی میں معروف سمجھیں ان پر عمل کریں اور جن باتوں کو وہ سمجھیں کہ شیطانی ہیں ان کو ترک کر دیں۔

(۵) عورتوں سے شرک، چوری، زنا، بہتان، قتل موّدہ کے ترک کرنے کے علاوہ یہ بھی عہد لیا گیا کہ ہم جاہلیہ کی طرح سوگ میں بال نہ کھسوٹیں گے۔ نہ سینہ کوبی کریں گے۔ نہ قبروں پر جاکر ماتم کریں گے۔

سورہ ممتحنہ ۲ ع: بیعت مومنات

اس رکوع میں بیعت مومنات کا ذکر ہے۔

واجب القتل افراد کی معافی

اس کے بعد سات واجب القتل مجرموں کی معافی کا اعلان کر دیا گیا اور خصوصیت سے صفوان بن امیہ بن خلف کو اپنا عمامہ بطور آیت (نشان) کے بھیج کر محسن المفتوحین نے معاف کر دیا۔ معافی کے بعد بھی وہ اپنے کفر پر قائم رہا۔ لیکن حنین کے بعد جب اسے کثرت سے مال بطور انعام کے دیا گیا تو قائل ہو گیا کہ بجز رسول کے اور کوئی اتنی فیاضی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا الرحمان اور رسول پر ایمان لے آیا۔

خطبہ نبوی

خطبات کی تاریخ دنیا کی ادبی تاریخ کا غالب حصہ ہے۔ آدم کے وقت سے لوگوں نے نطق و کلام کے ذریعے انسانوں کے جذبات کی لہروں میں ہمیشہ طوفان برپا کیا ہے۔ کرشن کے نام پر جو نغمہ خداوندی ویاس نے تصنیف کیا تھا! توراۃ میں جو احکام اور زبور میں جو ترانے سنائے گئے تھے مگاستھے نیز (شاگرد ارسطو) نے مسیح سے تین سو سال پہلے جو گہر پاشیاں کی تھیں وہ سب حقیقتاً خطباتی ادب کے تخلیقی آرٹ کا بہترین نمونہ ہیں۔ لیکن جب ہم محسن المفتوحین کے اس خطبہ فتح پر نظر ڈالتے ہیں جو ایک نبی ایک فاتح، ایک مصلح اور ایک محسن کی حیثیت سے آپ نے مسیح سے ۶۲۸ سال بعد دیا تھا تو وہ آپ اپنی ہی نظیر معلوم ہوتا ہے۔ یہ اس تعلیم کا خلاصہ ہے جس کے لئے آنحضرت کے تیرہ سال مکے میں اور سات سال مدینہ میں بسر ہو چکے تھے۔ خطبہ یہ ہے۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وحزم الاحزاب وحدہ

کوئی معبود سوائے اللہ کے بندگی کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے (محمد) کی مدد کی اور اس نے مشرکوں کی فوجوں کو تن تنہا شکست دی۔

الا کل ماثرۃ اودم او مال یدعی فھو تحت قدامی ھاتین۔ الا سدانتہ البیت وسقایتہ الحاج

سن لو تمام مراسم جاہلیہ، قصاص و خون بہا کے دعوے میرے دونوں قدموں کے

نیچے کچلے جاتے ہیں۔ البتہ کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کا عہدہ (سقایہ) باقی رہے گا۔

الا وقتیل الخطاشبہ العمد بالسوط والعصا ففیہ الدیتہ المغلظتہ فی بطونہا اولادھا

سن لو اگر کوئی شخص کوڑے اور ڈنڈوں سے کسی کو مارے اور اس کی نیت قتل کی نہ ہو لیکن وہ مر جائے تو اس میں بھی پورا خون بہا سو اونٹوں کا دینا ہو گا ان میں ایسی چالیس اونٹنیاں بھی ہوں جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔

یا معشر القریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیتہ وتعظمھا بالاباء الناس کلھم من آدم وادم من تراب

اے قوم قریش، اللہ نے تم سے جاہلیہ کے زمانے کی نخوت دور کر دی ہے اب تم کو اپنی نسل پر غرور نہ کرنا چاہیے۔ کل انسان نسل آدم سے ہیں اور آدم کیچڑ مٹی سے ہے (جو پست ترین عنصر مانا جاتا ہے) (مقصد یہ ہے کہ سب انسان برابر ہیں)

یا ایہا الناس ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

لوگو یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک وہی معزز ہے جو برائیوں سے بچتا ہے اور نیکیاں کرتا ہے۔

ان اللہ قد حرم مکہ یوم خلق السماوات والارض، فھی حرام الی یوم القیامتہ فلیبلغ شاھد کم غائبکم ولا یحل لنا من غنائمھا من شی۔ مثلی ومثلکم کما قال یوسف لاخوتہ، لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین

مکہ کو اللہ نے اس وقت سے قابل احترام بنایا ہے جب کہ یہ کائنات پیدا کی تھی۔ یہ قیامت تک اسی طرح قابل احترام رہے گا۔ اس بات کی خبر ان لوگوں کو بھی پہنچا دو جو یہاں نہیں ہیں، اس شہر کی کسی چیز کو لوٹنا ہمارے لئے حلال نہیں ہے میری اور تمہاری مثال ویسی ہے جیسی کہ یوسف اور اس کے بھائیوں کی تھی۔ آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم بالکل آزاد ہو۔ خدا تمہیں معاف کرے۔ وہ بہت ہی بڑا رحمت والا

Marfat.com

ہے۔

اس کے بعد آپ نے کعبہ کی کنجی عثمان بن ابی طلحہ کو دی۔ سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کا محکمہ العباسؓ کے پاس رہنے دیا اور باقی محکمہ توڑ دئے۔ ان محکموں کے ذریعہ کعبہ کے پروہت حاجیوں کو لوٹتے تھے۔ کوئی جوتشی تھا اور نسات شہور یعنی قمری سال کے مہینوں کو شمسی بنایا کرتا تھا۔ کوئی غیب کی باتیں بتاتا تھا اور کاہن تھا۔ کوئی کرائے پر کعبہ کے طواف کرنے کے کپڑے دیتا تھا۔ ورنہ ننگے ہو کر طواف کرنا پڑتا تھا۔ کوئی مختلف بتوں کے نام پر قربانی کراتا تھا۔ غرضیکہ پجاریوں کی جتنی خرافات تھی وہ ختم کر دی گئی اور ہر شخص کو براہ راست یعنی بلا واسطہ پجاری یا بغیر شفیع کے خدا کی عبادت کرنے کا حق حاصل ہو گیا۔ ہندوستان میں اس واقعہ کے ساڑھے تیرہ سو برس بعد اچھوتوں کو عبادت گاہوں میں جا کر عبادت کرنے کا آئینی حق دیا گیا ہے لیکن ابھی ہر شخص کو برہمن بننے کا حق نہیں ملا۔ یہی حال مسیحی اور مجوسی پادریوں اور دستوروں کا ہے کہ ان کے بغیر دوسرے لوگ براہ راست خدا تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ اسلام ہی کا اثر ہے کہ عبادت کی آزادی اور بغیر کسی درمیانی شفیع کے خدا تک اپنی پکار (دعا) پہنچانے کا تصور کئی سو سال بعد پروٹسٹنٹ اور ہریجن تحریکوں کی شکل میں ظاہر ہوا مگر اب ان اصلاحی تحریکوں کا ظہور ہی بے معنی ہے۔ اس لئے کمیونسٹ تصور نے ان مذہبی اجارہ داروں کے خلاف اتنی نفرت پھیلا دی ہے کہ لوگ خود مذہب ہی کو توہم پرستی اور خرافات سمجھنے لگے ہیں۔

Marfat.com

مدنی دور کا مکی قرآن

قرآن کے بہت سے اجزا ایسے ہیں جو اگرچہ مکی ہیں لیکن وہ ہجرت کے بعد کے ہیں اس لئے ان کو متداول صحف میں مدنی شمار کیا جاتا ہے۔ داخلہ کے بعد محسن المفتوحین پر جو قرآن نازل ہوا وہ چند پرانی بحثوں کو پھر زندہ کرتا ہے اور ان کے جوابات دیتا ہے اور لطف یہ ہے کہ اس مکی قرآن کا طرز بیان و طرز خطاب بھی مکہ ہے یعنی مدنی سے مختلف ہے۔

(مکہ چھوڑنے سے پہلے قریش بار بار آنحضرت سے آیت (نشان کا ثبوت یا معجزہ) مانگتے تھے یعنی وہ کہتے تھے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ اللہ موجود ہے جو آپ کے پاس پیغامات بھیجتا ہے اور آپ اس کے ایلچی ہیں۔ یعنی دو چیزوں کا بدیہی ثبوت مانگتے تھے۔ ایک تو وجود باری کا اور دوسرے یہ کہ اس نے آپ کو اپنا رسول (رسول اللہ) بنایا ہے مکہ میں یہ قرآن اس پرانے سوال کے جواب میں نازل ہوا۔ اس کا روئے سخن قریش کی طرف ہے۔

سورہ بقرہ ۲۰ ع اللہ کے وجود کا ثبوت

آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ دن رات میں کون تبدیلی کرتا ہے۔ سمندر میں کشتیاں کس کے قانون کے مطابق تیرتی ہیں۔ پانی کون برساتا ہے؟ ہوائیں کس کے قانون اور حکم سے چلتی ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو سمجھ لو کہ یہی خدا کے موجود ہونے کی آیات (دلیلیں) ہیں (کوئی دوسرا نہ خالق کائنات ہے نہ کائنات کا حاکم ہے۔ اس کے قانون کے خلاف ایک ذرہ بھی نہیں ہل سکتا لہذا ہر مخلوق کے وجود کی دلیل یا اس کی آیت (نشانی) ہے۔

بلاشبہ الکتاب میں ہدایت ہے سورہ بقرہ ۱ ع

یہی الف، لام۔ میم جن سے کلمات بنتے ہیں اور جن سے صاف اور واضح سمجھ میں آنے والا قانون (الکتاب) بنتا ہے اس میں (بلا شک و شبہ) ہدایت بھری ہوتی ہے (یہ سحر یا کہانت نہیں کہ ذو معنی ہو یا تم سے خفیہ رکھا جائے یا اس کے ذریعہ پروہت اور شاعر دولت کمائیں)

اصحاب بیعت رضوان

جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں (اور اس کے سوا کسی کی عبودیت نہیں کرتے) ان کو اور ان لوگوں کو جو غیب یعنی اللہ کو مانتے ہیں، جو اپنے فرائض (صلاۃ) کے پابند ہیں او. جو اپنا مال غریبوں اور مجاہدوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ان کو اس الکتاب (قانون علم) سے ہدایت حاصل ہوتی ہے اور وہی فلاح پاتے ہوتے ہیں۔

سب کتابوں پر ایمان لاؤ

اللہ کو ماننے کے بعد جو لوگ پرانی کتابوں کو بھی موجودہ تعلیم (یعنی قرآن) کے ساتھ ساتھ مانتے ہیں۔،

آخرۃ کو مانو

یہ بھی مانتے ہیں کہ اچھے یا بری کام کی قیامت میں بھی جزا سزا ملے گی۔ یہی لوگ اپنے آقا کی راہ پر ہیں اور ان ہی کا بھلا ہو گا۔

سورہ بقرہ ۳ع: اعجاز کتب الہیہ نہ کہ اعجاز قرآن

مکہ میں مشرکین نے یہ بحث بھی چھیڑ رکھی تھی کہ کوئی تعلیم خدا کے پاس سے نہیں آئی۔ علم غیب شیاطین کے ذریعہ سے شعراء اور کاہنوں وغیرہ کو حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے بار بار قرآن کے ذریعہ سے یہی جواب دیا کہ غیب کا علم خدا اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے اپنے جس بندے کو چاہے دے سکتا ہے۔ یعنی بحث یہ نہیں تھی کہ قرآن معجز ہے بلکہ یہ بحث تھی کہ جملہ وحی منجانب اللہ ہوتی ہے خواہ وہ انزل علیک

(قرآنی تنزیل) ہو یا انزل من قبلک (توراۃ) زبور، انجیل وغیرہ۔ یعنی بحث اعجاز قرآن کی نہیں بلکہ جملہ کتب الہیہ کے خدائی ہونے کی ہے۔ ظاہر ہے کہ مشرکین عرب کے پاس جو کلام تھا اسے وہ خود شیطانی کہتے تھے۔ وہ کہاں سے کلام الہی لاتے اور اگر لاتے تو انہیں قائل ہونا پڑتا کہ خدا ہے اور وہ اپنے رسولوں پر وحی کرتا ہے۔ لہٰذا مکہ میں آ کر محسن المفتوصین نے قرآنی وحی سے یہ بحث ختم کر دی۔ اگرچہ آج تک بعض اصحاب علم اس غلطی میں پھنسے ہوتے ہیں کہ یہ بحث صرف اعجاز قرآن سے متعلق ہے حالانکہ بقرہ کا پہلا رکوع صاف صاف کہہ رہا ہے کہ کل کتابیں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ان کو سچا ماننا چاہئے اور جہاں تک ان کے منجانب اللہ ہونے کا تعلق ہے وہ سب معجز ہیں، یعنی منکرین خدا انھیں ہرگز خدا کی طرف سے نہیں مان سکتے نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا رسولوں کو بھیجتا ہے۔ اگر ایسا کہہ دیں تو وہ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ "اور اے لوگو اگر تمہیں شک ہے کہ جو کچھ خدا نے اپنے بندے (محمدؐ) پر نازل کیا ہے وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے تو تم ہی اس قسم کی (توحید و معاد و اصلاح کی) تعلیم کے چند جملے (ایک ہی سورہ) بنا لاؤ اور اپنے ساتھ اپنے ہی گواہوں کو بھی لے آؤ (جو یہ کہیں کہ یہ تعلیم جو تم بنا کر لاتے ہو شیطان نے بنا کر نہیں دی بلکہ خدا پرستی کی تعلیم ہے) تو میں تم کو سچا مان لوں لیکن میں جانتا ہوں کہ نہ تم ایسا کرو گے۔ نہ ایسا کر سکتے ہو تو اس کے سوا اس کا کیا نتیجہ ہو گا کہ تم انکار والحاد کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جاؤ۔"

"اور جو لوگ ایمان کے ساتھ نیک عملی اختیار کریں گے ان کو جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے۔"

"خدا سے جو معاہدہ نیک عملی اور خدا پرستی کا (حضرت ابراہیم کے زمانہ سے برابر ہوتا آیا ہے) اسے نہ توڑو دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ۔ یہ شیطانی کام ہیں ایسے لوگ گھاٹے میں رہیں گے۔ یاد رکھو کہ خدا ہی خالق و علیم ہے۔"

مکی تعلیم کی ملی انتہا

Marfat.com

غرض کہ روحانیت اور نیک عملی کی جو تعلیم مکہ میں شروع کی گئی تھی اس پر دوبارہ مکہ ہی مین آکر خاتمہ کر دیا گیا اور لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ تعلیم رحمانی اور تعلیم شیطانی میں کیا فرق ہے اور اللہ اور بعث بعد الموت کا ماننا نیک عملی کی پرامن زندگی (اسلام) کے لئے ضروری ہے۔

کلام من عند اللہ اور القائے شیطان

اس رکوع میں صاف صاف بتا دیا گیا کہ رحمانی تعلیم لوگوں کو خوف و جوع سے بچاتی ہے فساد فی الارض سے روکتی ہے اور عمل صالح کی ہدایت کرتی ہے۔

القائے شیطان جو کاہنوں یا شاعروں کے ذریعہ سے تم حاصل کرنے کے مدعی ہو یہ جھوٹی پیشین گوئیوں جھوٹی تعریفوں اور مکاری سے دولت حاصل کرنے کے سوا اور کیا ہے۔ تمہارے شاعر قتل و نہب کی تعلیم دیتے ہیں۔ ظلم و جور و جنگ یعنی فساد فی لارض پر ابھارتے ہیں۔ تمہارے کاہن ایسی تاریخیں اور شگون بتاتے ہیں جن پر عمل کر کے تم مظلوموں کو قتل کر سکو اور ان کے بچوں کو یتیم اور عورتوں کو غلام بنا سکو (الشعراء یتبعھم الغاون) اسی لیے۔ رسول اللہ کو جب کفار نے چیلنج دیا کہ شعر کہو تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ یہ شیطانی کلام مجھے خدا نے نہیں سکھایا۔ (وما علمناہ الشعر)

آخری چیلنج یا تحدی

کیا مندرجہ بالا باتوں میں ایک بات بھی قرآن یا کسی کتاب اللہ میں ملتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی خدائی تعلیم میں شیطانی تعلیم نہیں مل سکتی ہے لھذا اگر ان میں خرافات نہیں ملتی تو تم خود ان کتب الہیہ اور قرآن کی مانند کوئی سورت بنا لاؤ۔ اسی بات کو دوسری جگہ کہا کہ فاتو بسورۃ احدیٰ منھما اتبعہ یعنی توراۃ و قرآن سے۔ بہتر تعلیم بنا لاؤ تو میں اس کی پیروی کو تیار ہوں) یہاں بھی یہی کہا ہے کہ خود تمہارے آدمی فیصلہ کریں کہ تمہاری تصنیف کلام من عند اللہ کی مانند ہے تو میں مان لوں گا تم سچے ہو یعنی تم مسلمان ہو جاؤ گے اور خدا اور بعث بعد الموت پر ایمان لا کر عمل صالح کو جزو ایمان بنا لو گے اسی لئے

کفار اگرچہ ایسا کلام کہنے پر قادر تھے (ولو نشاء لقلنا مثل ھذا لیکن ضد کی وجہ سے نہیں کہتے تھے بلکہ رسول اللہ سے کہتے تھے کہ تم شعر کی سی خرافات کہو۔)

کل کتب الٰہیہ منکروں کے لئے معجزہ ہیں

مشرکین عجیب شش و پنج میں تھے۔ اگر وہ کتب الٰہیہ کی مانند کوئی عبارت گھڑتے ہیں تو مسلمان ہو جاتے ہیں، نہیں گھڑتے تو شکست کھاتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے تھے کہ تم شعر بنا لاؤ جس کا جواب رسول اللہ پہلے دے چکے ہیں کہ شعر میں خرافات باتیں ہوتی ہیں جو میرے لئے مناسب نہیں ہیں۔ خدا نے مجھے اس طرح کی شاعری نہیں سکھائی۔

بہر حال وہ کوئی عبارت نہ بنا سکے اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ قرآن، توراۃ، انجیل وغیرہ سب کتب الٰہیہ ان کے لئے معجز ہیں اور کلام جاہلیہ یعنی شعر و سجع و کہانت کا بیشتر حصہ شیطنت کی راہ دکھاتا ہے یعنی یا تو اس میں نسیب ہے یا قصیدہ۔ مرثیہ ہے یا اشعار حماسہ اور تقریباً سب فساد فی الارض اور قتل و ظلم و طغیان اور جھوٹی غیب دانی پر مشتمل ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نکمی باتیں سکھانے کے لئے شعر نہیں کہہ سکتا۔ یقولون مالا تفعلون

اسی زمانے میں سورۃ النصر نازل ہوئی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کثرت سے لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔

سورۃ النصر

اے رسول خدا کا شکر کر کہ اللہ کی مدد سے جوق در جوق لوگ دین اللہ میں داخل ہو رہے ہیں یعنی وہ اللہ کو مان کر نیک عملی کا عہد کر رہے ہیں اور یہ سمجھ گئے ہیں کہ بد عملی کا نتیجہ یہاں نہیں تو وہاں برا ہو گا۔

کعبہ کا خزانہ اور نبیوں کے بت

Marfat.com

کعبہ کے خزانہ کا مال جوں کا توں رہنے دیا گیا۔ بت توڑ دیئے گئے۔ وہاں حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و عیسیٰؑ کی تصاویر بھی تھیں جو مٹی ہوئی شکل میں عرصہ تک کعبہ میں باقی رہیں۔ اس کے بعد مختلف قبائل نے اپنی دیویوں اور بتوں کو مسلمان ہو کر توڑ ڈالا اور اللہ کی براہِ راست بندگی شروع ہو گئی۔ یعنی پروہتوں کی جماعت بھی ختم کر دی گئی۔ یہ اسلام کا دنیا پر ایک احسان عظیم ہے۔

مہاجروں کی متروکہ جائداد

محسن المفتوحین کا مقصد مشرکوں کے دلوں کی تسخیر تھا۔ لہٰذا انہوں نے مہاجروں کو وہ جائداد واپس نہیں لینے دی جو وہ مکہ میں چھوڑ گئے تھے اور جس پر مشرکین نے قبضہ کر لیا تھا۔

تالیف قلوب

مشرکوں کی تالیف قلوب کا ایک ذریعہ یہ بھی اختیار کیا گیا تھا کہ مختلف غزوات میں جو مال ملتا تھا وہ نہایت فیاضی سے مشرکوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

مشرکوں کو مذہبی آزادی

جو مشرک آنحضرتؐ سے جنگ نہیں کرتے تھے ان کو پوری مذہبی آزادی مل گئی تھی۔ اسی لئے دو ہزار کی تعداد میں وہ جنگ حنین میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوئے اور مسلمانوں کو ان ہی کی وجہ سے شکست ہوئی۔ پھر اصحاب بیعت رضوان نے بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا۔ اب حمد الٰہی کے دو بے مثال خطبے نازل ہوئے۔

سورہ الحدید ع ۱۔ خدا کی حمد کا خلاصہ یعنی پوری حمد کا عطر

کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کی پاکی بیان کرتا ہے۔ اسی کا ہر جگہ راج ہے۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ وہی خالق ہے وہی علیم ہے وہ دلوں کا حال جانتا ہے۔ وہی خلوت و جلوت میں تمہارے ساتھ ہے۔

Marfat.com

انفاق :- اللہ اور رسول کو مان کر انفاق کرو۔ اسی خدا نے اپنے بندے محمدؐ کے ذریعے تمہیں تاریکی سے نکالا اور روشنی دکھائی۔ لہذا جو کچھ اللہ نے دیا ہے اسی کی راہ میں خرچ کرو۔

الحدید ۲ ع۔ اللہ کو قرض دے کر نفع کماؤ

جو خیرات کریں گے انہیں دگنا نفع ہو گا اور اجر عظیم بھی پائیں گے۔ منافق اور یہودی دولت کے لالچ میں اس نفع سے محروم ہیں۔

الحدید ۳ ع۔ دنیوی زندگی محض فریب ہے

ہر مصیبت اللہ کی طرف سے آتی ہے لہذا جو نہ ملے اس پر غم نہ کرو۔ جو مل جاتے اس پر نہ اتراؤ بخل سے دولت نہیں بڑھتی۔ نبی اس واسطے بھیجے جاتے ہیں کہ دنیا میں عدل قائم کریں اور لوہے سے مدد لیں۔ جس میں عدل کی سی سختی اور نفع دونوں موجود ہیں۔

الحدید رکوع ۴۔ نبوت و حکمت

نوح اور ابراہیم کی اولاد میں خدا نے نبوت کے ساتھ ساتھ حکومت یعنی قانونی فیصلہ کی طاقت بھی دی۔ ان میں سے بعض راہ راست پر چلے (یعنی عدل کیا) اور بعض بھٹک گئے۔

عیسیٰ اور رحم

سب سے آخر میں عیسیٰ بن مریم نے خوش خبری (انجیل) سنائی کہ رحم و محبت کرنے والوں کو نجات ہو گی۔

رہبانیت

خدا نے رہبانیت یا سنیاس کی تعلیم نہیں دی لیکن اگر کوئی اللہ کو اپنے زہد و تنسک

سے راضی کرنا چاہے تو محض ریاکار سادھو یا راہب نہ بنے بلکہ ستیاس و زہد کا پورا پورا حق ادا کر دے۔ نصرانیوں نے یہ بات شروع کی لیکن اس کا پورا پورا حق ادا نہ کر سکے۔

رحمت و نور والا نبی

مومنو! آخر میں اس نبی (محمدؐ) کو مانو جو خدا کی طرف سے مہربانی اور روشنی کے تمہیں دہرے حصے دلواتا ہے (یعنی کل نبیوں کو مان کر اگر تم محمدؐ کو بھی مانو گے تو) اللہ کا فضل تمہارے شامل حال رہے گا۔"

مسلمانوں کو تنبیہ

یاد رکھئے کہ اس سورہ میں آنحضرت کی بیس سالہ تعلیم الہیات کا خلاصہ ہے۔ لوگ اس سورہ کی آیتوں سے وحدت وجود بھی ثابت کرتے ہیں اور وحدت شہود بھی۔ اسی سے عمل دنیوی کا راستہ پاتے ہیں اور اسی سے زہد و رہبانیت کے معتدل راستہ پر چل سکتے ہیں اور نہ صرف یہود و نصاریٰ بلکہ دوسری خدا پرست قومیں، اور نور کی پرستش کرنے والی آرین قومیں (مثل مجوسی و براہمہ) بھی اس سورہ سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ بہرحال مسلمانوں کو روز اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس میں الہیات، اخلاقیات اور سیاسیات سب کا خلاصہ ہے۔

اسی زمانے کی ایک سورہ درج ذیل ہے۔ اس کے مطالب بھی تقریباً سورہ الحدید کے مانند ہیں۔

حمد الٰہی کا دوسرا بے مثل خطبہ۔ سورۃ التغابن ۱ ع: اللہ بادشاہ ہے

کل کائنات میں اسی کا راج ہے لہٰذا اس کی حمد کرو۔ جسے راج دیا۔ خدا ہی نے دیا لہٰذا اس کی راہ میں انفاق کرو۔ انسان کی ہدایت کو انسان ہی آتا ہے۔ بعث بعد الموت یقینی ہے یعنی جزا و سزا کا قانون اٹل ہے اور یہ تعلیم (قرآن) نور ہے۔

تغابن: ۲ ع: اللہ ہی پر بھروسہ

Marfat.com

کسی غیر پر بھروسہ نہ کرو جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے۔ مال اور اولاد کے فتنے سے بچو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

قبائل ہوازن و ثقیف کی مدافعت۔ ۶ شوال ۸ھ

جنوری ۶۳۰ء

مکہ کے پرامن انقلاب کے بعد عرب کے دو بڑے قبیلے ہوازن اور ثقیف مسلمانوں پر حملہ کرنے کی سازش کرنے لگے۔ یہ لوگ چار ہزار فوج کے ساتھ مکہ سے تین رات کے فاصلہ پر بمقام حنین جمع ہوئے۔ یہ مقام نخلہ، طائف اور اوطاس سے یکساں فاصلہ پر ہے۔

محسن المفتوحین نے یہ خبر سن کر فوجی چندہ جمع کرنا شروع کیا اور اس میں مشرکین سے بھی بعض چیزیں مستعار اور روپیہ قرض لیا اور ۶ شوال کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان میں دو ہزار کے قریب نو مسلم اور مشرک بھی تھے اور یہ سب اپنی کثرت تعداد پر غرور کر رہے تھے۔

غزوہ حنین: عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت

ہوازن نے صف بندی کا انتظار نہیں کیا بلکہ مختلف دروں سے سخت تیراندازی کی اور اتنا سخت حملہ کیا کہ اسلامی فوج کے پیر اکھڑ گئے۔ بھاگنے والوں کی یہ حالت تھی کہ ایک دوسرے کو روندے ڈالتا تھا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ تنہا رہ گئے۔ آپؐ نے پکارا (یا انصار اللہ و رسولہ) مگر کسی نے گھبراہٹ میں نہ سنا۔ آخر آپ نے حضرت عباسؓ سے پکارنے کو کہا۔ ان کی آواز بلند تھی اور وہ پکارے۔ یا معشر الانصار، اور اے بیعت رضوان کرنے والو دوڑو۔ یہ سنتا تھا کہ مہاجر و انصار دیوانہ وار آنحضرت کے گرد دوڑ کر جمع ہو گئے۔ اب ہوازن بھاگنے لگے اور ثقیف کے ستر آدمی مارے گئے۔ اس لڑائی میں

Marfat.com

آپ نے حکم دیا کہ ہرگز عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ اس سے زیادہ کوئی بات بزدلی کی نہیں ہو سکتی۔

سریہ اوطاس

جو لوگ اوطاس کی طرف بھاگے تھے ان کا پیچھا کیا گیا اور وہاں سے چھ ہزار عورت بچے، چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی غنیمت میں ملا۔

سکینہ و جنود اللہ

اس فتح کا ذکر بعد میں سورہ توبہ میں ہوا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ نے تمہارے قلوب کو اطمینان بخشا اور اطمینان کی فوجیں (فرشتے) تمہارے دلوں پر نازل ہوئیں۔ اس لئے شکست کے بعد فتح ہوئی۔

غزوہ طائف

اوطاس سے فارغ ہو کر آنحضرت نے طائف کا رخ کیا۔ بنو ثقیف قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے۔ مسلمانوں نے منجنیقیں استعمال کیں۔ ثقیف نے بارہ مسلمانوں کو تیر سے شہید کر دیا۔ آخر اٹھارہ دن محاصرہ کرنے کے بعد محاصرہ اٹھا دیا گیا اور جعرانہ میں آ کر مال غنیم تقسیم ہوا۔

غلاموں کی رہائی

محاصرہ کے دوران میں آپؐ نے اعلان کر دیا گیا کہ اسلام غلاموں کا حامی ہے۔ جو غلام قلعہ سے نکل کر ہمارے پاس آ جائے گا وہ آزاد سمجھا جائے گا۔ اس پر چالیس پچاس غلام نکل آئے اور آزاد کر دیئے گئے۔

اس کے علاوہ جب اوطاس کا مال غنیمت ہوا تو قیدی بھی تقسیم کر دئے گئے۔ یہ وہ قبیلہ تھا جس میں آپؐ نے بچپن میں حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ آپ کی رضاعی بہن بھی قیدیوں میں تھی۔ لہذا جب ہوازن کے مردوں نے آ کر آپ سے خوشامد کی تو آپؐ نے

Marfat.com

فرمایا کہ میرے اور میرے قبیلے کے قیدی آزاد ہیں۔ مہاجر و انصار نے یہ سنا تو انہوں نے بھی اپنے حصے کے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ صرف بنی تمیم اور بنو فزارہ نے قیدیوں کو بغیر فدیہ کے آزاد کرنے سے اس لئے انکار کر دیا کہ وہ مشرک تھے۔ اس لئے محسن المفتوحین نے ان سے فرمایا کہ بنو ہوازن مسلم (مطیع) ہو کر آتے ہیں۔ ان کے قیدیوں کو آزاد کر دو۔ ان کے ہر قیدی کے بدلے میں چھ اونٹنیاں دی جائیں گی۔ لہذا بیک وقت چھ ہزار عورتیں اور بچے آزاد ہو گئے۔

عمرہ جعرانہ

۱۸ ذی قعدہ ۸ ھ کو آپؐ نے عمرہ کی نیت کی۔ مکہ آکر عمرہ ادا کیا۔ عتاب بن اسید کو مکہ کا گورنر مقرر کیا اور حضرت معاذ بن جبل کو ان کے ساتھ چھوڑا۔ تاکہ لوگوں کو قرآنی تعلیم دیں۔ عتاب کی تنخواہ ایک درہم (۴) روزانہ مقرر کی اور آپ مدینہ واپس تشریف لائے اور احکام حج سورہ بقرہ کے رکوع ۲۵ اور رکوع ۱۹ میں اور سورۃ الحج میں بیان فرما گئے۔

مؤلفہ قلوب

جتنا مال ملا تھا وہ نو مسلموں میں نہایت فیاضی سے تقسیم کر دیا گیا۔ انصار سمجھے کہ مکہ والوں پر خاص عنایت ہے۔ آپؐ نے انہیں سمجھایا کہ یہ لوگ دولت کے بھوکے تھے۔ میں نے انہیں مال دے دیا لیکن میں تمہارا ہوں اور تم میرے۔ میں تمہارے ساتھ مدینہ چلوں گا۔ اس پر سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اپنے سوء ظن پر وہ لوگ نادم ہوئے۔

بقرہ ۲۵ ع احکام حج

جو شخص حج کا احرام باندھ لے وہ عورت سے الگ رہے، گناہوں سے بچے اور لڑائی جھگڑے میں نہ پڑے۔ اپنے ساتھ کافی زاد راہ لے جائے کہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ تجارت کرے اور نفع کمائے لیکن باپ دادا کے کارنامے بیان کرنے کی جگہ اللہ کی رحمتوں کا

Marfat.com

ذکر کرے منافقوں سے ہوشیار رہو اور جو مرکزی جماعت "بیعت رضوان" کرنے والوں کی بنی ہے ان کی عزت کرو۔ یہ امن وامان چاہتے ہیں۔ منافقوں کی طرح فساد نہیں پھیلانا چاہیئے۔ ان ہی جان فروشوں کی وجہ سے حنین میں فتح ہوئی۔

سلامتی فساد سے بہتر ہے

مقصد اسلام امن وسلامتی ہے۔ یہ فساد سے بہتر ہے۔ خدا پرستی سے حلم و بردباری پیدا ہوتی ہے۔ شیطان کے بہکانے پر عمل کرو گے تو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے۔

البقرہ ع ۱۹ : اللہ کی رحمت کے مستحق

جو شخص اللہ سے مدد مانگتا ہے اور ساتھ ساتھ صبر سے مقصد کے لئے قائم رہتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے اور جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی کے پاس واپس جائیں گے ان پر اللہ کی عنایت و رحمت ہوتی ہے۔

شہید مردہ نہیں زندہ ہیں

اس طرح صبر و استقامت سے اللہ کی راہ میں جان دینے والے مرتے نہیں بلکہ وہ زندہ رہتے ہیں۔ البتہ تم اس کا شعور نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں خوف، بھوک، مالی نقصان، جانی نقصان اور اپنے حاصل کیے ہوئے پھلوں کا نقصان خوشی سے برداشت کرتے ہیں (اور زندہ ہو جاتے ہیں) اس روشنی میں قتل و رفع مسیح کو دیکھیے تو مطلب واضح ہے کہ وہ بھی شہید راہ حق ہیں اور زندہ ہیں۔

صفا اور مروہ

صفا اور مروہ کی پہاڑیاں، خدا کی ان نشانیوں میں سے ہیں جو حضرت ابراہیم و اسماعیل کی خدا پرستی کو یاد دلاتی ہیں۔ حج یا عمرہ (یعنی زیارت بیت اللہ) کرتے وقت اگر ان دونوں پہاڑوں کا طواف کیا جائے تو کوئی گناہ نہیں (جاہلیہ میں یہاں بت نصب کر دئے گئے تھے۔ اب وہاں بت نہیں ہیں۔ یہ پہاڑیاں حضرت ابراہیم کے مکہ آنے

Marfat.com

حضرت ہاجرہ کے پانی تلاش کرنے کی یاد دلاتی ہیں)

اللہ کے سوا کوئی غفار نہیں

جو لوگ اللہ کے منکر ہوتے وہ لعنتی، ابدی عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے اس سے توبہ کرو۔ اللہ بہت بڑا بخشنے والا اور رحمت والا ہے اسے اختیار کامل ہے کہ معاف کر دے۔ سب کا ایک ہی معبود ہے۔ وہی رحمان ہے اور رحمت والا ہے (لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم)

حج

زراعتی تمدن کے زمانے کی یادگار ہے۔ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ ایک میلہ ہوتا تھا جس میں معتدل موسم میں اپنی فصلیں کاٹنے کے بعد ہر قوم خوشیاں مناتی تھی اور اپنے دیوتاؤں کو بھی پھول پھل، پرندوں اور جانوروں کے نذرانے یا قربانیاں پیش کرتی تھی۔ عبرانی اور سنسکرت میں ذبح اور بھینٹ کے معنی ہی کسی چیز کو نذر کرنے کے ہیں۔ مثلاً حضرت اسماعیل کو ذبح عظیم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ "خدا کے گھر" (بیت ایل کے لئے بطور نذرانہ پیش کر دئے تھے تاکہ وہ خانہ خدا کے مجاور بنیں اور خدا کی بندگی کرنے والوں کو اس کا راستہ دکھائیں۔

بہرحال سال میں دو مرتبہ یعنی ربیع اور خریف کی فصل کے زمانے میں اعتدال شمسی (۲۱ مارچ اور ۲۱ ستمبر) کے قریب دنیا کے ہر ملک میں میلے لگتے تھے۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ مختلف بازاروں یا میلوں سے گزرتے ہوتے ذی الحجہ (فروری۔ مارچ) میں عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں میلے لگتے تھے۔ یہ حج اکبر کہلاتا تھا اور اس زمانے میں تین ماہ تک قتل و نہب بند کر دیا جاتا تھا یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم (جسے صفر الاول بھی کہتے ہیں) محترم مہینے سمجھے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنے جانی دشمن کو قتل کرنا یا مسافر کو لوٹنا بھی ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ اسی زمانے میں ایران میں نوروز جمشیدی، ہند میں ہولی، فلسطین میں یہودی عید فصح اور نوروز نصاریٰ (ایسٹر) منایا جاتا تھا۔ عرب میں مکہ والے

اس موسم حج میں گرمی کا سفر (رحلۃ الصیف) کرتے تھے جو عموماً ٹھنڈے ملکوں کی طرف ہوتا تھا۔

خریف کے زمانے میں یعنی ۲۱ دسمبر کے قریب ایک چھوٹا سا میلہ لگتا تھا جسے عرب والے حج اصغر کہتے تھے۔ اس مہینے میں رحلۃ الشتاء ہوتی تھی اور چونکہ ربیع کے مقابلے میں یہ فصل معمولی ہوتی تھی اس لئے صرف ایک مہینہ یعنی رجب اس کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا۔ ایران میں اسے جشن نوسردہ کہتے تھے۔ ہند میں اسے دسہرہ کہتے ہیں جو کم از کم دس دن اور بنگال میں ایک مہینہ منایا جاتا ہے اور دیوتاؤں کو بھی قربانی وغیرہ سے خوش کیا جاتا ہے۔

قربانی

ہر ملک میں کسی نہ کسی شکل میں قربانی کی رسم جاری تھی اور پرندوں، جانوروں اور انسانوں کو قربانی کے مختلف طریقے رائج تھے۔ قرآن نے بتایا کہ مقصد جانوروں کا خون اور گوشت اللہ کے سامنے پیش کرنا نہیں ہے، اس لئے کہ وہ ان چیزوں کی احتیاج نہیں رکھتا۔ مقصد صرف یہ ہے کہ خدا کے بندے اس کے احکام پر عمل کریں اور گناہوں سے بچیں۔ ظاہر ہے کہ گناہ کی جتنی صورتیں ہیں وہ انسان کو کسی نہ کسی شکل میں دکھ پہنچانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ (قتل چوری۔ زنا۔ جھوٹی شہادت۔ جنگ۔ سود وغیرہ) اس لئے قرآن نے تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنے کو عبودیت کا درجہ دیا۔ (دیکھئے لن ینال اللہ لحومھا ولا دمائھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم ▪ ع) اور سورۃ الحج میں (ویذکروا اسم فی ایام معلومات علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر ہ۔ الحج ۴) یعنی اصل غرض بدحالوں اور محتاجوں کو کھلانا ہے۔ اسی طرح آگے بھی فرمایا۔ واطعموا القانع والمعتر الحج ۵)

سورۃ الحج

اس معنی کر کے مدنیہ ہے کہ بعد ہجرت نازل ہوئی۔ لیکن یہ اس لئے مکیہ ہے کہ اس

کا نزول مکہ میں ہوا اور محسن المفتوحین نے کفار کی پرانی معجزہ طلبی اور دوسری باتوں کی یاد دلائی۔ اس سورہ میں یہ بھی بتایا کہ قتال کیوں فرض ہوا تھا اور مذہبی رسوم خصوصاً قربانی کے لئے بتایا کہ ہر قوم میں یہ رسم ہے لیکن اسلام یا دین ابراہیم حنیف میں قربانی خدا کے نام پر ہوتی ہے بتوں کے نام پر نہیں ہوتی اور اس لئے ہوتی ہے کہ محتاجوں کی مدد ہو نہ کہ خدا اس خون اور گوشت سے خوش ہو۔ خدا کو وہ خون اور گوشت نہیں پہنچتا بلکہ خدا کو پرہیز گاری یعنی بری باتوں سے بچنا پسند ہے اور قربانی یا خدا سے نزدیکی کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کے حکموں کو مانا جائے اور اس کی غلامی سے سرتابی نہ ہو۔ لہذا عبادت کے طریقوں پر جھگڑنا نہ چاہئے بلکہ عبادت کی غایت کو سمجھنا چاہئے۔

خلاصہ سورۃ الحج: ۱ ع

قیامت ضرور آئے گی خدا کے وجود میں شک نہیں۔ لوگو اس میں ذرا شبہ نہ کرو قیامت کا آنا برحق ہے اور اے مکہ کے منکرو اللہ کے وجود میں جھگڑا نہ کرو۔ یہ شیطان کی پیروی ہے۔ اللہ ہی خالق ہے وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور ہر شے پر قادر ہے۔

الحج ۲ ع مذبذب انسان

بعض لوگ ایسے ہیں کہ خوشحالی میں خدا پرست بن جاتے ہیں اور بدحالی میں شیطان پرست۔ ان کی دنیا و آخرت خراب ہوگی۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ کائنات کی ہر شے خدا کو سجدہ کرتی ہے (یعنی اس کے قانون کی پابند ہے۔

الحج۔ ۳ ع

نیک عمل مومن جنت میں جائیں گے اور مسجد حرام سے روکنے والے کافر جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔

مسجد حرام

مسجد کعبہ کو کہتے ہیں جو حضرت ابراہیم کا بیت اللہ ہے۔)

Marfat.com

الحج ۴ع جانوروں کی قربانی اور حج

بیت اللہ میں جو عبادت کے طریقے ہیں یعنی طواف۔ قیام و رکوع و سجود، ابراہیمؑ کے وقت سے قائم ہیں اس کے علاوہ یہاں دوسرے تجارتی، سوشل اور اقتصادی منافع بھی ہیں۔ قربانی سے مقصد صرف محتاجوں کا پیٹ بھرنا ہے۔ قول زور یعنی شرک سے بچنے کے لئے بتوں کے نام کی قربانی درست نہیں۔

الحج: ۵ع قربانی اور مناسک حج

قربانی کی رسم ہر قوم میں ہے کہ اللہ کے نام پر قربانی کے ذریعہ اللہ کا نام بلند ہو اور غریبوں کا پیٹ بھرے۔ اس طرح اللہ سے قربت حاصل ہو۔ یاد رکھو کہ خدا کو خون و گوشت نہیں پہنچتا بلکہ خدمت خلق اللہ (تقویٰ یا گناہوں سے بچنے کا خیال و عمل اللہ کو پسند ہے (یہی بہترین طریقہ قربانی یا قربت الی اللہ ہے)

الحج ۶ع: اذن قتال کی توجیہ

بعض کا خیال ہے کہ یہ پہلی آیت قتال ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد یہ قتال کے جواز کے متعلق ایک بیان ہے" قتال اس لئے فرض کیا گیا تھا کہ مسلمان مظلوم تھے۔ وہ ناحق اپنے وطن سے نکالے گئے تھے۔ قصور صرف یہ تھا کہ وہ اللہ کو اپنا آقا ماننے پر مصر تھے۔ اگر اللہ خدا پرستوں کی مدد نہ کیا کرتا تو مشرک کب کے صومعوں، مدرسوں، عبادت خانوں اور اللہ کی مسجدوں کو ڈھا دیتے۔

مسلم فاتحوں کو نصیحت

جب خدا کسی مسلم یا خدا پرست قوم کو کسی ملک کا مالک کرے تو اس کا فرض ہے کہ وہ نماز قائم کرے۔ زکواۃ دے۔ معروف کا حکم اور منکر سے روکے پھر اللہ پر نتیجہ کو چھوڑ دے۔

Marfat.com

مکذبوں پر عذاب ضرور آئے گا

دیکھو پرانی مکذب قومیں خدا ہی نے تباہ کی ہیں۔ افسوس ہے کہ تمہاری آنکھیں ہیں، مگر سجھائی نہیں دیتا اور دل ہیں لیکن اندھے ہو رہے ہو۔

الحج ۷ ع

اس رکوع کی آیت (والذین سعوا فی آیاتنا معاجزین اولئک اصحاب الجحیم، پہلے بھی مکی دور میں نازل ہو چکی ہے اور اسی سلسلے میں اس القائے شیطانی کا بھی ذکر ہے جس کی وجہ سے مہاجرین حبشہ ۵ نبوی میں واپس آ گئے تھے۔ یہاں یعنی مکہ میں آ کر اس قدیم بات کا پھر جواب دیا گیا ہے کہ القائے شیطانی تو آدمؑ سے لے کر اب تک ہوتی رہی لیکن نبی کو اللہ نے خبردار کر دیا اور محفوظ رکھا۔ اس لئے کوئی نبی راہ حق سے نہیں ہٹتا۔ یہ آیت اس آیت کی تشریح ہے جو مکہ میں سورۃ والنجم میں لات منات کے متعلق ذکر کی جا چکی ہے۔

کفار مکہ کو لات منات کے متعلق جواب

جو لوگ ہماری آیتوں کو ہرانے کے لئے ان کے پیچھے پڑتے تھے انہیں معلوم ہونا چاہیے پہلے بھی جو رسول اور نبی آتے ہیں ان کے خیالات میں شیطان القا کرنے کی یا ملاوٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن خدا نے شیطانی خیالات (القائے شیطان) کو مٹا دیا اور اپنی باتوں کو رسول کے دلوں میں راسخ کر دیا۔ یعنی ان آیات کو محکم کر دیا۔ لیکن جب القائے شیطان کو سخت دل مشرکوں نے سنا تو وہ جملے ان کے لئے فتنہ (جانچ) بن گئے اور چونکہ وہ ظالم سخت مخالفت پر آمادہ تھے اور زیادہ سخت دل بن گئے۔

یہ محکم آیتیں (یعنی خدا کے دئے ہوئے مضبوط خیالات کا علم) جب ان لوگوں نے سنیں جو اہل علم (کتابی) ہیں تو انہوں نے معلوم کر لیا کہ یہ اللہ کی دی ہوئی حق باتیں ہیں۔ اسے سن کر وہ ایمان لے آئے اور ان کے دل نرم ہو گئے۔

ملک و حکم

Marfat.com

لیکن کافر اس معاملہ میں قیامت تک شک میں رہیں گے۔ اس دن اللہ کی بادشاہت (ملک) ہو گی اور ان لوگوں کا وہی فیصلہ (حکم) کرے گا اور جھٹلانے پر ذلت آمیز عذاب ہو گا۔

الحج: رکوع ۸ع۔ مہاجر اور شہید

وہ لوگ جنہوں نے اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے ہجرت کی اور راہ حق میں قتل ہوتے یا مر گئے انہیں اللہ اچھا بدلہ (رزق) دے گا اور پسندیدہ جگہ میں داخل کرے گا اور ہر مظلوم کی خدا مدد کرے گا۔

الحج ۹ع۔ مناسک اقوام

خدا نے ہر امت کے لئے منسک (بندگی کا طریقہ) مقرر کر دیا ہے یعنی جو طریقہ عبودیت خدا نے بتایا ہے اس میں کسی (کافر) کو جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہی ھدی مستقیم (صراط مستقیم) ہے۔ بحث کرنے والوں سے کہہ دو کہ خدا قیامت کے دن اس کا بھی فیصلہ کر دے گا (کہ قربانی یا بندگی کا مقصد کون سمجھا) یہ لوگ قرآن سن کر مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ جہنم ہے۔ خدا کی طرف سے خدا پرستی کے طریقے ہر قوم میں رائج ہیں اور سب سچے ہیں۔

الحج ۱۰ع: وجود باری کی دلیل

لوگو ایک مثل سنو۔ کیا ان دیوتاؤں نے جنہیں تم پوجتے ہو ایک مکھی تک پیدا کی ہے اللہ قوی و عزیز ہے۔ سمیع و بصیر ہے۔ اچھا مولیٰ اور اچھا نصیر ہے جسے چاہتا ہے فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنا رسول بنا دیتا ہے۔ وہی عالم الغیب ہے مومنو اپنے رب (آقا) کا حکم مانو۔ بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اس ملت کا نام ملت ابراہیم ہے اسی نے تمہارا نام مسلم (اللہ کا مطیع) رکھا تھا۔ قرآن نے بھی یہی نام تم کو دیا ہے لہذا صلاۃ و زکاۃ پر قائم رہو اور اللہ کو مضبوط پکڑو (یعنی شیطان سے دور بھاگو) ھو مولیکم فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔ وہی تمہارا آقا ہے کتنا اچھا آقا اور کتنا اچھا مددگار ہے)

Marfat.com

حج مخلوط ۸ھ

یہ حج مخلوط تھا۔ یعنی اس میں مومنوں کے امیر الحج حضرت عتابؓ بن اسید تھے اور مشرکوں نے اپنے طریقہ پر حج کیا تھا۔

ابراہیمؓ بن محمدؐ سے نفرت

رسول اللہ سیاسی ضروریات کے پیش نظر مدینہ واپس تشریف لے آتے تھے۔ یہاں آ کر آپؐ نے اپنے بچے ابراہیمؓ کو دیکھا تو وہ سات آٹھ مہینے کا ہو چکا تھا۔ آپؐ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ دوسری بیبیاں نہ صرف حضرت ماریہ قبطیہ سے حسد کرنے لگی تھیں بلکہ بعض کو جناب ابراہیمؓ سے بھی جلن پیدا ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ دیکھو یہ بچہ مجھ سے کتنا مشابہ ہے تو وہ بولیں مجھے تو مشابہ نہیں معلوم ہوتا۔ دوبارہ آپؐ نے فرمایا کہ دیکھو ماشاء اللہ کتنا موٹا تازہ ہے تو انہوں نے کہا موٹا کیوں نہ ہو گا جس بچے کو بھی دس بارہ بکریوں کا دودھ پلایا جائے گا وہی موٹا تازہ ہو جائے گا۔

واپسی مدینہ کے بعد

آنحضرت مدینہ تشریف لے آتے تھے۔ یہاں منافقوں نے پھر سرکشی شروع کر دی تھی مندرجہ ذیل رکوع میں اسی کا ذکر ہے۔

النساء ۲۰ ع منافقین مدینہ

منافق محض دکھاوے کی نماز پڑھتے ہیں۔ وہ کفر و ایمان کے بیچ میں مذبذب ہیں۔ مومنو تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ سوائے مومنوں کے کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ یہ منافق دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں ڈالے جائیں گے۔ ہاں اگر توبہ کر کے خالص مومن اور دین دار بن گئے تو وہ مومنوں کے ساتھ رہیں گے۔ سوائے مظلوم کے کسی کو نہ چاہیے کہ لوگوں کی شکایت کرتا پھرے۔ بہر حال برائی کو معاف کر دینا بہتر ہے۔

Marfat.com

اصلی کافر

اصلی کافر وہ ہیں جو اللہ اور اس کے کل رسولوں کو نہیں مانتے۔ یعنی بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے وہ بیچ کی راہ نکالنا چاہتے ہیں۔

اصلی ایمان

اللہ کو اور سب رسولوں کو اس طرح سے ماننا کہ ان میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ یہی اصلی ایمان ہے (یعنی اللہ کے ہر رسول کو ماننا چاہئے اور کسی رسول کو دوسرے پر فضیلت نہ دینا چاہئے۔ پیغام کے اعتبار سے سب کا پیغام یہی ہے کہ اللہ کو مانو اور بد عملی کی سزا سے ڈرو۔ نیک عملی کرو)

النساء ۲۳ ع سب نبی برابر ہیں (وحی کے اعتبار سے)

اے رسول جس طرح ہم نے پہلے نبیوں پر وحی کی اور زبور و توراۃ نازل کی ویسا ہی رسول تو بھی ہے۔ تجھ پر قرآن نازل کیا۔ رسولوں کا کام جنت کی بشارت اور سوئے عملی کے عذاب سے ڈرانا ہے (پہلے نبیوں پر بھی معناً یا رؤیا میں احکام خداوندی آتے تھے اور اب تو ان لفظوں کے ترجمے موجود ہیں۔ وہی کلام خداوندی ہیں۔)

وحی کی نوعیت۔ قرآن اللہ کے علم سے نازل ہوا۔

اللہ اور فرشتے گواہ ہیں کہ قرآن کی تعلیم خدا کے علم سے آئی ہے۔ یہ حق بات جسے رسول اللہ کے پاس سے لایا ہے اس کے ماننے میں تمہارا بھلا ہے (یعنی قرآن معنوی طور پر اللہ کے پاس سے آیا ہے) کلام من علم اللہ اور کلام اللہ کا فرق ظاہر ہے لفظاً یہ قول رسول کریم یعنی جبریل ہے جسے آنحضرت بولتے تھے)

متشابہات اور نصرانیوں کو دعوت توحید

المسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا تھا۔ وہ رسول اللہ اور اللہ کا کلمہ تھا اسے اللہ نے مریم کے

Marfat.com

پیٹ میں ڈالا تھا وہ اللہ کی طرف سے ایک روح تھا۔ اللہ ایک ہے تین نہیں ہیں۔ اللہ کو بیٹے کی کیا ضرورت ہے۔ جب کل زمین و اسمان اس کے ہیں (تو بیٹا اس کی کیا مدد کرے گا جو بیٹا بنائے)

متشابہات

آئندہ فصل میں سورہ آل عمران میں متشابہات کی مفصل بحث ہے لیکن اس جگہ یہ نوٹ کر لینا ضروری ہے کہ روئے سخن نصاریٰ کی طرف ہے۔ اور وہ مخصوص ملتی جلتی ہوئی آیتیں (متشابہات) جن کو نصرانیوں کے اہل زیغ مانتے تھے۔ ان کا خصوصی تعلق سورۃ النساء کے اسی رکوع سے ہے۔ یاد رکھیے کہ قرآن ان دلائل (آیات) قرآنیہ کو محکمات کہتا تھا جو بنیادی ہیں۔ مثلاً خدا بعث بعد الموت وغیرہ اور متشابہات ان آیتوں کو کہتا ہے جو محکمات کی تفصیل ہیں یا ان سے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً "خدا خالق و مصور ہے۔" یہ محکم بات مان لی گئی تو اس کا نتیجہ یعنی وہ بے باپ کے بھی پیدا کر سکتا ہے۔ متشابہ یا نتیجہ یا تفصیل ہے۔ یہ دلیل (آیت) خود انجیل میں موجود ہے (دیکھئے انجیل۔ یوحنا باب اول)

"۱۔ ابتدا میں کلمہ تھا۔ کلمہ خدا کے ساتھ تھا، کلمہ ہی خدا تھا۔

۲۔ ابتدا میں یہی کلمہ (لوگاس یا عقل اول) خدا کے ساتھ تھا

۳۔ اسی کلمہ (یا لوگاس) نے سب چیزیں بنائیں (خلق کیں) اور کوئی چیز بھی جو پیدا ہوئی بغیر اس کی مدد کے نہیں ہوئی۔

۴۔ اس میں روح تھی اور وہ روح انسانوں کے لئے نور تھی۔"

۶۔ ۱۶۔ یوحنا کو خدا نے بھیجا کہ اس نور کی گواہی دے کہ ایک مسیح آنے والا ہے جس نے دنیا کو بتایا ہے۔ یہ کلمہ خدا کا اکلوتا بیٹا ہے اور نور ہے۔"

اسی کے آگے باب ہشتم کی آیت ۱۲ میں ہے کہ مسیح نے کہا کہ "میں دنیا کا نور ہوں جو میری پیروی کرے گا وہ تاریکی میں نہ جائے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا۔"

قرآن ان متشابہ یعنی قرآن و انجیل کی ملتی جلتی ہوئی آیتوں کو بڑی حد تک مانتا

Marfat.com

ہے۔ وہ مانتا ہے کہ مسیح کلمہ تھے۔ مگر یوحنا ایک فلسفی شخص تھا۔ اس نے مسیح کو خدا کا ہمسر بنا دیا ہے کہ وہ کلمہ خدا کے ساتھ تھا۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ کلمہ بھی خدا کا حکم یا امر تھا۔ "یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ (منہ) اسمہ المسیح عیسیٰ بن مریم (آل عمران ۴۵) یعنی وہ کلمہ یا مسیح خدا نے پیدا کیا ہے۔ (کلمۃ منہ) اللہ کا حکم

اسی طرح اسی سورہ میں پہلے کہا ان اللہ یبشرک ویحییٰ مصدقاً بکلمۃ من اللہ (آل عمران ۳۹) حکم الٰہی یعنی المسیح جو مخلوق ہوا امر الٰہی سے۔

یہاں سورہ نساء میں صاف صاف کہا ہے کہ مسیح خدا کے ہمسر نہ تھے بلکہ اس کے مخلوق تھے۔ وہ برابر کے کلمہ نہ تھے بلکہ اللہ کے حکم سے مخلوق تھے (و کلمتہ القاھا الی مریم)۔

۸ھ کے مختلف واقعات

۱۔ اس سال بی بی ماریہ قبطیہ کے بطن سے ابراہیمؑ پیدا ہوتے اور ان کی آزادی کی وجہ سے کل امہات ولد کی آزادی کا اعلان ہوا۔

۲۔ زینبؓ بنت رسولؐ (زوجہ ابوالعاصؓ) کا انتقال ہوا۔

۳۔ حضرت سودہ بہت بوڑھی ہو گئی تھیں انہوں نے حضرت عائشہؓ کو اپنی باری بخش دی اور رسول اللہ ان کی باری میں حضرت عائشہ کے یہاں رہنے لگے۔

۴۔ مکہ اور حنین کی فتح کے بعد بت خانے خدا خانے بنا لیے گئے۔

۵۔ ابوسفیان۔ یزید بن ابوسفیان۔ عروۃ بن مسعود ثقفی۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ شیبہ بن عثمان عبدری۔ حکیم بن حزام۔ ابو قحافہ پدر حضرت ابوبکر۔ خویلد بن اسد۔ مالک بن عوف نضری مسلمان ہوئے۔

Marfat.com

دسویں فصل

رحمتہ اللعالمین

محرم ۹ ھ تا ربیع الاول ۱۱ ھ مارچ ۶۳۰ تا جون ۶۳۲

دولت کتابیہ کا عالمی پروگرام

الحمد للہ کہ دین اللہ آج تم لوگوں کے سامنے بھی کامل طور پر نمایاں کر دیا گیا
اب نور حق کی روشنی میں نہ تو کاہن و ساحر فریب دے سکیں گے نہ خود غرض اہل کتاب

الحمد للہ کہ امن وسلامتی کی بنیادوں پر تمہاری سلطنت بھی قائم ہو گئی۔
اب نفرت و فساد، سحر و کہانت، نفاق و بزدلی پھیلانے والے ملیا میٹ ہو جائیں گے۔

اہل کتاب سے زکواۃ نہ لی جائے گی۔ نہ ان پر فوجی خدمت فرض ہو گی
غلام، مسکین، یتیم اور بیوہ، کمزور و مجرم اور با تمیز و بے تمیز
سب کی پرورش۔ (تربیت اور حفاظت) کی ذمہ داری سلطنت پر ہو گی

Marfat.com

کوئی فتنہ میں نہ ڈالا جائے گا یعنی کسی سے آزادی خیال نہ چھینی جائے گی۔
البتہ علم و دولت حاصل کرنے کے لئے ہر عورت مرد مجبور کیا جائے گا۔
تاکہ اقوام پارینہ کے زوال سے سبق لے کر جہالت خود غرضی، بزدلی اور قدامت پرستی مٹ جائے۔
ہر مومن اللہ کا سپاہی ہے اور امن و علم پھیلانے کے لئے بلا اجرت کام کرے گا۔
اس کا اولین فرض یہ ہو گا کہ غیر مسلموں کو پستی سے بلندی تک تاریکی سے روشنی میں پہنچائے۔

آؤ خود پرستی چھوڑ کے تعمیر انسانیت کی سرفروشانہ جدوجہد میں ہم سب لگ جائیں۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

Marfat.com

رحمۃ للعالمینؐ

۱۔ حمد الٰہی

هوا الله الذی لا اله الا هو۔ عالم الغیب والشهادة هوالرحمن الرحیم

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، وہی چھپی اور کھلی باتوں کا علم رکھتا ہے۔ اس کا نام رحمان ہے وہ بڑا رحم والا ہے۔

هوا الله الذی لا اله الا هوالملک القدوس السلام المومن المهیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان الله عما یشرکون

اس ال اله کے سوا کوئی اور اله نہیں ہے۔ وہ بادشاہ ہے۔ پاک ہے۔ سب عیبوں سے سلم ہے وہی امان دیتا ہے پناہ میں لیتا ہے زبردست دباؤ والا اور بہت ہی بڑائی والا ہے۔ وہ شرک سے پاک ہے۔

هو الله الخالق الباری المصور له الاسماء الحسنیٰ۔ یسبح له ما فی السموات ولارض وهوالعزیز الحکیم
(الحشر آخری آیات)

وہی پیدا کرتا ہے وہ نکال کھڑا کرتا ہے (رحم مادر میں) صورت گری کرتا ہے۔ اسی کے سب اچھے اچھے نام (مثل رحمان) کے ہیں۔ آسمان زمین کی ہر شے اس کی پاکی کا اظہار کرتی ہے۔ وہ زبردست ہے۔ حکمت والا ہے۔ (الحشر)

Marfat.com

۲۔ عدل و تقوی

یا ایها الذین آمنو لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء

اے مومنو۔ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ (الممتحنہ)

عسی الله ان یجعل بینکم وبین الذین عادتیم منهم مودة ۔ لا ینهکم الله من الذین لم یقاتلونکم لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم وتقسطوا الیهم انّ الله یحب المقسطین (الممتحنه)

بہت ممکن ہو کہ اللہ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں دوستی پیدا کر دے۔ بہرحال جن لوگوں سے دینی جنگ نہیں ہوئی اور جنہوں نے تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان سے بھلائی اور انصاف کرنے سے اللہ نہیں روکتا بلکہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (الممتحنہ)

یا ایها الذین آمنو کونوا قوامین لله شهداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلو هو اقرب للتقویٰ واتقو الله ان الله خبیر بما تعملون (المائده ۲)

اے مومنو۔ اللہ والے بن کر انصاف کی حمایت کے لئے کھڑے ہو جایا کرو۔ دیکھو اگر کسی قوم سے دشمنی بھی ہو تو عدل کو نہ چھوڑو۔ عدل کرو۔ عدل کا حامی ہونا ہی نیکی و پرہیزگاری سے قریب تر ہے۔ خدا سے ڈرو وہ تمہارے ہر کام کی خبر رکھتا ہے (المائدہ)

۳۔ توکل علی اللہ

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذ لکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون (آل عمران)

اگر تم اللہ والے بن جاؤ گے تو کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ کو چھوڑ کر (شیطانی گروہ میں شامل ہو جاؤ گے) تو جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی مدد دینے والا نہیں۔ بھروسہ کرنے والے اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں (اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتے) (آل عمران)

۴۔ اللہ والوں کو دعوت اتحاد

یاایھاالذین اوتوالکتاب آمنوابمانزلنا مصدقالمامعکم (آل عمران)

اے علم و قانون والو، اس چیز (یعنی قرآن) کو بھی مانو یہ قرآن تمہارے قوانین و احکام الکتاب کی تصدیق کرتا ہے (وہ انہیں جھٹلاتا نہیں ہے (آل عمران)

السماح رباح:- فیاضی سے دولت بڑھتی ہے (الحدیث)

سود اگر بایدت زمایہ خویش دست بخشش کشاد ، بخشائش
(جامی)

تقویم فصل دهم

یکم	محرم	صفر ۱	صفر ۲	ربیع ۱	ربیع ۲	جمادی ۱	جمادی ۲	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذی قعدہ	ذی الحجہ
سنہ ۹ھ عام الوفود، یا عام البرأت حج ابوبکر	جمعہ ۳۰ اپریل ۶۳۰	* * *	یکشنبہ ۳۰ مئی ۶۳۰	دوشنبہ ۱۸ جون ۶۳۰	چارشنبہ ۱۸ جلائی ۶۳۰	جمعرات ۱۶ اگست ۶۳۰	شنبہ ۱۵ ستمبر ۶۳۰	یکشنبہ ۱۴ اکتوبر ۶۳۰	سہ شنبہ ۱۳ نومبر ۶۳۰	چارشنبہ ۱۲ دسمبر ۶۳۰	جمعہ ۱۱ جنوری ۶۳۱	شنبہ ۹ فروری ۶۳۱	دوشنبہ ۱۱ مارچ ۶۳۱
سنہ ۱۰ھ عام الوداع	چارشنبہ ۹ اپریل ۶۳۱	* * *	جمعرات ۹ مئی ۶۳۱	جمعہ ۷ جون ۶۳۱	یکشنبہ ۷ جلائی ۶۳۱	دوشنبہ ۵ اگست ۶۳۱	چارشنبہ ۴ ستمبر ۶۳۱	پنجشنبہ ۳ اکتوبر ۶۳۱	شنبہ ۲ نومبر ۶۳۱	یکشنبہ یکم دسمبر ۶۳۱	سہ شنبہ ۳۱ دسمبر ۶۳۱	چارشنبہ ۲۹ جنوری ۶۳۲	جمعہ ۲۸ فروری نسی حلام ۴
سنہ ۱۱ھ عام الوفاۃ	یکشنبہ ۲۹ مارچ ۶۳۲	* * *	سہ شنبہ ۲۸ اپریل ۶۳۲	چارشنبہ ۲۷ مئی ۶۳۲	*	*	*	*	*	*	*	*	*

وفات نبوی ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مطابق یکشنبہ ۸ جون سنہ ۶۳۲ء

Marfat.com

رحمتہ للعالمین

عام البرات یا عام الوفود

یکم محرم ۹ ھ - ۲۰ اپریل ۶۳۰

فتح مکہ کے بعد چونکہ مرکز تجارت و عبادت رحمتہ لعالمین کے قبضہ میں آگیا تھا۔ اس لئے عرب کے مختلف قبائل نے کثرت سے وفود بھیجے۔ اسی لئے یہ سال وفود کا سال کہلاتا ہے۔ اب جو لوگ اسلام یعنی اطاعت (دولت مدینہ) قبول کرتے تھے۔ ان میں سے بعض سمجھتے تھے کہ ہم نے صرف آنحضرت کی اطاعت قبول کی ہے۔ ان لوگوں کے دلوں میں یہ تصور جاگزیں نہیں ہوا کہ اب عرب کا نظام حکومت ایک حزب اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کے امیر رحمتہ للعالمین ہیں۔

بہرحال جو اس طرح اطاعت (یا اسلام) قبول کرتے تھے۔ وہ دو باتیں تسلیم کرتے تھے (۱) اول یہ کہ جناب محمدؐ، اللہ کے رسول اور دولت کتابیہ کے امیر ہیں جو صلوۃ یا خدا بندگی کا حکم دیتے ہیں (۲) دوسرے یہ کہ اطاعت امیر کا بنیادی ثبوت نہ صرف صلوۃ ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ ہر مسلم دولت کتابیہ کو چلانے کے لئے اپنے مال کا وہ حصہ بطور زکواۃ کے دے، جو اس کی ضروریات سے فاضل ہو۔

اس سلسلے میں یمامہ، طائف، یمن، نجران اور دوسرے مقامات سے برابر ۱۰ ھ تک مختلف قبیلوں کے وفد آتے رہے اور اطاعت قبول کرتے رہے۔

ان میں بہت سوں نے حقیقت دین کو سمجھ کر اللہ اور رسول کو مانا تھا۔ یہ مومن

Marfat.com

کہلاتے۔ ورنہ جو صرف سطحی طور پر مطیع ہو گئے تھے اور بعد وفات نبوی باغی ہو گئے وہ مومن نہ تھے مسلم تھے۔ یعنی انہوں نے صرف رسول اللہ کی اطاعت (اسلام) قبول کی تھی۔

نصارائے نجران واصحاب الاخدود

ہم نے آنحضرت کی مکی زندگی میں دیکھا ہے کہ نصارائے حبشہ نے سب سے پہلے مسلمانوں کو پناہ دی تھی۔ اس کے بعد مدینہ آکر جب یہود نے ابراہیمی قبلہ (بیت العتیق) کو اپنا قبلہ ماننے سے ۲ھ میں انکار کر دیا تو آنحضرت نے پھر نصاریٰ کی طرف توجہ کی اور حکم الٰہی سے ماہ صیام کے روزے اسی طرح اور اسی موسم میں فرض کر دئے جس طرح نصاریٰ میں تھے۔

مکہ میں آنحضرت نے نہ صرف قرآن کے ذریعے نصاریٰ کی تعریف کی بلکہ یہ بھی بتایا کہ حق پرستی کی راہ میں نجران کے نصرانیوں نے ۵۶۰ء میں آگ میں جل جانا پسند کیا۔ لیکن خدا پرستی سے انحراف نہیں کیا۔ "قتل اصحاب الاخدود" (مسیحیوں کو زندہ جلانے والے ذلیل ہوتے ۔ سورہ ۸۵ البروج) ان مسیحیوں کو قرآن مومن باللہ کہتا ہے اور بتاتا ہے کہ ان پر یہ مظالم محض اس لئے کئے گئے تھے کہ وہ اللہ کو مانتے تھے جو زبردست ہے اور تعریف کے لائق ہے۔ آسمان وزمین کا بادشاہ ہے اور اس کے سامنے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہے۔ (وما نقموا منهم الا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید الذی لہ ملک السموات والارض واللہ علیٰ کل شیء شهید۔ البروج)

وفد نجران

نجران کے ان مسیحیوں کی اولاد کا وفد آنحضرت کے پاس آیا تھا۔ ان میں سے بعض اہل زیغ تھے جو کج بحثیاں کرتے تھے، ان کو حقیقت ولادت مسیح بتائی گئی اور ان کے راسخین فی العلم نے اسے تسلیم کر لیا۔

مقام آمد وفد نجران

ابن ہشام وابن سعد نے اس وفد کا ذکر نہیں کیا۔

بہرحال احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نجران کے نصرانیو کے دو وفد آنحضرت کے پاس آتے تھے۔ یونس بن بکیر سے حاکم نے جو روایت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے نصارائے نجران کو دعوت اسلام کا خط لکھا تھا۔ اور اسقف نجران نے تین آدمیوں کو مدینہ بھیجا تھا۔ ان ہی سے ابتہالہ کی گفتگو ہوتی تھی اور بجائے مباہلہ کے یہ لوگ جزیہ دینے پر راضی ہو گئے تھے۔ حضرت مغیرہ نے جزیہ اور جوار نبوی کا معاہدہ لکھا جس میں نصرانیوں کے گرجوں کی اور خود نصاریٰ کی حفاظت کا عہد ہے (دیکھئے فتوح البلدان۔ البلاذری اور زادالمعاد) ابن قیم صفحہ ۴۹۵)۔ بہت ممکن ہے کہ فتح مکہ کے بعد یہ وفد مکہ ہی میں آیا ہو۔

دوسرا وفد مدینہ میں کچھ عرصہ بعد آیا تھا جس میں ابوالحارث "بشپ نجران"، ایہم، عبدالمسیح" اور چوبیس دوسرے سردار تھے۔ یہ مسجد نبوی میں ٹھہرے تھے اور وہاں اپنے طریقے پر نماز بھی پڑھتے تھے۔ ان کی موجودگی میں سورہ آل عمران کا ساتواں اور آٹھواں رکوع نازل ہوا تھا۔

محکمات و متشابہات۔ سورہ آل عمران

یہ سورہ الف لام میم (حروف مقطعات) سے شروع ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ حصہ مکی ہے یعنی رسول اللہ پر اس زمانے میں نازل ہوا ہے جب آپ یا تو مکہ تشریف لاتے تھے، یا کوئی جماعت نصاریٰ آنحضرت سے مکہ میں ملی تھی۔ سورۃ البقرہ کے پہلے رکوع کی طرح یہ رکوع بھی مکی زبان میں نازل ہوا ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح نصارائے حبشہ مکہ سے قریب تھے۔ اسی طرح نجران بھی مکہ سے قریب تھا۔ یہ مقام یمن کے شمال میں صنعاء سے ایک سو پچاس میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اور آنحضرت ان کے حالات سے واقف تھے غالباً ان ہی نصرانیوں کا ذکر سورۃ المائدہ کے دسویں رکوع میں اس طرح کیا گیا ہے کہ مومنوں سے وہ لوگ زیادہ محبت اور نزدیکی رکھتے ہیں جو نصاری ہیں وہ قرآن کو سن کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں اور ان میں عالم قسیس اور درویش

Marfat.com

(راہب) ہیں (ولتجدن اقربھم مودۃ للذین آمنوا قالوا انا نصاریٰ (المائدہ ۔ ۱ ع)
بہرحال ان نصرانیوں کے سامنے کتاب الہیہ کی محکم اور مفصل باتوں کا ذکر ہوا۔ انہیں محکمات و متشابہات بھی کہتے ہیں۔

"متشابہات" سے متعلق ترتیب نزول کی اہمیت

ہم پہلے دکھا چکے ہیں کہ سورۃ العلق سے قرآن نہ شروع کرنے کی وجہ سے زندگی کے بنیادی مسائل وجود و علم نظرسے اوجھل ہو گئے۔ پھر سورۃ الفاتحہ قرار دینے کی وجہ سے اس سورہ کا مفہوم کیا سے کیا ہو گا۔ اس کے علاوہ سورۃ البقرہ کے چالیس رکوعوں کو جو دس سال میں مختلف اوقات میں نازل ہوئے۔ ایک جگہ جمع کر دینے کی وجہ سے نہ صرف یہود کی دوستی و دشمنی مخلوط ہو گئی بلکہ مسائل نسا۔ میں ایلا۔ کو بعض راویوں نے مظاہرہ ازواج نبوی سے ملا دیا۔ اعجاز کتب الہیہ کو صرف اعجاز قرآن بنا دیا۔ آیات کے معنی معجزات بن گئے اور حج ۹ ھ کا ذکر فتح مکہ کے بعد نہیں بلکہ ہجرت مدینہ کے بعد ہی سامنے آ گیا۔

سورہ آل عمران کو تیسری سورۃ قرار دینے کی وجہ سے قرآن کے اکثر مضامین متشابہ یعنی غیر محکم سمجھے گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ مومنین بھی پکار اٹھے کہ اگر قرآن میں ایسی باتیں ہیں "جن کی مراد معلوم و متعین کرنے میں اشتباہ و التباس واقع ہو جاتے۔" (بقول مولوی شبیر احمد عثمانی مرحوم) یا وہ "مشتبہ المراد" ہوں (بقول مولوی اشرف علی تھانوی مرحوم) تو مومن کیا کریں؟ اور کس طرح کلام الہی کو سمجھ کر اس پر خود عمل کریں اور غیر مسلموں کو کیا بتائیں؟ امام نووی شارح صحیح مسلم کو کہنا پڑا کہ "یہ امر خدا سے بہت بعید ہے کہ وہ اپنی مخلوقات سے ایسے الفاظ میں کلام کرے کہ وہ اسے کسی طرح نہ سمجھ سکیں۔" قتادہ و عکرمہ کا قول ہے کہ "متشابہ ضد یا نقیض ہے محکم کی" اس قول کو امام نووی بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کا کوئی حل نہیں نکال سکے۔

بہرحال اگر یہ مان لیا جائے کہ رسول اللہ نے تیرہ سال تک مکہ والوں کو وجود باری و بعث بعد الموت وغیرہ کو بغیر دلیل کے منوانا چاہا اور انہیں بہت ہی کم کامیابی ہوئی تو

متشابہات کا معاملہ محکمات تک پھیل جاتا ہے اور اسلام کی یہ بنیادی حقیقتیں بھی ایسی ہو جاتی ہیں کہ بغیر دلیل کے مانو تو مانو ورنہ جہنم میں جاؤ یعنی یہ ایسی باتیں ہیں کہ انسان کی سمجھ سے باہر ہیں۔

چونکہ اس مسئلہ پر پورے قرآن اور اسلام کی وضاحت کا دار و مدار ہے۔ اس لئے کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔

(۱) قرآن کی کوئی آیت مشتبہ المراد نہیں

اگر متشابہ کو محکم کی نقیض کہا جائے تو یہ سراسر غلط ہے۔ متشابہ کے معنی ہیں ایک دوسرے سے مشابہت رکھنے کے۔ یعنی قرآن میں ایسی آیتیں (دلائل واحکام ہیں جو ایک دوسرے سے (مشابہہ) ہیں اور پورا قرآن متشابہ ہے (کتباً متشابہاً مثانی (الزمر ۲۳) یہ تعلیمات نہ صرف کتب قدیمہ الہیہ۔توراۃ و انجیل وغیرہ سے متشابہ ہیں بلکہ مثانی ہیں۔ یعنی بار بار دہرائی گئی ہیں۔ یہ احسن الحدیث ہے۔ یہ آیت سورہ الزمر کی ہے جو "مکیہ" ہے اسے پہلے پڑھ لیا جائے تو شبہ باقی نہیں رہتا۔

یہ "بیان للناس" ہے اسے خدا نے "عربی مبین" میں بیان کیا ہے، اس میں سب باتیں عربی جاننے والوں کی سمجھ میں آنے والی ہیں (یسرنا القرآن لذکر فھل من مدکر؟) یہ نور ہے جس سے راستہ ملتا ہے (جعلناہ نور آنھدی بہ من نشاء) اس نور کے لئے عربی زبان جاننے کی ضرورت نہیں کسی زبان کے ذریعہ سے یہ روشنی پہنچ سکتی ہے۔

(۲) اس کی کل آیتیں محکم ہیں

اس قرآن کی کل آیتیں مضبوط اور نپی تلی ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ ان کی تفصیل بھی ہے۔ اس لئے کہ یہ اس خدا کی طرف سے ہے جو حکمت والا اور خبردار ہے دالرہ کتاب احکمت آیتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر ھود ۱۔ ۲ اس آیت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ محکم آیتوں کی جو تفصیل و توضیح ہے وہ بھی محکم کا جز ہے (یہ سورہ مکیہ ہے اس کو پہلے پڑھ لیا جائے تو محکم یعنی بنیادی آیتوں اور مفصل یعنی تفصیلی اور توضیحی

Marfat.com

آیتوں کی وحدت سمجھ میں آ جاتی ہے۔ یعنی محکم و متشابہ دونوں ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں)

آل عمران میں بھی کہا ہے کہ محکمات ام الکتاب ہیں اور متشابہات یا بنت الکتاب ان اصولی باتوں کی ضد نہیں بلکہ ان کی بیٹیاں ہیں۔ تفصیلات ہیں۔ یعنی صرف متشابہ، بنت الکتاب (یا تفصیل) پر بغیر محکم کے ملاتے ہوئے غور کریں تو بات نہیں بنتی۔

۳۔ اللہ کی قدرت میں شک کی گنجائش نہیں

مندرجہ بالا تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کو خالق و علیم مان چکے ہیں (دیکھئے سورۃ العلق) وہ قدرت الہیہ میں کسی طرح شک نہیں کر سکتے۔ مکہ کی زندگی میں آنحضرت نے دیکھا کہ مشرکین نہ تو خدا کی قدرت کو مانتے ہیں نہ بعث بعد الموت کو نہ وحی کو منجانب اللہ ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن حبشہ اور دوسرے مقامات کے نصرانی قرآن کی اکثر تعلیم کو مانتے ہیں مگر ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مسیح کا باپ خدا ہے۔ یہ اہل زیغ ہیں جو توراۃ و قرآن کی محکم دلیلوں کو چھوڑ کر دوسری تفصیلی دلیلوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کلام اللہ (یعنی انجیل و قرآن) یہ کہتا ہے کہ مسیح کلمۃ اللہ تھے۔ جنہیں خدا نے مریم پر القا کیا تھا تو ظاہر ہے کہ خدا مسیحؑ کا باپ ہے۔ (دیکھئے انجیل و سورۃ النساء) دونوں میں لکھا ہے کہ مسیح کلمۃ اللہ القاہا الی مریم" تھے۔

(۴) اہل زیغ اور راسخون فی العلم

قرآن کہتا ہے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں دو قسم کے لوگ ہیں: ایک اہل زیغ ہیں جو یہ نہیں مانتے کہ خدا جس طرح چاہے خلق کرنے پر "قادر" ہے (ھوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء) باوجودیکہ توراۃ مانتی ہے کہ خدا قادر ہے۔ اور بعث بعد الموت بھی حق ہے۔ ان کی کوتہ عقلی کا یہ جواب دیا گیا کہ آؤ ابتہالہ کر لیں جو جھوٹا ہو گا (ملعون) قرار پائے گا۔

Marfat.com

راسخون فی العلم منہم

اہل کتاب کی دوسری جماعت راسخون فی العلم کی تھی جو توراۃ و انجیل کو بھی مانتے تھے اور قرآن کو بھی مانتے تھے۔ قرآن میں جہاں کہیں راسخون فی العلم یا اہل الذکر وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ان سے مراد اہل کتاب ہیں۔ اسی لئے سورہ نساء میں مومنوں کو ان سے الگ کر لیا ہے (اگر اس سورہ کو پہلے پڑھا جائے گا تو "راسخون فی العلم" سے مومنوں کی جماعت کا تصور پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے یہاں روئے سخن نصاریٰ کے اہل زیغ اور ان ہی کے راسخون فی العلم کی طرف ہے اسی لئے پہلے کہا گیا کہ اہل کتاب نہ صرف توراۃ وغیرہ کو مانتے ہیں (دیکھئے لکن الراسخون فی العلم منھم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک سورہ نساء ۱۶۲) یعنی مومن تو مانتے ہیں کہ مسیح کو جس طرح چاہا خدا نے رحم مادر میں خلق کیا۔ نصاریٰ کے راسخون فی العلم بھی اسے مانتے ہیں کہ خدا جس طرح چاہے خلق کر سکتا ہے۔ وہ ماں باپ تو کیا۔ بغیر والدین کے آدم کی طرح پیدا کر سکتا ہے۔

اہل کتاب کی تعریف

پھر اسی سورہ میں فرمایا کہ اہل کتاب میں مومن بھی ہیں لیکن اکثر فاسق ہیں سب برابر نہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ خزانے کا ڈھیر بھی دے دو تو واپس کر دیں۔ بعض ایک روپے پر ایمان بیچ ڈالیں۔ ان میں جو صالح ہیں وہ توراۃ کی آیات اللہ تلاوت کرتے ہیں اور راتوں کو سجدے کرتے ہیں۔

(۵) بحث تصور فی الارحام کی تھی آل عمران رکوع ۱)

چونکہ متشابہات بھی محکمات سے ماخوذ ہیں لہذا بحث صرف یہ تھی کہ خدا نے مسیح کو بغیر باپ کے کیسے پیدا کیا۔ قرآن نے اہل زیغ کو یہ جواب دیا کہ خود تمہارے راسخین فی العلم مانتے ہیں کہ خدا نے زکریا بوڑھے کو ایک بانجھ عورت سے بیٹا دیا وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا تو پھر تم یہ کیوں نہیں مانتے کہ خدا نے مسیح کو بے

Marfat.com

باپ پیدا کیا۔ لطف یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ مسیح کو سولی پر چڑھا کے دو چوروں کے درمیان قتل یعنی ذلیل کیا گیا۔ گویا تم یہ بھی سمجھتے ہو کہ خدا قتل اور ذلیل کیا جا سکتا ہے حالانکہ وہ اللہ زندہ ہے مر نہیں سکتا اور ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ معزز ہے اور بدلا لینے پر قادر ہے (واللہ عزیز ذوانتقام ۔ آل عمران ۳) اس کے علاوہ تم اپنے راسخین فی العلم سے پوچھ لو وہ بھی (ھوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء) کو مانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خدا "حی" ہے وہ مر نہیں سکتا۔ اس لئے مشرک نہ بنو اور محکمات کی روشنی میں تفصیلی آیتوں کو دیکھو۔

خلاصہ کلام

متشابہات کے سلسلے میں یہ مساہمت ہوئی کہ صرف ایک آیت کو سامنے رکھ کر اس کی تشریح و تفسیر کی گئی اور نتیجہ یہ پیدا کیا گیا کہ قرآن کی آیات یعنی اس کے "جملے" مومنوں کی سمجھ سے باہر ہیں۔ ان کا کنہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کرنا چاہئے حالانکہ واقعہ سراسر اس کے خلاف ہے۔ اس سورہ کے درمیان بدر وغیرہ کا ذکر آ جاتا ہے۔ اسے الگ کر دیا جائے اور سیدھی سادی زبان میں اس کا مفہوم بیان کیا جائے تو یہ ہے:-

۱۔ خدا قادر مطلق ہے اور حی قیوم ہے

اے نصرانیو تم میں بہت سے راسخین فی العلم ہیں وہ جانتے ہیں کہ قرآن بھی اسی طرح خدا کا نازل کردہ کلام ہے جیسا کہ توراۃ و انجیل ہے وہ جانتے ہیں کہ الکتاب کی بنیادی دفعہ (ام الکتاب) یہ ہے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے وہ زندہ (حی) اور اسی کے خلق کرنے سے ہر چیز قائم ہے۔

۲۔ مسیح کا باپ خدا نہیں ہے

لیکن تم میں جو اہل زیغ ہیں وہ صرف تفصیلی آیتوں بنات الکتاب (متشابہات) کی پیروی کرتے ہیں اور ام الکتاب (محکمات) کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب انجیل میں (اور قرآن میں بھی) یہ لکھا ہے کہ مسیح کا کوئی انسان باپ نہیں تھا اور مسیح

کلمتہ اللہ القاہا الیٰ مریم تھے۔ "ابتدا میں خدا تھا، کلمہ ہی خدا تھا۔ (انجیل) تو ظاہر ہے مسیح کا باپ سوائے خدا کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ بغیر باپ کے کوئی کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

اس قول کی تردید میں اسی سورہ میں قرآن نے تین مثالیں دی ہیں جو نصاریٰ کی توراۃ و انجیل میں بھی ہیں۔ ان کو نظرانداز کر دینے کی وجہ سے قرآن کا بہت سا حصہ مومنوں تک کے لے "مشتبہ المراد" بنا دیا جاتا ہے۔

الف: زکریا کا بیٹا

اے نصرانیو کیا تم نے توراۃ میں نہیں پڑھا کہ خدا نے زکریا کو بیٹا دیا جس کا نام یحییٰ تھا حالانکہ زکریا اتنا بوڑھا ہو گیا تھا کہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ تھا اور اس پر طرہ یہ کہ اس کی بیوی بانجھ تھی اور وہ خود اس مجبوری کو جانتا تھا (قال رب انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقر آل عمران) تو خدا نے کہا ایسا ہی ہو گا۔ میں اس طرح کے والدین سے بیٹا پیدا کرنے پر قادر ہوں (قال کذلک اللہ یفعل مایشیا۔ آل عمران)

ب: مسیح کو بے باپ پیدا کیا

اے نصرانیو! اسی طرح جب مسیح "کلمتہ اللہ" کی خوشخبری مریم کو دی گئی تو اسے تعجب تھا کہ میرے بچہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ کسی مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا (قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر آل عمران ع ۵) تو خدا نے کہا میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے کہتے ہی وہ بات ہو جاتی ہے۔ اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی (قال کذلک اللہ یخلق مایشاء ط اذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون۔ آل عمران ۵) یہ بات بھی متشابہ ہے یعنی تمہاری انجیل میں موجود ہے کہ خدا قادر مطلق ہے۔ اس کے حکم سے مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

ج: آدم کی مثال

دیکھو تمہاری کتابوں میں یہ بھی موجود ہے کہ آدم ؑ کو خدا نے کیچڑ سے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ اس لئے عیسیٰ کی مثال بھی آدم کی سی سمجھ لو کہ خدا نے اسے بے باپ پیدا

Marfat.com

کر دیا۔ اس میں شک نہ کرو (ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ الحق من ربک فلا تکن من الممترین آل عمران ع ۶)

آخر کار دعوت مباہلہ

لیکن ان تین کھلی کھلی دلیلوں کے بعد اگر تم نہیں مانتے اور حجت کرتے ہو تو آؤ مباہلہ کر لو کہ خدا قادر مطلق ہے۔ عیسیٰ بن مریم کا باپ نہیں ہے بلکہ اس کے حکم سے وہ بے باپ کے پیدا ہوا ہے۔ اور جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو (فمن حاجک۔۔۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔۔۔ آل عمران ع ۶)

مایعلم تاویلہ الا اللہ کے معنی

حقیقت میں اشکال یہ نہیں ہے کہ متشابہ کے کیا معنی ہیں۔ دقت یہ ہے کہ قرآن خود کہتا ہے کہ محکمات کے علاوہ بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کی کنہ اور حقیقت سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان باتوں کی حقیقت تک پہنچنے اور ان کی کنہ معلوم کرنے سے خدا روکتا ہے۔ قرآن کی کوئی آیت بمعنی فقرہ یا بات) ایسی نہیں کہ خدا نے ایسی زبان میں ہمیں بتایا ہو کہ ہم نہ سمجھ سکیں۔ خواہ محکم (بنیادی) باتیں ہوں یا متشابہ (یعنی تفصیلی) باتیں ہوں

ہم سورۃ العلق میں پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ ہمیں جو کچھ علم دیتا ہے وہ خدا ہی دیتا ہے اور جتنا علم وہ دیتا ہے اس سے زیادہ کا ہمیں علم نہیں ہوتا "علم الانسان مالم یعلم" کے یہی معنی ہیں کہ فیضان علم اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ لہذا خواہ وہ ام الکتاب (محکمات) ہوں یا بنت الکتاب (متشابہات) دونوں اللہ کے دیئے ہوئے علوم (کل من عند اللہ) ہیں وہ حق ہیں باطل نہیں وہ خدائے خالق کے دیئے ہوتے ہیں۔ شیطان مخلوق کے دلئے ہوتے نہیں۔ یعنی "متشابہات" بھی "محکمات" سے پیدا ہوتے ہیں اور دونوں اہل ایمان کے لئے واضح ہیں، اس لئے کہ اللہ ان کا معلم ہے۔

مختصر یہ کہ جو لوگ صرف متشابہات کو مانتے ہیں اور بغیر محکم کے مانے ہوتے ان کے

Marfat.com

بال کی کھال نکالتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی تاویل یا حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔ تم ضرور ان کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرو، لیکن محکمات کی روشنی میں کرو۔ اس کے بعد تم پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ جتنا علم اللہ دینا چاہتا ہے اس سے زیادہ نہیں ملتا۔ میر نے اس بے بسی کا اس طرح اعتراف کیا ہے۔

یہی جانا کہ کچھ نہ جانا، ہائے
پھر بھی اک عمر میں ہوا معلوم

طبعی علوم یعنی نیچرل سائنس کے ماہرین بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اپنے تجربے اور مشاہدے سے صرف اتنا جانتے ہیں کہ طبیعات، کیمیا، حیاتیات وغیرہ کے سلسلے میں "کیا" مشاہدہ کیا۔ مثلاً وہ یہ جان سکتے ہیں کہ پانی دو اجزاء سے مرکب ہے۔ اس میں ہائڈروجن کے دو ذرے اور آکسیجن کا ایک ذرہ ہے لیکن وہ یہ نہیں بتا سکتا کہ ایسا "کیوں" ہے۔ جب ان سے پوچھو کہ ایسا کیوں ہوتا ہے تو وہ اعتراف عجز کرنے پر مجبور ہیں کہ "ہم نہیں جانتے اللہ ہی جانے" کہ دو اور ایک کی نسبت سے یہ ذرے کیوں ملتے ہیں اور کیوں پانی بن جاتا ہے۔

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں ملا ہزاروں پنڈت کروڑوں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

اس عجز کے یہ معنی نہیں کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ ہم سائنٹیفک تحقیقات اور "تفکر فی الخلق" سے باز آ جائیں، نہیں، خدا بار بار ہمیں اپنے عقل و حواس کے استعمال کا حکم دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ جتنا علم وہ دینا چاہتا ہے اتنا ضرور دے گا اور ہر قدم پر تم محسوس کرو گے کہ سچا اور تحقیقی علم، اپنی عقل و کوشش سے اس وقت تک نہیں حاصل کر سکتے جب تک کہ تمہیں اللہ کی طرف سے غیبی مدد نہ ہو۔ اپنی کوششوں کی ناکامی ہر قدم پر قادر و توانا حی و قیوم خالق کی یاد دلاتی ہے۔ عرفت اللہ بفسخ العزائم (قول حضرت علیؓ)

اہل زیغ کی ہٹ دھرمی

سورہ آل عمران میں متشابہات کے سلسلے میں اہل زیغ کی ہٹ دھرمی کا ذکر ہے۔ کہا گیا ہے کہ تم اس محکم آیت کو تو چھوڑ دیتے ہو کہ خدا بغیر کسی علت کے صرف اپنے حکم سے مٹی تک سے آدم کو پیدا کر سکتا ہے لیکن اس بات کے پیچھے پڑ جاتے ہو کہ عیسیٰ بن مریم کو بغیر باپ کے پیدا نہیں کر سکتا بلکہ وہ خود اس کا باپ ہے اور مریم خدا کی بیوی ہے۔ حالانکہ جب یہ مان لیا جائے کہ خدا ہی خلق پر قادر ہے تو اس کی کھوج (تاویل) میں کیوں پڑتے ہو کہ خدا نے بغیر باپ کے "کس طرح" اور "کیونکر" عیسیٰ کو پیدا کیا۔ یہ ایسی بات ہے کہ اس کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یا تو یہ مان لو کہ صرف خدا ہی خلق پر قادر ہے یا اس سے بھی انکار کر دو کہ آدم کو خدا نے پیدا کیا تھا۔ گویا "خدا کی قدرت" ہی کا انکار کر دو۔ پھر نہ تو عیسیٰ خدا بن سکے گا، نہ خدا کو عیسیٰ کا باپ بناؤ گے۔ بہرحال یہاں تک بحث "تصور فی الارحام" کی تھی کہ خدا ہر طرح خلق کرنے پر قادر ہے۔ یہ نہیں تھی کہ اس حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ ضرور تحقیق کرو۔ جب عاجز ہو جاؤ گے تو یا تو اہل زیغ کی طرح منکر ہو جاؤ گے۔

چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

اور یا اعتراف عجز کر کے خدا رسیدہ بن جاؤ گے اور بول اٹھو گے سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم (اے اللہ ہمیں اتنا ہی علم حاصل ہوتا ہے جتنا تو دیتا ہے۔ تو ہی علم و حکمت والا ہے)

بہرحال نصارائے نجران کے سامنے سورہ آل عمران نازل ہوئی اور اگرچہ انہوں نے صاف صاف مسیح بن مریم کی الوہیت اور ابنیت سے انکار نہیں کیا لیکن مباہلے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر دلائل قرآن و توراۃ سے واضح ہو گیا کہ خدا بغیر معمولی اسباب کے صرف اپنے حکم سے جو چاہے خلق کر سکتا ہے۔ وہی "مصور فی الارحام" ہے اور وہی لفظ "کن" سے عدم سے وجود میں لا سکتا ہے۔ سورہ آل عمران کے مفہوم کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

آل عمران ع ۱۔ نصرانیو وہ خدا ہی کیا جو سولی پر مر جائے

الم :- (اے نصرانیو جیسا کہ تم کہتے ہو کہ خدا مر سکتا ہے، یہ غلط ہے) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ صرف وہ زندہ ہے (مرتا نہیں جیسا کہ مسیح کے متعلق تمہارا اقرار ہے کہ وہ مر گیا) بلکہ اس سے ہر شے زندہ و قائم ہے (یعنی مسیح کو اسی نے پیدا کیا تھا۔ بھلا ایک مخلوق کیسے خالق ہو سکتا ہے، دیکھو جس سرچشمہ علم سے توراۃ و انجیل آئی ہے اسی سے فرقان یعنی قرآن بھی آیا ہے۔ اور یہ پچھلے قوانین (کتب) کی تصدیق کرتا ہے (یعنی اس کی آیتیں اور احکام پرانی کتابوں سے مشابہ ہیں۔ اور اس میں بھی خدا کی خالقیت کی وہی مثالیں ہیں جو ان کتابوں میں آدم عیسیٰ، یحییٰ کی تخلیق کے متعلق ہیں کہ وہ بغیر کسی سبب کے صرف حکم الٰہی سے وجود میں آئے) جو لوگ ان آیات (دلائل) کو نہیں مانتے ان کے لئے عذاب شدید ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ زبردست بدلہ لینے والا ہے (جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے۔)

تصور فی الارحام :- اور علم غیب

نصرانیو تم سے بارہا کہا گیا ہے کہ چھپی ہوئی باتیں اللہ ہی جانتا ہے۔ اسی طرح وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی صورت گری کیسے کرتا ہے کوئی اور معبود ایسا نہیں جو اس کی طاقت و حکمت کی کنہ کو پہنچ سکے۔

محکمات یا ام الکتاب اور متشابہات یا بنت الکتاب

(پہلے کہا جا چکا ہے کہ "ام الکتاب" یعنی قوانین و احکام الٰہیہ کی جڑ یا ماں خدا کے پاس ہے : وام الکتاب لدینا یہاں نصرانیوں کو بتا دیا گیا ہے کہ خدا زندہ ہے اور سب کا تھامنے والا "قیوم" ہے خدا نے رسول عربی پر کچھ ایسی باتیں اتاری ہیں جو محکم یا ماں کی حیثیت رکھتی ہیں اور کچھ باتیں ایسی ہیں جو محکم باتوں سے مشابہ ہیں گویا ان کی بیٹیاں ہیں لیکن افسوس ہے کہ وہ لوگ خصوصاً نصرانی جن کے دلوں میں کجی ہے وہ بنیادی یا محکم باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں کہ اللہ حی و قیوم ہے اور ان باتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو بنیادی باتوں سے مشابہ ہیں اور انجیل و قرآن دونوں میں ہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہوتا

Marfat.com

ہے کہ اس حرکت سے فتنہ پیدا کریں اور اس حقیقت کی کنہ معلوم کریں کہ خدا کس طرح بغیر باپ کے بچہ پیدا کر سکتا ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سی باتیں ہیں جن کی کنہ و حقیقت تک پہنچنے سے تم عاجز ہو اللہ ہی جانے وہ کیسے کسی چیز کو خلق کر سکتا ہے۔

راسخین فی العلم

جو لوگ پکا علم رکھتے ہیں (خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی) وہ کہتے ہیں کہ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ خدا بغیر اسباب کے خلق کرتا ہے۔ ہر چیز کا وجود اللہ ہی کے حکم پر منحصر ہے (کل من عند ربنا) یہ بات اہل زیغ نہیں سمجھتے۔ صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

خدایا ہدایت کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر۔ یعنی جب ہم خدا کو قادر مطلق اور حی و قیوم مان چکے تو کسی اور بندے کو مثل عیسیٰ کے ہم ہرگز معبود نہیں مان سکتے۔ نہ خدا کو مجبور مان سکتے ہیں۔

(نوٹ:- دیکھیے راسخون فی العلم سورہ نساء رکوع ۲۲ آیت ۱۶۲ اس سے پہلے گزری

آل عمران۔ رکوع ۲ ان الدین عند اللہ الاسلام

خود اللہ اور فرشتے اور جاننے والے (یعنی الوالعلم اہل کتاب اور مومن) گواہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا (عیسیٰ یا عزیر) معبود نہیں ہو سکتا۔ وہی طاقت و حکمت والا ہے اور اللہ کو جو دین پسند ہے وہ یہی کہ کہ اس کا حکم مانا جائے۔ اس اطاعت کو اسلام کہتے ہیں۔ اور اہل کتاب میں یہ اختلاف کہ عیسیٰ بھی خدا ہے۔ اس وقت پیدا ہوا جب ایک دوسرے سے حسد اور ضد بڑھ گئی۔ بہر حال اگر اطاعت الٰہی (یا اسلام) کے معاملے میں وہ حجت کریں تو اہل کتاب اور امی دونوں سے کہہ دو کہ میں سوائے اللہ کے کسی کی اطاعت نہیں کرتا۔

آل عمران ۳ ع: اہل کتاب کی برگزیدگی پر تنبیہ

یہ نہ سمجھو کہ خدا کے چہیتے بندے ہو۔ کوئی قانون مکافات سے نہیں بچ سکتا۔ یقیناً دوبارہ پیدا ہو گے اور جزا سزا ملے گی وہ اللہ بادشاہ ہے وہی بطور قاضی کے آخری فیصلہ کرے گا وہ اس دنیا میں جسے چاہے عزت (سلطنت) دے اور جسے چاہے ذلت (غلامی) و محکومی میں ڈالے لہذا مومنوں کو چاہئے کہ منکروں اور مشرکوں کو اپنا دوست نہ سمجھیں۔

آل عمران۔ ۴ع۔ میری پیروی اللہ کو پسند ہے

اللہ کی محبت کا ثبوت یہ ہے کہ میری باتوں کو مان کر ان پر عمل کرو۔ اللہ اس سے خوش ہو گا۔ اس کے بعد حضرت مریم کا قصہ بیان ہوا ہے اور بتایا ہے کہ جو خدا بوڑھے آدمی کو عاقر سے بچہ دے سکتا ہے جو خدا مٹی سے آدم کو بنا سکتا ہے وہی کنواری سے بھی اولاد پیدا کر سکتا ہے ولادت مسیح کا ذکر انجیل کے ذکر سے متشابہ ہے۔ اس لئے اصل محکم آیت کو نہ بھولو کہ خدا خالق کل ہے مسیح خالق نہیں ہے۔

آل عمران: ۵ع: قدرت باری پر مسیح کی گواہی

مسیح کی بچپن سے کہولت تک یہی تعلیم تھی کہ میرا اور تمہارا رب اللہ ہے۔ اس تعلیم توحید باری تعالی کو چند کافر۔ یہودیوں نے یہ نہ مانا اور مسیح کو سولی کی سزا دلوائی۔ لیکن اللہ نے ان کا مکر نہ چلنے دیا (یعنی اصل محکم آیت اللہ کی الوہیت ہے جسے۔ یہود و نصاری کو توراۃ و انجیل میں تلاش کرنا چاہیے باقی تفصیلات متشابہات ہیں اور اس بنیادی تصور الوہیت کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں)

آل عمران ۶ع: مسیح کی شہادت

اس رکوع میں خدا فرماتا ہے کہ اے مسیح میں تجھے وفات دے کر تیرا درجہ بلند کروں گا۔ تو شہید ہے اور تیرا رتبہ میرے نزدیک (بوجہ شہادت) بلند ہے اور سچے مسیحیوں (یعنی مسیح کو رسول اللہ ماننے والوں کو) قیامت تک۔ یہودی کافروں پر غالب رکھوں گا اور قیامت میں اس جھگڑے کا فیصلہ میں ہی کروں گا کہ مریم پاکباز تھیں۔ اور مسیح ابن اللہ نہ تھے۔ اللہ کے بندے اور رسول تھے اور ان کی ولادت کس طرح ہوئی تھی) بس یہ سمجھ

Marfat.com

لو کہ جس طرح خدا نے آدم کو مٹی سے بے ماں باپ پیدا کر دیا۔ اس کے نزدیک یہ مشکل نہیں کہ صرف ماں سے اولاد پیدا کر دے۔ یہی حق ہے۔ اس میں شک نہ کرو۔

آؤ مباہلہ کر لو

اگر اس پر بھی نصاریٰ مسیح کو ابن اللہ کہتے رہیں یا یہودی مریم پر بہتان لگاتے رہیں تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ تم مباہلہ کرو اور کہہ دو کہ جو جھوٹا ہو اسے خدا تباہ کرے اور جہنم میں ڈالے۔

آل عمران ۷ ع اہل کتاب کو اتحاد کلمہ کی دعوت

سوائے اسلام کے کسی دین نے مختلف خدا پرست اقوام کو اتحاد کلمہ کی دعوت نہیں دی اور یہ نہیں کہا کہ سب انسان برابر ہیں اور سب کو رنگ و نسل و ملک کے امتیازات مٹا کر خدا بندگی میں متحد ہو جانا چاہئے (یہی بات سورہ مائدہ ۱۰ میں کی گئی ہے کہ) اے اہل کتاب آؤ ہم سب متحد ہو جائیں کہ سوائے خدا کے کسی کی بندگی نہ کریں گے نہ کسی انسان (مثل مسیح وغیرہ) کو اپنا معبود بنائیں گے۔

دین قدیم کیا ہے؟

اے اہل کتاب آؤ سب مل کر ایک اللہ کی بندگی کریں۔ یہی دین قدیم ہے۔

پروہتوں کا خاتمہ کر دو:-

آؤ پجاریوں اور احبار وغیرہ کی جماعت کو ختم کر دیں تاکہ ہر شخص بغیر کسی شفیع یا درمیانی دیوتا کے خدا تک اپنی آواز پہنچا سکے۔ لہٰذا اے اہل کتاب اس تعلیم حق کو جو تمہاری کتابوں میں موجود ہے نہ چھپاؤ اور حق میں باطل کی آمیزش نہ کرو۔"

اہل کتاب سے خاص رعایت

اس کے بعد نصاریٰ نجران سے معاہدہ ہو گیا۔ معاہدہ یہ تھا کہ وہ خدا پرستی کریں

Marfat.com

گے اور خدا اور رسول کی حمایت میں آ جائیں گے۔ ان کے کسی دینی یا دنیوی کام میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ رعایا کے اصلاح حال کی کوشش کریں اور ظلم کا ساتھ نہ دیں۔ ان پر ایک ٹکس (جزیہ) عائد کیا جائے گا اور ان ٹکسوں اور فوجی خدمتوں سے مستثنیٰ رہیں گے جو مسلمانوں پر عائد ہوں گی۔ یعنی ان سے زکواۃ اور فوجی خدمت نہ لی جائے گی لیکن ان کی حفاظت جان و مال و آبرو ایسی ہی ہوگی جیسی مسلمان خود اپنی کرتے ہیں۔

ارسال المصدقین ۹ھ

شروع سال ۹ ھ میں صدقہ یا زکواۃ جمع کرنے والوں کو روانہ کیا گیا تھا اور انہیں فاضل رقوم (عفو) کے وصول کرنے کا حکم تھا۔

مسلمانوں پر شرح زکات منصوص نہیں

(مسلمانوں پر زکواۃ اسی طرح فرض ہے جیسے خدا اور رسول پر ایمان لانا۔ لیکن اس کی شرح متعین نہیں۔ بلکہ دولت کتابیہ کی ضروریات کے اعتبار سے گھٹ بڑھ سکتی ہے۔ اس لئے جب آنحضرت نے غزوہ تبوک کے لئے چندہ جنگ جمع کرنا شروع کیا تو حضرت ابوبکر نے اپنا کل مال اور حضرت عمر نے نصف دے ڈالا۔

بقرہ ۲۶ ع : زکواۃ کتنی دی جائے

مسلمانوں نے پوچھا کہ انفاق کے لئے کیا دیں تو قرآن نے بتایا کہ جو کچھ بھی دے سکو دے دو۔ اور والدین۔ اقربین، یتیم مسکین و مسافر کے ساتھ جو بھی خیر کر سکو کرو (خیر = مدد مالی وغیرہ)

(بقرہ ۲۷ ع) کل فاضل رقم دے دو

اور پھر فرمایا کہ اپنی ضروریات سے جو فاضل رقم بچے وہ دولت کتابیہ کی ترقی کے لئے دے ڈالو۔ اس لئے کہ سلطنت کی ترقی ہر فرد کی ترقی ہے اور عالم انسانیت کی فلاح

Marfat.com

کے کام بھی اس انفاق سے ہو سکتے ہیں۔ (قتال شہر حرام کا پہلے ذکر آ چکا ہے دیکھئے فصل ہفتم)

سورہ توبہ ۔ ۸ ع ۔ مصارف زکواۃ

صدقات کا مال حسب ضرورت آٹھ مدوں پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ (۱) فقیروں پر (۲) مسکینوں پر (۳) صدقہ وصول کرنے والوں پر (۴) مؤلفۃ القلوب یعنی ان لوگوں پر جن کا ایمان کمزور ہو (۵) رقاب پر یعنی لوگوں کو قرض کی غلامی، عام غلامی اور خونبہا ادا کرنے کے سلسلے ہیں (۶) تاوان بھرنے والوں پر یعنی جو لوگ قرض یا جرمانہ نہ ادا کر سکتے ہوں (۷) اللہ کی راہ پر یعنی مجاہدوں اور مبلغین اسلام، علمی تحقیقات اور قحط و وبا کے دور کرنے کے سلسلے میں اور (۸) مسافروں کی تکلیفیں دور کرنے کے لئے (سڑکیں بنوانا اور مختلف امور عامہ کے لئے)

سورۃ الحجرات:۔ مسلمانوں کو ادب آموزی

اب مسلمان ایک مہذب (کتابی) قوم بن رہے تھے۔ اس لئے اس سورہ میں ان کو چند اصول و آداب مجلس بھی سکھائے گئے۔ تاکہ وہ زمانہ جاہلیہ کے اکھڑ پن کو چھوڑ دیں اور متمدن اور مہذب زندگی کے قواعد پر عمل کرنے لگیں۔ ان سے کہا گیا کہ قطع کلام نہ کیا کرو۔ دیوار کے پیچھے سے نہ پکارا کرو۔ چھوٹے کی بات کی تحقیق کر کے عمل کیا کرو۔ آپس میں لڑائی ہو تو صلح کرا دو۔ جتنے مومن ہیں۔ یعنی جو اللہ کو مانتے ہیں) وہ سب بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے کسی بھائی کا مذاق نہ اڑاؤ۔ بدگمانی اور تجسس نہ کرو اور سب سے بڑی بات یہ ہے نسل و رنگ پر فخر نہ کرو۔ یاد رکھو کہ اسلام اور ایمان میں بہت فرق ہے ایمان کا دل سے تعلق ہے اللہ کو مان کر جو شخص مصدق یوالدین ہے وہی عمل صالح کرے گا اور وہی اصل مومن ہے۔

زوجات نبوی کا احتجاج

دولت کتابیہ کے قیام کے بعد خیبر میں اور اس سے پہلے۔یہود مدینہ سے جو مال بغیر

Marfat.com

لڑے بھڑے ملا تھا اس میں۔ مجاہدین کا حصہ لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ اسے قرآن کی زبان میں فئی کہتے ہیں یہ مال نو جاندار رحمتہ اللعالمین کی ذاتی ملکیت تھی چونکہ آپؐ اور آپؐ کے اہل بیت پر زکات و صدقات کا روپیہ حرام تھا اس لئے زوجات کی معیشت اچھی نہ تھی۔ اموال ہوازن سے بہت بڑا حصہ نو مسلموں کے تالیف قلوب کے لئے خرچ کر دیا گیا تھا اور مکہ ہی میں بعض انصار و منافقین نے اس فیاضی پر چہ میگوئیاں شروع کر دی تھیں۔ حتیٰ کہ بعض نے یہ کہا تھا کہ محسن المفتوحین قریش کو سب مال دئے دیتے ہیں۔ اگرچہ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان کا خون ٹپک رہا ہے۔ بہرحال ان منافقوں نے مدینہ پہنچ کر زوجات نبوی کو بھڑکایا کہ تمہارا شوہر تو اب بادشاہ بن گیا ہے لیکن دشمنوں میں دولت بانٹ رہا ہے اور تم اسی طرح فقر و فاقہ میں گرفتار ہو جیسی پہلے تھیں۔ ہم تو ہر حال میں خوش ہیں لیکن آپ کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی۔ لیکن بیبیوں نے جواب دیا کہ ہم اور عام عورتیں برابر نہیں (دیکھئے سورہ احزاب) ہم تکلیف اٹھائیں گے تو ہمیں دگنا ثواب ملے گا۔

بی بی صفیہؓ

منافقوں نے اب یہ چال چلی کہ یہودی النسل حضرت صفیہؓ سے نکاح کرنے اور ان کی عزت افزائی کرنے کے معاملہ کو قریشی بیبیوں تک پہنچایا۔ انہوں نے حضرت صفیہؓ پر طعن و تشنیع شروع کر دی۔ لیکن آنحضرتؐ نے بی بی صفیہؓ سے فرمایا کہ تم سے زیادہ شریف کون ہو سکتا ہے تم پیغمبروں کی نسل سے ہو اور تمہارا شوہر بھی پیغمبر ہے۔ غرض کہ آنحضرت کی خانگی زندگی میں تلخی بڑھتی رہی۔

بی بی ماریہؓ کی عزت افزائی

حضرت ماریہ قبطیہؓ سے جناب ابراہیمؑ کی ولادت ہونے پر آنحضرت نے ان کا بھی پردہ کرا دیا۔ یعنی ایک باندی کو بی بی کا درجہ مل گیا۔ اس پر قریشی آزاد بیبیوں کو بہت

Marfat.com

غصہ آیا اور انہوں نے آنحضرت پر نرغہ کیا اور شدت کی (طبقات ص ۹۲) یہاں یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ جناب ابراہیم کی ولادت پر قرآن نے یہ قانون عام جاری کر دیا تھا کہ اگر کسی باندی کے بطن سے بچہ پیدا ہوا تو اس باندی کا درجہ آزاد عورتوں کے برابر ہو جائے گا وجہ یہ بتائی گئی کہ کوئی بچہ غلام نہیں پیدا ہوتا تو جب بچہ غلام نہیں تو ماں کیسے باندی ہو سکتی ہے۔

رحمتہ اللعالمین کی ولی عہدی کا معاملہ

۹ھ میں ابتداء میں منافقوں نے بی بی عائشہ کو ورغلانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ انہیں حضرت ماریہؓ سے تو نفرت تھی ہی لیکن اب یہ بدیہی بات تھی کہ ابراہیمؓ محمدؐ آنحضرت کے صلبی فرزند پیدا ہو گئے تھے۔ اور جاہلیہ اور دوسرے ملکوں کے عام رواج کے مطابق بیٹا ہی سردار قبیلہ یا امیر قوم بنایا جاتا تھا۔ منافقوں نے بھولی بھالی بی بی عائشہ اور تیز مزاج بی بی حفصہؓ کو اتنا اکسایا کہ انہوں نے آنحضرتؐ سے بی بی ماریہ کی عزت افزائی اور مساوات (اور جناب ابراہیم کی ولی عہدی کے مسئلہ) پر سخت احتجاج کیا۔ وہ منافقوں کے بھڑکانے پر یہی سمجھیں کہ عام دستور کے مطابق بیٹا باپ کی گدی سنبھالے گا اور ابراہیم امیر قوم بنیں گے۔ قرائن سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ کے کوئی اور نرینہ اولاد نہیں ہے۔ زید بن حارثہؓ (جو پہلے زید بن محمدؐ تھے) غزوہ موتہ میں شہید ہو چکے ہیں اور سوائے اسامہ بن زید اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کے کوئی قریبی رشتہ دار باقی نہیں ہے۔ البتہ سب سے پرانے رفیق، بی بی عائشہ کے والد حضرت ابوبکرؓ جو آنحضرت کے خسر بھی تھے موجود ہیں اور ان کے کئی لڑکے بھی ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ بھی آنحضرت کے خسر ہیں یعنی بی بی حفصہؓ کے والد ہیں۔ اس لئے جب بی بی عائشہؓ اور بی بی حفصہؓ نے بی بی ماریہؓ اور ابراہیم بن محمد کے خلاف محاذ بنالیا تو غالباً آنحضرت نے ابراہیمؓ بن محمد کو ولی عہد نہ بنانے کا عہد کر لیا۔ بلکہ شاید ان کے والدوں کا ذکر کیا۔ پھر ان میں سے ایک کو خلافت کے معاملہ میں یہی ادھوری بات بتائی یعنی یہ نہیں فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ میں سے کون خلیفہ ہو گا بلکہ تاکید کی کہ اسے راز میں رکھنا مگر

Marfat.com

عورتوں کی جیسی عادت ہوتی ہے انہوں نے ایک دوسرے سے خلافت کے معاملہ میں کچھ نہ کچھ کہنا شروع کیا۔ اس پر قرآن میں احکام نازل ہوئے کہ نہ تو کسی کے لئے کوئی حلال چیز حرام ہو سکتی ہے۔ نہ ناسمجھ عورتوں کو راز دار بنایا جا سکتا ہے۔

سورہ تحریم ا ع حلال کو حرام نہ بناؤ

اے رسول اپنی بعض بیبیوں کو خوش کرنے کے لئے حلال کو حرام کرنے کا تمہیں اختیار نہیں۔ اگر تم نے یہ عہد کیا ہے تو غلطی ہے اسے توڑ ڈالو۔ کسی اہم مسئلے کے سلسلے میں راز داری کے ساتھ کچھ باتیں ایک بیوی سے کہی گئی تھیں وہ اسے نہ چھپا سکی بلکہ دوسری سے کہہ دیا۔ لہذا دونوں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ رسول اللہ سے اس معاملہ پر مظاہرہ نہ کریں (ورنہ جب معاملہ اعلانیہ زیر بحث آئے گا تو) سوائے منافقوں کے (جو ہر معاملہ میں اسلام کی مخالفت کرتے ہیں) جتنے صالح مومن (یعنی غیر منافق) ہیں اور خدا اور جبریل اور فرشتے سب رسول کے ساتھ ہوں گے۔ یعنی رسول کو اختیار ہو گا کہ مسئلہ خلافت و امامت پر جو چاہیں فیصلہ کریں۔

یاد رکھو کہ معاملات دینی و ملکی میں تمہیں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ رسول تمہیں طلاق دے دے اور تمہاری جگہ پر نیک خصال اور نوجوان بیبیاں خدا عنایت کر دے۔

تحریم ۲ ع:۔ کفار اور منافق جہنمی ہیں

رسول کو سختی کے ساتھ ان سے لڑائی لڑنا چاہیئے (یہ دولت کتابیہ کے قائم ہونے کے بعد اب خلافت اور وراثت کے جھگڑے شروع کر کے مسلمانوں میں انتشار پیدا کر رہے ہیں) اور اے مومنہ عورتو یہ سمجھ لو کہ اگر شوہر اچھا ہے تو تمہیں جنت نہ ملے گی اور شوہر برا ہے تو تم جہنم میں نہ ڈالی جاؤ گی۔ اصل میں تمہارے اعمال تمہارا ساتھ دیں گے۔ جیسا کرو گی ویسا پاؤ گی۔ (یعنی یہ نہ سمجھو کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔ تو تم محض رسول کی بیوی ہونے کی وجہ سے جنت میں چلی جاؤ گی۔ یاد رکھو ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار

ہے)

لہذا عورتوں کو سیاسیات میں دخیل ہونا اور مردوں کا امور خانہ داری میں زیادہ دخل دینا مناسب نہیں۔ عورتوں اور مردوں کے اعمال زندگی کے حدود ہیں۔ ان میں ایک خاص نظم ہونا ضروری ہے۔

رومی سامراج سے مقابلہ کی تیاری

اب رحمۃ للعالمین نے ارادہ کیا کہ دولت کتابیہ میں اہل کتاب کو شریک کر لیں۔ اس لئے خصوصیت سے رومی سامراج کی طرف توجہ کی اور فوجی مصارف کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ قرآن نے انفاق اور صدقہ کی اس طرح تعریف کی۔

سورہ توبہ ۶ع: جہاد کی تعریف

مومنو جہاد فی سبیل اللہ سے نہ گھبراؤ اور بہانے نہ کرو اگر تم آگے نہ بڑھو گے تو اللہ دوسری قوم کو پیدا کر دے گا جو یہ کام کرے گی۔

غار ثور اور سکینہ و جنود اللہ

دیکھو صرف دو شخص ایک رسول اور دوسرے ابو بکر غار ثور میں تھے لیکن ایک تیسرا بھی تھا یعنی اللہ۔ اس نے اپنے رسول پر سکینہ اور اللہ کے فرشتے نازل کئے اور آج وہ مدینہ اور مکہ کا مالک ہے۔ اس لئے رومی سامراج کے مقابلہ میں چلنے پر بہانے نہ کرو۔ یاد رکھو کہ جہاد نہ کرو گے تو ہلاکت میں پڑو گے تمہاری قوم ہی ختم ہو جائے گی۔ تم کہاں بچ سکتے ہو۔

توبہ ۷ع:۔ نافرمانوں کا صدقہ بھی نہ قبول کرو

(بعض منافق تبوک میں جانے پر تیار نہ تھے لیکن مال سے مدد کرنا چاہتے تھے۔ ان کے متعلق قرآن نے حکم دیا کہ) "یہ منافق خوشی سے مال دیں، یا مجبوراً دینا چاہیں، کسی حال میں ان سے مدد نہ لی جائے نہ تو ان کی نماز قبول ہوتی ہے نہ ان کا انفاق قبول ہے۔

Marfat.com

خدا بندگی اور انفاق (جو بنیاد اسلام ہیں) ہرگز قابل قبول نہیں۔ اگر وہ بددلی سے کئے جائیں۔

سریہ فلس:- حاتم کی بیٹی کی عزت

ربیع الآخر ۹ ھ حضرت علی بن ابی طالب نے قبیلہ طے پر حملہ کیا اور قبیلے کے بت فلس کو توڑ کر مال غنیمت اور قیدیوں کو مدینہ لائے۔ ان میں عرب کے مشہور فیاض حاتم کی لڑکی بھی تھی۔ خود حاتم کا لڑکا عدی ملک شام کی طرف چل دیا تھا۔ رحمتہ للعالمین نے مسلمانوں سے کہا کہ یہ اس شخص کی لڑکی ہے جس میں مؤمن کی سب سے اچھی خصلت، یعنی سخاوت پائی جاتی تھی۔ اس لئے آپؐ نے نہ صرف اس لڑکی کو لباس اور زاد راہ دے کر آزاد کر دیا بلکہ اس کے قبیلے کے جملہ قیدیوں کو بغیر کسی فدیہ کے چھوڑ دیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ رومی سرحد پر مسلمانوں کا ایک وفادار دوست قبیلہ قائم ہوگیا۔ اس قبیلہ میں کثرت سے عیسائی تھے۔ عدی بن حاتم بھی عیسائی تھا۔ رحمتہ للعالمین کی رحمت و فیاضی سے اتنا متاثر ہوا کہ آکر مسلمان ہوگیا اور ۶۷ھ میں ایک سو بیس کی عمر میں وفات پائی۔

اب بعض ازدواجی مسائل پھر سامنے آگئے جو آئندہ سورہ میں بیان ہوئے۔

سورۃ الطلاق

مسلمان عورتوں کو طلاق دے سکتے ہیں۔ لیکن بیک وقت تین طلاقیں دے کر انہیں آزاد نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان کو چاہئے کہ جب تک وہ عورتیں کھلی ہوئی بے حیائی نہ کریں ان کو گھروں سے نہ نکالیں اور اصلاح حال کی کوشش کریں۔ عدت اور نفقہ کا خیال رکھیں اور بچے کو دودھ پلائے تو اس کی بھی اجرت دیں اور اللہ سے ڈرتے رہیں ناانصافی نہ کریں۔

غزوہ تبوک

رجب ۹ ھ ۱۴ اکتوبر ۶۳۰ء۔ شکست موتہ کے بعد نصاری کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ

مسلمانوں پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگے تھے۔ یہ خبریں نبطی روغن فروشوں سے جب مدینہ پہنچیں تو آنحضرت نے فوجی چندہ تیزی سے جمع کیا۔ حضرت عثمان نے اس لشکر کی تیاری میں بہت کافی مدد کی اور دوسرے صحابہ نے بھی دل کھول کر چندہ دیا۔ موسم سخت تھا اور کھجوروں کی فصل تیار ہو کر بازاروں میں آ رہی تھی۔ اس لئے بہت سے منافقوں نے جہاد کی شرکت سے کسی نہ کسی بہانے سے معذوری ظاہر کی۔ ان میں تین مخلص مسلمان بھی تھے اور جب غزوہ سے واپسی ہوئی تو صرف ان تینوں نے اقبال جرم کیا اور سزا کے بعد ان کی معافی ہوئی۔ منافقوں سے نہ چندہ لیا گیا نہ واپس آنے کے بعد ان کی عدم شرکت جہاد پر کوئی باز پرس ہوئی۔ ان پر قرآن نے اس طرح تنبیہ کی۔

سورہ توبہ ۹ ع: طمع مال پر تنبیہ

منافقو، طمع مال کی وجہ سے پہلے بھی بہت سی قومیں تباہ ہو چکی ہیں۔ یہ بات یاد رکھو۔

سورہ توبہ:۔ منافقوں پر سختی کا حکم

"منافق چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اپنی چغل خوری کی وہ سے پھوٹ ڈالیں (جیسا کہ انہوں نے مسئلہ خلافت کو اٹھا کر بیبیوں کو ورغلایا تھا) لہذا ان پر سختی کرو۔ لیکن جو وہ چاہتے تھے وہ نہ ہوا اگر یہ توبہ نہ کریں تو ان پر دردناک عذاب ہو گا۔ انہوں نے انفاق کا عہد کیا تھا۔ لیکن دولت پا کر اب منکر ہو گئے ہیں۔ حتیٰ کہ جو مسلمان انفاق کر رہے ہیں ان کا بھی یہ مذاق اڑاتے ہیں اے رسول تو ان کے لئے لاکھ معافی مانگے۔ خدا انہیں ہرگز معاف نہ کرے گا۔"

غرض کہ آپؐ نے تیس ہزار فوج کے ساتھ جن میں دس ہزار سوار تھے۔ تبوک کی طرف کوچ کیا۔ یہ مقام دمشق کے قریب واقع ہے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہرقل شہنشاہ قسطنطنیہ حمص میں ہے آپ وہاں ایک مہینے تک مقیم رہے اور نصرانی بادشاہ کی ہمت نہ ہوئی کہ آ کر مقابلہ کرے۔ اس درمیان میں آنحضرت نے قرب و جوار میں چھوٹے چھوٹے فوجی دستے روانہ کئے۔ دومتہ الجندل کا رئیس اکیدر نصرانی تھا۔ اسے خالد

گرفتار کر لائے اور اس نے جزیہ پر اطاعت قبول کر لی۔ اسی طرح بعض اور نصرانی رئیس بھی جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ اور دولت کتابیہ مدنیہ کی سرپرستی میں اپنے مذہب پر قائم رہے۔

جماعتی انقلاب

چونکہ اس فوجی نقل و حرکت میں تیس ہزار فوج نے دو مہینے باہر رہنے میں صرف کیے۔ اس لئے کل نفقہ ختم ہو گیا۔ اکثر جگہ اتنی کثیر فوج کو پانی بھی نہ ملا۔ بعض جگہوں لوگوں نے پتے کھا کر گزارا کیا۔ غرض کہ اس فوجی مشق یا گرد اوری نے مسلمانوں کو آزمائش میں ڈال کر پکا سپاہی بنا دیا۔ ان کی ہمت و یکجہتی اور اللہ کے نام پر رضا کارانہ خدمت سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کی ایک مرکزی پارٹی بھی بن گئی ہے اور وہ پارٹی اس قابل ہو گئی ہے کہ بڑی بڑی جماعتوں اور قوموں میں ذہنی و مادی انقلاب پیدا کر سکے۔

یہ جماعتی انقلاب ایک دن کا کام نہ تھا۔ نہ یہ انقلابی سپرٹ عربوں میں پہلے سے موجود تھی۔ واقعہ تو یہ ہے کہ ان میں سوائے انفرادی تکبر و نخوت اور انتقام کی عادت کے، جماعتی فلاح و بہبود کا کوئی تصور ہی نہ تھا۔ صرف آنحضرت کی ایک شخصیت ایسی تھی جس نے نراج کو نظم و ضبط کے سانچے میں ڈھال کر بے مقصد سے افراد کو ایک صاحب مقصد قوم بنا دیا یا یوں کہنا چاہیئے کہ آنحضرت کے عملی دل و دماغ نے بیس سال کے اندر شکستہ اور پامال مٹی کے ڈھیلوں کو نئے سانچوں میں ڈھال کر ایک خوبصورت پیمانہ بنا دیا۔ پھر اس پیمانے کے ذریعے سے امن و ترقی کا روح پرور مشروب ہر ملک و قوم کو بقدر ذوق و طلب سیراب کرنے لگا۔

حاجی بره کعبه و من طالب دیدار
او خانه همی جوید و من صاحب خانه

رمضان میں واپسی پر منافقوں کو یہ قرآنی وعید سنائی گئی۔

Marfat.com

سورۃ توبہ ۱۱ ع:- قاعدین پر عتاب

جو لوگ جنگ میں نہیں گئے نہ مال سے مدد کی وہ جہنمی ہیں۔ اب کسی مہم پر یہ جانا بھی چاہیں تو انہیں ساتھ نہ لیا جائے۔

سورہ توبہ ۱۲ ع

کمزور اور مفلس جہاد سے مستثنیٰ ہیں۔ لیکن مالدار منافقوں سے پرہیز کیا جائے۔ ان کی خطا معاف نہیں ہو سکتی۔ اگر تم نے معاف بھی کر دیا تو خدا معاف نہ کرے گا۔

مسجد ضرار

منافقوں نے فتنہ انگیزی اور پھوٹ ڈالنے کی ایک نئی ترکیب یہ کی تھی کہ قبا میں اپنی مسجد الگ بنالی تھی اور اس میں بیٹھ کر کے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے تھے بلکہ نصرانیو سے ساز باز کر کے وہاں ابو عامر راہب کو بلانے اور سازشیں کرنے کا سامان کیا تھا۔ آنحضرت سے چاہا کہ آپ بھی وہاں نماز پڑھ لیں تو گویا یہ مسجد بھی مقدس سمجھی جائے۔

سورہ توبہ ۱۳ ع۔ مسجد ضرار

اس مسجد کے متعلق قرآن کا یہ حکم ہوا کہ یہ مسجد مسلمانوں کی یکجہتی کو ضرر پہنچانے کی نیت سے بنائی گئی ہے اور ابو عامر فاسق کی سازش کے لئے کام میں لائی گئی ہے۔ اس میں نہ جا۔ بلکہ اس مسجد میں جا جو قبا میں پہلے تعمیر ہو چکی ہے۔

اس حکم کے بعد یہ مسجد توڑ دی گئی۔

سورہ توبہ ۱۴ ع قبول توبہ

تین مسلمانوں نے تبوک میں نہ جانے پر اظہار ندامت کیا اور اقبال جرم کر لیا۔ ان کی توبہ قبول کی گئی۔ اور ان کی تعریف کی گئی۔

Marfat.com

سورہ توبہ ۱۵ ع سچوں کو نجات

سچوں کا ساتھ دینے والوں کو نجات کی خوشخبری دی جاتی ہے اور سفر تبوک میں مصیبتوں اور بھوک پیاس کی تکلیفوں کے امتحان سے جو لوگ گزر گئے وہ اس کا اجر پائیں گے۔

سورہ توبہ ۱۴ ع قبول توبہ:۔

تین مسلمانوں نے تبوک میں نہ جانے پر ندامت کیا اور اقبال جرم کر لیا۔ ان کی توبہ قبول کی گئی اور ان کی تعریف کی گئی۔

سورۃ توبہ ۱۵ سچوں کو نجاف:۔

سچیوں کا ساتھ دینے والوں کو خوشخبری دی جاتی ہے اور سفر تبوک میں مصیبتوں اور بھوک پیاس کی تکلیفوں کے امتحان سے جو لوگ گزر گئے وہ اس کا اجر پائیں گے۔

سورہ توبہ ۱۶ ع قتال میں سختی کا حکم

قتال میں سختی کرو۔ نرمی کو راہ نہ دو۔ آپس میں محبت رکھو۔ رحمۃ للعالمین مومنوں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی ذرا سی تکلیف پر بے چین ہو جاتے ہیں لیکن جو منافق آپ سے منہ موڑتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول کو صرف اللہ کی مدد پر بھروسہ ہے۔ جو عرش عظیم کا مالک ہے اسے منافقوں کی مدد کی ضرورت نہیں۔

وفد ثقیف : رمضان ۹ھ

طائف کے رہنے والے بنو ثقیف نے اب محسوس کیا کہ دولت مدینہ (یعنی آنحضرتؐ) کی اطاعت کے سوا چارہ نہیں۔ نہ تو مکہ کی تجارت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ نہ عراق یمن جا سکتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ایک وفد مدینہ بھیجا اور بت پرستی سے توبہ کی لیکن وہ بت شکنی سے ڈرتے تھے۔ اس لئے کہ لات دیوی کا رعب ان کے دلوں پر چھایا ہوا تھا۔

Marfat.com

جہاد و زکات سے معافی

اس کے علاوہ انہوں نے جہاد اور زکات سے بھی معافی مانگی۔ آنحضرت نے انہیں ان دو باتوں سے مستثنیٰ کر دیا اور فرمایا کہ جب اسلام کی خوبیاں ان کے دلوں میں جاگزیں ہو جائیں گی تو وہ بھی ان فرائض کے محاسن سے واقف ہو کر جہاد و انفاق میں مسابقت کرنے لگیں گے (سنن ابو داؤد۔ خبر طائف) لیکن چونکہ بت شکنی سے وہ ڈرتے تھے، اس لئے اس دیوی کی بے چارگی ثابت کرنا ضروری تھا۔ اس لئے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے جا کر اس دیوی کو ڈھا دیا اور جیسا کہ اہل طائف سمجھتے تھے کہ کوئی بلا نازل ہو گی کچھ بھی نہ ہوا بلکہ اس کے اندر سے مسلمانوں کو بہت سا خزانہ ملا۔

حجۃ الاسلام ۹ھ (یکم ذی الحجہ ۹ھ۔ ۱۱ مارچ ۶۳۱ء)

یہ حج خالص مسلمانوں کے طریقے کا تھا۔ اگرچہ اس میں مشرک شریک تھے، لیکن اس حج میں ۸ھ کے حج کی طرح دونوں نے الگ الگ حج نہیں کیا۔ نہ مشرکوں کا گذشتہ سال کی طرح کوئی امیر الحج تھا۔ مکہ اور طائف دونوں فتح ہو چکے تھے اور عرب اور بیرون عرب سے جو لوگ آ کر حج کے میلے میں شریک ہوتے ان سب کو اس حج میں یہ حکم سنا دیا گیا کہ آئندہ یہ حج صرف ان لوگوں کا ہو گا جو اللہ کو مانتے ہیں اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس حج میں مدینہ سے حضرت ابو بکرؓ امیر الحج بنا کر بھیجے گئے اور ان کے ساتھ تین سو مسلمان حج کرنے گئے ان کے جانے کے بعد آپؐ نے حضرت علیؓ کو اعلان برات سنانے کے لئے روانہ کیا اور انہوں نے حج کے دوسرے دن یعنی ۱۰ ذی الحجہ ۹ھ کو مندرجہ ذیل قرآنی کا اعلان سب لوگوں کو سنا دیا۔

سورہ توبہ ا ع مشرکین کے معاہدے

جن مشرکوں سے معاہدے کئے گئے تھے اور وہ توڑتے رہے تھے اب وہ سب معاہدے ختم سمجھیں۔ پھر بھی یہ رعایت کی جاتی ہے کہ چار مہینے کی انہیں مہلت دی جاتی

ہے۔ اگر وہ اللہ پر ایمان لے آتے اور اس کے رسول کی اطاعت کر لی تو خیر ورنہ ان سے جنگ کی جاتے گی۔ ہاں وہ کلام الٰہی سننے کے لئے مہلت چاہیں تو انہیں امن دیا جاتے گا۔ اس کے بعد انہیں صلوٰۃ و زکواۃ کو ماننا پڑے گا۔

البتہ بنو ضمرہ، بنو مدلج، بنو کنانہ وغیرہ سے (یعنی جن لوگوں سے کسی خاص مدت تک کے معاہدے ہیں) وہ باقی رکھے جائیں گے۔ اس لئے کہ عہد شکنی بہت بڑا گناہ ہے۔

توبہ ۲ ع

جن لوگوں سے معاہدے ختم کئے جاتے ہیں وہ ناقابل اعتبار ہیں اور بار بار عہد شکنی کر چکے ہیں۔

توبہ ۳ ع:- صلاۃ مع زکواۃ

اس کے علاوہ انہیں ایسی عبادت گاہوں سے کیا واسطہ جن میں اللہ کی عبادت ہوتی ہے اور وہاں بت باقی نہیں۔ ان میں وہی لوگ جا سکتے ہیں جو اللہ کو مانتے ہوں اور زکات بھی دیتے ہوں (صرف اللہ کو ماننا کافی نہیں)

توبہ ۴ ع:- سکینہ و جنود اللہ

حنین میں سکینہ اور جنود اللہ نازل ہوئیں تب فتح ہوتی۔ حالانکہ کثرت سے مشرک اور منافق ساتھ تھے لیکن ان کی وجہ سے مسلمان بھی بھاگ نکلے آخر وہ مجاہد جو بیعت رضوان کر چکے تھے فتح یاب ہوتے۔ اس لئے ان ناپاک مشرکوں کو اللہ کی مسجد میں نہ آنے دو وہ اللہ کے علاوہ دیوتاؤں سے ڈرتے ہیں مشرکوں کے نہ آنے سے حج کے میلے کی رونق کم نہ ہوگی بلکہ تھوڑے دنوں میں یہ مشرک بھی تجارت کی کساد بازاری سے تنگ آکر مومن بن جائیں گے۔

اہل کتاب پر جزیہ

اور جو اہل کتاب ہیں انہیں جزیہ دینا ہو گا۔ وہ اپنے مذہب پر باقی رہ سکتے ہیں اس لئے

Marfat.com

کہ وہ اللہ کو مانتے ہیں اور اللہ کے قوانین کو تسلیم کرتے ہیں۔

سورہ توبہ ۵ ع:- اہل کتاب کے متعلق

مگر وہ یہ غلطی کرتے ہیں کہ انسانوں کو ابن اللہ مانتے ہیں اور اپنے پروہتوں کی پرستش کر کے انسانی وقار کو خاک میں ملاتے ہیں۔ بہرحال اب اللہ کا نور (اسلام) پھیل کر رہے گا اور یہ غلط کار اہل کتاب بھی راہ پر آجائیں گے۔ اور سچے دین کی فتح ہوگی۔ جو یہودی سودی روپیہ کھاتے ہیں وہ بھی پشیمان ہونگے۔ دولت کتابیہ میں دھوکے سے (سود جوا وغیرہ) سے مال لوٹنے کی گنجائش نہ رہے گی اور جو لوگ خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں کنجوسی اختیار کر کے مال و دولت جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے وہ بھی جہنم میں جائیں گے اور وہاں اسی مال دولت سے ان کو داغا جائے گا۔

عام الوداع ۱۰ھ ۹ اپریل ۶۳۱ء

محسن المفتوحین کی زندگی کا یہ سال امن و امان کے زمانے میں تعمیری کاموں کی طرف متوجہ ہونے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی سال اگرچہ معمولی سرئے بھی روانہ کئے گئے۔ مگر اصل کام دو تھے۔ ایک تو تدوین قرآن اور دوسرا امن و ترقی اور حقیقت اسلام کا پیغام تھا جو حج کے موقع پر آپؐ نے دنیا کو دیا۔

تدوین قرآن: رمضان ۱۰ھ

رمضان کا مہینہ ہمیشہ کرسمس کے زمانے کے قریب ہوتا تھا اور مسیحی دنیا میں ۱۵ نومبر سے ۲۵ دسمبر تک ولادت مسیح کی آمد کی خوشی منائی جاتی تھی اور سچے مسیحی چالیس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ آنحضرت بھی نبوت سے پہلے عیسائی اسلام کے پابند تھے اور غار حرا پر روزہ اور تحنث میں اسی رمضان کے موسم میں وقت صرف کیا کرتے تھے۔

مدینہ میں رمضان کے روزے فرض کئے گئے اور آپؐ نے یہ دستور مقرر کر لیا تھا کہ اس مہینے کے دس دن دنیا کے کاروبار سے الگ ہو کر مسجد میں اعتکاب میں بیٹھ

Marfat.com

جاتے تھے اور خاموشی سے یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اسی زمانے میں ہر سال جتنا قرآن نازل ہو چکتا تھا۔ اس کو مختلف سورتوں میں مرتب کر دیتے تھے۔

۱۰ ھ میں آپؐ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ اور اس سال آپؐ نے قرآن کو دو مرتبہ دہرایا اور سورتوں کو مرتب کیا۔ اس میں فرشتہ وحی (جبریل) نے آپؐ کا ساتھ دیا۔

اس کے بعد بھی قرآن کی تنزیل جاری رہی اور الگ الگ قرطاسوں کی کتابت بھی ہوئی۔ لیکن ان میں سے ایک یعنی سورہ توبہ کو بقیہ تنزیل یعنی سورہ مائدہ سے بسم اللہ لکھ کر الگ نہیں کیا گیا۔ اسی لئے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اگرچہ سورہ مائدہ اور سورہ توبہ میں دو سورتیں کر دی گئیں۔ لیکن سورۃ توبہ کو بسم اللہ لکھ کر علیحدہ نہیں کیا گیا تھا اس لئے وہ اسی طرح موجودہ مصاحف میں باقی ہے۔

البقرہ۔ ع ۳۸۔۳۹ (۲۷۴۔۲۸۳) انفاق سے خوف و حزن دور ہوتا ہے۔ قرض تحریری ہو تو بہتر ہے، اور رہن با قبضہ ہونا چاہئے۔

وفات جناب ابراہیم بن محمد (۲۹ شوال ۱۰ ھ ۲۷ جنوری ۶۳۲ ء)

۷ ھ زید بن حارثہ (جو پہلے زید بن محمد تھے) غزوہ موتہ شہید ہو چکے تھے۔ اب آپ کے صلبی بیٹے جناب ابراہیمؑ کی عمر سترہ اٹھارہ مہینے کی تھی کہ ۲۹ شوال ۱۰ ھ کو ان کا انتقال ہو گیا۔ اس دن ۱۰ ھ میں سورج گہن پڑا (بخاری) حساب سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(دیکھئے انڈین کلنڈر از سیول (SEWELL) مطبوعہ لندن ۱۸۹۶ء۔ نقشہ کسوف و خسوف از ڈاکٹر شرام (SCHRAM) آف ویانا)

Marfat.com

منافقوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جناب ابراہیم آنحضرت کے ولی عہد ہوں گے۔ اسی لئے انہوں نے ان کے اور ان کی ماں کے خلاف تحریک شروع کر دی تھی۔ اب اس انتقال سے ان کی زبان بند ہو گئی۔ لوگوں نے کہا کہ سورج گہن اس لئے پڑا ہے کہ ابن النبی کا انتقال ہوا ہے۔ آپؐ نے فوراً اس کی تردید کی اور کہا کہ چاند سورج خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں کسی کے مرنے جینے سے ان میں گہن نہیں لگتا۔ اس موت پر آنحضرت اور مسلمانوں کو بہت رنج ہوا۔ حضرت عائشہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ ابراہیم کے مرنے پر خوش ہوتیں اور آنحضرت کے رنج و ملال پر تعجب کرنے لگیں اور بولیں کہ اتنے سے بچے کے مرنے پر اتنا رنج کرنا ضروری نہیں۔

حج ۱۰ ھ کی تیاری

اس سال رحمۃ للعالمین نے اعلان کر دیا کہ خود حج میں جائیں گے اور سوائے ان مشرکوں کے جن سے دوستانہ معاہدوں کی میعاد باقی ہے اور کوئی مشرک اس میں شریک نہ ہو سکے گا۔

فاتح اور نبی کا فرق

پوری سیرت پڑھ جائیے آپ کو آنحضرت کے جارحانہ حملہ کا کہیں نام و نشان نہ ملے گا۔ مکہ میں تیرہ سال تو تلوار کا ذکر ہی نہیں۔ البتہ مدینہ کے دوسرے سال سے تلوار کا نام بدر سے شروع ہوتا ہے کسی بھی تاریخ کے ورق الٹ کر دیکھ لیجئے۔ بدر میں قریش نے حملہ کیا۔ رسول اللہ نے مدافعت کی۔ احد میں حملہ کیا' مدافعت کی۔ پھر خندق میں پورے عرب اور یہود کو ساتھ لے کر حملہ کیا۔ آپؐ نے مدافعت کی۔ عمرہ حدیبیہ میں' ذی قعدہ کے پر امن مہینہ میں آپؐ نے عمرہ بیت اللہ کرنا چاہا۔ قریش نے روک دیا۔ آپؐ کے ساتھ اگرچہ بڑی طاقت تھی مگر قتال نہیں کیا۔ آخر ۸ ھ میں قریش نے معاہدہ شکنی کر کے مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ کا قتل عام کیا۔ اس وقت بیعت رضوان کرنے والوں نے مظلوموں کی دادرسی کے لئے مکہ کا رخ کیا۔ لیکن قتال کی نوبت

Marfat.com

نہ آتی۔ اس لیئے کہ رحمتہ للعالمین نے اپنے ساتھیوں کو اتنا پھیلا دیا تھا اور مسلسل مختلف قبائل کو اس طرح ابو سفیان کے سامنے سے گزارا تھا کہ اس کا دل دہل گیا اور وہ مطیع ہو گیا۔ پھر رحمتہ لعالمین نے اعلان عام کر دیا کہ جو شخص حرم کعبہ میں یا ابو سفیان کے یہاں یا اپنے گھر میں بیٹھا رہے گا وہ قتل نہ ہو گا۔ اس اعلان کے یہ بھی معنے تھے کہ ہم اتنے طاقتور ہیں کہ ہم سے لڑنا بے سود ہے۔ بہتر ہے کہ گھروں میں چھپ رہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بغیر قتال کے مکہ میں داخلہ اور قبضہ ہو گیا اگرچہ اسے عام مورخ فتح مکہ لکھتے ہیں۔ لیکن واقعہ صرف یہ ہے کہ مکہ ایک کھلا شہر بن گیا تھا اور مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد حنین کا واقعہ بھی دفاعی تھا۔ طائف کا محاصرہ بھی کیا گیا۔ مگر چند روز کے بعد اٹھا لیا گیا۔ تبوک بھی نصرانیو کے اشتعال پر فوج گئی۔ لیکن قتال نہیں ہوئی۔ آخر کس جگہ آنحضرت یا مسلمانوں نے بزور شمشیر کس ملک یا قوم کو فتح کیا اور فتح کرنے کے بعد بجبر مسلمان بنایا۔ تاریخ ان واقعات سے خالی ہے اگر آنحضرت نبی نہ ہوتے اور معمولی فاتح ہوتے تو آپ کی پوری زندگی خون و آتش کا ایک افسانہ ہوتی۔ اور دنیا میں امن و ترقی کی جگہ یا تو بے کس مصلح اور سنیاسی نظر آتے، یا ایسے پروہت اور پجاری باقی رہ جاتے جو ظالموں کا دست راست بن کر انسان کے جسم و جان کا جوہر نکالا کرتے اور حق پرستیوں کا خون چوس کر نہ صرف خوش ہوتے بلکہ غلامی اور جہل کو رائج کر کے انسانی دماغ کی تخلیقی قوتوں کو ہمیشہ کے لیئے دفن کر دیتے۔ آج ہم فخر و غرور سے کہہ سکتے ہیں کہ جناب محسنؐ المفتوحین رحمتہ لعالمین تھے اور آپؐ نے علوم و معارف کے دروازے کھول کر مساوات انسانی کی جو بنیاد ڈالی تھی اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا کی پامال قوموں میں پیہم انقلاب آتے ہیں اور آتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ پوری انسانیت، مساوات عدل و علم کی علمبردار بن جائے گی۔

اس زمانہ میں سورہ مائدہ نازل ہوئی تھی۔ اس کے احکام پر امن سوسائٹی کی ترقی کے لیئے آج بھی مشعل راہ ہیں اور جو لوگ ابدی سچائیوں کی تلاش میں ہیں انہیں جماعت انسانی کے اس دور میں جس میں کہ ۱۰ ھ کا عرب تھا۔ سورہ مائدہ کی حقیقت افروز نصیحتیں قانون حیات کا کام دے سکتی ہیں۔

Marfat.com

سورۃ المائدہ (رکوع ۱) وفائے عہد کی تعلیم

مسلمانو۔ یہ نہ سمجھنا کہ سب مشرک واجب القتل ہیں۔ جن مشرکوں نے بد عہدی نہیں کی ان سے عہد پورا کرو۔ بد عہدی کرنا نہایت ہی ذلیل حرکت ہے۔ دشمن سے بھی انصاف کرو۔

احرام میں خونریزی نہ کرو

حج کا احرام باندھ لینے کے بعد کسی کی جان نہ لو حتیٰ کہ درخت کا پتہ بھی نہ توڑو۔ مکمل امن و محبت کا نمونہ بن جاؤ۔ نہ لوٹ مار کرو۔

الاسلام

سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرو۔ اسی کے بندے ہونے کا اعلان کرو۔ یہی الاسلام ہے اہل کتاب کے پاکیزہ گوشت کھا سکتے ہو اور ان کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو (یعنی قدیم یہودیوں اور ہندوؤں کی سی چھوت چھات اور شادی بیاہ سے نفرت ختم کی جاتی ہے۔

مائدہ ۲ ع: دشمن سے بھی انصاف کرو

یعنی دشمن کے خلاف بھی جھوٹی شہادت نہ دو۔ عدل ہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ یہودیوں نے احزاب میں مسلمانوں کو تباہ کر ڈالنا چاہا تھا۔ ان کے متعلق کہا گیا کہ ان کے دشمن ہو جانے کے باوجود ان سے انصاف کرو اور معاف کر دو۔

مائدہ ۳ ع۔ یہود و نصاریٰ کو معاف کر دو

اے رسول۔ یہود و نصاریٰ کی پچھلی حرکتوں کو معاف کر دو۔ یہ لوگ خدا سے خدا پرستی کا عہد کر چکے ہیں۔ اگرچہ اپنی بات چیت میں تحریف کرتے ہیں اور آپس میں لڑتے ہیں۔ لیکن اللہ کو معاف کر دینا اور احسان کرنا پسند ہے۔ معاف کر دو (یہاں یہ

Marfat.com

نوٹ کر لیجئے کہ یہود سے نفرت اس زمانے میں تھی جبکہ وہ مخالفین اسلام و بد عہد تھے۔ فتح خیبر کے بعد وہ دولت مدینہ میں داخل ہو چکے تھے اور ان کی حفاظت مسلمانوں پر واجب تھی)

اسمہ احمد

نصف اول:- مائدہ ۶ ع

یہاں چند سزاؤں کا ذکر ہے۔ مفسروں نے یحرفون الکلم سے تحریف کلام اللہ یا توراۃ مراد لی ہے۔ یہ درست نہیں۔ قرآن پہلے بھی کہہ چکا ہے کہ وہ اپنی بات چیت میں اس طرح زبان کو اٹھلاتے ہیں جیسے سلام کو سام یا انظرنا کی جگہ راعنا بولتے ہیں حتیٰ کہ وہ بعض ایسی عبارتیں پڑھتے ہیں کہ بظاہر ترتیل سے معلوم ہو کہ یہ توراۃ ہے حالانکہ وہ توراۃ نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ بہت سی باتیں چھپاتے ہیں۔ فارقلیط (احمد) کے ذکر کو جو توراۃ میں ہے ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ بہرحال قرآن نے ان سب باتوں کو افشا کر دیا ہے۔

مائدہ: ۱۱ ع۔ یہود کے مقابلہ میں نصاریٰ زیادہ پرہیز ہیں

نصاریٰ کے دل ایمان والوں سے زیادہ قریب ہیں ان میں عالم اور راہب (سنیاسی) بھی ہیں اور جب قرآن سنتے ہیں تو وہ حق بات کو پہچان کر رونے لگتے ہیں۔

مائدہ ۱۲ ع۔ ۱۳ ع۔ ۱۴ ع چند ہدایات

چوری کی سزا قطع ید ہے لیکن توبہ کرے تو معاف کیا جا سکتا ہے پاکیزہ چیزیں کھاؤ لیکن صرف کھانا پینا ہی مقصد زندگی نہیں۔ حد سے نہ گزرو اور اگر جھوٹی قسم کھاؤ یا عہد کر کے توڑ دو تو جرمانہ دو یا ایک غلام آزاد کرو۔ شراب، جوا، شگون اور کہانت گندی چیزیں ہیں ان سے اسی طرح بھاگو جیسے شیطانی گندگی سے بھاگتے ہو۔ احرام کی حالت میں شکار نہ کھیلو۔ فضول باتیں نہ پوچھا کرو۔ تمہیں دوسروں سے کیا مطلب اپنے کام سے کام رکھو۔ وصیت کے لئے گواہ کر لیا کرو۔ (یاد رکھئے کہ جوا کھیل کر شراب پلانا جاہلیہ میں

Marfat.com

فیاضی کا طریقہ تھا)

مائدہ ۱۵ ع ۱۶ ع عیسیٰ کی تعلیم توحید

عیسیٰ نے جب خدا کے حکم سے مردے زندہ کیے تو یہودی کہتے تھے کہ یہ ساحر ہے خدا نے یہودیوں کے بہتان سے اسے بچایا اور بہت سے حواری ایمان لاتے کہ یہ خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ عیسیٰ کے حواری بھی نہایت سادہ لوح تھے وہ کہتے تھے کہ خدا سے دعا کرو کہ آسمان سے کھانا نازل ہوا کرے۔ عیسیٰ نے ان سے کہا کہ یہ بھی ممکن ہے لیکن اگر پھر تم نے نافرمانی کی تو بجائے کھانے کے عذاب نازل ہو گا۔ خبردار مجھے یا میری ماں کو معبود نہ ماننا کہ میں خود مردے کو زندہ کر سکتا ہوں۔ میں خود خدا کی بندگی کرتا ہوں۔ میں بندہ ہوں خدا کیسے ہو سکتا ہوں۔

وفات یا شہادت مسیح کے بعد

خدایا جب تک میں لوگوں میں موجود تھا اس وقت تک میں نے انہیں وہی تعلیم دی جس کا تو نے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ جب تک میں ان میں موجود رہا۔ میں ان کا حال دیکھتا رہا۔ لیکن جب تو نے میرا وقت حیات پورا کر دیا (اور میں شہید ہو گیا تو تو ہی ان کا نگراں ہے اور ان کے ہر حال سے واقف ہے۔ چاہے انہیں معاف کر چاہے سزا دے۔ ہر جگہ تیری بادشاہی ہے۔ اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

حجتہ الوداع یا حج محمدیؐ ۱۰ھ

۲۵ ذی قعدہ ۱۰ کو رحمتہ للعالمین نے غسل فرما کر احرام باندھا۔ کل زوجات کو ساتھ لیا۔ اور لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے مرالظہران پہنچے اور غسل کے بعد باب بنی شیبہ سے مکہ میں داخل ہوتے۔

۷ ذی الحجہ کو مکہ میں ایک خطبہ دیا۔ ۸ کو مکہ سے منیٰ گئے۔ رات کو وہاں قیام فرمایا

Marfat.com

اور ۹ ذی الحج کو نماز فجر کے بعد میدان عرفات کی طرف چلے۔ راستہ میں مزدلفہ سے آگے وادی نمرہ میں قیام فرمایا اور ظہر کے بعد عرفات کے میدان میں داخل ہو کر مقام ہضاب میں وقوف فرمایا۔ آپ دعا مانگتے رہے اور غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ آئے۔ مغرب و عشاء کی نمازوں کو جمع کیا۔ صبح کو عورتوں اور بچوں کو آگے روانہ کر دیا اور وہاں سے طلوع شمس سے پہلے روانہ ہو گئے اور منیٰ پہنچ کر رمی جمار کیا۔ پھر ۶۳ اونٹ خود نحر کئے اور ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ نے آپ کی طرف سے نحر کئے۔ اس کے بعد سر منڈایا۔ ناخن ترشوائے اور کپڑے پہن کر خوشبو لگائی اور لوگوں کو حکم دیا کہ خوشی مناؤ اور خوب کھاؤ پیو۔

خطبہ حج یعنی دنیا کو خوف اور بھوک سے بچانے کی تعلیم کا خلاصہ: ۱۱ ذی الحجہ ۱۰ھ

آج وہ یتیم جو بچپن میں اسی میدان میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک شہنشاہ قلوب کی حیثیت سے ایک اونٹنی پر سوار ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ انسانوں کا مجمع اس کا آخری پیام سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہے نہیں وہ معمولی بادشاہ نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے لباس میں کسی دوسرے سے ممتاز نہیں۔ وہ بالکل اسی طرح ایک معمولی تہ بند باندھے ہوتے ہے جس طرح دوسرے۔ وہ اسی طرح ایک چادر اوڑھے ہوتے ہے جس طرح کوئی معمولی مسکین۔ وہ اسی طرح ناخن اور بال بڑھاتے ہوتے مسافر کی طرح نظر آ رہا ہے جس طرح کوئی مسافر دور دراز کا سفر کر کے آیا ہو۔ اور اپنے بادشاہ، اپنے آقا، اپنے مولا کے پاس پہنچ کر زبان حال سے اپنی عمر بھر کی کمائی پیش کر رہا ہو۔

آج جناب امیر العالمینؐ، سید المجاہدینؐ، مصدق المرسلینؐ، محسن المفتوحینؐ، رحمتہ للعالمینؐ ایک مسکین غلام کی طرح اپنے آقا کے سامنے، اپنے بائیس سالہ کھیتی کا ماحصل لیتے ہوتے کھڑے تھے اور اپنے دل کی گہرائیوں اور دماغ کے گوشوں سے ڈھونڈھ

Marfat.com

ڈھونڈھ کر ان باتوں کو بیان کرنا چاہتے تھے جو دنیا کو صراط مستقیم، نعمت و رحمت کی طرف لے جاتی ہیں۔

یکایک آپؐ کی نظر مکہ کے سب سے بڑے کافر امیہ بن خلف کے مسلمان بیٹے ربیعہؓ پر پڑی۔ آپؐ نے ربیعہؓ کو جو بہت بلند آواز تھے اپنے قریب بلایا۔ شاید اس میں یہ بھی مصلحت ہو کہ دنیا دیکھ لے کہ آج سب سے بڑے کافر و سرکش کا بیٹا ایک یتیم و مسکین کا حلقہ بگوش ہے۔ پھر ربیعہ سے فرمایا کہ جو کچھ میں کہوں وہ بلند آواز سے کہتے جاؤ۔ اور کمال شان بلاغت سے پوچھا:

لوگو آج کونسا مہینہ ہے؟

لوگوں نے کہا شہر الحرام

لوگو یہ کونسا مقام ہے؟

جواب ملا کہ بلد الحرام

پھر پوچھا یہ دن کونسا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ حج اکبر (یعنی بڑے میلے) کا دن

اس پر آپؐ نے منتظر دل و دماغ پر جن کلمات کی ضرب لگائی وہ یہ تھے۔

۱۔ قصاص، سرقہ تہمت وغیرہ حرام ہیں

"مسلمانو جس طرح آج کا دن، آج کا مہینہ اور آج کا مقام حرام اور مقدس ہے اسی طرح تمہاری جان، مال، عزت، آبرو، ایک دوسرے کے لئے قابل احترام ہے۔ دیکھو میں تمہیں حکم دینے سے پہلے خود اپنے خاندان سے پہل کرتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ ربیعہ بن حارث بن مطلب کا ایک بچہ جو بنو لیث میں رضاعت کے لئے بھیجا گیا تھا، وہاں بنو حذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ میں خون معاف کرتا ہوں۔ اب قصاص باقی نہیں۔"

۲۔ بے محنت کے کسی کا مال کھانا حرام ہے

Marfat.com

"اسی طرح میرے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب سود سے مال کماتے ہیں۔ یہ اکل مال بالباطل ہے۔ میں سب سود معاف کرتا ہوں۔"

۳۔ نخوت جاہلیہ اور افتخار نسل و رنگ ختم کیا جاتا ہے

"لوگو جو شیطانی نخوت و غرور جاہلیہ میں تھا۔ اور نسل و رنگ کی بناء پر ایک قبیلہ دوسرے سے اور ایک آقا غلام سے امتیاز رکھتا تھا وہ سب جھگڑے میں اپنے دونوں پیروں کے نیچے روندے ڈالتا ہوں۔ لوگو یاد رکھو کہ تم سب نسل آدمؑ سے ہو اور آدمؑ محض معمولی کیچڑ سے بنے تھے۔ فخر و بزرگی تو صرف وہی کر سکتے ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں اور اللہ کی بندگی کرتے ہوں۔"

۴۔ خطاکار ہی سزا کا مستحق ہے

عدل و انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ جو خطا کرے وہی سزا پائے (یعنی قصاص کا یہ طریقہ نہایت غلط ہے کہ قبیلے کے کسی بھی بے گناہ شخص کو خون کے بدلے میں قتل کر دیا جائے۔ یا کسی گنہگار۔ آقا کے بدلے غلاموں کو قتل کر کے یہ سمجھایا جائے کہ انصاف ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ یہ نہ سمجھو کہ خون اور گوشت خدا کو پہنچتا ہے اور تم کسی جانور کو ذبح کر کے اس کے بدلے میں یہ سمجھ لو کہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ اصل چیز تقویٰ اور انابت ہے جو صراط مستقیم یا اسلام ہے)

۵۔ غلاموں کو آزاد کرو

"مسلمانو۔ ارقاء کم ارقاء کم اپنے غلاموں کو ہرگز نہ بھولو جو تم کھاؤ وہ انہیں کھلاؤ جو تم پہنو انہیں پہناؤ۔ وہ بھی تمہارے ہی جیسے انسان ہیں۔ ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو اور اگر وہ آزادی چاہیں تو ان سے مکاتبہ کر لو۔ یعنی انہیں وقت دو کہ دوسری جگہ کام کر کے تمہاری رقم ادا کر دیں اور آزاد ہو جائیں۔"

۶۔ غلام و آزاد سب برابر ہیں

"یاد رکھو کہ قانون الٰہی کے سامنے سب انسان برابر ہیں۔ لہذا اگر ایک غلام بھی تمہارا سردار اور امیر بنایا جائے تو جب تک قانون الٰہی پر چلے اس کی اطاعت ہر مومن پر فرض ہے۔

۷۔ عورت کے حقوق

لوگو عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم نے اللہ کے نام پر انہیں بیوی بنایا ہے۔ تم دونوں کا ایک دوسرے پر حق ہے۔ لیکن عورت کا مزید حق یہ ہے کہ دستور کے مطابق تم انہیں کھانا کپڑا بھی دیتے رہو۔

۸۔ جہاد برائے ترقی حزب اللہ

اللہ والوں کے گروہ کو ترقی دینے کی کوشش کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یہ تمام دولتوں سے بہتر ہے۔" (حزب الشیطان کو نیچا دکھانا ہر اللہ والے کا فرض ہے)

اس کے بعد آپؐ نے پھر پوچھا کہ لوگو قیامت کے دن میرے کام کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے؟ لوگوں نے کہا بلغت وادیت و نصحت (ہم گواہ ہیں کہ اللہ کا پیغام آپؐ نے پورے طور پر پہنچا دیا ہے) یہ سن کر آپؐ نے آسمان کی طرف انگشت شہادت اٹھائی اور کہا۔ اللھم اشہد خدایا دیکھ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں (۱۱) پھر آپ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو یہاں موجود ہے۔ غیر موجود یا غائب شخص کو یہ میرا پیغام پہنچا دے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اس کو زیادہ بہتر طریقے پر سمجھ کر عملی جامہ پہنا سکے۔

نسی

حج کے بعد یہ قاعدہ تھا کہ ناسی الشہور، بنو کنانہ، جو تشیوں کے خاندان کے پاس لوگ آتے تھے کہ آئندہ سال کس مہینہ میں ذی الحجہ ہو گا۔ وہ قمری سال کو شمسی بنانے کے لئے ہر دوسرے تیسرے سال ایک مہینہ بھلا دیتا تھا۔ یعنی آنے والے صفر کو سال میں سے گھٹا دیتا تھا اور اس کا شمار قمری سال میں نہیں ہوتا تھا۔ یعنی ہندو مصر و ایران کی طرح قمری سال میں کچھ دن ہر سال یا تیسرے سال بڑھا کر اسے شمسی موسم کے مطابق کر

Marfat.com

دیتا تھا اور سال میں جس مہینہ کو چاہتا تھا نسی کر دیتا تھا۔ آنحضرت نے حکم قرآنی سے اس جھگڑے کو ختم کر دیا اور فرمادیا کہ سال کے بارہ مہینے ہوا کریں گے اور کوئی مہینہ گھٹایا بڑھایا نہ جائے گا۔ تاکہ جو حلال مہینے ہیں وہ حلال رہیں اور جو حرام ہیں وہ حرام رہیں۔ جو تشنیوں کی شیطنیت کو اس میں دخل نہ ہو۔ (ابن سعد ۱۴۴)

سورہ توبہ : آخر ۵ ع

قضائے الٰہی سے آنحضرت کا انتقال آئندہ سال ہو گیا۔ لیکن آپ فرما گئے تھے کہ موسم حج اعتدال شمسی کے زمانے میں ہو رہا ہے جبکہ دن رات برابر ہیں اگر اس کا لحاظ رکھا جاتا تو اسلامی سال بھی مسیحی سال کی طرح بارہ مہینہ کا شمسی سال ہو جاتا۔ مگر لوگوں نے اس مسئلہ پر توجہ نہ دی۔ آخر مجبوراً چند سال کے بعد فصلی سال شمسی سال کے مطابق بنانا پڑا۔ لیکن مذہبی سال قمری باقی رہ گیا اور حج و رمضان سال کے پورے موسموں میں گردش کرنے لگا۔ حجۃ الوداع تک ہمیشہ ذی الحج مارچ میں اور رمضان دسمبر میں ہوتا تھا۔ اسی طرح حج اصغر، رجب یا ستمبر اکتوبر میں جشن نوسرود کے وقت ہوا کرتا تھا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس مسئلے پر غور کر کے اپنا بارہ مہینے کا شمسی سال بنالیں تاکہ منشائے نبوی اور منشائے قدرت دونوں پورے ہو جائیں۔ یعنی نجومیوں اور کاہنوں کا خاتمہ ہو جائے اور ہر شخص صحیح موسم میں عبادت و تجارت کر سکے۔

اس بات کا قرآنی ثبوت کہ مواسم حج اعتدال۔ ربیع و خریف کے موقع پر ہوا کرتے تھے۔ سورۃ القریش میں موجود ہے۔ یہی امن و تجارت (حج (یعنی میلے) کے دن ہوتے تھے جبکہ حج اکبر (مارچ میں) اور حج اصغر ستمبر میں ہوتے تھے۔ اور اب بیت اللہ کی بدولت لوگوں کو جوع اور خوف سے بذریعہ میلہ و تجارت کے نجات ملتی تھی (رحلۃ الشتاء والصیف۔ القریش)

اسی طرح رمضان بھی ہمیشہ نومبر دسمبر میں ہوتا تھا اور مسیحی روزے جو ولادت مسیح کی خوشی میں رکھے جاتے تھے۔ اسی زمانہ (رمضان) میں ہوتے۔ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم) میں ان ہی عیسائی صیام کی طرف اشارہ ہے اور خود رسول

Marfat.com

کریم نے ہمیشہ ان ہی زمانوں میں روزے رکھے اور شمسی سال کے اعتبار سے اعتدال ربیعی کے وقت حج اکبر اور اعتدال خریفی کے وقت حج اصغر کیا۔

عام الحزن یا عام الوفات ۱۱ ھ مطابق ۶۳۲ ء

۶۲۸ء میں پرامن طریقہ پر مکہ فتح ہوا۔ اور سلاطین عالم کو بارگاہ نبوی سے دعوت امن واتحاد دی گئی۔ لیکن بوڑھے خسرو پرویز نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور اس کے بیٹے کا وده (شیرویہ) نے اسے قتل کر کے تخت سنبھالا لیکن وہ بھی چند ماہ کے بعد مر گیا اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ غالباً ایران فارس کی حکمراں تھی کہ شہنشاہ ہرقل سے اس کی صلح ہو گئی اور دونوں سلطنتوں نے پرانی سرحدوں کو پھر تسلیم کر لیا۔ ۶۳۲ء میں خسرو پرویز کا نابالغ پوتا یزد جرد تخت پر بٹھا دیا گیا اور ہرقل کو "اصلی صلیب" واپس کر دی گئی۔

اسی زمانے میں ہندوستان سے گوتم بدھ کا مذہب امن و مساوات باختر تک پھیل چکا تھا۔ اور اگرچہ ہندوستان کے برہمن گوتم بدھ کو دیوتا بنا کر اور اس کے مذہب کو سنسکرت زبان میں ترجمہ کر کے عوام سے دور کر چکے تھے بلکہ بڑی حد تک مٹا چکے تھے لیکن ہیون تسانگ، چینی سیاح ۶۲۹ء میں یہ ذکر کرتا ہے کہ یہ مذہب ہند سے باہر دور دور پھیل چکا تھا اور جو لوگ ہند کے برہمنوں کے ستائے ہوئے تھے وہ دوسرے ملکوں میں پناہ لے رہے تھے۔ بہرحال تعجب ہوتا ہے کہ ہند میں جہاں یہ مذہب پیدا ہوا اسے پناہ نہ ملی اور ہند سے باہر ایشیا بھر میں پھیل کر اس مذہب کی شکل کچھ سے کچھ ہو گئی۔

اسی زمانے میں نصرانیوں کا نسطوری فرقہ وسط ایشیا تک بڑھ گیا تھا اور نصاریٰ کے مذہب اور کلیسا کے متعدد فرقے ایک دوسرے کو کافر بنا رہے تھے۔

۶۳۲ء میں رحمۃ للعالمین کی عمر تریسٹھ سال کی ہو چکی تھی۔ عرب کی سخت آب وہوا اور مسلسل جدوجہد کی زندگی نے اس قابل نہ رکھا تھا کہ آپ زیادہ عرصے تک میدان عمل میں رہیں۔ اس عمر میں تریسٹھ اونٹوں کو نحر کرنے میں جو مشقت آپ پر پڑی اس کا یہ

Marfat.com

نتیجہ تھا کہ آپ مکہ ہی سے بیمار ہو کر مدینہ آئے۔ حالات ایسے تھے کہ دولت کتابیہ کا پورے عرب پر بھی پورا تسلط نہیں ہوا تھا۔ آپ کو نہ صرف سیاسی بلکہ سوشل زندگی اور مختلف افراد کی خانگی زندگی کے معاملات بھی طے کرنے پڑتے تھے۔ کاموں کا بوجھ روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ سابقون الاولون مکہ میں ہی تیار ہو چکے تھے اور مہاجر و انصار کی ایک سمجھدار جماعت مدنی زندگی کے آخر میں بن گئی تھی۔ ان ہی لوگوں نے ۶ ھ میں بیعت رضوان کی تھی اور ایسی سربکف جماعت موجود تھی جس نے اللہ کی رضامندی کے لئے اپنی جان اور مال بیچ ڈالا تھا۔ لہذا آنحضرت کو اطمینان تھا کہ جو پیغام وہ پہنچا چکے ہیں اس کو کتاب اللہ کی روشنی میں چلانے والے سمجھدار لوگ موجود ہیں۔

مکہ سے واپسی اور خطبہ غدیر خم

حج سے واپسی پر خم کے تالاب پر آپؐ نے قیام فرمایا۔ یہ تالاب مدینہ کے راستہ میں ہے۔ یہاں بریدہ اسلمی نے حضرت علیؓ کی شکایت کے ساتھ ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ رحمتہ للعالمین نے اس موقع پر فرمایا "کہ لوگو تم اہل بیت کا احترام کرو۔ میں تم میں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اہل بیت۔ دوسرے کتاب اللہ جو ان دونوں کو مضبوط پکڑے گا۔ نجات پائے گا۔ جب کا میں مولی ہوں علیؓ بھی اس کے مولی ہیں۔ اس کا دوست میرا دوست اس کا دشمن میرا دشمن ہو گا۔"

بقرہ:۔ ۴۰ ع:۔ قرآن کی آخری اور جامع دعا

"اللہ بادشاہ ہے، وہی علم الغیب ہے وہی قادر مطلق ہے۔ کل نبیوں کا پیغام ایک ہی ہے اور اس کو ہم مانتے ہیں۔ انسان مجبور ہے۔ خدا ہی مختار و قادر ہے۔ لہذا جہاں تک ممکن ہو نیک عملی اختیار کرو، اس لئے کہ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے اور خدا سے اپنی بھول چوک کی معافی مانگتے رہو اور کہو کہ خدایا ہم پر کام کا اتنا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاعت سے باہر ہو۔ ہم پر رحم کر تو ہمارا آقا ہے۔ کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر، تاکہ انہیں ہم تیرا بندہ بنا سکیں۔

سریہ اسامہ بن زید (۲۷ صفر ۱۱ھ ۔ ۲۴ مئی ۶۳۲ء)

پورے عرب میں اسلام پھیل چکا تھا۔ لیکن شمال میں نصاریٰ کا ظلم بڑھ رہا تھا اور رومی سلطنت کے جنگی ٹیکسوں اور غلام سازیوں اور مذہبی تکفیروں سے پورا شام و مصر پریشان تھا۔ مسلمانوں کو سریہ موتہ میں شکست ہو چکی تھی۔ لہذا جب آنحضرت کو معلوم ہوا کہ نصاریٰ پھر تیاریاں کر رہے ہیں تو انہوں نے موتہ کے شہید، زید بن حارثہ کے بیٹے، اسامہؓ کو بلایا جتنے جلیل القدر صحابی تھے خواہ وہ مہاجر تھے یا انصار سب کا سردار اس غلام زادہ کو بنایا جس کی ماں باندی تھیں۔

عمر کے اعتبار سے حضرت اسامہؓ صرف اٹھارہ سال کے تھے۔ بیماری کی حالت میں رحمتہ للعالمین نے اپنے ہاتھ سے اسامہ کا جھنڈا باندھا اور مسلمانوں پر ثابت کر دیا کہ اب نسل و رنگ کا امتیاز دنیا میں نہ رہے گا اور حج اکبر کے خطبہ کے الفاظ کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

جناب اسامہؓ نے شہر سے باہر فوج جمع کی اور آنحضرت سے اتوار کے دن رخصت لینے آئے۔ لیکن آنحضرت کا اگرچہ درد بڑھ گیا تھا۔ لیکن آپ نے انہیں نہیں روکا اور فرمایا اغزُ علیٰ برکتہ اللہ (اللہ کی برکت سے غزوہ کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ) لیکن اسامہؓ کی ماں، حضرت ام یمنؓ نے دوشنبہ کے دن ان کو خبر دی کہ آنحضرتؐ کے مرض کی شدت بڑھ گئی ہے۔ لہذا وہ رک گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو میں چاہتا ہوں کہ تم اسامہؓ سے اچھا سلوک کرو اور اس کی اطاعت کرو۔

(رحمتہ للعالمین کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ہو چکی تو آپ نے پہلا کام یہی کیا کہ حضرت اسامہؓ کی امارت میں جو فوج تیار ہوئی تھی اسے یکم ربیع الآخر ۱۱ھ کو روانہ کر دیا۔ یاد رکھئے کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ اہل ارتداد نے مدینہ پر یورش کر رکھی تھی۔ اور اسلام ہی ختم ہونے والا تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جو جھنڈا آنحضرت خود اپنے دست مبارک سے باندھ گئے ہیں اسے میں کیسے کھول سکتا ہوں۔ بہرحال یہ فوج گئی اور مال غنیمت لے کر واپس آئی۔)

وفات نبوی

سہ شنبہ ۲۹ صفر ۱۱ ھ (۲۶ مئی ۶۳۲ء) کو آنحضرتؐ کا مرض شروع ہوا۔ آپؐ اس سے پہلے گذشتہ شب کو بقیع کے قبرستان میں گئے تھے۔ وہاں سے دعائے مغفرت کر کے واپس آئے تو درد سر اور بخار میں مبتلا ہو گئے۔ غالباً یہ میعادی بخار تھا۔ سلسلہ علالت دو ہفتہ جاری رہا۔ آپ نے اپنی بیویوں سے اجازت لے لی کہ حضرت عائشہؓ ہی کے مکان میں رہیں اور حسب معمول مختلف زوجات کے یہاں قیام نہ کریں سب نے اجازت دی۔ آپ دو ہفتے زیادہ بیمار رہے لیکن کمزوری کی حالت میں بھی مسجد میں نماز کے لئے آتے رہے آخری تین دن بوجہ ناطاقتی کے نہ آسکے۔ آپؐ نے محسوس کر لیا تھا کہ میرا وقت قریب آگیا ہے لہذا آپؐ نے فرمایا کہ جو لوگ انبیاء کی قبروں کی پرستش کرتے ہیں وہ لعنتی ہیں۔ ہرگز میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ انصار کے متعلق بھی فرمایا کہ ان کی قدر کرنا اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرنا۔ وفات سے ایک دن پہلے آپؐ نے اپنے چالیس غلاموں کو آزاد کر دیا۔ سب مال خیرات کر دیا۔ ہتھیار مسلمانوں کو بخش دئے۔ زرہ ایک یہودی کے یہاں رہن تھی۔ آخری شب چراغ میں تیل نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک پڑوسن سے کچھ تیل منگوا کر چراغ روشن کیا۔

آخری وصیت نماز اور غلام

آپؐ نے جو آخری الفاظ فرمائے وہ یہ تھے الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا۔

آخری کلمہ

آخری کلمہ آپ کی زبان سے یہ نکلا کہ آپؐ نے اپنا ہاتھ اوپر کر کے فرمایا اللھم الرفیق الاعلی (میرا اللہ۔ میرا بلند رفیق ہے) یہ کہتے ہی ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ھ کو ہاتھ لٹک پڑا اور پتلی اوپر کو چڑھ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالات بعد وفات

صحابہ پر شدت غم نے یہ اثر کیا کہ بعض لوگ اپنی عقل کھو بیٹھے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ہرگز نہیں مرے۔ سوائے عباسؓ بن عبدالمطلب اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اور سب پریشان ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ خبر سنی تو انا للہ کہا اور واصفیاہ واخلیلاہ کہہ کر خوب روئے اور پھر آ کر رحمۃ للعالمین کے چہرے سے چادر اٹھائی۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا طبت حیاً و میتاً یعنی آپ زندگی اور موت دونوں میں پاکیزہ ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ لوگوں جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ مر گئے لیکن جو اللہ کو پوجتا تھا تو خدا زندہ ہے۔ حی و قیوم ہے۔ وہ کبھی نہ مرے گا۔

اس کے بعد آنحضرت کی وصیت کے مطابق حضرت علیؓ نے غسل دیا اور حضرت اسامہؓ اور حضرت فضلؓ بن عباس اہل بیت سے غسل میں شریک ہوئے۔ جس تخت پر وفات ہوئی تھی وہاں باری باری سب نے دعائے جنازہ کی۔ پھر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں قبر کھودی گئی اور وفات کے بتیس گھنٹے بعد ۱۴ ربیع الاول یوم سہ شنبہ کو رات کے وقت آپ کا جسد اطہر سپرد خاک کر دیا گیا۔

Marfat.com

حرف آخر

سیرت نبوی کا دنیا کو پیغام

آن قوم کہ در عشق دو لا پیوستند بر خود در تزد یرد ریا در بستند
در زاویہ صدق و صفا بنشستند وز کشمکش حرص و ہوا وارستند
(جامیؒ)

پس منظر اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی بسر کرنے کے کئی طریقے (یعنی دین و مذہب) دنیا میں رائج تھے۔ نتائج کے اعتبار سے ان میں سے بعض اچھے تھے بعض برے یعنی بعض پر عمل کرنے والوں کا سراسر بھلا تھا اور بعض ایسے تھے جن پر عمل کرنے میں صرف ایک مختصر جماعت کا بھلا اور دوسروں کا نقصان تھا۔ مختصر یہ کہ جو ادیان (یا زندگی کے قانون) یہ سکھاتے ہیں کہ کل انسان مساوی ہیں اور بھائی بھائی ہیں وہ سچائی پر ہیں اور نور و ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں۔ بخلاف اس کے جو ادیان تنگ نظری سے صرف ایک مخصوص گروہ کا بھلا چاہتے ہیں اور انسانی مساوات کو اونچ نیچ میں تقسیم کر کے مساویانہ حقوق و ترقی سے روکتے ہیں وہ باطل ہیں اور ظلمت و ضلال کی طرف لے جاتے ہیں۔

پیام محبت و رحمت

دنیا اور آخرت کی فلاح کے لیے رسول عربی نے بھی وہی پیام محبت و رحمت دنیا والوں کے سامنے پیش کیا جو ابتدائے عالم سے ہر مصلح و ہادی پیش کرتا رہا ہے۔ یعنی (۱) خدا کے مطیع یا مسلم بن جاؤ اور (۲) یہ مان لو کہ ہر اچھے کام کی جزا اور برے کام کی سزا مل کے رہے گی خواہ دنیا میں ملے خواہ آخرت میں ملے۔ خدا کے غلام یا بندہ بننے کے

Marfat.com

یہ معنی ہیں کہ تم سب یہ تسلیم کرتے ہو کہ بہ حیثیت انسان ہونے کے کسی انسان کو دوسرے پر نسل و رنگ و علم و عقل کی وجہ سے فوقیت نہیں ہے۔ آدم کی اولاد ہونے کی وجہ سے سب برابر ہو۔ لہذا بھائی بن کر رہو اور اپنے ہی بھائیوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگو۔ محبت کے یہ معنی ہیں کہ محبوب کا بھلا پیش نظر ہو اور رحمت اسے کہتے ہیں جس میں ماں کی طرح ایسا جوش ایثار و قربانی ہو جائے کہ بچے کی خدمت کی مصیبتیں راحت معلوم ہونے لگیں اور بقول ابو سعید ابوالخیر حالت یہ ہو جائے کہ

تا روئے ترا بدیدم اے شمع طراز نے کار کنم، نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں با تو بودم، مجاز من جملہ نماز چوں بے تو بودم، نماز من جملہ مجاز

کوئی کہتا ہے کہ

دل بدست آور کہ حج اکبرست از ہزاراں کعبہ یک دل بہترست

کوئی یہ بتاتا ہے کہ

عبادت بہ از خدمت خلق نیست بتسبیح و سجادہ و دلق نیست

مولانائے روم فرماتے ہیں کہ

شادباش اے عشق خوش سودائے ما اے طبیب جملہ علتہائے ما

اور ایک فلسفی کہتا ہے

یک قصہ بیش نیست غم عشق ویں عجب
از ہر کسے کہ می شنوم نا مکرر رست

لیکن رسول عربی نے مختلف نبیوں، حکیموں، ہادیوں اور مصلحوں وغیرہ کی طرح محبت و رحمت کا پیغام نہیں دیا بلکہ ایسی انقلابی سوسائٹی بنا دی جس نے نفرت و خود غرضی، تزویر و ریا اور حرص و ہوا یا کام، کرودھ لوبھ موہ نہکار ( ) بقول حکمائے ہند کا خاتمہ کر دیا۔ یہ عظیم الشان کام کس طرح سرانجام پایا، آپ کو سیرت نبوی کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے، بشرطیکہ آپ اسے قرآن کی تاریخی ترتیب کے ساتھ پڑھیں۔ ہم آنحضرت کے مختلف قرآنی ادوار حیات کی مختصر تعلیم اور اس تعلیم کے نتیجہ میں جو انقلابی نظام جماعت بنا۔ درج ذیل کئے دیتے ہیں۔

Marfat.com

قرآنی انقلاب کی منزلیں

جب علم و دولت ایک چھوٹے سے طبقہ میں محدود ہو جاتا ہے تو جہل و معاشی بدحالی کی وجہ سے انسان کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے (کاد الفقران یکون کفرا) یعنی نہ صرف پروہتوں اور امیروں کا قابو یافتہ طبقہ خود غرضی و حرص و نفرت کے گڑھے میں گر جاتا ہے بلکہ جاہل و نادار مظلوموں کے قوائے فکر و عمل کو بھی مفلوج کر دیتا ہے اور سب شیطانی طریقوں سے زندہ رہنے کے منصوبے تیار کرنے لگتے ہیں۔ آخر کار آپس کی کشمکش جنگ اور افلاس کی شکل میں نمایاں ہو کر دونوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ دنیا کو خوف سے امن کی طرف، بھوک سے خوشحالی کی طرف اور جہل کی تاریکی یا کفر سے علم و عقل کی روشنی یا ایمان کی طرف لانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس انقلابی کوشش میں آنحضرت کی زندگی کے تئیس سال صرف ہوئے۔ قدم قدم پر قابو یافتہ جماعتوں نے روڑے اٹکائے اور داعی الی اللہ کی زندگی دشوار کر دی۔ ہم سفارش کریں گے کہ سیرت نبوی کو مندرجہ ذیل خلاصہ کی روشنی میں دوبارہ پڑھا جائے۔ تب معلوم ہو گا کہ قرآنی انقلاب کن دشوار گزار منزلوں سے گزرا تھا اور آنحضرت نے کس طرح نوع انسان کو جہل و ناداری سے نکال کر علم و خوشحالی کی صراط مستقیم پر ڈالا تھا اور ظلمت نفرت کو کس طرح محبت و رحمت کی تابانی سے منقلب کر دیا تھا۔ بقول رومیؒ

عاشقاں را ہر زمانے عشر نیست بردہ دیوان خراج و عشر نیست
ملت عشق از ہمہ ملت جد است عاشقاں را ملت و مذہب جداست

پہلی منزل: دعوت سراً

الامام نے چالیس سال تک مختلف اقوام میں تجارت کرنے کے بعد خدا کے فضل و کرم سے یہ محسوس کر لیا کہ ابتدائے عالم سے دنیا میں دو گروہ موجود ہیں۔ ایک وہ جو خدائی احکام پر عمل کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو اپنے نفس کو اپنا خدا بنا کر (من اتخذ الٰہہ ہواہ) شیطان کا بندہ بن جاتا ہے۔ لہذا جب انہیں یقین و ایمان کی راہ پر خدا نے ڈال دیا تو انہوں نے

خفیہ خفیہ اپنے مخصوص احباب میں یہ کام شروع کر دیا کہ دنیا کو خدا کا بندہ بنانا چاہیے اور شیطان پرستی (یعنی خود پرستی و نفرت انگیزی سے بچانا چاہیے۔ یہ کام تین سال تک خفیہ طریقہ پر جاری رہا۔

دوسری منزل دعوت جہراً

تین سال بعد المنذرؐ و المزکیؐ کے قرآنی لقب کے ساتھ رسول عربی نے علانیہ قریش کو دعوت دی کہ گذشتہ قوموں کے حالات سے سبق لو۔ جن قوموں میں پروہتوں نے علم اور امراء نے دولت کو اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ وہ تباہ ہو گئیں۔ آؤ محبت کی دنیا بسائیں اور نسل و رنگ کی بناء پر جو جنگ جاری ہے اس کا خاتمہ کر دیں۔ جسمانی غلامی سے غلام اور مقروض آزاد کر دئے جائیں اور کاہنوں اور ساحروں کی فریب کاریوں سے نکال کر عقل انسانی کو شیطانی گرگوں سے نجات دلائیں۔ یاد رکھو کہ اگر خدائی پیغام پر عمل نہ کیا تو تباہ ہو جاؤ گے۔

قریش نے پہلے تو سمجھا کہ رسول عربی بھی کاہن یا ساحر ہیں اور یہ بھی روزی کمانے کا ایک ڈھنگ ہے لہذا زیادہ توجہ نہ دی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مظلوم طبقہ کے لوگ، کثرت سے اور عام آزاد شہری ایک حد تک رسول عربی کی تعلیم سے متاثر ہو رہے ہیں تو انہوں نے آپ کو جھٹلانا اور آپ کی باتوں کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔

۱۔ وہ کہتے تھے کہ جزائے اعمال کی ہم پرواہ نہیں کرتے۔ لہذا نہ تو مرنے کے بعد زندگی ہے، نہ کوئی ایسا خدا ہے جو ہمیں ہمارے مظالم پر سزا دے سکے۔ اور ایسا خدا ہو بھی، تو وہ ہماری دیویوں (لات منات ۔ عزیٰ) کا باپ ہے۔ یہ دیویاں اپنے باپ سے سفارش کر دیں گی اور ہم بچ جائیں گے۔

۲۔ انہوں نے استہزاء کی حد کر دی اور کہا کیا خوب ہم نے آج تک نہیں سنا کہ خدا کسی سے باتیں کرتا ہو۔ البتہ ہمارے شاعروں اور ساحروں سے شیطان و جن باتیں کرتے ہیں۔ آنحضرت نے قرآنی جواب دیا کہ:۔

(الف) یہ قرآن قول فصل ہے۔ ہزل نہیں (الطارق) بلکہ جس طرح موسیٰ کی

Marfat.com

الواح کی تعلیم تھی ویسی ہی تعلیم قرآن میں بھی ہے۔ (البروج) یہ کلام پرانے اساطیر نہیں بلکہ ذکر و نصیحت ہے اور اس میں ایسے دلائل ہیں کہ جن سے قیامت کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ سحر نہیں نصیحت ہے (القلم) یہ خدائی کلام ہے جو فرشتے کے ذریعہ سے آتا ہے۔ شیطانی کلام نہیں ہے (التکویر) میں کاہنوں یا شاعروں کی طرح اس تعلیم کا معاوضہ نہیں لیتا (الذاریات)

(ب) تحدی یا چیلنج کی ابتدا۔ سورۃ الحاقہ سے ہوتی ہے المتدد فرماتے ہیں کہ اس تعلیم کا منجانب اللہ ہونا اس سے ثابت ہے کہ اگر میں جھوٹ کہتا تو خدا مجھے تباہ کر دیتا۔ یہ ویسی ہی وحی منجانب اللہ ہے جیسی قدیم رسولوں پر آ چکی ہے۔

بہرحال جو لوگ دولت مند اور اولی النعمہ ہیں وہ نہ تو مسکین کو کھانا کھلاتے ہیں اور نہ یہ مانتے ہیں کہ اللہ عظیم موجود ہے۔ جو انہیں جزا و سزا دے سکتا ہے۔

تیسری منزل۔ رحمان پرستوں سے دوستی

جو لوگ یوم آخر پر ایمان لے آتے تھے اور اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ ظلم و نفرت کا نتیجہ برا ہو گا اور اگر دنیا میں بچ نکلے تو مرنے کے بعد خدا سزا دے گا۔ ان مومنوں پر قریش نے مظالم کی انتہا کر دی۔ اس زمانے میں آنحضرتؐ نے نصرانی لقب المبشر کے ساتھ نصاریٰ کی طرف توجہ کی اور بتایا کہ ہم بھی رحمان کے بندے ہیں جو تمہاری زبان کا نام اللہ کے لئے ہے ہم بھی مسیح کو کلمتہ اللہ مانتے ہیں اور خدا کا بندہ سمجھتے ہیں مگر اس کا بیٹا نہیں مانتے۔ خدا قادر ہے کہ بے باپ کے بیٹا پیدا کر دے جیساکہ یحییٰ کو بوڑھے باپ اور بانجھ ماں سے پیدا کیا (سورہ مریم) یہی بحث دسویں منزل میں وفد نجران کے سامنے بھی ہے (آل عمران)۔ بہرحال مصدقین یوم الدین نے ہجرت حبشہ کر دی۔ اس زمانے میں یوم الدین کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل باتیں زیر بحث آئیں۔

الف۔ شفاعت و کفارہ۔ کفار چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ ان کی دیویوں کی شفاعت کو مان لیں اور یوم الفصل اور ملک یوم الفصل کو مان لیں۔ آنحضرت بھی کسی قدر ان کی طرف جھک رہے تھے (ترکن الیھم شیئاً قلیلاً) لیکن آپ نے نہ صرف قریش سے بلکہ

نصاریٰ سے کہہ دیا کہ ظالم کی کوئی سفارش نہیں کرسکتا۔ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے (لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ والنجم) شفاعت وکفارہ بے معنی ہے۔

ب۔ خدا کے وجود کی نشانیاں (آیات)

کفار کہنے لگے کہ اس کا ثبوت کیا ہے کہ خدا موجود ہے قرآن نے کہا کیا خدا نہیں تو تمہاری دیویاں خالق ہیں (العلق) کیا پرندوں کو اڑنے کی طاقت خدا کے سوا کوئی اور دیتا ہے (الملک) ہر مخلوق اس کا نشان (آیت) ہے کہ ایک خالق ہے (یاسین (الرعد) (الشعراء) کیا اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ ہر بات کی جزا یا سزا ملے گی کسی اور دلیل کی ضرورت ہے۔ یقیناً اگر تم نہ مانو گے تو تم پر خدا عذاب نازل کرے گا (الدخان) بعث بعد الموت یقینی ہے۔ (الحجر) جانوروں کو دیکھو۔ کشتیوں پر نظر ڈالو سب خدا کے خالق و قادر ہونے کے نشان ہیں (المومن)

ج۔ کفار کی عذاب طلبی

کفار نے بعث بعد الموت اور خدا کے حاکم یوم الفصل ہونے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم پر خدا کی طرف سے سنگ باری کرا دو۔ قرآن نے کہا وقت آئے گا تو عذاب آ جائے گا۔ (الحجر) اور بداعمالی کا ضرور مزہ چکھو گے (الکہف) مالدار لوگ ہی عذاب آخرت کو تسلیم نہیں کرتے اس لیے وہ ظالم ہیں۔ لہٰذا وہ بعث کے منکر ہیں (طٰہٰ کلیم) یاد رکھو خدا عادل ہے۔ وہ ہر عمل کا بدلہ دے گا اس کے لیے کسی دلیل (معجزہ) کی ضرورت نہیں (الانبیاء)

د۔ قرآن کی تعلیم خدائی تعلیم ہے (پھر تحدی)

المبشر نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ ظلم نہ کرو بلکہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دو۔ کیا یہ جن اور شیطان کا کلام ہے؟ (المومنون) یہ کلام ایک فرشتہ کے ذریعہ سے مجھ کو ملتا ہے۔ شاعروں کی طرح یہ شیطانی کلام نہیں۔ یہ خدائی کلام ہے اور ظالموں کو ظلم سے ڈراتا ہے۔ یہ کلام شاعر نہیں کرتے (الشعراء) یہ کلام صاف و سلیس (عربی) زبان میں ہے۔ کاہنوں

Marfat.com

کی سی پیچیدہ باتیں نہیں۔ یہ قدیم رسولوں کی وحیوں کی طرح ہے (الشوریٰ) (الانبیاء) اگر تمہارے کاہنوں اور شاعروں کے پاس نیکی و محبت کی طرف لے جانے والا ایسا کلام ہو تو لاؤ (یہ تحدی الاحقاف میں ہے ایتونی بکتب من قبل ھذا او اثرۃ من علم ان کنتم صدقین) یہ تعلیم نصاریٰ کے لئے الکتاب یا انجیل ہے (الکھف) یاد رکھو انسان سے اللہ کلام نہیں کرتا۔ یعنی یہ کلام اللہ نہیں ہے۔ البتہ خدا وحی کے ذریعہ دل میں ایک کھٹک پیدا کر دیتا ہے۔ یہ ایک کلام ہے جو پس پردہ (من ورائے حجاب) سے ہوتا ہے۔ یعنی قرآن "کلام من عند اللہ" ہے۔ خدائی کلام ہے، خدا کا کلام نہیں ہے (الشوریٰ) یہ حق ہے۔ سحر نہیں ہے۔ اس کی تعلیم ہے کہ ظلم چھوڑ دو (السبا) خدا جس پر چاہے اپنا کلام (روح) نازل کر دے (المومن) یہ قرآن ٹیڑھا کلام نہیں۔ پرانی تعلیمات میں بار بار دہرایا گیا ہے اور ان سے متشابہ ہے (الزمر- کتاباً متشابھاً مثانی) غرضیکہ ۷ نبوی تک قریش نے ظلم کی حد کر دی اور آنحضرتؐ کا مقاطعہ کر دیا۔ آپ شعب میں ۱۰ نبوی تک رہے۔

چوتھی منزل:- مقاطعہ اور یہود پر توجہ

المرسل کے لئے یہ منزل بہت کٹھن تھی۔ بہرحال اسوہ ابراہیمی و یوسفی یعنی قتل و قید کی منزل سے بھی گزرنا تھا اور اسوہ موسوی ہجرت و جہاد کے راستے بھی طے کرنے تھے۔ اس دور کی سورتیں گویا آنحضرتؐ کو یہ سبق دے رہی تھیں کہ بے یار و مددگار ہونے پر بھی حضرت یوسف کی طرح یہی کہنا چاہئے کہ صبر و استقامت فتح کی کنجی ہے اور خواہ کافر مانیں یا نہ مانیں۔ یہ یقینی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی فیصلہ کرنے والا (حاکم) نہیں، وہی قیامت میں ظالموں کو سزا دے گا۔ (ان الحکم الا للہ یوسف) لا الہ الا ھو لہ الحکم والیہ ترجعون القصص)

پانچویں منزل: تبلیغ قانون (دین) فی غیر القریش

اب ۱۰ نبوی میں وہ زمانہ آیا کہ اگرچہ آپ کو شعب سے رہائی مل گئی تھی۔ لیکن ابوطالب کی وفات کے بعد کوئی خاندانی سہارا بھی نہ رہا تھا۔ لہذا آپ نے قبائل میں اس

قانون الٰہی کی تبلیغ شروع کی کہ "حکم" یعنی ملوکیت صرف اللہ کی ہے۔ کوئی انسان اگر اس دنیا میں قانون الٰہی کے خلاف کسی پر ظلم کرے گا تو اللہ جو رب العالمین (سب انسانوں کا آقا) ہے۔ وہ قیامت کے دن آخری فیصلہ، حکم کرے گا۔ لہذا شیطان سے بچو (الاعراف) اس زمانے میں رسول اللہ نے مختلف اقوام سے یہ کہا۔

الف۔ بنو اسرائیل

سے کہا کہ تورات بھی خدائی قانون ہے اور بتاتا ہے کہ شیطان کے پھندے میں آکر ظلم کرنے کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔ اس میں بنو اسماعیل کے نبی امی کا ذکر ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دے گا لہذا آؤ ہم تم متحد ہو جائیں تو تم غلامی سے نجات پا جاؤ گے (الاعراف) تورات پر عمل کرنے والے اچھے لوگ ہیں (الفاطر) اے بنو اسرائیل اگر تم یوم الآخر کو مانتے تو ظلم نہ کرتے اور غلامی میں سہ بارہ نہ پھنستے۔ میں نے وحی رویای سے معلوم کیا ہے کہ اگر بنو اسرائیل خدا سے سرکشی کو چھوڑ دیں اور مسلمانوں سے متحد ہو جائیں تو ان کے لئے اچھا ہے۔ مکہ سے یروشلم تک اللہ کا قانون (دین) جاری ہو جائے گا (سورہ اسرا،)

ب۔ مجوس

سے کہا کہ دو خداؤں کو نہ پوجو، اور شمس و قمر کو سجدہ نہ کرو (السجدہ) نور و ظلمت اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں وہ دو خدا نہیں ہیں (الانعام)

ج۔ مشرکین طائف وغیرہ سے اور انکار معجزات

معجزے دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اگرچہ اس کا ثبوت کہ اللہ موجود ہے یہ ہے کہ جب مشرک کشتیوں میں ہوتے ہیں تو وہ بھی اللہ کو پکارتے ہیں۔ (العنکبوت) میں بشر ہوں۔ معجزے نہیں دکھا سکتا۔ یہ کام اللہ کا ہے۔ بھلا اس بات میں معجزے کی کیا ضرورت ہے میں تو کہتا ہوں کہ دشمن سے بھی نیکی کرو تو وہ تمہارا دوست ہو جائے گا (السجدہ) غیب کی باتیں اللہ ہی جانتا ہے خود وہ جن جو تمہارے شاعروں وغیرہ کو غیب کی

Marfat.com

باتیں بتانے کے مدعی ہیں وہ قائل ہیں کہ غیب نہیں جانتے اللہ جانتا ہے (الجن) پھر اللہ کے موجود ہونے کے ثبوت کے لئے معجزہ کی کیا ضرورت ہے ذرہ ذرہ سے اللہ کی قدرت کی نشانیاں ظاہر ہیں (الجاثیہ) خدا کی قدرت کے ثبوت میں معجزے نہ دئے جائیں گے۔ البتہ خدا کے وجود کے نشانات (آیات) کل دنیا میں پھیلے ہوتے ہیں۔ آنکھیں ہوں تو دیکھو تو (بنی اسرائیل (الجاثیہ) مجھے یقین ہے کہ اللہ اپنے وجود کی نشانیاں منکروں پر بھی ظاہر کر دے گا (النمل) دیکھو اللہ کی نشانیاں کل دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور ہر شے اس کے قانون پر چل کر سر بسجود ہے اور قانون میں بندھی ہوتی ہے (بنی اسرائیل) دیکھو اس بات کے ثابت کرنے کے لئے ہر عمل کی جزا ملے گی کسی معجزہ کی ضرورت نہیں۔ یوم بعث یقینی ہے (یونس) اللہ کو اختیار ہے کہ وہ تم پر عذاب نازل کرے۔ میں اگر زمیں میں سرنگ لگا کر گھس جاؤں یا آسمان پر چڑھ جاؤں تب بھی معجزہ نہیں لا سکتا۔ میں صرف بشیر و نذیر ہوں۔ میں نہ تو غیب داں (کاہن) ہوں، نہ فرشتہ صرف ایک انسان ہوں (الانعام) کھلی ہوئی حقیقت کے لئے معجزہ کی ضرورت ہی نہیں۔

د۔ یہ شیطانی کلام نہیں، رحمانی تعلیم ہے (تحدی)

الکتاب علم الٰہی کو کہتے ہیں (الفاطر) انسان کو علم خدا دیتا ہے (العلق) اس بات کو جن تک مانتے ہیں کہ علم غیب انہیں نہیں بلکہ خدا علام الغیوب کو ہے (الجن) یہ رحمانی تعلیم ہی "روح" ہے یہی وحی ہے۔ تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے کہ یہ سمجھ سکو یہ کلام یا روح یا وحی کس طرح نازل ہوتا ہے۔ بہرحال پھر چیلنج (تحدی) ہے کہ تمہارے شیطان تمہاری کتنی ہی مدد کریں۔ اس طرح کی نیک عملی، عدل و محبت کی تعلیم نہیں بنا سکتے۔ سچے۔ یہود و نصاریٰ مانتے ہیں کہ یہ تعلیم روح القدس کی لائی ہوتی ہے اور رحمانی تعلیم ہے (بنی اسرائیل) اگر ممکن ہو تو اس طرح کی دس سورتیں ہی بنا لاؤ (هود) یہ بھی ممکن نہ ہو تو تم اس طرح کی نیک عملی کی تعلیم دینے والی ایک ہی سورت بنا لاؤ (تحدی یونس) یہ قرآن روح القدس کے ذریعے اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ میں۔ یہود کی خود ساختہ آیتوں کو اللہ کے حکم سے بدلتا ہوں۔ خود تصنیف نہیں کرتا، نہ ہوائے نفسانی سے

Marfat.com

ایسا کرتا ہوں۔ اللہ کے بندوں پر شیطان کو دخل نہیں (النحل)

۔ خدا جس پر چاہے وحی کر سکتا ہے۔

(الجن) یہ ضروری نہیں کہ خدا دولت مندوں پر وحی کرے (الزخرف) ہر امت میں خدا کا راستہ بتانے والا پیام بر آتا ہے (یونس) تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (یہود و نصاریٰ وغیرہ) سے پوچھ لو (النحل) یہ کوئی نئی تعلیم نہیں، یہ تعلیم ملت ابراہیم (خدا بندگی) کی تعلیم ہے۔ (الانعام)

خلاصہ تعلیم مکیہ

قرآن کے ذریعہ آنحضرتؐ نے جو مکی تعلیم دی اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) رحمت والا خدا

اللہ ہے، اس سے کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔ اس کی قدرت میں کوئی شریک نہیں وہی ظالموں کو سزا اور مقتصدوں کو جزا دیتا ہے اور قیامت کے دن آخری فیصلہ کر دے گا۔ لیکن وہ اکرم ہے لہذا اس کے انصاف میں رحمت بھی داخل ہے اور اس نے اپنے لئے بھی رحمت کا قانون بنالیا ہے۔ لہذا صرف عدل کرنے پر مجبور نہیں بلکہ رحم کرنے کا پابند ہے (کتب علی نفسہ الرحمہ) وہ اکرم آقا ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے لیکن ظلم نہیں کر سکتا (وما ربک بظلام للعبید) وہ رحیم ہے۔ وہ ایک شخص کے جرم پر دوسرے کو سزا نہیں دے سکتا۔ لہذا شفاعت و کفارہ بے معنی چیز ہے۔ وہ خدا سب قوموں کا خدا ہے اس کی کوئی مخصوص برگزیدہ قوم نہیں۔ اس کی نشانیاں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں۔ معجزات کی ضرورت نہیں۔

۲۔ بعث بعد الموت اور یاس

ظلم و عدوان سے باز آؤ۔ دنیا کی قومیں اسی سے تباہ ہوتی ہیں اور یہ سمجھو کہ ظلم کی سزا سے بچ جاؤ گے۔ یقین رکھو کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یہی سنت اللہ ہے۔ اگر

دنیا میں بچ جاؤ گے تو آخرت میں سزا پاؤ گے۔ بعث بعد الموت یقینی ہے۔ مگر جو لوگ ظالم ہیں وہ عالم یاس میں ہیں اور دوبارہ پیدا ہونے کے اسی لئے منکر ہیں۔ انکار سے مایوسی پیدا ہوتی ہے۔

بعث اور امید

نیکو کاری (عدل مع رحمت) کا نتیجہ اس دنیا میں خوش حالی ہے اور مرنے کے بعد بھی جنت ہے لہذا محبت و رحمت کی دنیا بساؤ اور نا امیدی کو کفر سمجھو۔ خدا پرستی کا لازمی نتیجہ مسرت و فراغت و زندگی و امید ہے۔ گناہ کے بعد توبہ کر لو۔ خدائے رحیم معاف کر دے گا اور سفارش کی ضرورت نہیں۔

۳۔ آزادی فکر

یہی تعلیم کل نبیوں اور ہادیوں کی تعلیم رہی ہے۔ یہی تعلیم قرآن کی ہے۔ منکروں کے لئے نہ صرف قرآن بلکہ جملہ احکام و کتب الہیہ معجز ہیں۔ اس لئے کہ وہ نہ خدا کے قائل ہیں نہ بعث بعد الموت کو مانتے ہیں وہ اپنی عقلوں کو پروہتوں اور کاہنوں کے ہاتھ بیچ چکے ہیں۔ لہذا کتب الہیہ کو مانو۔ اس کا لازمی نتیجہ آزادی فکر ہے۔ اس سے طبقاتی کشمکش دور ہو جاتی ہے اور محبت و رحمت کی وجہ سے ضمیر کی سچی آواز خدائی آواز بن جاتی ہے۔

ہجرت مدینہ کے بعد

اگر مکہ کو اخلاقیات و الہیات کا دور کہا جائے تو مدینہ کا دور وہ سماجی و سیاسی دور ہے جس میں مکی تعلیمات کی بنیادوں پر سوسائٹی میں ایسے قوانین جاری کئے گئے کہ جہل و افلاس ناممکن ہو جائے اور انسان مجبوراً محبت و رحمت کا مجسمہ بن جائے۔ مجرم و خاطی کے لئے توبہ کے ذریعے رحمت الہیہ کا دروازہ کھل جائے اور قربانی کی رشوت اور پروہتوں کی سفارش سے بے پروا ہو جائے۔

چھٹی منزل۔ امارت اقوام

ہجرت مدینہ کے بعد مرکز انقلاب مدینہ قرار پایا اور آنحضرت نہ صرف مہاجر و انصار کے بلکہ یہود کے بھی حاکم یا امیر قرار پاتے۔ آپؐ نے امیر العالمین کی حیثیت سے مدینہ کے جوار کے مشرکوں سے بھی دفاعی معاہدے کئے اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے مہاجرین کو فوجی گرد آوری سکھائی۔ انفاق یعنی جنگی چندہ جمع کیا اور یہود سے وہ معاہدہ ہوا جس کے ذریعہ سے آنحضرت حاکم اور مسلمان اور یہود امت واحدہ قرار پاتے۔ پھر قتال کے سلسلے میں سید المجاہدین نے انقلابی قوانین جاری کئے:-

(۱) قتال کا مقصد جانوں کو بچانا ہے نہ کہ مارنا (المائدہ ۴ع) اور ایک کا قتل کل عالم کے قتل کے برابر ہے (المائدہ)

۲۔ ہمت و استقامت سے چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو شکست دے سکتی ہے (قصہ طالوت۔ بقرہ ع ۳۲)

ساتویں منزل:- سید المجاہدین اور قتال

قتال کے مزید انقلابی قوانین (۱) انسان کو آزادی دلانے کے لئے قتال بھی کرنا پڑتا ہے (بقرہ ع ۲۷) اس لئے کہ آزادی رائے کا چھیننا (فتنہ) قتل سے برا ہے (۲) دشمن صلح کرے تو فوراً صلح کر لو (انفال) (۳) دشمن سے بھی عہد شکنی نہ کرو (انفال ع ۱۰) (۴) کوئی شخص جنگ کے ذریعے غلام نہیں بنایا جا سکتا (سورہ محمد) (۵) اللہ کے لئے قتال کرنا نفع کی تجارت ہے (الصف اور (۶) قتال فی سبیل اللہ کے لئے چندہ دینا خود اپنی مدد ہے۔ (محمد ع ۴)

اتحاد اقوام

اسی زمانے میں یہود سے کہا گیا کہ اللہ اور یوم آخر کے ماننے والوں کا قبلہ وہی ہونا چاہئے جو سب سے پہلے ابراہیم نے مکہ میں بنایا تھا۔ یہود نے اسے نہ مانا اور کہا کہ یروشلم ہی کو قبلہ رکھیں گے وہ دین موسوی پر چلنا چاہتے تھے اور آنحضرت چاہتے تھے کہ

Marfat.com

اسرائیل کے باپ کے دین پر سب متحد ہو جائیں اس لئے کہ وہی دین قدیم اور اصل اسلام ہے۔

نصاریٰ کی طرف دوبارہ توجہ

یہود کی معاہدہ شکنی کی وجہ سے آنحضرتؐ نے پھر نصاریٰ کی طرف توجہ کی اور اسی زمانے میں روزے فرض کر دئے جب نصاریٰ ولادت مسیح کی خوشی میں روزے رکھتے تھے۔

آٹھویں منزل: شکست احد اور مصائب کے تین سال: خاتم النبین

اس دور کے تین برسوں کا مقابلہ شعب ابی طالب کے تین برسوں سے کیجئے تو معلوم ہو گا کہ تاسیس انقلاب اسلام کی یہ منزل نہایت ہی کٹھن تھی۔ شعب میں توراۃ کی تعلیم سے سبق لیا گیا۔ اب شکست احد کے بعد اس کو عملاً جاری کرنا تھا، اور حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ اگر ان قوانین کو نہ جاری کرتے تو دین ابراہیمی خطرہ میں تھا۔ اسی لئے اس دور میں آپ کا لقب خاتم النبین تھا۔ یعنی آپ مصدق النبین تھے اور سختی سے ان ابراہیمی قوانین کو جاری کرنا چاہتے تھے جن کو یہود ماننا نہیں چاہتے تھے۔ ایک طرف یہود غداری کر رہے تھے اور تحویل قبلہ کے بعد مصدق النبین کا مذاق اڑانے لگے تھے۔ دوسری طرف خود مسلمانوں میں ایک منافق جماعت پیدا ہو گئی تھی جو کفار قریش سے ساز باز کر رہے تھے، تیسری طرف مشرکین عرب دھوکے سے مسلمانوں کو بلا کر قتل کر رہے تھے اور خود آنحضرتؐ کی زندگی خطرہ میں تھی۔ آپؐ کے لئے مسلح گارڈ متعین تھے۔ ان حالات میں بھی آپؐ نے تصدیق انبیائے سابقین سے گریز نہیں کیا اور آپؐ نے علانیہ عمل کر کے دکھایا۔

(۱) یہود سے آپؐ نے فرمایا کہ قبلہ ابراہیمی، قبلہ موسوی سے قدیم تر ہے، وہی قائم ہو گا۔

(۲) آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اونٹ کا گوشت ابراہیم کے وقت سے حلال ہے۔

Marfat.com

وہ حرام نہیں ہو سکتا۔

(۳) آپؐ نے کہا کہ سبت کے دن شکار نہ کرنا یا جنگ میں جانے سے انکار کرنا غلط ہے (جیسا کہ یہود نے جنگ احد کے سلسلے میں بہانہ کیا تھا کہ وہ یوم السبت ہے اس لئے ہم شریک نہ ہوں گے) یہ خدائی قانون نہیں ہو سکتا کہ کسی دن کام نہ کیا جائے اور یہ نظریہ بنا لیا جائے کہ چھ دن میں خدا نے آسمان زمین بنائے اور وہ تھک کے ساتویں (یوم السبت) کو آرام کرنے لگا۔ آنحضرت نے بتایا کہ خدا تھکتا نہیں۔ وہ نہ تو بوڑھا ہوتا ہے اور نہ سوتا ہے۔ (دیکھئے ناسخ منسوخ)

(۴) منافقوں سے آپؐ نے فرمایا کہ یہ مشرکانہ رسم ہے کہ متبنیٰ بیٹے کی بیوی سے نکاح نہ کیا جائے نکاح ابراہیمی قانون ہے اور بنو اسرائیل بھی اسے مانتے ہیں۔ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ میں زید کا باپ نہیں ہوں اور اس کی مطلقہ زینب سے نکاح کر کے، قانون ابراہیمی پر عمل کر کے دکھائے دیتا ہوں۔ میں خاتم النبیین (یعنی مصدق الرسل) ہوں مجھے احکام الٰہیہ کے جاری کرنے میں کوئی شرم و عار نہ کرنا چاہئے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر مسلمانوں کا فرض ہے (آل عمران ع ۱۲)

(۵) مومنوں سے فرمایا کہ زنا کی تہمت کسی پر نہ لگاؤ۔ لونڈی غلاموں کا بھی نکاح کر دیا کرو (النور) سوائے طلاق خلع کے ہر طلاق قابل رجعت ہے (بقرہ ع ۲۸-۲۹) جو راہ حق میں قتل ہوتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا۔ (دیکھئے شہادت مسیح در فصل دہم) قوم کے لئے مرنا دولت سے بہتر ہے۔ (آل عمران ع ۱۷)

نویں منزل:- موت پر بیعت کرنے والوں کی جماعت

تیرہ سال مکہ میں اور چھ سال مدینہ میں صرف کرنے کے بعد ۶ ھ میں ایک ایسی انقلابی جماعت تیار ہو گئی جس نے شیطنت اور نفرت کا خاتمہ کرنے اور خدا بندگی یعنی محبت و رحمیت کو عام کرنے کے لئے موت پر بیعت کر لی۔ یہ خدا بندگی (یا اسلام) کی بنیادی اور سب سے بڑی فتح تھی کہ پوری جماعت نے بیعت رضوان کر لی اور رسول اللہ نے اعلان کر دیا کہ میں سب کے لئے خدائی پیغام پہنچانے والا رسول ہوں (انی

Marfat.com

رسول اللہ لیکم جمیعاً الفتح) اب بحیثیت فاتح اقوام کے محسن المفتوحین نے عفو و احسان کے یہ خدائی قوانین لوگوں کو دئے۔

۱۔ نیکی کی تعریف:۔

نیکی تقویٰ کو کہتے ہیں، یعنی خدا کی حاکمیت کے خوف اور اس کی رحمت کے وعدے پر ظلم و نفرت سے بچنا اور عدل و محبت کو ترقی دینا نیکی ہے۔ جاہلیہ کے جہل اور اکھڑ پن کو چھوڑ کے کتابیوں یعنی مہذب لوگوں کی طرح حلم اختیار کرنا بھی نیکی یا اسلام ہے۔

۲۔ عادلانہ قتال:۔

قتال بھی نیکی ہے، بشرطیکہ عادلانہ ہو اور آزادی رائے کے حق کے لئے ہو (بقرہ ع ۲۴)

۳۔ نہ لڑنے والوں سے بھلائی اور انصاف کرنا نیکی ہے (نساء ع ۱۲) ان کو علم و دولت دینے کی ہر ممکن کوشش کرو۔ حقیقت جہاد اسی اعلاء کلمۃ اللہ میں مضمر ہے۔

۴۔ کتابیوں کو مذہبی آزادی

اہل کتاب کو پوری مذہبی آزادی ہے۔ ان کی آبرو۔ جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ اس کے عوض ان سے ایک ٹکس لیا جائے گا اور وہ فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہوں گے۔ ان کے مذہبی گروہ مسکینوں، ضعیفوں اور عورتوں بچوں پر ٹکس نہ لگے گا۔

۵۔ مشرکین کا تالیف قلب:۔

فتح مکہ کے بعد امن عام کا اعلان کر دیا اور جو نیم مسلم تھے یا شرک پر قائم تھے۔ ان سے عفو و احسان کا سلوک کیا گیا اور ۸ھ کے حج میں تجارتی منافع حاصل کرنے سے مشرکوں کو نہیں روکا گیا۔ یہ حج مسلم و مشرک کا حج مخلوط تھا۔ لوگوں کو جبراً مالدار بنایا جا رہا

Marfat.com

تھا۔

۶۔ کتابی جمہوریت کا قیام

اب تک ہر سماجی و سیاسی مسئلہ میں رسول اللہ کا حکم بحیثیت امیر کے چلتا تھا۔ رضوانیوں کی جماعت تیار ہونے کے بعد، اسلامی انقلاب کو آگے بڑھانے کے لیے ان رضوانیوں سے بھی مشورہ لیا جانے لگا۔ یعنی ایک ایسی شوراتی جماعت بن گئی جو اللہ کی کتابوں (قوانین) کی روشنی میں امیر جماعت (رسول اللہ) کو مشورہ دے سکتی تھی اور فیصلہ کثرت رائے پر منحصر نہ تھا بلکہ اصول (کتاب اللہ) کی روشنی میں جو بہترین رائے ہوتی تھی اس پر عمل ہوتا تھا۔ جہاں تک دنیوی امور کا تعلق تھا ان میں عام معروف باتوں پر عمل کیا جاتا تھا۔ (انتم اعلمون باموردنیاکم۔ مسلم)

۷۔ عدل واحسان

اس کتابی آمریت یا اصولی شورائیت کا نصب العین عدل و احسان تھا اور مرکزی انقلابی پارٹی کا فرض تھا کہ دنیا میں جہل و افلاس کو دور کرنے کے لیے فی سبیل اللہ اپنی جان مال کی بازی لگادیں اور انسانیت کو علم و دولت جبراً دیں۔ تاکہ انسان حقیقی معنوں میں انس و محبت کا مجسمہ بن جائے۔

۸۔ پرانی بحثوں کا خاتمہ (الف) اللہ و بعث بعد الموت

سورہ الحدید اور سورۃ التغابن میں خدا اور قیامت کی بحثوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔

(ب) معجزات:- آیات اللہ کی بحث کا آخری جواب سورۃ البقرع ۲۰ میں دیا گیا

(ج) اعجاز کتب الیہ:- یعنی اعجاز و قرآن اور جملہ کتب الہیہ کا منکروں کے لیے معجز ہونا ثابت ہوگیا۔ (بقرہ ع ۳)

۔ پروہتی ختم:- عقل آزاد:- کعبہ کی پروہتی ختم کر دی گئی۔ کہانت مٹا دی گئی۔ عقل آزاد کر دی گئی۔

Marfat.com

دسویں منزل:۔ اقوام عالم کے لئے پیام رحمت

اب پورا عرب فتح ہو چکا تھا اور مختلف اقوام عالم میں اسلامی انقلاب لانا تھا تاکہ انسانی یکجہتی بذریعہ مساوات قائم ہو۔ علم و عقل آزاد ہو۔ اور پروہتوں، نجومیوں، کاہنوں اور لڑائی کی آگ لگانے والے شاعروں کا خاتمہ ہو جائے۔ لہذا مختلف اقوام کو یہ پیغامات دئے گئے۔

۱۔ اہل کتاب کو دعوت اتحاد:۔

اے اہل کتاب آؤ اللہ اور بعث بعد الموت کو مان کر ہم اس پر متفق ہو جائیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کو رب (آقا) نہ مانیں گے اور کوئی قوم دوسری قوم سے معزز نہ سمجھی جائے گی جو نیکوکار ہو گا وہی اللہ کے نزدیک اکرم ہو گا (آل عمران)

۲۔ نصرانیو، خدا قادر مطلق ہے

یعنی وہ بے باپ کے پیدا کر سکتا ہے۔ اس میں شک نہ کرو اور خدا کو مسیح کا باپ نہ سمجھو۔ وہ تو مٹی سے انسان بنا سکتا ہے۔ لہذا اس کی خالقیت کی قدر میں شبہ کرو (آل عمران)

۳۔ کل کتابیوں کی ایک جنتری ہو گی

جس طرح روزے اس زمانے میں رکھنا چاہیے اور اسی طرح رکھنا چاہیے۔ جیسا کہ اہل کتاب (نصاریٰ) رکھتے ہیں۔ اسی طرح حج کا میلہ بھی اسی زمانے میں ہو جبکہ یہود، نصاریٰ اور مجوس (اعتدال ربیعی کے موسم میں) یہ میلہ کرتے ہیں۔ البتہ اس میں مشرک نہ آ سکیں گے اور شرک کی جگہ خدا بندگی ہو گی۔ اس لئے اب سال کے بارہ مہینے ہوں گے اور نسی کی رسم۔ یعنی ایک مہینہ ہر دوسرے تیسرے سال نہ بڑھایا جائے گا۔ اس جنتری سے اتحاد اہل کتاب ترقی کرے گا۔ (توبہ ع ۵)

۴۔ نفاق، جہاد، زکات

Marfat.com

مومنوں کی جان اور مال اللہ نے خرید لیا ہے (توبہ ۴) لہذا جہاد یعنی دنیا سے خوف و حزن دور کرنے کے لئے انہیں خوش دلی سے (انفاق) دینا چاہئے (بقرہ ع ۳۸) لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ سب جہاد کریں۔ بوڑھے اور بیمار مستثنیٰ ہیں۔ انفاق کی کوئی حد نہیں۔ البتہ زکات ایک قانونی ٹکس ہو گا جو سلطنت وصول کرے گی اور دنیا سے خوف و جوع کو دور کرنے میں خرچ کرے گی۔ بزدلوں سے چندہ نہ لیا جائے گا۔ انہیں بائیکاٹ کر دیا جائے گا (بقرہ ع ۲۶)

۵۔ گندی چیزوں سے اجتناب

مومنو۔ بعض حرام کام پہلے منع کئے گئے ہیں۔ لیکن بعض حالات میں سور کا گوشت۔ مردار اور خون حلال ہو جاتا ہے۔ اب یہ سن لو کہ شراب، جوا، شگون لینا اور کہانت اتنی گندی چیزیں ہیں کہ ان سے گھن کھانا چاہئے۔ یہ کسی حال میں جائز نہیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔ (مائدہ ع ۱۱)

۶۔ ہر حال میں عدل کرو

مشرکوں تک سے معاہدہ شکنی نہ کرو اور دشمنوں سے بھی عدل کرو (مائدہ)۔ یہود کو معاف کرو (مائدہ)

۷۔ عورت کی عزت کرو

عورت اور مرد ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ چونکہ عورت کمزور ہوتی ہے۔ لہذا مرد پر فرض ہے کہ اسے نان نفقہ بھی دے۔ مہر بھی دے اور میراث میں بھی اس کا حق ہو۔ (قرآن و حجۃ الوداع)

۸۔ غلام

غلاموں کو آزاد ہونے کا موقع دو تاکہ وہ دوسری جگہ کام کر کے تمہارا قرض ادا کریں اور جب تک وہ تمہاری غلامی میں رہیں جو تم کھاؤ وہ انہیں کھلاؤ، جو تم پہنو انہیں

Marfat.com

پہناؤ اور طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔ غلام کو بھی یہ حق ہے کہ وہ امیر المومنین بن سکے جیسا کہ اسامہؓ بن زیدؓ کو آنحضرت نے امیر عسکر اسلامیہ مقرر کر کے دنیا پر مساوات انسانی کا سکہ جما دیا۔

خلافت الٰہیہ

آخر کار تئیس سال کی لگاتار محنت کے بعد رحمۃ للعالمین نے انسانیت کو امن و ترقی کے راستے پر ڈال کر محبت و رحمت میں داخل کر دیا اور ہر مومن خلیفۃ اللہ فی الارض بن کر کہہ سکا کہ

براوج کمال صبح صادق مائیم۔۔ حل نکت و کشف و قائق مائیم
سر حق و خلق از دل مابیرون نیست۔۔ مجموعہ مجموع حقائق مائیم
(جامیؒ)

خلاصہ الکلام

رحمۃ العالمین نے دنیا کو بتایا ہی نہیں بلکہ عملاً کر کے دکھایا کہ:-

(۱) سب انسان برابر ہیں۔ اس لئے کہ سب آدم کی اولاد ہیں اور سب کا ایک ہی خدا ہے۔

(۲) ہر قوم میں خدائی پیام لانے والے آتے رہے ہیں۔ ہم سب کی تعلیموں کو مانتے ہیں اور رسولوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے (لا نفرق بین احد من رسلہ) یعنی سچائی عالمگیر ہے اور دین حق ہر جگہ ایک ہی ہے کہ خدا بندگی کرو اور شیطان سے کھن کھاؤ۔

(۳) گروہ بندی یا تحزب کی بنیاد پروہت ہیں۔ یہ شیطانی گرگے ہیں اور ظلم و طغیان پھیلاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہودی بن جاؤ تو ہدایت ملے گی یا نصرانی بنو تو ہدایت ملے گی (کونو ھودآ او نصاریٰ تھتدوا) لیکن قرآن کہتا ہے کہ خدا بندگی اختیار کرو تو ہدایت ملے گی (قل بل ملۃ ابراھیم حنیفاً)

(۴) پروہتوں نے شفاعت کا ڈھونگ رچا رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم خدا سے

Marfat.com

سفارش کر سکتے ہیں اس لئے انہوں نے آخرہ کو دنیا سے الگ کر رکھا ہے۔ حالانکہ دنیوی اعمال ہی آخرت کا مدار ہے۔ اسلام دنیا و آخرہ کے تسلسل کو قائم رکھتا ہے اور بتاتا ہے کہ محبت و رحمت ہی قانون حیات دنیا و آخرہ ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

(۵) پروہتی ختم کی جاتی ہے اور علم و عقل کو آزاد کیا جاتا ہے اور بیت المال قائم کر کے دولت میں ہر انسان کا حق قائم کیا جاتا ہے۔ تاکہ صرف دولت مندوں میں دولت ہر پھر کر نہ رہے۔

(۶) جہاد کا مقصد یہ ہے کہ کافروں کو نہیں بلکہ کفر یا تاریکی کا خاتمہ کر دو اور جبراً علم و دولت کے دروازے ہر شخص پر کھول دو۔ لہذا اعلائے کلمتہ الحق کے لئے جہاد کرنا اور کافروں کی بھلائی کے لئے اپنی جان و مال خطرے میں ڈال کر انہیں تاریکی سے نکالنا ہی مسلمانوں کا فرض ہے۔

نتیجہ

اب اس کتابی دنیا میں چور تھے نہ رہزن، اس لئے کہ کوئی شخص مفلس رہ ہی نہیں سکتا اور نہ دولت مندوں کو مال سمیٹنے کا موقع دیا جاتا تھا (لکی لا یکون دولتہ بین الاغنیاء منکم) اب زنا بھی باقی نہ رہا اس لئے کہ نکاح کا پھندہ دائمی نہ تھا۔ عورت کو خلع اور مرد کو طلاق کا حق تھا اور یہ بدترین بزدلی سمجھی جانے لگی کہ بچہ پیدا کرنے کی ذمہ داری سے باپ منہ چرائے اور اس کو نسب سے محروم رکھ کے ایک بھولی عورت پر ظلم کرے۔ قصہ مختصر جتنے اعمال کو ایک پروہتی در غیر منصفانہ نظام اور مالداروں نے غریبوں کے لئے برا قرار دیا تھا۔ لیکن خود اس سے مستثنیٰ تھے، اب ناممکن ہو گئے۔ اب وہ نظام ہی ختم کر دیا گیا۔ جس کی وجہ سے دنیا میں بے ایمانی رائج تھی۔ دنیا امن و ترقی کے راستے پر چل کر اسے پھر جنت بنانے لگی۔ نسل و رنگ، سحر و کہانت، خواجگی و شاہی کی تاریکیاں انس و محبت

کی جہاں تاب روشنی کی تاب نہ لاسکیں اور سب نے عبدالرحمان جامی کی ہمزبانی اختیار کر کے کہنا شروع کیا۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندرین راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون
(اللہ سے محبت کرنے والوں سے خوف اور حزن دور بھاگتا ہے)

اب علم پروہتوں کی غلامی سے نکل کر عام ہوگیا اب حکومت شورائیہ کتابیہ نے کمزوروں کو قوی کر دیا اور قیاس نے استقرا کی روشنی سے دنیا کو دین کر دیا۔ غلاموں کے بازار بند ہو گئے۔ عورتوں کو مکمل آزادی مل گئی۔ اعلان عام ہوگیا کہ کوئی باندی کسی بچہ کو غلام نہیں پیدا کر سکتی۔ آخر کار بیچارے مرد کو ماننا پڑا کہ عورت کی خدمت اس کا فرض ہے۔ اس لئے کہ وہ ماں ہے۔ انسان کو غلام بنانا کفر ہے اس لئے کہ وہ اس کا بھائی ہے، علم کو کسی سے چھپانا بخل ہے۔ خود غرضی ہے اور کمینہ پن ہے جو شرف انسانی کے منافی ہے اور انسان کو غیر اللہ کے دروازوں پر جھکاتا ہے۔ اب علم و عقل، مساوات امن و ترقی کے دروازوں پر طاغوت کی شکل میں کوئی حاجب اور کاہن کی صورت میں کوئی شفیع باقی نہ رہا اور دنیا ہی آخرت کا مزرعہ بن گئی اب ایک انسان دوسرے سے کہہ سکا کہ

اے آنکہ توی خلاصہ کون و مکان۔۔ بگزارد مے وسوسہ سود و زیاں
یک جام مے از ساقی باقی بستان۔۔ تاباز رہی تو از غم ہر دو جہاں

Marfat.com

پیغام محمدیؐ کی مشکلات پر نظر ثانی
قرآن کی روشنی میں

فکر و عمل محمدیؐ کو تاریخی ترتیب سے دیکھنے کا یہ نتیجہ ہے کہ بہت سی غلط فہمیاں خود بخود دور ہو جاتی ہیں اور وہ باتیں جو نو مسلموں کے قدیم عقائد کی بناء پر تاویل پیغام محمدیؐ میں مشکلات پیدا کرتی رہی ہیں سب ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ مشکلیں، اجمالی طور پر تین قسم کی ہیں۔ لسانی فلسفیانہ اور تاریخی:-

پہلی قسم۔ لسانی مشکلات

ہم نے سورۃ العلق اور سورۃ الحمد کے سلسلے میں دیکھا ہے کہ قرآن خود اپنی تفسیر ہے گو غریب القرآن پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ پھر بھی بہت سے الفاظ اور محاورے ایسے ہیں جو تاریخی پس منظر، ترتیب تنزیل اور فہم مخاطب کو پیش نظر رکھے بغیر سمجھ میں نہیں آ سکتے حتی الامکان ہم نے قرآن کے الفاظ، محاوروں اور اصطلاحات کا وہی مفہوم اس سیرت میں درج کیا ہے۔ مثلاً:-

کتاب:-

قانون یا علم کو کہتے ہیں:- کتاب او اثرۃ من علم (الاحقاف ۶)

اہل کتاب

ضد ہے امی کا۔ یعنی اہل علم اور مہذب لوگ جو قانون رکھتے ہوں۔

امی:۔

وہ قوم یا شخص جو کوئی قانون نہ رکھتا ہو۔ غیر مہذب، جو شخص فطری حالت میں ہو۔

قرآن:۔

قرآن ضد ہے سحر یا جادو یا منتر کا۔ وہ پڑھنت جو حق ہو، ھدی و نور ہو۔ ولو ان قرآناً سیرت بہ الجبال (الرعد ۴) یعنی ایسی پڑھنت جس سے پہاڑ چلنے لگیں۔ وہ کلام جو منجانب اللہ ہو یعنی رحمانی کلام

رقیتہ ورقیاً:۔

جادو منتر۔ سحر۔ باطل (اسم فاعل راق:۔ جادوگر) ولن نومن لرقیک (بنی اسرائیل ۹۳) کفار قرآن کو شیطانی کلام یعنی سحر کہتے تھے۔

سحر:۔

یا جھوٹی بات (ولئن قلت انکم مبعوثون من بعد الموت لیقولن الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین (ھود ۸)

حروف مقطعات:۔

یعنی حروف ابجد جن سے کلام رحمانی بنتا ہے۔ جن سے الکتاب یا قانون زندگی مرتب ہوتا ہے۔ جو سحر کی طرح بے معنی نہیں ہوتے یا رازمیں نہیں رکھے جاتے۔ ان میں سے بعض حروف کے عربی زبان میں مستقل معنی ہیں۔ عبری اور مصری میں بھی حروف کے معنی ہیں:۔ جیسے نون بمعنی مچھلی یا دوات۔ حامیم۔ یاسین بمعنی اے انسان۔ ب بیت یا خیمہ، جمل یا کیمل بمعنی اونٹ وغیرہ

غیب

راز۔ غیر مشہور چیز چھپی ہوئی باتوں کے حال بتانے والے بھی غیب داں یا کاہن ہوتے تھے جو قسمت کا حال بتاتے تھے۔

سواء السبیل یا قصد السبیل

(النحل ۹)۔ بیچ کی راہ۔ عدل و قسط کا راستہ اسلام۔ صراط مستقیم دین قیم۔ دین ابراہیم۔ عبودیت رب۔

صلواۃ

حلم و انکسار۔ فرض واجب۔ اصطلاحاً نماز۔

اقراء

اعلان کر۔ بول۔ جیسے اتل۔ قل۔ یہ لغت عبری ہے

(کتاب یسعیاہ ۱۔۵۸۔۶۔۴۰)

تنزیل وحی

خدا رگ جان سے بھی قریب تر ہے۔ لہٰذا تنزیل وحی کے معنی ہیں دل میں کسی بات کا پیدا ہونا (نہ کہ آسمان سے اترنا)

جبریل

عبری = قوت اللہ شدید القویٰ (والنجم ۵) ذومرہ۔ زور آور۔ وہ قوت جو خدائی ہے۔ شیطان یا جن نہیں ہے۔ انسان کے دل میں اچھی باتیں ڈالتی ہے۔

امن و خوف

حالت امن و حالت جنگ۔

Marfat.com

فتنہ

آزادی رائے کو زبردستی روکنا۔ دین سے پھیرنا

جن

مشرکوں کے معبود نہ نظر آنے والی آتش خور وحیں۔ ابلیس بھی جن تھا۔ وہ بدروحیں جو کاہن و ساحر کو کہانت و سحر سکھاتی ہیں۔ ان میں سے بعض مومن بھی تھے۔

متشابہات

قرآن کی کوئی آیت مشتبہ المراد نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اسے کلام من عنداللہ نہیں کہا جاسکتا تھا (ولو کان من عنداللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ النساء ۸۲) قرآن کی کل آیتیں متشابہ ہیں یعنی ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ توراۃ اور انجیل وغیرہ کتب الٰہیہ کے بھی مانند یا مشابہ ہیں (کتاباً متشابھا مثانی (الزمر ۲۳) (دیکھئے سورہ آل عمران ۳) (واتوابہ متشابھا۔ البقرہ ۲۵)

توراۃ وانجیل محرف نہیں ہیں

دیکھئے سورہ مائدہ ۱- اے اہل کتاب۔ یہود و نصاریٰ، اگر تم توراۃ وانجیل اور جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے اسے نہ قائم کرو گے تو تم بے دین ہو جاؤ گے (یااھل الکتاب لستم علی شئی حتی تقیموالتورۃ والانجیل ومانزل علیکم من ربکم)

قرآن چاہتا ہے کہ یہود انجیل کی بھی تصدیق کریں۔ لیکن یہود کہتے تھے کہ (نومن بماانزل علینا ویکفرون بماوراہ۔ بقرہ ۹۰) یعنی ہم توراۃ کو مانتے ہیں لیکن اس پر تیار نہیں کہ مسیح کو سچا رسول اور انجیل کو خدائی بشارت مانیں۔

یہودی توراۃ کی غلط تاویلیں کرتے ہیں۔ یہودی توراۃ کو بھی محض زبانی طور پر ماننے کے مدعی تھے۔ اس کے مفہوم میں جان بوجھ کر الٹ پھیر کرتے تھے (قد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ماعقلوہ وھم یعلمون۔ البقرہ ۷۵) اور ان میں سے بعض (سب نہیں) بالکل نادان ہیں وہ توراۃ کو نہیں جانتے۔ صرف عقلی گدے

Marfat.com

لگاتے ہیں (بقرہ ۸۷) بعض ایسے ہیں جو اپنی من مانی تفسیروں کو کلام من عند اللہ یعنی توراۃ کہتے ہیں ان پر قرآن افسوس کرتا ہے (البقرہ ۹۷) یہ لوگ میثاق بنی اسرائیل کو توڑ چکے ہیں اور توراۃ میں جن نبی کے آنے کا ذکر ہے اسے چھپاتے ہیں یہ انجیل کی تصدیق کریں گے، نہ قرآن کی نہ مسیحؑ کی نہ فارقلیطؐ کی۔

تحریف:- کسی کلام کو سمجھ لینے کے بعد اس کی غلط تاویل کرنا۔

اب۔ ام۔ ابن۔ بنت۔ اخ:- ہر زبان میں انسانوں کے رشتوں سے محاورے بنتے ہیں۔ عربی میں یہ خصوصیت بہت زیادہ ہے۔ ان سے لغوی معنی مراد نہیں ہوتے۔ جیسے شیطان کا بچہ بمعنی برا آدمی (ابن الشیطان) یا اللہ والا (ولی اللہ و ابن اللہ) اچھا آدمی۔ ہونٹ کی بیٹی (بنت شفہ) یعنی کلام۔ وغیرہ۔ نصرانیوں نے ابن اللہ کے لغوی معنی لئے اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا جسمانی بیٹا قرار دے دیا۔ حالانکہ خود انجیل میں ابن جہنم۔ سانپ کا بچہ وغیرہ محاورے موجود ہیں جن کے لغوی معنی نہیں لیتے جاتے۔ اس لئے ابن اللہ کے معنی ہیں اچھا آدمی۔ خدا کا روحانی بندہ۔ (کلمۃ اللہ و روح منہ)

عزیر:- عزیر یا عزیرس (OSIRIS) اہل مصر کا سب سے بڑا دیوتا تھا۔ وہ سیب (آسمان) اور نط (زمین) کا بیٹا مانا جاتا تھا۔ اس کی شادی عزس (ISIS) دیوی سے ہوئی اور ایک بیٹا حورس (HORUS) نامی پیدا ہوا۔ عزیر کو شیط (شیطان) نے قتل کر دیا، لیکن اس کے بیٹے حورس نے (جو مردوں کا قاضی مانا جاتا ہے) اپنے باپ عزیر کا انتقام لے لیا۔

عزیر کو ایپس (APIS) یعنی بیل بھی مانا جاتا تھا اور عزس کو گائے مانا جاتا تھا۔ ان سے جو بچھڑا پیدا ہوتا تھا اس کا نام حورس تھا جو جوان ہو کر اپنے مردہ باپ کی جگہ عزیر یعنی بیل بن کر اپنی ماں کا شوہر بن جاتا تھا جوں ہی گائے حاملہ ہوتی تھی عزیر بیل مرجاتا تھا اور حورس پیدا ہو کر عزیر بن جاتا تھا۔

سورۃ البقرہ میں اسی بچھڑے کا ذکر ہے۔ بنو اسرائیل چونکہ عرصہ تک مصر کی غلامی میں رہ چکے تھے لہٰذا وہ بھی عزیر پرستی کرنے لگے تھے اور عزیر یعنی بیل دیوتا کو ابن اللہ کہتے تھے (ابن تیمیہ کے رسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیر مصری لفظ ہے جو بیل دیوتا

Marfat.com

کے لئے استعمال ہوتا تھا)

دوسری قسم:۔ فلسفیانہ مشکلات:۔

قرآن نے مجملاً فلسفہ کی تین قسمیں کی ہیں (۱) فلسفہ غیب (۲) فلسفہ شہود (۳) فلسفہ انسان ۔ موجودہ اصطلاح میں ان کو بالترتیب (۱) فلسفہ مابعد الطبیعات یا الہیات (۲) نیچرل فلاسفی یا سائنس (۳) سوشل فلاسفی کہتے ہیں۔

فلسفہ الہیات کے متعلق قرآن نے جو کچھ بتایا ہے اسی پر اسلام کی نیچرل اور سوشل فلاسفی کا مدار ہے۔ اسے ہم آخر میں درج کریں گے۔ اگر اس کو پورے طور پر سمجھ لیا جائے اور مختلف اقوام نے جو تصورات قائم کئے ہیں ان سے مقابلہ بھی کر لیا جائے تو اسلام کا سوشل اور نیچرل فلسفہ مشکلات سے پاک ہو جاتا ہے۔

نیچرل فلاسفی یا سائنس

دراصل سائنس ہی فلسفہ شہود ہے۔ رسول اللہؐ نے اسے امور دنیا کا نام دیا ہے امور دنیا، مثلاً زراعت، باغبانی، جانوروں کی پرورش، طب، موسمیات، صنعت و حرفت وغیرہ کے متعلق انسان اپنے تجربہ و مشاہدہ سے سیکھتا رہتا ہے اور نئے نئے تجربوں سے اپنی معلومات میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ یہ سب تجربات خدا کی عطا کی ہوئی عقل و حواس کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں ان کا خالق شیطان نہیں ہے اس لئے جو باتیں بھی عقل و حواس کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں وہ در حقیقت خدا کی طرف سے ہیں۔ ان کے مطابق عمل کرنے یا نہ کرنے کا انسان کو اختیار ہے۔ تفکر و تدبر فی خلق اللہ کا قرآن بار بار حکم دیتا ہے۔ اور عام انسانی تجربہ سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ان کو عام کرنے اور فائدہ اٹھانے کا راستہ دکھاتا ہے۔

کئی مرتبہ رسول اللہؐ نے امور دنیا کے متعلق ایک رائے قائم کی لیکن تجربہ کار لوگوں کے کہنے سے بدل دی مثلاً بدر کی لڑائی کے موقع پر آپؐ نے فوج کی ترتیب اور

حوض کی تعمیر میں دوسروں کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دی اسی طرح غزوہ خندق میں حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے سے ایرانی طرز جنگ اختیار کیا۔ اسی طرح مدینہ میں آپؐ نے ابتداء میں حکم دے دیا کہ درختوں کی شادی کی رسم بند کر دی جائے اور پروانوں کو ایک درخت سے اڑا کر دوسرے درخت تک نہ پہنچایا جائے نتیجہ یہ ہوا کہ نر کھجور کا زر، مادہ کھجور تک نہ پہنچا اور اس سال کھجور کی فصل نہ آئی۔ آخر آپؐ نے اپنا حکم منسوخ کر دیا اور فرمایا کہ (انتم اعلم باامور دنیاکم۔ صحیح مسلم) یعنی تم امور دنیا کے متعلق اپنے تجربات کی بناء پر بہتر جانتے ہو۔ اور عام انسانی تجربہ سے جو بات معلوم ہوتی ہو اسے اختیار کر سکتے ہو۔

سوشل فلاسفی

انسانی اخلاق و کردار کی درستی کے لئے قرآن نے بنیادی باتیں بتا دی ہیں یہی باتیں تدبیر منزل اور سیاست مدن کے سلسلے میں بھی اصول کا کام دیتی ہے جہاں تک فروغ کا تعلق ہے ارباب حل و عقد کو اختیار ہے کہ کتب الہیہ، یعنی قوانین حقہ کے مطابق نئے نئے قوانین بناتے رہیں سوشل فلاسفی کی بنیادی خرابی تکبر و خودی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسے آدم و ابلیس کے قصہ سے واضح کرنے کے بعد انسان کو لالچ سے بچنے اور حلم و محبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے گویا انکساری و احسان ہی سے معاشرہ انسانی ترقی کر سکتا ہے اس میں محبت کی دنیا بسانے کے لئے بعض ایسے اصول جو عورتوں سے متعلق ہیں انہیں بھی بتا دیا گیا ہے۔ مثلاً کسی عورت کو طلاق دے کر معلق نہ چھوڑنا چاہئے یا طلاق خلعی کے علاوہ ہر طلاق سے رجعت کرنا ازکی و اطہر ہے۔ اسی طرح میراث کے قاعدے۔ انفاق فی سبیل اللہ کے طریقے اور علم و دولت کو جبراً ہر شخص تک پہنچانے کے اصول ایسے ہیں کہ اپنے اندر دائمی حقیقتیں رکھتے ہیں۔ یقیناً شورائی حکومت قائم ہو جانے کے بعد کتب الہیہ کے اصول کی روشنی میں سابقون الاولون کے نقش قدم پر چلنا پڑے گا یعنی جب تک ہر شخص کو کتابی و شورائی آمریت کے ذریعہ علم و دولت نہ پہنچ جائے اس وقت تک مخصوص و محدود آمریت (ڈکٹیٹرشپ) قائم رہے گی۔

Marfat.com

یہی اولی الامر فکر و عمل نبوی کی روشنی میں عدل و احسان کو جاری اور باقی رکھنے کے لئے معاشرہ اسلامی کے قانون ساز ہوں گے اور ضروریات زمانہ کے اعتبار سے معاملات ہی نہیں بلکہ عبادات کا بھی صحیح رخ متعین کرتے رہیں گے۔

یہاں یہ نوٹ کر لیجئے کہ اسلامی معاشرہ ہو یا کوئی اور معاشرہ انسانی، سب کی بنیاد ان نظریات کائنات پر ہوتی ہے جنہیں الہیات یا مابعد الطبیعات کے ضمن میں ہر سوسائٹی اپنا اساس فکر بنا لیتی ہے۔ اسلام کا اساس فکر خدائے رحیم و بعث بعد الموت پر ہے۔ مکی زندگی میں ان ہی دو باتوں کو سمجھایا گیا ہے، وہاں عبادات و اخلاقیات کی معنوی بنیادیں قائم کی گئیں۔ پھر مدینہ میں عبادات و اخلاقیات کی صوری شکلیں بتائی گئی ہیں مکہ میں صرف اللہ کی اطاعت کی تعلیم ہے۔ مدینہ میں اللہ کے ساتھ ساتھ رسول ؐ کی اطاعت کا بھی حکم ہے اور پھر ایک زمانہ آتا ہے جہاں اللہ اور رسول ؐ کے بعد اولی الامر بھی واجب الاطاعت قرار پاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اولی الامر ہی کے مشورہ سے سوشل فلسفہ کو حسب احوال و ضرورت عملی جامہ پہنایا جاتا ہے اسی کو کتابی شورائیت یا جمہوریت کہتے ہیں۔ اسلامی فقہ کی بنیاد ہی اسی پر ہے۔

اسی لئے اپنی زندگی میں رسول اللہ ؐ نے عبادات و معاملات کی روح یا معنویت تو وہی قائم رکھی جو جملہ کتب الہیہ میں موجود تھی۔ لیکن ان کی شکل و صورت کو حسب ضرورت بدلتے رہے۔ نہ صرف نماز، روزہ اور حج کی شکلوں کو بدلا بلکہ انہیں حالات کے تقاضوں سے ساقط بھی کیا۔ اسی طرح اولی الامر نے رسالت الہیہ کی معنویت کو قائم رکھتے ہوئے حسب ضرورت احکام خدا اور رسول کو بدلا ساقط کیا یا موخر، مقدم کیا۔ عام الرمادہ میں حد سرقہ کا سقوط یا متعہ پر پابندی، یا نماز کی مختلف صورتوں کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ اولی الامر سوشل فلسفہ کے الہیاتی اصول کو سمجھ کر حسب ضرورت قانون سازی کر سکتے ہیں۔ ایسا بار بار ہوا ہے اور اجماع امت سے ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ خدانخواستہ اگر اسلامی سوشل فلسفہ پر جمود طاری ہو جائے یا حالات زمانہ کے اعتبار سے سوسائٹی نئے قوانین نہ بنا سکے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ مردہ ہو گئی ہے، یا کسی ایسی سوسائٹی کے جبر

Marfat.com

میں گرفتار ہے جو اسے اپنا غلام بنا چکی ہے۔

فلسفہ غیب یا الہیات:۔

خدا اور شیطان۔ فرشتے اور جن۔ علم کی حقیقت۔ وحی و الہام کی نوعیت اور حق و باطل، صدق و کذب کا مدار الہام یا وحی پر ہو یا تجربہ و مشاہدہ پر ہو، ان سب کا تعلق فلسفہ غیب سے ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہمارے حواس اور ہماری عقل خدا کی پیدا کردہ ہے لہذا جو علم وحی و الہام سے حاصل ہو، یا عقل و حواس سے وہ سب خدا کی طرف سے حاصل ہوتا ہے۔ شیطان کو سچا علم نہیں مل سکتا، نہ وہ دے سکتا ہے۔ اس امر کا ثبوت کہ جو وحی یا الہام کسی کو ہوتا ہے وہ خدائی ہے یا شیطانی یہ دیا گیا ہے کہ جو الہام شیطنت یا خود غرضی کی تعلیم دے یا ایسی بات بتائے جس کی بنیاد تکبر (عدم مساوات) اور لالچ (خود پرستی) پر ہو وہ شیطانی الہام ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ تاریخ سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ عام انسانیت کے فلاح کی کیا چیز ہے اگر کوئی الہام یا وحی ایسی ہو جو حلم، عدل محبت و تقویٰ، معروف باتوں کی تعلیم دے اور قدیم کتب الہیہ اور تاریخ انسانی سے بھی اس کی شہادت ملے تو اسے خدائی الہام یا وحی سمجھنا چاہئے۔ خدائی الہام حق ہوتا ہے اور راہ حق دکھاتا ہے۔ اس کے برعکس شیطانی الہام باطل ہوتا ہے اور منکر باتوں کی تعلیم دے کر تباہی میں ڈالتا ہے (دیکھئے سورۃ العلق سورہ والعصر وغیرہ)

القائے شیطان:۔

اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ جو لوگ خدا کو مان چکے ہیں اور شیطان کو نوع آدمؑ کا دشمن قرار دے چکے ہیں ان پر شیطان کا غلبہ نہیں ہوتا۔ ان کی ضمیر کی آواز میں شیطانی القا یا باطل پرستی کے خیالات کی آمیزش ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ جس کا اللہ مددگار ہو اور جسے اللہ یا سرچشمہ حق کے وجود کا یقین اور اس پر بھروسہ ہو، اس پر شیطنت کا غلبہ نہیں ہو سکتا۔

۱۔ اللہ (ال الہ)

Marfat.com

الہ کے معنی ہیں معبود کے۔ اگر اسے الہ سے مشتق مانا جائے تو اس کے معنی ہیں ایسی ہستی جس کی غلامی ہی نہیں بلکہ اس کی محبت میں اتنا مبالغہ کیا جائے کہ انسان مبہوت ہو جائے اسے اپنے سر پیر کی خبر نہ رہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ حیرت میں پڑ کر اطاعت و محبت کو بھی کھو بیٹھے۔ دکھ سے بچنے اور سکھ سے زندگی بسر کرنے کے متعلق انسان بعض عقائد رکھتا ہے۔ ان عقائد کے پیدا ہونے کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب وہ بالکل فطری حالت میں ہر طرف طاقتور اچھی بری طبعی طاقتوں سے گھرا ہوا تھا اور ہر طاقتور چیز کو اپنا معبود یا الہ یا رب مان لینے پر تیار تھا۔ اربع عناصر میں روشنی اور اس کا مظہر سورج سب سے زیادہ طاقتور اور جاں بخش مانا جاتا تھا لیکن حضرت ابراہیمؑ نے بعل یا سورج (سنسکرت سوریہ۔ فارسی خورشید یا خور۔ مصری را عربی رب۔ سنسکرت روی یا ربی۔ لاطینی سول وغیرہ) کو اپنا معبود بنانے سے انکار کر دیا اور دوسرے اجرام فلکی کو بھی رب الہ یا دیوتا تسلیم نہیں کیا۔ اس لئے کہ ان کی طاقت محدود تھی اور وہ غروب ہو جاتے تھے ان کمزور مخلوقوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک قادر مطلق الہ یا الٰہ الا اللہ کا تصور دیا۔ یہی قرآنی تصور خدا ہے وہ ایسا معبود یا رب یا آقا ہے کہ صرف اسی کا حکم ماننا چاہیے۔

خدا کے متعلق مفکرین کے تین گروہ پائے جاتے ہیں۔ بعض خدا کا اقرار کرتے ہیں بعض انکار اور بعض بین بین ہیں جنہیں تشکیک کی حالت میں کہا جا سکتا ہے۔ یہاں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ رسول عربیؐ نے خدا کا تصور کس طرح قائم کیا اور پھر کس طرح مختلف اقوام کے سامنے اسے پیش کیا۔

چالیس سال کی عمر تک رسول عربیؐ نے بحیثیت تاجر کے ملکوں ملکوں کا سفر کیا اور آخر کار ان پر یہ کھلا کہ صرف ایک رب یا آقا ہے اور صرف اسی کی اطاعت کرنا چاہیے۔ اس سے پہلے نہ وہ اقراری تھے نہ انکاری بلکہ حالت تشکیک میں تھے۔ جسے قرآن نے "ضال" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے (ووجدک ضالا فھدی۔ والضحی)

آپؐ غار حرا پر غور و فکر کیا کرتے تھے۔ اور پہلی ہی وحی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ اس دنیا کا ایک خالق ہے، یہ دنیا ایک طبعی قانون کی پابند

Marfat.com

ہے (لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ۔ یاسین ۔ ۴۰) اور ہر چیز کا ایک مقصد ہے جو پہلے سے متعین ہو چکا ہے یعنی اس مادی و اخلاقی دنیا میں ازل سے ایک عقل کار فرما ہے ۔ یہ دنیا محض ایک کھلونا نہیں ہے (ما خلقنا السماء والارض وما بینھما لا عبین ۔ انبیاء ۳۹) اور انسان کی پیدائش کا بھی ایک مقصد ہے (ایحسب الانسان ان یترک سدی ۔ القیامہ ۳۶) اور (ربنا خلقت ھذا باطلا ۱۹۱ ۔ ۳) عام طور پر ہر متشکک طبعی نظام علم کا تو قائل ہوتا ہے ۔ مگر اخلاقی نظام کو نہیں مانتا ۔ رسول عربیؐ نے تاریخ علم سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ عاد ۔ ثمود ۔ قوم فرعون وغیرہ کی تباہی اخلاقی بداعمالی کا نتیجہ تھی اور جن قوموں نے دنیوی ترقی کی وہ اخلاقی نیک عملی یا صراط مستقیم پر چلنے کا نتیجہ تھی ۔ آپؐ نے بچپن سے لے کر کہولت تک خود اپنی ذات میں یہ محسوس کیا کہ کوئی رحیم و کریم ہستی ان کے ساتھ ہے ۔ وہ یتیم تھے پناہ ملی ۔ شک کی حالت میں تھے ، ہدایت ملی کہ سوائے ایک رب (آقا) کے کسی کا حکم نہ ماننا چاہیئے ، مفلس تھے ، مالدار ہو گئے ۔ ان باتوں سے آپؐ نے اس دنیا میں اخلاقی نظم و مقصد محسوس کیا اور قرآن کے ذریعے بتایا کہ ایک (رب) ایسا ہے جس نے انسان کو مختار بنایا ہے وہ جیسا بوتے گا (لیس للانسان الا ما سعی) لیکن وہ ظالم آقا نہیں ہے کہ مجبور کر کے خاص احکام کا پابند کرے اور پھر بد عملی کی سزا بھی دے ۔

عادل ہی نہیں بلکہ رحمت پر مجبور خدا

اس اقرار سے آنحضرتؐ نے زندگی کا مسئلہ حل کر لیا اور آپؐ نے عرب کے متعدد خداؤں سے مدد مانگنے والوں کو یہ تعلیم دینا شروع کی کہ صرف ایک "رب" یا ایک آقا کے حکموں پر چلو ، وہی تمہاری مدد کرے گا ۔ مشرکین مکہ کا تجارتی کاروبار صرف متعدد دیوتاؤں کے بھروسہ پر چل رہا تھا وہ کہتے تھے کہ ایک معبود یا ایک دیوتا سے کام نہ چلے تو دوسرے سے مدد حاصل کرنے میں کیا حرج ہے ۔ لیکن آپؐ نے اپنی تبلیغ صرف ایک آقا (رب) کے تصور سے شروع کی اور بتایا کہ مدد تو وہی کر سکتا ہے جو اتنی قدرت رکھتا ہو کہ پیدا کرے اور پیدا کرنے کے بعد اس مخلوق کو راہ پر لگائے (الذی خلق

۔الذی قدر فھدیٰ الاعلیٰ ۳) چونکہ دیوتاؤں کی۔ انسانوں کی۔ اور خود اپنی نفسانی خواہشوں کی غلامی عام طور پر پھیلی ہوئی تھی من اتخذ الھہ ھواہ۔ فرقان۔ ۴۳) لہٰذا ایسے اچھے آقا (رب) کے تصور کے ماننے میں کسی غلام کو بھی انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ غلاموں نے سنا اور فوراً ایسے آقا کی غلامی پر تیار ہو گئے جو خالق کل ہے جو اپنے غلاموں پر ظلم نہیں کرتا (وان اللہ لیس بظلام للعبید۔ آل عمران ۱۸۲) (وما اللہ یرید ظلما للعالمین آل عمران ۱۰۸) جو نہ صرف ظلم ہی سے باز نہیں رہتا بلکہ عدل کرنے میں بھی اپنے قانون رحمت کا پابند ہے۔ یعنی وہ ایسا آقا ہے کہ لوگ گناہ بھی کریں تب بھی وہ معاف کر دے گا (ان ربک لذو مغفرۃ للناس علی ظلمھم۔ الرعد ۶) اس سے زیادہ کونسا پیام امید و رحمت ہو سکتا ہے کہ اللہ ہر گناہ معاف کر دے گا۔ (قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمتہ اللہ۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ انہ ھو الغفور الرحیم۔ الزمر ۵۳) اس نے اپنے لئے ایک قانون بنا لیا ہے کہ گنہگار غلاموں کو معاف کر دیا کرے (کتب علی نفسہ الرحمہ۔ الانعام ۱۲) بشرطیکہ وہ (تاب و اصلح۔ الانعام ۱۲) اظہار مذمت کریں کہ آئندہ گناہ نہ کریں گے۔ اسی رب (یا آقا) کے تصور کو قرآن نے آئندہ بتایا ہے کہ وہ ملک یا بادشاہ ہے جو ہر انسان کو آخری جزا یا سزا دے سکتا ہے اور پھر بتایا کہ وہی انسانوں کا معبود (الہ) ہے (دیکھئے سورہ ۱۱۴۔ والناس) وہ ال الہ ہے۔ یعنی جملہ معبودوں سے بڑا ہے۔ اس رب کے تصور سے حیرت یا ولولہ طاری نہیں ہوتی بلکہ ولہ بمعنی انتہائے محبت پیدا ہو گئی۔

چونکہ یہودیوں اور بعض دیگر اقوام نے اپنے اپنے قبیلوں کا الگ الگ خدا بنا لیا تھا اسی لئے مکہ والوں سے یہ کہا کہ "رحمان" صرف نصرانیوں کا خدا نہیں، وہ سب کا خدا ہے اور وہی ہمارا اللہ ہے۔ یہودیوں سے کہا کہ ہمارا خدا اور تمہارا خدا الگ الگ نہیں، ایک ہی ہے (الھنا والھکم الہ واحد۔ العنکبوت ۴۶) (الھا واحد۔ البقرہ ۱۳۳)

ذات و صفات باری تعالیٰ:۔

Marfat.com

قرآن میں جہاں خدا کو بادشاہ یا ملک کے مانند بتایا ہے۔ وہاں اس کے ساتھ عرش و کرسی، لوح و قلم، ملائکہ و جنود اللہ کا بھی ذکر ہے وہ بادشاہوں کی طرح اپنے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرتا ہے مثلاً انا و نحن وغیرہ لیکن صاف صاف بتادیا ہے کہ یہ سب تمثیلی باتیں ہیں اور اس کی مانند کوئی چیز چیز نہیں (لیس کمثلہ شی ۔ الشوریٰ ۱۱) اور حضرت موسیٰ کے حالات کے سلسلے میں واضح کردیا ہے کہ خدا کو کوئی دیکھ نہیں سکتا (لن ترانی ۔ اعراف ۱۴۳) پھر یہ بھی کہا ہے کہ وہ ہر جگہ ہے صرف آسمان پر نہیں (وسع کرسیہ السموات والارض) بلکہ ہم جہاں بھی ہوں ہمارے ساتھ ہے (ھو معکم اینما کنتم ۔ الحدید ۴) حتیٰ کہ وہ ہماری رگ جان سے قریب تر ہے (نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔ ق ۱۶)

وہ مشخص و محدود نہیں

مختصر یہ کہ ہم اس کا تصور ایسی صفات کے ذریعے کرسکتے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں ۔ وہ حسن، خیر اور حق کا مرکز و منبع کہا جاسکتا ہے۔ وہ ایک ایسا قانون مانا جاسکتا ہے جو سراسر رحمت ہو اور اس قانون کا مقصد انسانوں کا ہی بہترین مفاد ہے۔ وہ ہر وقت اور ہر مصیبت میں ہمارا محافظ اور مددگار ہے۔ غرضیکہ وہ مجسم، مشخص و محدود نہیں۔ اہل شعور کے لئے اس کا جلوہ ہر شے سے نمایاں ہے۔

دعا، توبہ اور خدا:۔

یہاں یہ مسئلہ سامنے آجاتا ہے کہ اگر ہمیں صرف اسی ذات سے مدد مانگنا ہے جو کہتا ہے کہ میں ہی ہر پکارنے والے کی مدد کرتا ہوں، تو کیا وجہ ہے کہ بہت سے پکارنے والوں یعنی دعا کرنے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی؟ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی مدد مانگنے کے یہ معنی ہیں کہ غیر اللہ سے مدد نہ مانگی جائے یعنی ایسا کام ہو جو خدا کے حکم کے مطابق ہو۔ اس صورت میں خدا ہمیشہ مدد کرتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر خدا کسی شیطانی کام میں مدد نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی بندہ غلط روی کو ترک یعنی توبہ کرلیتا ہے اور عمل صالح کرنے لگتا ہے تو خدا کا وعدہ ہے کہ (لیس للانسان الا ما سعیٰ ۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ) کوشش کروگے تو

Marfat.com

اس کا پھل پاؤ گے اور پچھلی حالت سے آئندہ حالت بہتر ہوتی جائے گی۔ شرط یہی کہ اللہ کو اپنا آقا مانو، شیطان کو نہ مانو، پھر اس بات پر استقلال سے جم جاؤ۔ اس حالت میں اللہ کی قوتیں تمہارے دل سے خوف اور رنج کو دور کر دیں گی۔ یہی نفس مطمئنہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اگر اس راہ عمل میں دکھ بھی ہو تو وہ بھی عین راحت ہے (ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکہ ان لا تخافوا ولا تحزنوا۔ حم السجدہ۔ ۳۰)

مختصر یہ کہ دعا کرنے والا اگر توبہ کرے اور برا راستہ چھوڑ کر صراط مستقیم پر پڑ جاتے تب کہا جائے گا کہ اس نے خدا سے دعا مانگی اور یہ یقیناً قبول ہوتی ہے۔ یعنی اسلامی خدا ایسا خدا ہے جو ہر خطا و گناہ کو معاف کر دیتا ہے اس کے انصاف میں سزا دینا ضرور نہیں۔

۲۔ الرحمان:۔

تاریخ سے ثابت ہے، اور یمن میں کتبے بھی نکل آئے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اللہ کو رحمانان یا رحمان کہتے تھے چونکہ قریش جانتے تھے کہ رحمان یمامہ میں لوگوں کا نام ہوتا ہے اور یہ بھی جانتے تھے کہ وہ حبشی جنہوں نے عام الفیل میں مکہ پر حملہ کیا تھا، کعبہ کے بت خانے کو رحمان خانہ (گرجا) بنانا چاہتے تھے لہٰذا انہیں اس نام سے سخت نفرت تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ رحمان نصرانیوں کا خدا یا دیوتا ہے اور ہمارا خدا اللہ اور ھبل وغیرہ ہیں۔ لہٰذا وہ رحمان کو نہ تو عربی لفظ ماننے پر تیار تھے، نہ اس کی پرستش کو تیار تھے۔ نہ صرف تیرہ سال مکہ میں بلکہ بدر، احد، فتح مکہ اور دوسرے موقعوں پر مسلمان اپنے آپ کو بنی عبدالرحمان کہتے تھے اور نعرہ یا رحمان بلند کرتے تھے بلکہ انہیں اصرار تھا کہ رحمان اور اللہ ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔ بدر میں امیہ بن خلف موت کے منہ میں تھا مگر اس نے عبدالرحمان بن عوف کو عبدالرحمان کے نام سے نہ پکارا (دیکھئے ابن ہشام غزوہ بدر) اور کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ رحمان کون ہے۔ پھر صلح حدیبیہ کے موقعہ پر صلح نامہ ہی ختم ہو رہا تھا اگر رسول عربیؐ بسم الرحمان کو بسمک اللھم نہ کر دیتے۔ اسی لئے قرآن کہتا ہے (ادعو اللہ او ادعو الرحمان) دیکھئے فصل سوم۔ پنجم اور نہم سیرت ہذا) اس میں شک نہیں کہ عبرانی زبان میں رحمان رحم سے مشتق ہے لیکن قریش اسے تسلیم کرنے کو

Marfat.com

تیار نہ تھے۔ لہذا رحمان کے معنی رحمان یا اللہ ہی کرنا چاہیئے۔ حدیث بھی ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنا نام الرحمان رکھے ہاں عبدالرحمان رکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کہتا ہے کہ ہر اچھا نام خدا کے لئے ہو سکتا ہے' یہاں نام سے مراد صفت ہے (ولہ الاسماء الحسنیٰ)

۳۔ راسخون فی العلم:۔

یعنی جنہیں علم کتاب حاصل ہے خواہ وہ۔ یہود ہوں، نصاریٰ ہو یا مسلمان ہوں (دیکھئے الراسخون فی العلم منھم۔ سورہ نساء (یعنی اہل کتاب کے علماء

۴۔ ملک:۔

(فرشتہ (واحد و جمع) وہ طبعی قوتیں جو کل عالم میں پائی جاتی ہیں۔ یہود و نصاریٰ انہیں مجسم مانتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ یہ خدا کی فرمان بردار روحانی قوتیں یا فرشتہ ہیں۔ عرب جاہلیہ انہیں مؤنث مانتے تھے اور اپنی دیویوں (لات۔ منات۔ عزیٰ) کو ملائکہ کہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور ان کی ماں ایک جنیہ ہے (الصافات ۱۴۹)؛ گویا خدا اور جن میں رشتہ جوڑ کر دونوں کو خوش رکھنا چاہتے تھے (جعلوا بینہ وبین الجنۃ نسبا۔ الصافات ۱۴۹) ملک یا فرشتہ اس انسان کو بھی کہتے تھے جو بہت نیکو کار ہو (یوسف ۳۱)

قرآن نے کئی مرتبہ سکینہ یعنی اطمینان قلب اور جنود اللہ یعنی اللہ کی بخشی ہوئی ہمت کے نزول کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ملائکہ کے ساتھ الروح یعنی خدا کی قوت یا جبریل کا ذکر ہے۔ اسی الروح کو امر رب یا وحی بھی کہا گیا ہے (ینزل الملائکہ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ۔ المومن ۱۵۔ النحل ۲) (قل الروح من امر ربی۔ بنی اسرائیل ۸۵) اور (وکذلک اوحینا الیک روحاً من امرنا۔ الشوریٰ ۵۲) سے بھی ظاہر ہے کہ الروح سے مراد امر رب یا وحی یا رحمت الہیہ ہے۔ اسی کو امانت والا فرشتہ (روح الامین۔ الاحقاف ۹۳) اور فرشتہ رحمت (روح القدس یا جبریل۔ النحل ۱۰۲۔ بقرہ ۹۱)

Marfat.com

بھی کہا گیا ہے ۔ غرضیکہ قرآنی اصطلاح میں ملک یا فرشتہ وہ خدائی قوت ہے جو انسان کے دل میں اطمینان، بھروسہ، ہمت اور استقامت پیدا کرتی ہے۔ موجودہ زمانہ کی اصطلاح میں اسے ضمیر یا وجدان کہہ سکتے ہیں۔ یا استعارتاً یہ خدائی آواز ہے جو ہر انسان سن سکتا ہے (فالھمھا فجورھا و تقواھا۔ والشمس ۸)

۵۔ شیطان۔ جن

بری روحوں کا سردار جسے مصری شیط کہتے تھے اور یہودی و نصرانی و عرب جاہلیہ بھی اس فرضی ہستی کو مانتے تھے۔ ایران میں اسے اہرمن کہتے تھے۔ ہند میں اس کا نام آسور ہے

قرآن نے بتایا کہ وہ خدا کے مقابلہ میں ایک دوسرا خدا نہیں ہے۔ بلکہ ▪ مخلوق ہے۔ شر محض ہے۔ ہر انسان کے دل میں اچھے اور برے دونوں قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا برائی پیدا کرنے والی قوت شیطان یا نفس امارہ ہے (یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان، کما اخرج ابویکم من الجنتہ۔ الاعراف ۲۷) اسی لئے محاورۃً شیطان کے معنی بیماری لانے والی طاقت یا نسیان یا پیاس کے بھی ہیں (دیکھئے جب حضرت ایوب نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان یا پیاس نے ستا رکھا ہے (انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب) تو جواب ملا کہ پیر زمین پر مارو ٹھنڈا پانی موجود ہے۔ سورہ ص ۴۱۔ ۴۲۔ اسی طرح سورہ انفال ۱۱)

عرب جاہلیہ میں شیطان ▪ نجومی اور کاہن کو بھی کہتے تھے (وحفظنا (السماء) من کل شیطان مارد۔ والصافات ۷) رازی نے بھی رجوماً للشیاطین ۔ سورۃ الملک) کی تفسیر میں شیاطین کو منجم بتایا ہے۔

قرآن کہتا ہے شیطان بھی جن تھا۔ یعنی وہ آتشیں روحوں میں سے ایک تھا (کان من الجن ۔ الکہف ۵۰) اور لوگ جنوں کی پرستش بھی کرتے تھے اور ان کے حکموں پر چلتے تھے (بل کانو یعبدون الجن : السبا۔ ۴۱) جن کے معنی نجومی یا کاہن کے بھی ہیں (دیکھئے سورۃ الجن : ۱۔ ۲ اور ۸۔ ۹) یا وہ غیر مرئی ہستیاں جو نجومی کاہن و شاعر کو غیبی خبریں

۶۔ بعث بعد الموت

جہاں تک بعث بعد الموت کا تصور ہے [illegible] ... [illegible] ہے۔ [illegible] ... [illegible] ... [illegible] زندگی [illegible] ... [illegible] تصور موجود تھا۔ مگر [illegible] ... [illegible] زندگی کے تصور [illegible] ... فلسفے نے [illegible] ... [illegible] دنیا [illegible] ہونے کے تصور کو [illegible] کا مترادف [illegible]۔ حالانکہ [illegible] ... [illegible] کوئی نیک [illegible] کی زندگی بسر کرے گا تو بہتر [illegible] ... [illegible] ہے۔ [illegible] ... کی وجہ یہ [illegible] خدا [illegible] کہ وہ ایک عادل خدا مانتے ہیں۔ [illegible] ہے۔ اسلام نے توبہ کا نظریہ دیا اور بتایا کہ [illegible] یعنی شرک کے علاوہ سب گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی کی اصلاح کرلے اور پرانے اعمال پر اظہار ندامت کرے تو ان اعمال کی سزا نہیں دی جائے گی اس لئے کہ خدا عدل کے ساتھ احسان و رحمت کو پسند کرتا ہے۔

اس تصور کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلام کی سیاست عدل و احسان کے بنیادی اصول کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اور یہودی عادلانہ تصور العین بالعین (آنکھ کے بدلے آنکھ) کو عملی دنیا سے خارج سمجھتے ہے۔

بہرحال بعث بعد الموت کا تصور انسان کو صحیح اعمال کرنے اور مسرت و راحت کی دنیا بسانے کی طرف ابھارتا ہے۔ اور یاس اور ناامیدی کو قریب نہیں آنے دیتا۔

۷۔ جبر و اختیار

قرآن کہتا ہے کہ انسان اپنے اخلاقی اعمال میں مختار کل ہے اس لئے کہ اسے خدا

نے عقل و شعور دے کر عام حیوانات سے ممتاز بنایا۔ اور تجربہ و مشاہدہ سے فائدہ حاصل کرنا سکھایا۔ سمع و بصر اور دل عطا کیا (وعلم الانسان مالم یعلم ۔ العلق) اور زندگی کے دوراہے پر کھڑا کر کے بتا دیا کہ یہ راستہ نیکی کا ہے اور یہ بدی کا (وھدیناہ النجدین۔ اور دنیا کی ہر مخلوق کو ہمارا مسخر کر دیا کہ ان کو اپنے فائدے یا نقصان کے لئے کام میں لا سکیں۔

۸۔ کیا قرآن کلام محمدؐ ہے؟

انسانی تمدن کی ابتداء کے ساتھ ساتھ ہر قوم میں طبیب، کاہن، ساحر، نجومی شاعر بھی پیدا ہو گئے تھے جن کا دعویٰ تھا کہ ہر قسم کی معلومات روحوں سے ہوتی ہے بعض لوگوں میں روحیں حلول بھی کرتی تھیں اور وہ غیب کی باتیں، بیماری کی دوائیں اور ایسے جادو منتر بتاتی تھیں جن سے دوستوں کو فائدہ اور دشمنوں کو نقصان پہنچایا جا سکے۔ ان روحوں یا ستاروں وغیرہ کے خوش کرنے کے لئے اور ان سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے ان کے سامنے نذرانے اور قربانیاں (حتیٰ کہ انسان کی قربانی بھی) پیش کی جاتی تھیں ان کاہنوں اور ساحروں کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنے علم کو راز میں رکھتے تھے حتیٰ کہ اپنے بیٹوں تک کو مشکل سے بتاتے تھے۔ شاعروں کا بھی یہ دعویٰ تھا کہ ان کا ایک جن (تابع من الجن) ہوتا ہے جو انہیں قصیدے بنا بنا کر دیتا رہتا ہے۔ خود ان کے ذہن و نطق کا اس میں دخل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب قرآن نازل ہوا۔ تو مشرکین مکہ کہنے لگے کہ یہ تو شیطان یا جن کا کلام معلوم ہوتا ہے۔ یعنی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ خود رسول عربیؐ اس طرح کا کلام تصنیف کر سکتے ہیں۔ بلکہ ایک بڑھیا تک یہ سمجھتی تھی کہ کاہن و ساحر کسی جن ہی کے ذریعہ سے کلام یا سحر سیکھتے ہیں۔ یہ واقعہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ جب وحی آنے میں کچھ دیر ہوئی تو پڑوسی بڑھیا نے کہا کہ کیا بات ہے کہ محمدؐ کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ کیا آج کل اس کے شیطان نے آنا بند کر دیا ہے۔ یہی نہیں خود رسول عربیؐ کو پہلی وحی کے بعد یہ ڈر معلوم ہوا تھا کہ جس کو میں نے وحی لاتے ہوئے دیکھا ہے وہ کہیں ویسا ہی شیطان نہ ہو جو کاہنوں وغیرہ پر آتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ

مجھے اپنے نفس پر ڈر معلوم ہوتا ہے (فقال زملونی فزملوہ حتی ذھب عنہ الروع۔ فقال لخدیجہ واخبرھا الخبر لقد خشیت علی نفسی۔ فقالت خدیجہ کلا واللہ ما یحزنک اللہ ابداً۔ بخاری۔ باب کیف کان بدء الوحی) اسی روایت کے سلسلے میں ہے کہ (فرعبت منہ) اس پر حضرت خدیجہؓ نے ورقہ بن نوفل سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ ناموس اکبر ہے جو موسیٰؑ پر آتا تھا (ابن ہشام ۱۵۲) (صحیحین عن عائشہ) اس کے بعد گھر پر آکر حضرت خدیجہؓ نے جبریل کے آنے کے وقت انہیں گود میں بٹھالیا اور آخر کار جبریل آپؐ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس پر حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ ضرور یہ جبریلؑ تھے۔ یہ شیطان ہرگز نہیں (فواللہ انہ لملک وما ھذا بشیطان۔ ابن ہشام سیرت ص ۱۵۲۔۱۵۳) خدا آپ جیسے اور مہمان نواز شخص کو دکھ میں نہ ڈالے گا۔" (صحیحین عن عائشہ۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۴)

حافظ ابن حجر نے اس شک اور خوف کے اعتراض پر ایک مشہور محدث کا یہ جواب لکھا ہے کہ نبوت ایک امر عظیم ہے اس لئے فرشتے کے یکایک نظر آنے سے آپؐ خوف زدہ ہو گئے اور حضرت خدیجہؓ کی تسکین اور ورقہ کی تصدیق سے آپؐ کو حق بات معلوم ہو گئی اور آپؐ کو اطمینان ہو گیا۔" (فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ کتاب التعبیر ج ۱۲۔ ص ۲۱۷۔ مطبوعہ مصر) اس سلسلہ میں شبلی نعمانیؒ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ "صحاح سے ثابت ہے کہ بچپن میں نبوت سے پہلے آپ کا شق صدر ہوا تھا اور فرشتے نظر آتے تھے۔ اس لئے فرشتے کے نظر آنے سے خوف زدہ ہونے کے کوئی معنی نہیں۔ کیا کسی نبی کو بھی ابتدائے وحی میں کبھی شک ہوا تھا۔ لہذا حافظ ابن حجر کی پیروی کی جگہ خود روایت کی سند پر غور کرنا چاہئے۔ یہ روایت مقطوع ہے یعنی سند کا سلسلہ امام زہری تک ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ سند ناکافی ہے" (ملخصاً از سیرت النبی شبلی نعمانی۔ ص ۱۹۰)

ہم یہ کہتے ہیں کہ درایت کی رو سے یہ روایت بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اور آنحضرتؐ کا خوف زدہ ہونا بالکل قرین قیاس ہے لیکن شارحین نے پہلے سے فرض کر لیا کہ جو شخص پیام خداوندی لایا تھا وہ "فرشتہ" تھا۔ اور آپؐ فرشتے کو دیکھ کر "خوف زدہ" ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ راوی یہ کہتا ہے کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ جو روح یہ

پیام لاتی ہے وہ اچھی روح (فرشتہ) ہے یا بری روح (شیطان!) بلکہ آپ کو یہ خوف پیدا ہوا تھا کہ کہیں مجھ پر کاہنوں اور ساحروں کی طرح شیطانی الہام تو نہیں ہو رہا ہے!۔ اب ورقہ نے بتایا کہ یہ جبریلؑ ہے تو آپؐ کو حقیقت معلوم ہوئی۔ اور آپؐ نے سمجھ لیا کہ یہ پیغام خداوندی ہے، شیطانی نہیں ہے عرب کی فضا بلکہ کل دنیا کی فضا میں یہ بات پھیلی ہوئی تھی کہ خدائی پیغامات فرشتے لاتے ہیں اور شیطانی پیغامات دیولایا کرتے ہیں۔ ان حالات میں اگر آنحضرتؐ بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ خدائی پیغام ہے یا نہیں، تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

محمد بن سعدؒ نے کتاب الطبقات الکبیر (طبع لندن ۱۹۰۵) میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ کاہن یا مجنون تو نہیں ہو رہے ہیں (۱) عن ابن عباس "اذاراٰی ملکافی افق السماء ذعر رسول اللہ من ذلک وقال انی لاخشی ان اکون کاھناً (۲) عن عروہ ان رسول اللہ قال یا خدیجہ انی اری ضوء واسمع صوتاً لقد خشیت ان اکون کاھناً (۳) عن ابن عباس ان النبی قال انی اخشی ان یکون فی جن۔ فقالت لم یکن اللہ یفعل بک ذلک یا ابن عبداللہ۔ ثم اتت ورقہ بن نوفل۔ فقال ان یک صادقاً فھذا ناموس مثل ناموس موسیٰ۔۔۔" (صفحات ۱۲۹۔۱۳۰)

اس پس منظر کے بعد اگر ہم پہلی وحی کے الفاظ کو دیکھیں تو وہیں سے مشرکین مکہ اور جن پرستوں کے لئے چیلنج شروع ہو جاتا ہے۔ عرب میں عام طور پر یہ مشہور تھا کہ خدا کے علاوہ غیر اللہ (جن۔ بھوت۔ ستارے۔ ہاتھ کی لکیریں، ہوا کے رخ۔ چڑیوں اور جانوروں کی بولی) سے غیب کا علم معلوم ہو سکتا ہے۔ کاہنوں۔ ساحروں اور شاعروں کی روزی کا دار و مدار ہی اس فریب پر تھا۔ پہلی وحی میں بتا دیا گیا کہ (علم الانسان ما لم یعلم۔ العلق) خدا کے سوا غیب کا علم کسی کو نہیں ہے۔ اب بتائے کہ کیا رسول عربیؐ کو شک تھا کہ یہ وحی خدا کی طرف سے ہے یا وسواس الخناس ہے؟ اگر جناب رسول عربیؐ بھی قرآنی الفاظ سے یہ نہیں سمجھے تھے کہ یہ وحی خدا کی طرف سے ہے، تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ نہ تو ورقہ بن نوفل سے آپؐ کو زیادہ معلومات تھیں کہ شیطانی القا اور خدائی وحی میں امتیاز کر سکتے نہ آپؐ کے تجارتی سفروں سے آپ کو یہ علم ہوا تھا کہ مکہ اور اس کے قرب و جوار

Marfat.com

کے ملکوں میں کون کون سی قومیں آباد ہیں اور ان کے کیا کیا تصورات ہیں۔

یہ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا۔ راویوں نے تو لکھی ہوئی چیز کو پڑھنے کے معنوں میں قرا سے اقرا، قرار دے لیا۔ اور پھر آنحضرتؐ کو امی (بمعنی ان پڑھ۔ یا جو لکھنا پڑھنا نہ جانے) ثابت کرنے کے لئے خدائے علام الغیوب پر بھی تعریض کر دی کہ باوجودیکہ خدا جانتا تھا کہ رسول عربیؐ امی (ان پڑھ) ہیں اپنے فرشتہ وحی سے کہا کہ جا اور محمد عربی کو زور زور سے بھینچ اور دیباج پر لکھی ہوئی وحی (نمط من الدیباج) (دیکھئے حدیث عبید بن عمر علی حاشیہ صحیح بخاری) کو پڑھوا کے چھوڑ (بخاری: باب کیف کان بدء الوحی) حالانکہ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں اقرا۔ بھی وہی ہے جیسے "قل" یا "اتل"۔ اور امی ہمیشہ اہل کتاب کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی وہ قوم جو کسی قانون کی پابند نہ ہو یا جسے کوئی قانون الٰہی نہ دیا گیا ہو۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ قانون الٰہی دیا جا چکا ہے لیکن اسے وہ بھول گئے ہوں۔ قرآن میں خود ہے کہ اہل کتاب میں بھی بعض امی ہیں (ومنھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی۔ بقرہ ۷۸)

بہرحال پہلی وحی کے چیلنج کے بعد ہی کفار قریش نے دعوت جہرا کے زمانہ میں یہ کہنا شروع کیا کہ یہ قرآن جو سحر کے مقابلہ میں دیا جا رہا ہے۔ کلام جن ہے کلام ملک یا قول جبریل نہیں ہے۔ آپؐ نے مشرکین کو عدل واحسان کی دعوت دی اور فرمایا کہ ظلم کرو گے تو دوبارہ پیدا کئے جانے کے بعد تم کو جہنم واصل کیا جائے گا۔ اس پر کفار نے تکذیب یوم الدین شروع کر دی اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ قول فصل ہے تو کہنے لگے کہ یہ ھزل ہے (الطارق) پھر وہ قرآن کے متعلق کہنے لگے کہ یہ کاہنوں یا شاعروں کا کلام نہیں، ہو نہ ہو یہ جادوگروں کا سا کلام ہے (فقال ان ھذا الا سحر یوثر۔ ان ھذا الا قول البشر) جو گذشتہ زمانہ سے نقل ہوتا چلا آیا ہے یقیناً یہ بشر کا کلام یعنی سحر و جادو ہے جو ایک کو دوسرے سے الگ کرتا ہے (المدثر) یہ پرانے افسانے یا اساطیر الاولین ہیں۔ (التطفیف۔ ن والقلم) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ کلام ایک رسول کریم یا جبریل لاتا ہے۔ تو کافر بولے نہیں قول شیطان رجیم ہے (التکویر) پھر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ یہ تنزیل من رب العالمین ہے یعنی خدا کی طرف سے آیا ہے تو کفار کہنے لگے کہ یہ قول

Marfat.com

کاہن ہے (الحاقہ) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ نصیحت یا ذکر ہے تو وہ کہنے لگے کہ یہ سحرو باطل ہے (القمر) اسے اللہ نے نازل نہیں کیا (ما نزل اللہ من شئی ۔ الملک) اور (والصافات) اور خود آنحضرتؐ کو شاعر، کاہن، مجنوں (الطور) ساحر و کذاب (ص) رجل بہ جنۃ ۔ المومنون مفتری شاعر (الانبیاء) منگھڑت باتیں (بنانے والا) جسے دوسروں نے بنانے میں مدد دی ہے (افک افتراہ اعانہ علیہ قوم آخرون ۔ الفرقان (سبا) کہنے لگے۔ خلاصہ یہ کہ کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ غیر اللہ یا جن انسان کے دلوں میں القا کر سکتا ہے، مگر اللہ اپنے فرشتوں کے ذریعے نہیں کرتا۔

پورے تیرہ سال مکہ میں یہ تعلیم دی گئی کہ اچھی راہ پر ڈالنے والے اللہ کے ایلچی ہر زمانہ میں آتے رہے ہیں۔ لیکن مشرکین نے اسے نہ مانا وہ خدائی وحی میں اپنی دیویوں اور جنوں اور کاہنوں وغیرہ کو بھی شریک کرنا چاہتے تھے اور اس پر تیار نہ تھے کہ ان کو چھوڑیں (انا تارکوا الھتنا الشاعر مجنون) (والصافات) اس لیے آنحضرتؐ کو رسول اللہ نہ مانا اور دوسری قوموں کے رسولوں کو ماننا تو درکنار وہ اس پر بھی تیار نہ تھے کہ خدا کا وہ نام جو نصرانیان حبشہ استعمال کرتے تھے، یعنی رحمان، اس کو اور اپنے اللہ کو ایک ہی ذات مانیں ۶ ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ اس وقت تک یہی جھگڑا باقی تھا کہ نہ الرحمان کو وہ اللہ مانتے تھے نہ رسولؐ اللہ کو خدائی پیام لانے والا رسول تسلیم کرتے تھے وہ اس پر تیار تھے کہ اپنی کہانت و شاعری کی مانند قرآن کو کلام جن مان لیں۔ یہاں یہ نوٹ کر لیجیے کہ قریش کے نزدیک "جن" کی قوم ایک اچھی قوم تھی قرآن نے بعض کو شیطانی قرار دیا ہے اور ان میں سے بعض کو مومن بھی بتایا ہے۔

مندرجہ بالا قرآنی تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ مشرکین کو ہر بات میں شرک پسند تھا۔ انہیں اس سے بحث نہیں تھی کہ کلام شاعر یا کاہن کے منہ سے نکلتا ہے اور خود اپنی تصنیف میں مصنف کا کہاں تک دخل ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ہر مسجع و مقفی عبارت جو کہانت ۔ سحر یا شعر کی مانند ہو۔ بغیر کسی جن کی مدد کے نہیں بن سکتی۔ لہذا اگرچہ کلام کہنے والے کے منہ سے نکلتا ہے لیکن وہ اس کا ہوتا نہیں۔ وہ درحقیقت جن کا کلام ہوتا ہے جنوں کو وہ اپنا معبود (یا دیوتا) مانتے تھے، اس لیے ان کو علم غیب کا منبع سمجھتے

Marfat.com

تھے۔

کلام جن:-
اگر ان روایات کو دیکھا جائے جو کلام جن سے متعلق ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر شاعر کا ایک جن ہوتا ہے جیسے رائی کہتے تھے (لسان العرب ج ۱۹۔ ص۔ ۱) اللیث کا قول ہے اور کہانت وطب سکھاتا ہے۔ سواد بن قارب کے پاس بھی رئی آیا کرتا تھا (ابن ہشام ج ۱ ص ۱۳۳) ابو عبیدہ اصمعی نے حسان بن ثابت شاعر رسولؐ کے رئی کا ذکر کیا ہے۔ وہ جنوں کی ایک قوم بنو الشیصبان سے تھا (جمھرۃ العرب۔ ج ۱ ص ۱۷۶ طبع حیدر آباد) جریرؓ بن عبداللہ الجبلی کو مسحل "جن" نے خبر دی تھی کہ اعشیٰ کی زبان پر اس نے ایک لامیہ قصیدہ جاری کیا تھا" (کتاب الاغانی لاصفہانی) (آلوسی۔ بلوغ الارب ج ۲۔ ص ۳۶۷) تفصیلات کے لئے دیکھئے الف با۔ مصنفہ یوسف بن محمد البلوی ص ص ۳۳۔۳۶) الطبقات ابن سعد ج ۱۔ ص ۱۱۰) ان میں کاہنوں اور ساحروں کے جنوں کے حالات اور اشعار جن بھی دئے ہوتے ہیں۔ سیوطی کی اتقان (ص ۱۱۷) میں بھی اشعار الجن اور سیرۃ ابن ہشام میں بھی مذکور ہیں۔

رسول اللہؐ کا معترضین کو جواب
آپؐ نے سب سے پہلے تو مشرکین کو یہ جواب دیا کہ تم خود مانتے ہو کہ تمہارے کاہنوں۔ ساحروں اور شاعروں کا کلام جنوں کا کلام ہے۔ لیکن تمہاری دیویاں اور تمہارے "جن" سب ذریات ابلیس ہیں۔ ابلیس بھی جن تھا۔ لہذا تمہارے شیطان اور باطل کلام کی دو خصوصیات ہیں:-

۱۔ تمہارے ساحر اور کاہن اپنی معلومات کو راز میں رکھتے ہیں۔ ان کے جادو منتر محض باطل ہیں۔ اس لئے کہ وہ عقل و تنقید کی کسوٹی پر نہیں کسے جاسکتے۔ ان کا چھپانا ہی ان کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ تمہارے شاعر محض انتقام اور جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اور جھوٹی تعریفیں کر کے روپیہ کماتے ہیں وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو

کرتے نہیں (یقولون ما لا یفعلون۔ الشعراء) یہ سب شیطانی باتیں ہیں یعنی انسان کو معروف کی نہیں منکر کی طرف لے جاتی ہیں۔

۲۔ تمہارے مدعیان علم غیب اپنی جھوٹی باتوں کے ذریعہ روپیہ کماتے ہیں، اور بغیر اجرت کے کسی کو کچھ نہیں بتاتے۔

بخلاف اس کے قرآن کی تعلیم اس لئے رحمانی تعلیم ہے کہ

(۱) قرآنی تعلیم راز میں نہیں رکھی جاتی۔ یہ تذکرہ۔ ذکری۔ ھدی و نور ہے۔ یہ امن و اتفاق۔ عدل و احسان کی تعلیم ہے۔ اس کی ہر بات (آیت) کو عقل کی کسوٹی پر کس سکتے ہو۔ یہ ویسی ہی تعلیم ہے جیسی گزشتہ زمانے والے اللہ کے رسول دیا کرتے تھے۔ یہ غیر اللہ سے مدد مانگنے کو انسانی شرف کے خلاف بتاتی ہے اگر تم بھی ایسی باتیں بنالاؤ تو میں خود ان کی پیروی کو تیار ہوں (فاتو بکتاب اھدی منھما۔ اتبعہ)

(۲) کوئی ہادی یا مرسل نیک راہ بتانے کے لئے اجرت نہیں لیتا۔ نہ میں لیتا ہوں (لا استلکم علیہ اجراً۔ یاسین و دیگر سور)

غرضیکہ رسول اللہؐ نے نطق یا کلام کی دو قسمیں بتائیں۔ ایک نطق حق ہوتا ہے جو معروف اور نیکی کا راستہ بتانے کے لئے کسی رسول یا ہادی کے ضمیر منیر کی پکار ہوتا ہے۔ یہ خدائی تعلیم بذریعہ اس خدائی قوت یا فرشتۂ وحی کے رسول کے دل میں پیدا (نازل) ہوتی ہے۔ قرآن میں خیالات کے قلب میں پیدا ہونے کو "نزول معنی" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خواہ وہ معنی فرشتہ وحی کے ذریعے ہوں یا شیطان کے ذریعے۔ مقصد یہ ہے کہ دل میں اچھے یا برے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اچھے خیالات (معروف) ہوں تو وہ خدا کی طرف سے ہوتے ہیں، برے (منکر) ہوں تو وسواس الخناس ہوتے ہیں اسی واسطے کلام حق کے لئے کہا گیا کہ یہ خیالات ایک امین فرشتہ قلب میں پیدا کرتا ہے (نزل بہ روح الامین علی قلبک۔ الشعراء۔ ۱۹۳) انہیں شیطان پیدا نہیں کرتا (ما تنزلت بہ الشیطین۔ الشعراء۔ ۲۱۰) ان خیالات کا اظہار رسول اللہؐ اپنے عربی الفاظ میں کرتے ہیں اور لوگوں کو بداعمالی کے نتائج سے خبردار کرتے ہیں (لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین۔ الشعراء۔ ۱۹۳)

Marfat.com

نطق کے دو اوصاف ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ اس میں علانیہ نیکی کی تعلیم ہوتی ہے اور ذاتی منفعت کی یا معاوضہ کی خواہش نہیں ہوتی۔ بحیثیت طرز بیان کے اس کی مزید دو قسمیں کی جا سکتی ہیں۔ نطق منطقی جو عقل کے مطابق ہو اور نطق خطابت جو انسان کے دل سے اپیل کرے۔ قرآنی تعلیم نطق عقلی بھی ہے اور نطق خطابت بھی۔ چونکہ یہ تعلیم راز میں نہیں رکھی جاتی اور دل و دماغ پر سچائی کے ساتھ اثر کرتی ہے اس لئے اس میں خواہش نفسانی کو دخل نہیں ہوتا (ما ینطق عن الھوی النجم الاعلیٰ) بلکہ وہ عام منطقی کلام کی طرح حق ہوتی ہے (فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون۔ الذاریات ۲۳)

نطق باطل یا نطق اوہامی وہ ہوتا ہے جو انسان کے توہمات سے اپیل کرے جیسے کہانت۔ شعر سحر وغیرہ۔ اس کا دل و دماغ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس قسم کا نطق مہمل و بے معنی ہوتا ہے۔ جس کا منشاء سوائے دھوکہ دینے کے کچھ نہیں۔ اسی کو زخرف القول بھی کہا ہے اور فی کل واد یھیمون (ہر سمت بھٹکتے پھرتے ہیں۔ الشعراء۔ آخری آیات) بھی کہا ہے۔ اسی لئے بار بار قرآن نے کہا کہ رسول اللہؐ نہ کاہن ہیں نہ شاعر (دیکھئے سورہ ن۔ ۲۔۵) (الطور ۲۹۔۳۰) (ص) (الصافات) (الانبیاء) (الشعراء ۲۔۲)

(نوٹ:- یاد رہے کہ رحمانی و شیطانی کلام کی بحث صرف مکہ میں تھی۔ اس لئے کہ وہ کلام رحمانی کو نہیں مانتے مدینہ میں اہل کتاب تھے۔ وہاں یہ بحث ہی نہ تھی۔

کلام اللہ حادث نہیں ہو سکتا

جس طرح طبعی قوانین اٹل ہیں اور مخصوص احوال میں ان کا عمل مقررہ قوانین الٰہیہ کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح اخلاقی و تاریخی قوانین بھی اٹل ہیں۔ اسی کو قرآن امر اللہ، سنۃ اللہ، کلمات اللہ یا آیات اللہ کہتا ہے۔ ان میں تبدل و تحول نہیں ہوتا (لن تجد لسنۃ اللہ تحویلا) اسی طرح اخلاقی قوانین انسانی سوسائٹی میں اللہ کے امر، حکم یا کلام سے جاری ہیں۔ یہی کلام معنوی ہے اور لافانی ہے۔

یہود، نصاریٰ اور ہنود کے بعض فرقے یہ مانتے ہیں کہ موسیٰ، مسیح اور مختلف اوتار

خود خدا (یا ابن اللہ) تھے اور ان کا کلام لفظی "کلام اللہ" تھا۔ لیکن اگر ان کا کلام لفظی "کلام اللہ" ہوتا تو وہ حادث نہ ہوتا۔ یعنی اس کے الفاظ بعینہ اسی زبان میں موجود رہتے جیسا کہ انہوں نے لوگوں کو دیا تھا حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ عبری آرامی۔ سنسکرت۔ اوستا اور مصری زبانیں عرصہ دراز سے حوادث زمانہ کی نذر ہو چکی ہیں ان میں تغیر و تبدل ہو گیا ہے اور اپنی اصلی صورت میں کہیں بھی رائج نہیں۔ یعنی حادث الفاظ کو خدا کی صفت ماننا غلطی ہے۔

مسلمانوں نے اس مسیحی نظریہ سے اختلاف کیا کہ لوگاس یا کلام قدیم ہے یا بقول مسیح خود خدا ہے۔ مسیحیوں نے یہ نظریہ یونانیوں سے لیا تھا جو نطق، لوگاس یا لغت کو عقل اول اور قدیم مانتے تھے۔ قرآن نے بتایا کہ خدا میں کوئی شریک ہے نہ مخلوق ہے نہ اس کی کوئی صفت حادث ہے۔ مگر محدثین نے (جن کے امام جناب احمد بن حنبل تھے) کلام الٰہی کو اللہ کی صفت قرار دیا تھا اور اسے قدیم مانا تھا۔ وہ معنی اور لفظ دونوں کو قدیم مانتے تھے۔

امام بخاری نے یہ راہ نکالی (اور اسی راہ پر امام ولی اللہ محدث دہلوی بھی تھے) کہ قرآن کا تلفظ حادث ہے۔ اور اس کے معانی قدیم ہیں۔ اس بات پر امام احمدؒ کے شاگرد ذہلیؒ اپنے شاگرد امام بخاریؒ سے ناراض تھے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ عربی ہو یا عبری ہر زبان حادث ہے اور صرف معنوی طور پر خدا کا کلام قدیم ہے۔ ہر وحی کا جب کبھی لفظوں میں اظہار کیا جائے گا تو وہ الفاظ خدا کے نہیں بلکہ بولنے والے کے ہوں گے۔ قرآن خود کہتا ہے کہ اس کے بول ایک امین فرشتے کے ہیں (انہ لقول رسول کریم۔ الحاقہ ۴۰) ظاہر ہے کہ خود خدا اور جبریل دونوں قلب رسول میں معنی پیدا کرتے تھے۔ اور ہر انسان کے دل میں اسی طرح خدا کی طرف سے معنی آتے ہیں۔ علم الانسان مالم یعلم (العلق ۵)

قرآن نطق حق ہے۔ یہ نطق حق نہ صرف قدیم کتب الہیہ کو عربی زبان میں بیان کرتا ہے (ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک۔ حم السجدہ ۴۳) بلکہ اپنے صحابیوں کے نطق حق کو بھی قرآن میں جگہ دے چکا ہے۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مقام

ابراہیم کو مصلیٰ بنا لیا جائے یا آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم دیا جائے یا ان پر طلاق کی تہدید ہو۔

اگرچہ آنحضرتؐ کے قلب میں خدا کی طرف سے بہت سے معنی پیدا ہوتے تھے۔ لیکن آپؐ سب کو الفاظ کا جامہ نہیں پہناتے تھے۔ آپؐ پر بہت سے اعمال کی وحی ہوتی تھی اور ان کو الفاظ میں کہنے کی جگہ آپ عملاً کر کے دکھا دیتے تھے۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور جہاد کے بہت سے اعمال اسی ضمن میں ہیں۔ ان کے علاوہ خواب کے ذریعے سے جتنے خیالات آپؐ کے دل میں پیدا ہوتے تھے ان سب کو لفظی طور پر قرآن میں بیان نہیں کیا گیا۔ ان باتوں کی تفصیل ان احادیث میں پائی جاتی ہے جو آپؐ نے بیان فرمائیں اور انہیں قرآن میں جگہ نہیں دی۔ اس لئے انہیں وحی تو کہتے ہیں مگر وحی خفی یا وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ ان میں بعض کا بہت مختصر تذکرہ قرآن میں بھی ہے مگر بہت بعد میں کیا ہے۔ مثلاً ہجرت کے وقت ۱ھ میں جب آپؐ غار ثور میں تھے تو آپؐ پر خدا نے سکینہ اور اللہ کی دی ہوئی ہمت نازل کی تھی (سکینہ و جنود اللہ) اس کا ذکر آپؐ نے فتح مکہ کے بعد قرآنی الفاظ میں کیا۔ اسی طرح حدیبیہ میں ۶ھ میں جانے سے پہلے آپ نے جو خواب دیکھا تھا اس کا ذکر ضمناً بہت بعد میں کیا اور اگرچہ آیت قتال بہت بعد میں نازل ہوئی لیکن اس کا حکم ۲ھ میں طالوت و جالوت کے قصہ میں در حدیث دیگراں کیا گیا۔

اس سے ثابت ہے کہ رسولؐ کے قلب پر جو وحی نازل ہوتی تھی وہ لفظی ہی نہیں بلکہ کسی عمل کے کرنے کا اشارہ یا کوئی خواب بھی ہوتا تھا۔ وہ عمل یا خواب حادث تھا۔ البتہ اس کا مفہوم دوسروں کے الفاظ میں موجود ہے اور سب اسے معنوی طور پر کلام من عنداللہ (نہ کہ کلام اللہ) مانتے ہیں۔

قرآنی الفاظ رسولؐ اللہ کے ہیں:-

امام ولی اللہؒ محدث دہلوی نے بھی یہی تفسیر کی ہے کہ معنی اللہ کی طرف سے رسولؐ کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور الفاظ خود رسولؐ کے ہوتے ہیں۔ معنی قدیم ہیں۔ الفاظ حادث ہیں۔

Marfat.com

فمن ذلک (ای من التنزیلات) القرآن العظیم وذلک ان الفاظ القرآن انما ھی من لغتہ العربیہ التی یعرفھا محمد صلعم ویتخیلھا والمعانی فائضتہ من الغیب تعلیماً لہ صلعم تدلیاً الی الخلق فھو صار کلاماً الھیا۔ انما صار لان ارادۃ الخیر بالناس امتدت فی خیالہ علیہ السلام فھی التی جمعت الالفاظ و نظمھا ثم ادنی ھذا النظم فالبس لباساً محاکیاً للجبروت فصار بذلک تدلیاً الھیا۔ وسمی کلام اللہ۔" (تفہیمات الالھیہ ص ۵۸۱)

قرآن عظیم خدا کی نزدیکی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے الفاظ عربی لغت کے ہیں جنہیں محمد صلعم جانتے تھے اور اسی زبان میں سوچتے تھے۔ ان کی تعلیم کے لئے غیب سے معانی (ان کے قلب میں) پیدا ہوتے تھے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خدا کی قربت حاصل کرنے کے لئے اس کے ذریعے سے وہ لوگوں کی ہدایت کر سکیں۔ اس طرح یہ (یعنی رسولؐ کے الفاظ اور وحی کردہ معانی) مل کر کلام الہی بن گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہؐ انسانوں کی بھلائی کا ارادہ کرتے تھے۔ یہ خواہش تھی جو لفظوں کو جمع کر کے ایک نظم و ترتیب دیتی پھر وہ اسے موجودہ نظم قرآنی کے ساتھ منظم کرتے اور خدائی جبروت کے مطابق اسے تشکیل دیتے اسی لئے یہ خدا کی قربت حاصل کرنے کا ذریعہ بن گیا اور کلام اللہ کہلایا (التفہیمات الالہیہ ص ۵۸۱)

باوجود ان تصریحات قرآنی کے کفار مصر تھے کہ قول اللہ کو ہم نہیں جانتے۔ یہ قرآن یا تو قول شیطان ہے۔ یا خود رسول اللہؐ نے بغیر خدا کی مدد کے انسانوں کی مدد سے تیار کر لیا ہے اور پرانے قصے کہانیاں بیان کر دتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کہتا ہے یقولون انہ لمجنون (ن والقلم) فما انت بنعمتہ بک بکاھن ولا مجنون ۲۹۰ ام یقولون شاعر نتربص بہ ریب المنون (الطور۔ الطور) ان ھذا الا اساطیر الاولین۔ قرآن بار بار بتاتا ہے کہ یہ قول فصل ہے ۰ اور ہزل نہیں ہے۔ یہ نور و ہدایت ہے اور پرانے نبیوں کا مصدق ہے۔ غرضیکہ یہ لفظاً کلام محمدیؐ ہے اگرچہ معناً خدا کی طرف سے ہے۔

تاریخی مشکلات

اگر ہم قرآن کریم کو سیرت نبوی کی تاریخی ترتیب سے پڑھیں تو خود بخود بہت

Marfat.com

سی تاریخی غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔ مثلاً

رسول عربیؐ کو کوئی معجزہ نہیں دیا گیا

قرآن میں معجزہ کا لفظ نہیں ہے۔ آیت کا لفظ ہے۔ مکہ کے منکرین خدا ایسا نشان یا ثبوت مانتے تھے جس سے ثابت ہو کہ خدا موجود ہے ان کے لئے قرآن نے سینکڑوں ثبوت دیئے ہیں۔ یہ آیات اللہ ہیں۔ سب سے بڑا اور بنیادی ثبوت یہ ہے کہ خدا خالق ہے۔ غیر اللہ خالق نہیں ہے۔

منکرین رسالت یہ بھی چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ کوئی ایسا ثبوت (آیہ) دیں جس سے معلوم ہو کہ آپؐ کو اللہ نے رسول بنایا ہے۔ اس کے جواب میں قرآن نے بار بار عقلی دلائل دئے کہ جب اللہ موجود ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ انسان کی ہدایت کے لئے وہ راستہ بتانے والے نہ بھیجے۔ رسول کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ بڑا آدمی ہو۔ اللہ جس کسی کو چاہے اس پر اپنی رحمت نازل کر سکتا ہے اور اسے رسول بنا سکتا ہے (اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ۔ ابراہیم ۱۱) دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا کہتا ہے اگر وہ خدا پرستی اور نیک عملی کی تعلیم دیتا ہے اور شیطان پرستی اور ظلم و طغیان سے روکتا ہے تو وہ رسول اللہ ہے، رسول الشیطان نہیں ہے۔ اس لئے قرآن بار بار تفکر و تدبر فی القرآن کی دعوت دیتا ہے (افلا یتدبرون القرآن۔ ام علی قلوب اقفالھا۔ محمدؐ ۲۴) اور کہتا ہے کہ رسول عربی کوئی انوکھے رسول نہیں ہیں اس سے پہلے بھی رسول آ چکے ہیں (ما کنت بدعاً من الرسل (احقاف ۹) قد خلت من قبلہ الرسل۔ آل عمران ۱۴۴)

بہر حال قرآن نے بار بار کہا کہ ایسا کوئی نظر آنے والا نشان یا معجزہ رسول عربیؐ کو نہیں دیا جانے گا جیسا کہ لوگ مانگتے ہیں اور خود رسول اللہ سے کہا گیا کہ ان کے اعراض کی پرواہ نہ کیجائے۔ اس طرح کا نشان نہیں دیا جا سکتا (وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض او سلماً فی السماء فتاتیھم بایہ ۔ ۔ ۔ الانعام ۳۵) لیکن تو مسلموں نے علاوہ دیگر معجزوں کے خود قرآن سے رسول اللہؐ کے تین معجزے (آیات

Marfat.com

الرسول) ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور قرآن کی اعلیٰ تعقل و تدبر کی دعوت کو توہمات جاہلیہ سے نزدیک کر دیا ہے۔

ا۔ شق القمر

باوجودیکہ حضرت عائشہؓ کی تردید کے لوگوں نے سورۃ القمر کی پہلی آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ چاند کا شق ہونا، رسول اللہ کا معجزہ ہے۔ اگر فرض کیا جائے کہ ایسا فطری حادثہ واقع ہوا تو یہ خدا کا معجزہ (آیت اللہ) ہوا نہ کہ رسول کا معجزہ۔ بعض لوگ اس آیت سے پہلے (اذا) کو محذوف پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو قمر شق ہو گا۔ بعض کہتے ہیں کہ قمر کے معنی قریش یا عرب جاہلیہ کے "قومی نشان" ہیں۔ یعنی وقت آ گیا ہے کہ منکرین عرب کا قومی جھنڈا پارہ پارہ ہو جائے۔ بہرحال قیامت کے سلسلے میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں۔ ان سے مراد یہ نہیں کہ وہ معجزہ نبوی ہیں نہ کبھی آنحضرتؐ نے بعد کی سورتوں میں اس واقعہ کا حوالہ دیا۔ اگرچہ سورۃ القمر ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

اعجاز قرآن

لوگ کہتے ہیں کہ قرآن اتنا فصیح و بلیغ ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی میں قدرت نہیں کہ ایسا کلام کہہ سکے۔ یقیناً قرآن نے یہ مطالبہ کفار سے کیا تھا کہ ایسی تعلیم یا دوسری کتب الہیہ کی مانند کچھ بنا لاؤ۔ لیکن انہوں نے اپنے عجز کا اعتراف نہیں کیا۔ بلکہ کہا کہ اگر ہم چاہیں تو ایسی تعلیم بنا کر لا سکتے ہیں (و قالوا لو نشاء لقلنا مثل ھذا) بے شک کفار اس تعلیم کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے اس لئے اگر وہ مانتے تو مومن ہو جاتے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا (سورہ بقرہ) کا روئے سخن کفار کی طرف ہے۔ اسے تحدی یا چیلنج کہنا بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ دعوت الی الحق ہے نہ کہ تحدی حقیقت میں یہ کفار کی تحدی کا جواب ہے کہ وہ رسول اللہ سے شعر کہنے کا مطالبہ کرتے تھے اور رسول اللہؐ فرماتے تھے کہ میں ایسا شیطانی کلام نہیں کہہ سکتا (ما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ ان ھو الا ذکر و قرآن

مبین ۔یس)اس کے علاوہ قرآن نے نہ صرف قرآن بلکہ دوسری کتب الہیہ کو بھی کفار کے سامنے بطور کلام حق کے پیش کیا ہے۔ وہ لوگ تورات انجیل اور قرآن کی مانند کلام حق (خواہ وہ کتنی ہی غیر فصیح زبان میں ہوتا) کہنے پر تیار نہ تھے۔ اگر ایسا کرتے تو وہ مسلمان ہو جاتے۔ اسی لئے انہوں نے "فاتوا بکتاب اھدی منھما" کے جواب میں یہ نہیں کہا کہ ہم ایسا کلام نہیں کہہ سکتے بلکہ کہا کہ ہم چاہیں تو کہہ سکتے ہیں لیکن کہنا نہیں چاہتے۔ (لو نشاء لقلنا مثل ھذا) یعنی کفار کلام حق کہنے سے عاجز نہ تھے۔ ضد کی وجہ سے منکر تھے۔

اسراء

قرآن میں معراج یعنی آسمان پر عروج کرنے کا ذکر نہیں۔ خواب کی حالت میں مسجد اقصیٰ (یروشلم) تک سفر کرنے کا ذکر ہے ظاہر ہے کہ اس طرح کا، یا کسی اور طرح کا خواب کفار کو عاجز نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تو ایسا نشان چاہتے تھے جو نظر آتے اور اس کو دیکھ کر وہ عاجز ہو جائیں کہ ایسا نشان ہم نہیں دکھا سکتے بلکہ یہ کام خدا ہی کا ہے۔

۲۔ قرآن اور توراۃ کی کوئی آیت منسوخ نہیں:۔

قرآن میں نسخ و تبدیل آیات کا جو ذکر ہے وہ قرآنی آیات کا نسخ نہیں، بلکہ یہود کی ان خود ساختہ آیتوں (احکام) کی تبدیلی کا ہے جو یا تو حضرت موسیٰ کی توراۃ سے پہلے یہود وغیرہ نے اپنے لئے اصر و اغلال بنا لئے تھے جیسے کہ اونٹ کا گوشت نہ کھانا یا سبت کے دن شکار نہ کرنا یا تالمود (نہ کہ توراۃ) کی شہادت دیتے تھے کہ سود لینا جائز ہے۔ حالانکہ سود سے بدتر غلامی کوئی نہیں۔ (کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ) اسی لئے قرآن نے کہا کہ یہ باتیں خود ساختہ ہیں۔ توراۃ میں نہیں ہیں (قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صدقین۔ آل عمران۔ رکوع ۱۰) خدا نے سود حرام کیا تھا لیکن یہودی لیتے تھے اسی وجہ سے ان پر طیبات حرام کر دی گئی تھیں (فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبات احلت لھم وبصدھم عن سبیل اللہ

کثیرا واخذھم الربوا وقد نھوعنہ واکلھم اموال الناس بالباطل ۔۔۔ النساء رکوع ۲۲) ان آیات کے پڑھنے کے بعد مندرجہ ذیل آیات کو سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی۔

(۱) یمحواللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب (الرعد ۳۹)

(۲) واذا بدلنا ایۃ مکان ایہ ۔۔۔ (النمل ۱۰۳)

(۳) ما ننسخ من آیۃ او ننسھانات بخیر منھا او مثلھا (البقرہ ۹۹)

۳۔ قرآن عربی صرف عربی بولنے والے عربوں کے لئے ہے

عربی قرآن کریم کا یہ دعویٰ نہیں کہ وہ غیر عربوں یعنی عجمیوں کے لئے ہے اور اگر ایسا ہوتا تو عربی نہ سمجھنے کی وجہ سے اسے نہ مانتے۔ (ولو نزلناہ علی بعض الاعجمین فقراہ علیھم ما کانوا بہ مومنین ۔ الشعراء ۱۹۸۔۱۹۹) اور کہتے ہیں کہ عربی بولنے والوں سے عجمی میں کیوں کلام کیا جاتا ہے (ولو جعلناہ قرآناً اعجمیاً لقالو لولا فصلت آیاتہ ءاعجمی وعربی؟ حم السجدہ ۴۴) عربی زبان میں قرآنی تعلیم اس لئے دی گئی کہ اہل عرب اس کو سمجھ سکیں خدا کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جس قوم میں نبی بھیجتا ہے وہ اسی قوم کی زبان میں بھیجا ہے (وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم ۔۔ ابراہیم ۵) (انا جعلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون حم ۔ الزخرف ۳) ہر قوم میں اپنی اپنی زبان میں رسول آچکے ہیں (ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ۔ النحل ۳۶) صرف عربی قوم ایسی تھی جس میں کوئی رسول نہیں آیا تھا اس لئے ان کی زبان میں رسول بھیجا گیا لتنذر قوماً ما انذر اباھم غفلون ۔ یس ۶) اور (لتنذر قوماً ما اتاھم من نذیر من قبلک ۔ الم السجدہ ۳۰) یہی تعلیم پرانی کتابوں میں آچکی ہے (وانہ لفی زبر الاولین ۔ الشعراء ۱۹۶) اس عربی تعلیم میں کوئی نئی بات نہیں ہے (ما یقال لک الا ما قیل للرسل من قبلک حم السجدہ ۴۱) سب باتیں پہلے کہی جا چکی ہیں لہذا

(۱) ہر ملک کے مومنوں کا فرض ہے کہ اپنے اپنے ملک کی قدیم خدائی تعلیم (کتاب اللہ) کو دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع کریں، تاکہ تقابلی مطالعہ ہو سکے اور یہ معلوم ہو سکے کہ ظاہر نہیں بلکہ باطن، صورت نہیں بلکہ اصل معنی مقصود ہے۔ ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات (البقرہ ۱۴۹) اور ہر قوم کے لئے ایک قبلہ ہے جس کی طرف

Marfat.com

منہ کرتی ہے۔ لیکن اصل غرض نیکیوں میں مسابقت کرنا ہے۔ لہذا نیکی کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو (اس کے آگے نیکیوں کی تفصیل قرآن میں دیکھئے)

(۲) عربی جاننے والوں کا یہ فرض ہے کہ قرآن اور قرآنی تعلیم کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کے ذریعے عام کریں۔ اس کے لئے انفرادی کوششوں کی جگہ اجتماعی کوشش ہو تو بہتر ہے ورنہ ہمیں سید رشید رضا مرحوم کی رائے کو ماننا پڑے گا کہ قرآن کا ترجمہ نہ کیا جائے بلکہ جو لوگ سمجھ سکتے ہیں وہ اصل عربی زبان میں سمجھیں۔ ظاہر ہے کہ ترجمہ بہت مشکل کام ہے۔ ہندوستان میں سورۃ الحمد کے جو چوبیں ترجمے ہوتے ہیں ہم نے ایک رسالے کی شکل میں شائع کر دتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تین آیتوں کے آٹھ لفظوں میں ترجمہ کرنے والوں نے کتنا اختلاف کیا ہے۔ لیکن یہ تو ہو سکتا ہے اسلام کا قرآنی مفہوم اور عمل نبوی (جو سیرت نبوی سے ظاہر ہوتا ہی) مختلف زبانوں میں شائع کر دیا جائے۔

۴۔ قرآن۔ جملہ کتب الہیہ کا مصدق و مہیمن ہے

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدق لما بین یدیہ من الکتاب و مھیمنا علیہ" سے یہی مراد ہے کہ قرآن نہ صرف کتب الہیہ کی تصدیق کرتا ہے، بلکہ ان کی حفاظت و نگرانی بھی کرتا ہے کہ ان کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ بعد ہجرت جب رسول اللہؐ مدینہ تشریف لائے تو یہود سے "امہ واحدہ" بننے کا معاہدہ ۱ ھ میں ہوا اور آنحضرتؐ سرپنچ یا حکم مقرر ہوتے۔ بعض باتوں میں یہود نے یہ روش اختیار کر رکھی تھی کہ توراۃ کے کھلے کھلے احکام کو چھوڑ کر تالمود وغیرہ کی پیروی کرتے تھے جو وہ خود اپنے ہاتھوں سے لکھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کتاب اللہ ہے۔ (یکتبون الکتاب بایدیھم ویقولون ھذا من عنداللہ۔ المائدہ ۴۸) اور چاہتے تھے کہ ان کی خواہشات یعنی خود ساختہ تفسیروں کی پیروی نہ کرو بلکہ کتاب اللہ (توراۃ) کے مطابق فیصلہ کرو۔ جو حق ہو یعنی قرآن کے بھی مطابق ہو (فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم عما جاءک من الحق۔ المائدہ ۴۸) اسی کے بعد کہا کہ

خدا نے ہر قوم کی ایک شرع و منہاج (دستور زندگی) بنایا ہے (مراسم بندگی الگ الگ ہیں۔ دین ایک ہی ہے) اللہ چاہتا تو (مراسم بندگی کے اعتبار سے بھی) تم سب کو ایک ہی قوم بنا دیتا (لکل جعلنا منکم شرعۃ و منھاجاً ط ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ۔ المائدہ ۴۸) لیکن یہودیوں نے اس رواداری اور وسیع القلبی کی تعلیم کو پسند نہ کیا کہ اصولی طور پر کل تعلیمات الٰہیہ سچی ہیں اور ظلم و عدل کا فیصلہ کسی خاص جماعت کی خواہشات کے مطابق نہ ہونا چاہیے۔ انہوں نے ۳ھ میں امت واحدہ بننے کا معاہدہ توڑ دیا (دیکھئے سورۃ المائدہ ۴۳۔۴۴)

اسی آیات کو آخری دور مدینہ میں قرآن نے اس طرح کہا۔ لکل امۃ جعلنا منہ کا ھم ناسکوہ ۔ فلا ینازعنک فی الامر ۔ الحج ۶۷) یعنی اختلاف مناسک پر قرآن کو اعتراض نہیں ہے ۔ یہود وغیرہ کو اعتراض ہے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی ان کے طریقوں کی پیروی کریں۔ قرآن نے کہا اس امر میں یہود کو مسلمانوں سے نہ جھگڑنا چاہیے۔ اس لئے کہ ہر قوم کے طور طریقے الگ الگ ہیں۔ مقصد مراسم اگر اللہ کی بندگی ہے تو اختلاف مناسک میں جھگڑا نہ کرنا چاہیے۔

۵۔ منسک و منہاج کے اختلاف کے باوجود اللہ کو ماننے والے سب دین سچے ہیں

ہم نے کسی جگہ لکھا ہے کہ قرآن توراۃ و انجیل وغیرہ کو محرف نہیں مانتا۔ بلکہ انہیں "ھدی و نور" کہتا ہے اور کل اللہ کے رسولوں کی تصدیق کرتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان ہو کر اہل کتاب کو جہنمی کہا جائے اور ان کی کتابوں کو جھٹلایا جائے۔ رسول عربیؐ یہ چاہتے تھے کہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو نبی اللہ مان لیں اور پھر یہود و نصاریٰ دونوں آپؐ کو بھی اللہ کا ایلچی مان لیں۔ وہ اہل اللہ میں اتحاد کلمہ چاہتے تھے۔ اسی لئے قرآن نے کہا کہ جو لوگ بھی اللہ یوم آخر کو مان کر عمل صالح کرتے ہیں، خواہ وہ اپنے مناسک کسی طرح ادا کرتے ہوں وہ سب ناجی ہیں۔

Marfat.com

(ان الذین آمنوا والذین حادوا والصابئون والنصاریٰ من امن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون (المائدہ) فلھم اجرھم عند ربھم (البقرہ)

اب رہ گیا یہ سوال کہ اگر مختلف خدا پرست اپنی عبادتیں اور رسمیں مختلف طریقے پر ادا کرتے ہوں تو کیا انہیں اپنی رسموں اور عبادات کے طریقوں کو بدل کر یکساں طریق عبادات اور طریق زندگی اختیار کر لینا چاہیئے۔ قرآن کا فرمان ہے کہ اصول ایمان و عمل میں اختلاف نہیں ہے البتہ شرع و منہاج میں جو ظاہر اختلاف ہے وہ بھی خدا کی طرف سے ہے۔

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجاً ط ولوشاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ (المائدہ ۴۸)

ہر قوم کو ایک دستور اور ایک راہ خدا نے دی ہے (مگر اصل دین ایک ہی ہے) اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی قوم (بلحاظ مراسم عبودیت کے) بنا دیتا (یہ تقریباً ۵ ھ میں کہا گیا)

اسی لئے کہ تغیر زمان و مکان و نسل کی وجہ سے ایسا ہونا بالکل فطری ہے۔ اسی لئے قرآن نے اہل کتاب سے ۱۰ ھ میں کہا۔

لکل امۃ جعلنا منسکاً ھم ناسکوہ فلاینازعنک فی الامر (الحج ۶۷)

ہر امت کے لئے ہم نے عبودیت کے جو طریقے مقرر کر دئے ہیں وہ اسی طرح بندگی کرتے ہیں لہذا انہیں چاہیئے کہ اس معاملہ میں تجھ سے جھگڑا نہ کریں

یعنی قرآن نے اہل کتاب کے مناسک کی تردید یا تنسیخ نہیں کی۔ بلکہ انہیں رواداری کا پیام دیا "جعلنا" سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اختلاف خدا ہی کا دیا ہوا ہے۔ لہذا کفر نہیں ہے۔ البتہ وہ لوگ پکے کافر ہیں (کافرون حقا) جو اس اصول میں اختلاف رکھتے ہیں کہ بعض نبیوں کو نبی مانتے ہیں اور بعض کو نہیں۔ یعنی تفاخر نسلی کی وجہ سے ایک قوم اپنے ہی نبیوں اور بزرگوں کو برگزیدہ سمجھے اور دوسروں کو ادنی درجہ کا یا جھوٹا نبی کہے۔ یہود کو نزاع کرنے سے روکا ہے کہ آنحضرت سے وحدت مناسک کے لئے نہ جھگڑیں۔ سب طریقے اچھے ہیں اور خدا کے بنائے ہوتے ہیں۔

اسی سورۃ الحج میں فرمایا ہے کہ مختلف ادیان الہیہ کے معبدوں کا خدا محافظ ہے یعنی

Marfat.com

خدا پرستی کسی طرح بھی کی جائے نہ صرف جائز ہے بلکہ خدا کی اس میں خوشنودی ہے۔ وہ ان کی عبادت گاہوں اور عبادت دونوں کا محافظ ہے۔

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (الحج ۴۰)

اور اگر اللہ (بعض (اچھے لوگوں) کو بعض (برے لوگوں) پر فتح نہ دیا کرتا تو صومعے (تکیے) اور گرجے اور یہودی عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بہت نام لیا جاتا ہے، سب ڈھا دیئے جاتے۔

اسی سورہ میں اسی سے پہلے خدا کے نام پر جانوروں کی قربانی کے طریقے کے متعلق فرمایا کہ ہر قوم میں یہ بھی طریقہ جاری ہے (ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام۔ الحج ۳۴) اور پھر فرمایا کہ مقصد یہ رسم نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے یعنی خون اور گوشت کی پیشکش اللہ کو نہیں پہنچی بلکہ اس کے پیچھے جو خدا بندگی اور انفاق کا جذبہ ہے وہ قابل قدر ہے (لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔ الحج ۳۷)

حقیقت یہ ہے کہ جتنے عظیم انسان اور خدا کے رسول دنیا کی نجات کا پیغام لاتے ہیں وہ کل انسانیت کو اپنے دامن رحمت میں چھپانا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کے جانے کے بعد ارتجاعی ذہنیت اور تنگ نظر فرقہ پروری کی وجہ سے لوٹنے والوں کی بن آتی ہیں۔ یہ لوگ جہالت اور افلاس پھیلانے کے لئے تفاخر نسل و رنگ کا زہر پلا کر انسانیت کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں۔ قرآن جس چیز کو اسلام کہتا ہے وہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک ایک پروہتوں کی جماعت انسانی علم و عقل کو صرف اپنے فائدے کے لئے استعمال کرے اور دوسروں کو (خواہ وہ اسی کی قوم کے لوگ ہوں) لوٹ کر عقل و ترقی سے محروم رکھے۔

۶۔ رب:-

ہر بادشاہ اور پروہت اور مہاجن "رب" کہا جاتا تھا۔ حالانکہ اصلی "رب" وہ ہے جو

Marfat.com

خالق بھی ہے اور اکرم بھی۔ یعنی عام آقاؤں کی طرح اس کی خواجگی لپنے نفع کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اپنے عباد کے لئے ہے۔ اسی ضمن میں ملک اور الہ کے الفاظ ہیں۔

۷۔ سورہ تحریم کا تعلق شہید سے نہیں سیاست سے ہے۔

سورہ تحریم کا تعلق شہد سے نہیں سیاست سے ہے۔

۸۔ خاتم النبین

کا تعلق تصدیق قوانین اولین سے ہے، خصوصیت سے حضرت زینبؓ کے نکاح سے ہے (فصل ہشتم)

۹۔ شہادت مسیحؑ

ایک تاریخی واقعہ ہے۔ قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے (دیکھئے سورہ آل عمران)

۱۰۔ جملہ کتب الہیہ کو ماننا ہر مومن کے لئے ضروری ہے

یعنی ہر یہودی کے لئے توراۃ اور توراتی نبیوں کے علاوہ انجیل اور عیسیٰؑ بن مریم کو ماننا ضروری ہے۔ لیکن یہودی ایسا نہیں کرتے۔ وہ بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے۔ یہ حقیقی کافر ہیں (ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون بین ذلک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا (۴۔۱۴۹) جب سب خدائی کتابوں اور رسولوں کا پیغام حق ہے تو ان میں تفریق کرنا اور کسی پیغام کو اچھا اور دوسرے کو برا کہنا کفر ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہم سب اللہ کے مطیع (مسلم) ہیں اور اس کے جملہ پیغاموں کو مانتے ہیں (قل امنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم واسماعیل و اسحاق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (۳-۸۴) ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ بے وقوف کون ہو گا جو یہ مانے کہ خدا پیغام بھیج رہا ہے اور اس پیغام کو یا پیغمبر کو جو خدائی پیغام لاتا ہے جھوٹا قرار دے۔ لیکن

Marfat.com

یہود اس پر تیار نہ تھے کہ مسیحؑ کو مانیں یا ان کو اپنے نبیوں کے برابر سمجھیں اور نصرانیوں میں سے اکثر خود انجیل کے اس قول کو ماننے پر تیار نہ تھے کہ ایک رسول احمدؐ نامی آنے والے ہیں۔ اس کے علاوہ۔ یہود و نصاریٰ شرک میں مبتلا تھے جو توراۃ و انجیل کی تعلیم کے سراسر منافی ہے۔ اسی لئے قرآن نے کہا کہ دین اللہ تو ایک ہی ہے کہ خدا کے مسلم مطیع بن جاؤ (قل ان ھدی اللہ ھوالھدیٰ۔ الانعام ۷۱۔ بقرہ ۱۲۰) اس کے علاوہ جتنے ادیان ہیں وہ باطل اور شیطانی ہیں۔ ان سب پر ھدی اللہ اور دین الحق کا غلبہ ہونا چاہیئے۔ خواہ ان مشرکانہ اور باطل مذہبوں کے ماننے والوں کو کتنا ہی برا لگے (ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ، ولو کرہ المشرکون (الصف ۹) یہاں کرہ المشرکون سے صاف ظاہر ہے کہ مشرکوں کے ادیان پر توحید پرست ادیان کا غلبہ ہونا چاہیئے۔ وہ دین اسلام ہے اور صرف آنحضرتؐ کا لایا ہوا دین نہیں ہے بلکہ نوحؑ کے وقت سے یہی دین کل انبیاء لاتے رہے ہیں (قالت لھم رسلھم افی اللہ شک فاطر السموٰت والارض۔ (دیکھئے ص ۲۳ سیرت ہذا)

۱۱۔ اسلامی تقویم شمسی تھی

وفات نبوی ۱۱ھ تک عربی جنتری شمسی تھی۔ اس لئے آنحضرتؐ نے ۲ھ سے جتنے روزے رمضان کے رکھے وہ نومبر دسمبر یعنی جاڑوں کے مہینوں میں ہوتے تھے۔ یہی سنت نبوی ہے آپؐ نے جو حج اکبر کیا وہ بھی شمسی جنتری کے مطابق اعتدال ربیعی کے موسم میں تھا۔ آپؐ نے نسی منسوخ کر دی اور اہل کتاب کی پیروی میں جس طرح ماہ صیام کا حکم دیا اسی طرح اہل کتاب کی جنتری کا بھی حکم دیا۔ لہٰذا وقت آگیا ہے کہ اسلامی جنتری شمسی کر دی جائے۔۔ بہرحال رمضان کے روزوں کے متعلق تو صاف حکم موجود ہے کہ بوجوہ انہیں دوسرے دنوں میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ مقصد انفاق و جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

۱۲۔ جسمانی و دماغی غلامی ختم ہونا چاہیئے:-

Marfat.com

شروع سے آخر تک قرآن کا پیام یہی ہے کہ انسانی مساوات قائم ہو اور خواجگی ختم ہو یعنی جمہوری نظام ہو تاکہ امراء و فقہاء کے جسمانی و ذہنی غلام آزاد ہو کر اپنی محنت اور اپنی عقل کا عام انسانیت کی فلاح کے لئے استعمال کر سکیں۔ اس غرض کے لئے اگر کچھ دنوں ایسی آمریت قائم کرنا پڑے جو انسان کو جبری تعلیم اور دولت دے تو ہماری رائے میں یہ عین اسلام ہے۔

شوریٰ سے مراد کتابی شوریٰ ہے یعنی کتب الہیہ کی روشنی میں قرآن کریم کو سمجھنا اور جہاں تک ممکن ہو حبروں اور فقیہوں کے بناتے ہوتے اصرار و اغلال (جکڑ بندیوں) جملہ کتب الہیہ و سنن رسل کی پیروی میں توڑنا ہر مومن کا فریضہ ہے۔ ذہنی تقلید کے خاتمہ ہی سے آزاد اسلامی فکر ابتداء ہو سکتی ہے اور ایسا معاشرہ بن سکتا ہے جس میں خوش دلی سے ہر شخص عمل صالح کرنے لگے۔

محمد اجمل خاں

۲۹ شوال ۱۳۷۴ھ۔ ۲۱ جنوری ۱۹۵۵ء

Marfat.com

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم

خدا نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جو اپنی قوم کی بولی میں اسے نہ سمجھاتا ہو

(ابراهیم: ۴)

سیرت قرآنیہ

سیدنا رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لتنذر قوما ما انذر اباؤهم فهم غافلون

تاکہ تو خبردار کرے ایسی قوم کو جس کے بزرگوں نے ایسی باتیں نہیں سنیں وہ خبر نہیں رکھتے

(یٰسٓ: ۵-۶)

محمد اسلم خاں

الفیصل
ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com